لاہور

☆☆☆

☆☆

☆

شیخ عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

نام کتاب: لاہور ''تاریخ احمدیت''

مؤلف: شیخ عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

پبلیشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہرمہدی امتیاز احمد وڑائچ

مطبع: ضیاءالاسلام پریس ربوہ (چناب نگر)

تعداد اشاعت: ایک ہزار

فہرست مضامین و اسماء اصحاب مسیح موعود علیہ السلام

دوسرا باب

حالات و روایات صحابہ کرام لاہور

تیسرا باب "ضمیمہ"

چوتھا باب

منکرین خلافت کی ناپسندیدہ روش

اور

دربارِ خلافت سے ملامت

پانچواں باب

لاہور میں امارت کا قیام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بعض اہم لیکچر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلّی علٰی رسولہٖ الکریم

عرض حال

لاہور کی تاریخ احمدیت لکھنے کا خیال محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے گذشتہ سال رمضان المبارک میں ایک موقعہ پر گفتگو کے دوران پیدا ہوا۔ جوں جوں کتاب کی تکمیل قریب پہنچ رہی ہے اس تاریخ کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی جارہی ہے اور یہ خواہش پیدا ہورہی ہے کہ دیگر مشہور اضلاع یا صوبجات جہاں جہاں مسیح الزماںؑ کے دیوانوں نے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیوں سے نہ صرف یہ کہ خود شمع احمدیت کو فروزاں کیا بلکہ اس کی برکات اور فیوض وانوار کو آئندہ نسلوں میں منتقل کرتے ہوئے انہیں بھی اس کا پروانہ بنادیا۔ ان علاقوں میں احمدیت کی سرگذشت کوئی دردمند دل قلمبند کر کے ابھی سے محفوظ کرلے ممکن ہے لاہور کی تاریخ احمدیت اس قسم کی تواریخ کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

یہ کام اگرچہ بہت نازک اور اہم ہے کیونکہ پرانے صحابہ کرام میں سے اب صرف خال خال باقی رہ گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ۱۹۳۹ء میں جب کہ لاہور کے اکثر صحابہ زندہ موجود تھے۔ مجھے نظارت تالیف وتصنیف قادیان کی طرف سے اس غرض کے لئے لاہور اور بعض دوسرے مقامات پر بھجوایا گیا کہ میں صحابہ کرام کے مختصر حالات اور روایات قلمبند کروں۔ سو مجھے صحابہ کرام کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ اور عموماً انہی کے الفاظ میں ان کے حالات اور روایات قلمبند کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ **فالحمدللّٰہ علٰی ذالک**۔

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ کسی اور کی نسبت میرے لئے یہ کام نسبتاً آسان تھا۔ اس کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اندازاً ۱۹۴۵ء میں مجھے لاہور میں بحیثیت مبلغ بھجوا کر دارالتبلیغ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ میں ابھی لاہور ہی میں تھا کہ ہندوستان کا عظیم ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس بٹوارے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو مملکت خداداد پاکستان کی نعمت سے مالا مال کیا۔ تقسیم کے کچھ عرصہ بعد محترم جناب مولانا عبدالغفور صاحب فاضلؓ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے

خاکسار سے چارج لیا۔ اور چند سال آپ یہاں خدمات بجا لاتے رہے۔ بعدہ ۱۹۵۴ء سے پھر خاکسار یہاں بحیثیت مربی کام کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے خاکسار پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ لاہور میں احمدیت کی نشأۃ اور اس کے پروان چڑھنے کے حالات قلمبند کرے تا بعد میں آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں کو یاد رکھیں اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر احمدیت کے سچے خادم ثابت ہوں۔ آمین

مجھے افسوس ہے کہ گذشتہ سال جب کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ بہت کم ایسے لوگ تھے جو ابتدائی زمانہ میں وفات پا جانے والے صحابہ کے حالات سے بالتفصیل واقف ہوں۔ خدا بھلا کرے حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی کا جنہوں نے مجھے بعض ابتدائی صحابہ کے حالات سے آگاہ فرمایا۔ ان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں وفات پا جانے والے بعض صحابہ کرام کے حالات مجھے محترم جناب ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی نے بتائے۔ **فجزاھما اللّٰہ احسن الجزاء**۔ لیکن اکثر صحابہ کے حالات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور اخباراتِ سلسلہ سے معلوم ہوئے۔

اس جگہ اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کے حالات کا وہ حصہ جو دوسرے احباب سے سن کر لکھا گیا ہے یا روایات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے کافی عرصہ بعد جمع کی گئی ہیں اپنے اندر غلطی کا احتمال رکھتی ہیں۔ لہذا اگر حضرت اقدس کی کتب یا اس زمانہ کے لٹریچر سے یہ واقعات یا روایات ٹکرائیں، تو ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوں گی۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مجموعہ میں بعض صحابہ کے حالات اور روایات بالکل مختصر ہیں اور بعض کے قدرے **بالتفصیل**۔ اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ جن صحابہ کے حالات زیادہ لکھے گئے ہیں وہ دوسروں سے افضل ہیں۔ بالکل ممکن ہے کہ جن صحابہ کے حالات مختصر ہیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز اور مکرم ہوں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض صحابہ جو خدا تعالیٰ کے خاص مقربین میں سے ہوں ان کے اسماء کا علم نہ ہو سکنے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ لہذا احباب کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر کسی صاحب کو یقینی شواہد کی بناء پر کسی صحابی کے حالات، سنہ پیدائش، سنہ بیعت اور سنہ وفات میں کوئی غلطی معلوم ہو تو وہ خاکسار مؤلف کو اطلاع دیں، آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ شکریہ

کے ساتھ اصلاح کر دی جائے گی۔ اسی طرح جن بزرگوں کی اولاد کے اسماء گرامی نہیں لکھے جا سکے وہ بھی از راہ نوازش مطلع فرمائیں تا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی صورت میں موجودہ کمی پوری کی جا سکے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی صحابی نے مثلاً اپنی بیعت کا سنہ خود خاکسار مؤلف سے ۱۹۰۴ء بیان کیا۔ مگر ان کی وفات پر ان کے پسماندگان نے اندازاً ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۵ء کر دیا اور بہشتی مقبرہ کے کتبہ پر بھی وہی لکھا گیا۔ ایسی صورت میں صحیح سنہ یقیناً وہی ہوگا جو اس صحابی نے اپنی زندگی میں خود بتایا۔

بالآخر خاکساران احباب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے جنہوں نے گذشتہ سال ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۹۔ جنوری ۱۹۵۶ء کو جمعۃ الوداع کے روز کتاب کی تالیف شروع کرنے پر خاکسار کو شامل کر کے دعا فرمائی اور وہ ہیں محترم جناب ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی' محترم سید نعیم احمد شاہ صاحب اور محترم میاں بشیر الدین احمد خان صاحب اور یہ تینوں معتکف تھے۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء**۔ اوّل الذکر بزرگ یعنی محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب تو خاص شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا مسودہ از اوّل تا آخر بڑے شوق' توجہ اور دلچسپی کے ساتھ ملاحظہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خاکسار کی اس ناچیز تالیف کو قبول فرمائے اور اسے عاجز کی مغفرت کا ایک ذریعہ بنا دے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا بیشتر حصہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانہ میں لکھا گیا اور آخر کا کچھ حصہ امیر المومنین حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زمانہ میں تالیف ہوا۔ چنانچہ اس کا نام بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ہی کا تجویز فرمودہ ہے۔ **فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء**۔ **وآخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العالمین**

خاکسار

عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور

۲۰/ فروری ۱۹۶۶ء

جماعت احمدیہ لاہور کی ذمہ داریاں

(بیان فرمودہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

''ہماری جماعت کے دوستوں کو یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ احمدیت کو قائم ہوئے ایک لمبا زمانہ گذر چکا ہے۔ اگر براہین احمدیہ سے اس زمانہ کو لیا جائے تو ۷۰۔۷۱ سال ہو گئے ہیں اور اگر بیعت کے آغاز سے اس زمانہ کو شمار کیا جائے تو پھر ۶۵ سال ہو گئے ہیں اور یہ ایک بہت بڑا وقت ہے۔ اور گو قوموں کی عمر کے لحاظ سے اتنے سال کوئی زیادہ لمبا زمانہ نہیں سمجھے جا سکتے۔ لیکن انسانوں کی عمر میں یہ ایک بہت بڑا وقت ہے۔ اس تمام عرصہ میں ابتدائی زمانہ سے ہی لاہور کا ایک حصہ احمدیت کے ساتھ شامل رہا ہے۔ ہم چھوٹے ہوتے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفروں میں ہم آتے جاتے تھے۔ اس وقت عموماً جب آپ کو رستہ میں ٹھہرنا پڑتا تو لاہور یا امرتسر میں ہی ٹھہرتے۔ یوں ابتدائی زمانہ میں آپ کا قیام زیادہ تر لودھیانہ میں رہا ہے لیکن جماعت کے لحاظ سے لاہور کی جماعت ہمیشہ زیادہ رہی ہے اور دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ مستعد رہی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد صاحب کے زمانہ میں مقدمات کے لئے اکثر لاہور آتے تھے اور آپ کے والد صاحب کے تعلقات بھی زیادہ تر لاہور کے رؤساء سے تھے' اس لئے ابتدائی ایام میں ہی یہاں ایک ایسی جماعت پائی جاتی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص رکھتی تھی۔ الٰہی بخش اکونٹنٹ جو بعد میں شدید مخالف ہو گئے وہ بھی یہیں کے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں کفر کا فتویٰ لگانے والوں کے سردار بنے۔ وہ بھی یہیں چینیاں والی مسجد کے امام تھے اور ان کا زیادہ تر اثر اور رسوخ لاہور ہی میں تھا گو وہ رہنے والے بٹالہ کے تھے۔ اسی طرح میاں چراغ دین صاحب' میاں معراج دین صاحب اور میاں تاج دین صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ سے بہت پرانے تعلقات تھے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کا خاندان اپنے پرانے تعلقات کے لحاظ سے جو بیعت سے بھی پہلے کے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں بہت قربت رکھتا تھا۔ پھر حکیم محمد حسین صاحب قریشی جنہوں نے دہلی دروازہ والی مسجد بنوائی ان کے تعلقات بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت قدیم اور مخلصانہ تھے۔ میاں چراغ دین صاحب مرحوم کے تعلقات تو الٰہی بخش اکونٹنٹ سے بھی

پہلے کے تھے حتّٰی کہ میرے عقیقہ میں جن دوستوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی ان میں میاں چراغ دین صاحب بھی تھے۔ اتفاقاً اس دن سخت بارش ہوگئی۔ وہ سناتے تھے کہ ہم باغ تک پہنچے مگر آگے پانی ہونے کی وجہ سے نہ جا سکے اور وہیں سے ہمیں واپس لوٹنا پڑا۔ پس اس جگہ کی جماعت کی بنیاد ایسے لوگوں سے پڑی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت سے اخلاص رکھتے تھے جب آپ نے دعویٰ بھی نہیں کیا تھا اور براہین لکھی جا رہی تھی۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان کے خاندانوں کو ترقی دی اور وہ اخلاص میں بڑھتے چلے گئے۔ میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کے خاندان کے اس وقت درجنوں آدمی ہیں اور ان میں سے بہت سے لاہور میں ہی ہیں۔ میاں مظفر الدین صاحب جو پشاور کی جماعت کے امیر تھے وہ میاں تاج دن صاحب کے بیٹے تھے۔ اسی طرح اور کئی پرانے خاندانوں کی اولادیں یہیں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اگلی نسل میں اب وہ پہلی سی بات نہیں رہی۔ ان میں کچھ تو مخلص ہیں اور کچھ کمزور ہو گئے ہیں۔ جو لوگ مخلص ہیں ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ اپنے آپ کو روشناس کراتے رہیں اور کچھ مخلص تو ہیں لیکن یہ احساس ان کے دلوں سے مٹ گیا ہے کہ سلسلہ کے ساتھ ان کا اہم تعلق ہے۔ وہ اپنی جگہ پر مخلص ہیں مگر اپنے آپ کو آگے لانے اور روشناس کرانے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی جماعت کے بنیادی لوگوں میں سے ہونا بڑے فخر کی بات ہوتی ہے۔ جہاں یہ بات بُری ہوتی ہے کہ انسان جماعت کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ میری چراگاہ ہے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے وہاں یہ بات بھی بُری ہوتی ہے کہ کوئی شخص ایک سچی جماعت کے ابتدائی لوگوں میں سے ہو اور پھر وہ اس پر فخر محسوس نہ کرے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز کی قدر اس کے دل میں نہیں۔ ورنہ جن لوگوں کے دلوں میں قدر ہوتی ہے جہاں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے کچھ کام کیا ہے تو سلسلہ پر احسان نہیں کیا بلکہ سلسلہ نے ان پر احسان کیا ہے وہاں وہ اپنی اہمیت کو بھی خوب سمجھتے ہیں۔ غرض لاہور کی جماعت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ پر ایمان لائے اور اگر وہ نہیں تو ان کے رشتہ دار ایسے موجود ہیں جو صحابی ہیں۔ خواہ وہ ایسے مقام پر نہیں کہ دعوے سے پہلے انہوں نے آپ کی مدد کی ہو مگر وہ ایسے مقام پر ضرور ہیں کہ وہ اس وقت ہوش والے تھے اور عقل والے تھے۔ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے خاندانوں میں اب وہ جوش نہیں رہا جو پہلے ہوا

کرتا تھا۔ بعض میں تو کمزوری پیدا ہوگئی ہے اور بعض اپنے آپ کو نمایاں کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جلسہ مذاہب عالم کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مضمون لکھا اور جو آج کل ساری دنیا میں پیش کیا جاتا ہے وہ بھی اس لاہور میں پڑھا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو آخری پیغام ''پیغام صلح'' کے نام سے دیا اور جو اپنے اندر وصیت کا ایک رنگ رکھتا ہے وہ بھی لاہور میں ہی پڑھا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری ایام بھی اسی جگہ گذارے اور پھر یہیں آپ دنیا سے جدا ہوئے۔ اس کے بعد جب خلافت کا جھگڑا پیدا ہوا تو مخالفت کا مرکز بھی یہی لاہور بنا اور موافقت کا مرکز بھی لاہور تھا۔ اس وقت جماعت کی تعداد موجودہ تعداد سے بہت کم تھی۔ باہر سے بھی اگر لوگ آجاتے تو ان کو شامل کر کے یہاں کی جماعت اتنی نہیں ہوتی تھی جتنی اس وقت خطبہ میں بیٹھی ہے مگر اس وقت اخلاص اور محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں لاہور میں آتا تو سینکڑوں لوگ اردگرد کی جماعتوں کے لاہور میں آجاتے اور یہاں کا ہر احمدی دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتا اور اسے یہ محسوس بھی نہ ہونے دیتا کہ وہ لاہور میں ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اب یہ کیفیت نظر نہیں آتی۔ اب لوگ مسافروں کی طرح آتے اور چلے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق جماعت کے دوستوں میں وہ شوق اور انس نہیں پایا جاتا جو پہلے پایا جاتا تھا۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۱۹۲۱ء تک یہ کیفیت تھی کہ میرے لاہور آنے پر سیالکوٹ، جہلم، گجرات، شیخوپورہ اور منٹگمری وغیرہ اضلاع کے احمدیوں میں سے آ کر یہاں اکٹھے ہو جاتے اور ان کا لاہور میں قریباً اس وقت تک قیام رہتا جب تک میں یہاں موجود رہتا۔ مگر اب جماعت کی تعداد تو زیادہ ہوگئی ہے مگر اس میں وہ بات نہیں رہی جو پہلے پائی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کے لوگوں نے اس مقام کی قدر و قیمت کو نہیں پہچانا جو انہیں پہلے حاصل تھا۔ اگر وہ آنے والوں سے ایسی محبت اور پیار کے ساتھ پیش آتے جس محبت اور پیار سے وہ پہلے پیش آیا کرتے تھے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ لوگ یہاں کثرت کے ساتھ نہ آتے رہتے۔

میرا تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے دوستوں میں ایمان کم نہیں ہو رہا بلکہ بڑھ رہا ہے۔ صرف کچھ لوگوں میں اپنی ذمہ داری کے احساس میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔ اگر یہاں کی جماعت اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتی تو یقیناً یہاں پہلے سے بھی زیادہ لوگ آتے۔ بہرحال ابتدائی ایام میں لوگوں نے اپنی ذمہ داری سمجھی اور خدا تعالیٰ نے بھی کہا کہ

''لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں ان کو اطلاع دی جاوے۔نظیف مٹی کے ہیں۔
وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی'' [1]

''گویا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے الہام میں لاہور کے متعلق خبر دی کہ کسی زمانہ میں فتنہ بھی لاہور سے کھڑا ہوگا۔مگراس کا تریاق بھی لاہور سے ہی پیدا ہوگا۔اور جن جماعتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کی توفیق ملے اور جن کا خدائی پیشگوئیوں میں بھی ذکر آ جائے ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس خصوصیت کو قائم رکھیں اور اس فخر کو آئندہ کے لئے ہمیشہ نیکیوں میں ترقی کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

''پھر میں کہتا ہوں اگر باہر سے آنے والوں کو جانے دو اور تم صرف اپنے لوگوں کو ہی سہارا دو تو میرے نزدیک ہر پرانے خاندان میں سے دو چار افراد ایسے ضرور نکل آئیں گے جن میں کچھ کمزوری ہو گی۔اگر تم ان کی طرف توجہ کرو گے تو یقیناً وہ مخلص بن جائیں گے اور جماعت اپنے پہلے مقام کو پھر حاصل کر لے گی۔

''نوجوانوں کے اندر بڑھنے اور ترقی کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔وہ جہاں اور باتوں میں اپنی ترقی کے دعوے کیا کرتے ہیں وہاں ان کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ روحانی رنگ میں بھی اپنے بزرگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کریں اور نمازوں میں اور روزوں اور چندوں میں اور قربانیوں میں اور اخلاص میں اور سلسلہ کیلئے فدائیت اور جان نثاری میں اپنا قدم آگے کی طرف بڑھائیں۔

''میں سمجھتا ہوں اگر اب بھی آپ لوگ توجہ کریں تو اپنے مقام کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ورنہ تھوڑے دنوں کے بعد ممکن ہے جماعت کراچی کے علاوہ اور بھی کئی جماعتیں تم سے آگے نکل جائیں اور جب بہت سی جماعتیں تم سے آگے نکل گئیں تو پھر اتنا بڑا فاصلہ تم میں اور ان میں پیدا ہو جائے گا کہ اس فاصلہ کو پُر کرنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے گا۔

''پس اپنے اندر بیداری پیدا کرو اور جس طرح دریا میں کشتی پھنستی ہے اور مرد اور عورتیں اور بچے سب مل کر زور لگاتے ہیں کہ کشتی منجدھار سے نکل جائے اسی طرح تم بھی اس خلا کو پُر کرنے کیلئے اپنا پورا زور صرف کر دو۔پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور اپنی غفلتوں کو دور کرو۔خدا نے تمہیں اوّل بنایا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اب بھی تم اس مقام کو ضائع نہ کرو۔ممکن ہے اگر تم سچے دل سے کوشش کرو تو تمہارے کمزور بھی مضبوط ہو جائیں۔تمہارے نوجوان بھی قربانی کرنے والے بن جائیں اور پھر تمہاری زندگی

بالکل بدل جائے اور تم اوّلیت کے مقام کو دوبارہ حاصل کرلو‘‘ [2]

’’میں سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت مجھ پر جو لاہور میں موجودہ انکشاف (پیشگوئی مصلح موعود) کیا ہے اس سے لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں اور ساتھ ہی ان کی امداد کے وعدے کا بھی اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی سنت کے خلاف ہے کہ وہ ایک چیز کو اپنے کلام اور اپنی رحمت کے لئے مخصوص کرے اور پھر اسے یونہی بھول جائے۔ لوگ بھول جاتے ہیں مگر خدا اسے نہیں بھولتا جب تک بندے اس کو نہیں بھول جاتے۔ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جیسے مکہ مکرمہ ہے یا جیسے مدینہ منورہ ہے یا جیسے قادیان ہے کہ یہاں کے رہنے والے اگر خدا کو بھول جائیں تب بھی یہ شہر مغضوب نہیں بن سکتے۔ وہ ان لوگوں کو تو سزا دے گا مگر (ان) شہروں کی برکتیں واپس نہیں لے گا۔ لیکن بعض شہر ایسے ہوتے ہیں جن کو عارضی برکتیں مل جاتی ہیں وہ اگر ان کو دائمی بنانا چاہئیں تو دائمی بن جاتی ہیں اور اگر ان کو چھوڑ دیں تو چھوٹ جاتی ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام بھی یہاں لاہور میں ہی ہوا کہ

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

یہ الہام درحقیقت آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری فرمائے کہ

سپردم بتو مایہ خویش را

اے خدا میرے لئے اس دنیا میں تیری مرضی کے مطابق جس قدر رہنا مقدر تھا وہ میں رہ چکا۔ میری عمر کا جو سرمایہ تھا وہ اب میں تیرے سپرد کر رہا ہوں

تو دانی حساب کم و بیش را

تو چاہے تو میرے اس سرمائے کو تباہ کر دے اور چاہے تو قائم رکھ۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس سرمایہ کو قائم رکھے۔ دشمن نے چاہا کہ وہ اس کے اندر بگاڑ پیدا کر دے مگر وہ ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا۔ مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ

’’اے خدا میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر

ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلاؤں گا''۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہمیشہ قربانیوں کا تقاضا کیا کرتا ہے۔ میں یہاں کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس جگہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر انکشاف کا ہونا لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیتا ہے۔ یہیں سے پیغامی فتنہ نے سر اٹھایا اور یہیں ان کا مرکز ہے۔ یہیں سے احراری فتنہ اٹھا اور یہیں ان کا مرکز ہے۔ اور بھی جس قدر فتنے اٹھے ان میں زیادہ تر لاہور کا ہی حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی زیادہ تر چیلنج لاہور ہی سے ملا کرتے تھے۔ اور یا پھر امرتسر سے' امرتسر سے کم اور لاہور سے زیادہ۔ پھر اس وقت پنجاب کا سیاسی مرکز بھی لاہور ہی ہے۔ پس بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں جو یہاں کی جماعت پر عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے ہی تمہیں ان برکات سے حصہ مل سکتا ہے جو خاص مقامات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب خدا کسی مقام کو اپنی برکتوں کے لئے مخصوص قرار دے دیتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں کو اپنے انعامات سے بھی زیادہ حصہ دیا کرتا ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان مقامات کے رہنے والوں کو قربانیاں بھی دوسروں سے زیادہ کرنی پڑتی ہیں۔ جو قربانیاں مکہ اور مدینہ والوں کو کرنی پڑیں وہ کسی اور جگہ کے رہنے والوں کو نہیں کرنی پڑیں مگر جو انعامات مہاجرین اور انصار کو ملے وہ بھی کسی اور کو نہیں ملے۔ یہ خیال کرنا کہ مکہ اور مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے یونہی انعام دے دیا ہوگا ایک پاگل پن کی بات ہے۔ انہوں نے خدا کے لئے اپنے آپ کو خاک میں ملایا اور پھر اپنی خاک کو بھی اس کی رضا کے حصول کے لئے اڑا دیا۔ تب انہیں انعامات حاصل ہوئے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہوئے۔

''پس جماعت لاہور کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے۔ اپنے اندر تغیر پیدا کرے۔ اپنے اخلاص اور اپنی نیکی میں ترقی کرے اور خدا تعالیٰ کی محبت اپنے قلوب میں پیدا کرے''۔[3]

---

[1] تذکرہ صفحہ ۳۷۶

[2] خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/ فروری ۱۹۵۴ء بمقام رتن باغ منقول از الفضل ۱۳/ دسمبر ۱۹۶۱ء

[3] ''الفضل'' مورخہ ۲۱ جون ۱۹۴۴ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لاہور

تاریخ احمدیت

پہلا باب

لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد و رفت

احمدیت کی تاریخی میں لاہور کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی باخبر احمدی سے مخفی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بچپن سے یہاں آنا شروع کیا اور زندگی بھر برابر آتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی نہ صرف یہاں تشریف لاتے رہے بلکہ حضور ایدہ اللہ کی پہلی شادی بھی لاہور ہی کے ایک معزز خاندان میں ہوئی اور پھر ہجرت کے بعد بھی لاہور ہی میں کچھ عرصہ تک قیام فرمایا۔

پہلی مرتبہ حضور کی لاہور میں تشریف آواری

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے پہلی مرتبہ حضور لاہور میں اس وقت تشریف لائے جب ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے رؤسائے پنجاب کو معہ ان کے لڑکوں کے اپنی ملاقات کے لئے بلایا۔ چنانچہ جب حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب اپنے دونوں بیٹیوں یعنی مرزا غلام قادر صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ساتھ لے کر لاہور میں تشریف لائے تو انہوں نے لاہور کے رئیس محمد سلطان صاحب ٹھیکیدار کے اس رئیس خانہ میں قیام فرمایا جو لاہور اسٹیشن کے سامنے معزز مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے بنوایا ہوا تھا۔ اور جو فروخت ہونے کے بعد اب ''BARGANZA HOLTE'' کے نام سے مشہور ہے۔ اسی میں پنجاب کے سارے رؤساء جمع ہوئے تھے۔

محترم ماسٹر میاں نذیر حسین صاحب کی روایت ہے کہ میاں محمد سلطان صاحب چونکہ لاولد تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے خاندان کے ایک یتیم بچہ کو (جس کا نام فیروز الدین تھا اور جو بعد میں میرے نانا بنے) اپنا متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ اسے اور حضرت میاں چراغ دین صاحب کو (جو وہ بھی خاندان میں اکیلے ہی لڑکے تھے) لیفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کے لئے ٹھہرایا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر ظہر کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے والد ماجد سے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ والد صاحب سے اجازت ملنے پر جب آپ جانے لگے تو میاں فیروز الدین صاحب اور میاں چراغ دین صاحب بھی ساتھ چل پڑے۔ کیونکہ یہ دونوں بھی نماز کے پابند تھے۔ میاں محمد سلطان صاحب کے محل☆ کے قریب ہی ایک مسجد ہے جس میں تینوں نے جا کر نماز پڑھی۔

ایک مرتبہ آپ ایک زمینداری مقدمہ کی پیروی کیلئے لاہور تشریف لائے اور قادیان ہی کے ایک معزز زمیندار سید محمد علی شاہ صاحب کے ہاں قیام فرمایا جو ان دنوں محکمہ جنگلات میں ملازمت کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ اور شاہ صاحب کا ملازم آپ کے لئے چیف کورٹ میں روزانہ کھانا لے جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کھانا لے کر واپس آ گیا تو شاہ صاحب نے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب نے کھانا

☆ میاں محمد سلطان صاحب کا محل سرائے سلطان کے قریب ہی تھا۔

نہیں کھایا؟ نوکر نے جواب دیا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ گھر پر ہی آ کر کھاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہشاش بشاش شاہ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کہ آج آپ اتنے خوش کیوں ہیں؟ کیا فیصلہ ہوا؟ فرمایا مقدمہ تو خارج ہو گیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آئندہ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔[1]

گویا آپ کو خوشی اس امر سے ہوئی کہ مقدمہ سے فراغت حاصل ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے فرصت مل گئی۔ حالانکہ اگر کوئی دنیا دار ہوتا تو مقدمہ میں ہار جانے کی وجہ سے اس کے چہرہ پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا۔ مگر آپ کو کچھ ملال نہ ہوا۔ **اللھم صلی علیٰ محمد و ال محمد**

پھر جون ۱۸۷۶ء میں جبکہ آپ کے والد ماجد کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت بھی آپ ایک زمینداری مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور ہی میں تھے۔ یہاں آپ کو ایک خواب کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ آپ کے والد ماجد کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ آپ اسی روز قادیان پہنچے اور دوسرے دن آپ کے والد ماجد وفات پا گئے۔[2] **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون**۔ تصنیف براہین احمدیہ کے دوران میں بھی آپ کی لاہور میں آمد و رفت رہی۔

میری غرض ان واقعات کے پیش کرنے سے یہ ہے کہ حضور دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے قبل بھی متعدد مرتبہ لاہور میں تشریف فرما ہوتے رہے۔ اور یہ تو عام معروف واقعات ہیں۔ ورنہ سیالکوٹ آتے جاتے بھی آپ یقیناً حضرت میاں چراغ دین صاحب یا بعض دوسرے دوستوں کے ہاں قیام فرماتے ہوں گے۔

دعویٰ ماموریت کے بعد لاہور میں حضور کی آمد

اب ہم دعویٰ ماموریت کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

جہاں تک تاریخ ساتھ دیتی ہے۔ دعویٰ ماموریت کے بعد سب سے پہلے☆ آپ جنوری ۱۸۹۲ء

☆ فاضل مصنف کو غلطی لگی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ماموریت کے بعد اور ۱۸۹۲ء سے قبل لاہور جانا ثابت ہے۔ مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم میں پوسٹ کارڈ نمبر ۱۷ کے زیرِ عنوان حضرت مسیح

میں علماء، پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں پر اتمام حجت کیلئے لاہور تشریف لائے اور منشی میراں بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی واقعہ چونے منڈی میں قیام فرمایا۔ ۲۰ جنوری کو آپ تشریف لائے اور سب سے پہلا لیکچر آپ نے ۳۱ جنوری کو دیا۔ اس لیکچر کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ لکھتے ہیں:

''۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو آپ نے ایک عام لیکچر منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی کے احاطے میں ہی دیا۔ بلا مبالغہ ہزاروں آدمی وہاں موجود تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ تعلیم یافتہ، شرفاء شہر، عہدیداران۔ انتظام پولیس نے کیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے اپنے دعاوی کو مبرہن کیا اور ان کے متعلق ضروری دلائل پیش کئے۔ اور بالآخر آپ نے اس الزام کے جواب میں کہ علماء میرے مقابلہ میں دلائل قرآنیہ سے عاجز آ کر میرے خلاف کُفر کا فتویٰ دیتے ہیں، ایک مومن کو کافر کہہ دینا آسان ہے مگر اپنا ایمان ثابت کرنا آسان نہیں۔ قرآن کریم نے مومن اور غیر مومن کیلئے کچھ نشان مقرر کر دیئے ہیں۔ میں ان کافر کہنے والوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسی لاہور میں میرے اور اپنے ایمان کا قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرالیں''۔[۳]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تقریر کے بعد حضرت حاجی الحرمین مولوی حکیم نورالدین

موعود علیہ السلام کا ایک مکتوب جو ۳ مئی ۱۸۹۰ء کا تحریر کردہ ہے۔ درج ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت منشی رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں بمقام لاہور بغرض علاج کرانے کے آیا ہوا ہوں............''

خاکسار غلام احمد از لاہور مکان مرزا سلطان احمد۔ نائب تحصیلدار لاہور۔ ۳ مئی ۱۸۹۰ء

اس خط پر مکرم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ نے یہ نوٹ تحریر فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اوائل میں جب لاہور جاتے تو مرزا سلطان احمد صاحب جو آپ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں کے مکان پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اور اس وقت ڈاکٹر محمد حسین صاحب مرحوم سے علاج کرایا کرتے تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب مسٹر احمد حسین مشہور ناولسٹ کے والد ماجد تھے اور بھاٹی دروازہ کے اندر رہا کرتے تھے''۔

صاحب بھیروی سے فرمایا کہ آپ بھی کچھ تقریر کریں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے کھڑے ہوکر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ نے مرزا صاحب کا دعویٰ اور اس کے دلائل آپ کی زبان سے سنے اور اللہ تعالیٰ کے اُن وعدوں اور بشارتوں کو بھی سنا جو ان مخالف حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہیں۔ تمہارے اس شہر والے لوگ مجھے اور میرے خاندان کو جانتے ہیں۔ علماء بھی مجھ سے ناواقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کا فہم دیا ہے۔ میں نے بہت غور مرزا صاحب کے دعاوی پر کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ ان کی خدماتِ اسلامی کو دیکھا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کے حالات پر غور کیا تو قرآن مجید نے میری رہنمائی فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ ان سے پہلے آنے والوں کا مقابلہ جس طرح پر کیا گیا وہی اب ہو رہا ہے۔ گویا اس پرانی تاریخ کو دہرایا جا رہا ہے۔ میں کلمہ شہادت پڑھ کر کہتا ہوں کہ مرزا حق پر ہے اور اس حق سے ٹکرانے والا باطل پاش پاش ہو جائے گا۔ مومن حق کو قبول کرتا ہے۔ میں نے حق سمجھ کر اسے قبول کیا اور حضرت نبی کریمؐ کے ارشاد کے موافق کہ مومن جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (وہی) اپنے بھائی کیلئے پسند کرتا ہے آپ کو بھی حق کی دعوت دیتا ہوں۔ **وما علینا الاالبلاغ** السلام علیکم۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور جلسہ برخاست ہوگیا''۔[۲۴]

روایات میں آتا ہے کہ حضرت مولانا حکیم صاحب نے جب کلمہ شہادت پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی گواہی دی تو سامعین اس قدر متاثر ہوئے کہ تقریر کے بعد چند ہندو صاحبان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اگر ایک دفعہ آپ پھر وہی کلمہ پڑھ دیتے تو ہم پورے مسلمان ہو جاتے۔ لیکن آدھے مسلمان تو ہو گئے ہیں۔

ادھر تو یہ کیفیت تھی جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے مگر دوسری طرف علمائے سُوء بھی اپنے مشن کو پورا کرنے کی مذموم کوشش میں برابر مصروف تھے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر لوگوں کو جلسہ میں شرکت کرنے سے منع کر رہے تھے۔

حضرت اقدس کے کمال ضبط کا ایک واقعہ

لوگوں کی بکثرت آمد و رفت اور دن بھر کے ہجوم کو دیکھ کر آپ منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی سے محبوب رایوں☆ کے ایک وسیع اور فراخ مکان میں منتقل ہو گئے۔ اس مکان کے اندر اتنا بڑا صحن تھا کہ اس میں ہزاروں افراد بآسانی سما سکتے تھے۔ ادھر حضرت میاں چراغ دین صاحب اور حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رئیسان لاہور کے مکانات بھی قریب ہی تھے اور ان مکانوں کے سامنے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ کی مسجد تھی جس میں حضور اور حضور کے اصحاب بآسانی باجماعت نمازیں ادا فرما سکتے تھے۔ اس لئے یہ مکان آپ کے مقاصد کیلئے نہایت ہی موزوں تھا۔

حضور کے لاہور آنے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ حضور اپنی کتاب ''آسمانی فیصلہ'' میں تحریر فرمودہ مضمون کے مطابق لاہور کے ہر طبقہ کے مذہبی لوگوں پر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ اگر وہ حضور کے ساتھ ''تائیدات سماوی'' میں مقابلہ کرنا چاہیں تو ان کے لئے یہ راہ بھی کھلی ہے اور چونکہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے سب سے زیادہ موزوں مقام لاہور تھا۔ اس لئے حضور خود لاہور تشریف لے آئے تا لوگوں پر حجت پوری کی جا سکے۔ چنانچہ حضور نے ایک بہت بڑے مجمع میں منشی شمس الدین صاحب (جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام) سے فرمایا کہ آپ ''آسمانی فیصلہ'' پڑھ کر سنائیں۔ اس مجلس میں چونکہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا جس سے آپ کے کمال ضبط کا اظہار ہوتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مشہور سوانح نگار حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے الفاظ میں ہی یہ واقعہ یہاں درج کر دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مجلس میں تشریف فرما تھے اور منشی شمس الدین صاحب مرحوم جنرل سیکرٹری کو آپ نے ''آسمانی فیصلہ'' دیا کہ اسے پڑھ کر حاضرین کو سنائیں۔ اس وقت کا پورا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس مجلس میں بابو موز مدار جو برہمو سماج کے ان دنوں

☆ محبوب رائیاں ہندو کھتریوں کی گوت کے قبیلہ کا نام ہے۔ اس قبیلہ کے بعض افراد ریاست جموں و کشمیر میں معزز عہدوں پر فائز تھے جس کی وجہ سے حضرت مولانا حکیم صاحبؓ کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے۔ یہ مکان اندرون شہر سید مٹھا بازار میں واقع ہے۔ (مؤلف)

منسٹر تھے اور ایگزامینر آفس میں بڑے آفیسر تھے اور اپنی نیکی اور خوش اخلاقی کیلئے معروف تھے۔ سوشل کاموں میں آگے آگے رہتے۔ وہ اس جلسہ میں موجود تھے۔ ایک شخص جو مسلمان کہلاتا تھا آیا اور اس نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار نہایت ناسزاوار الفاظ اور گالیوں کی صورت میں کیا۔ حضرت اپنی پگڑی کا شملہ منہ پر رکھے سنتے رہے اور بالکل خاموش تھے۔ آپ کے چہرہ پر کسی قسم کی کوئی علامت نفرت یا غصہ کی ظاہر نہیں ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپ کچھ سنتے ہی نہیں۔ آخر وہ تھک کر آپ ہی خاموش ہو گیا اور چلتا بنا۔ حاضرین میں سے اکثر کو غصہ آتا تھا مگر کسی کو یہ جرأت حضرت کے ادب کی وجہ سے نہ تھی کہ اسے روکتا۔ جب وہ چلا گیا تو موز مدار نے کہا ''ہم نے مسیح کی بُردباری کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور سنا ہے مگر یہ کمال تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے'' انہوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا اور چونکہ ان کے دفتر میں ہماری جماعت کے اکثر احباب تھے[5] اور وہ ان سب کا احترام کرتے تھے اور حضرت منشی نبی بخش صاحب پر تو ان کی خاص نظر تھی۔ وہ اکثر اس واقعہ کو بیان کرتے اور حضرت کے کمال ضبط کی تعریف کرتے''۔[☆]

مدعی مہدویت کا حضور پر حملہ

انہی ایام کا واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت اقدس، حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد واقعہ لنگے منڈی میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھ کر واپس اپنی جائے قیام کی طرف جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے جو اپنے آپ کو امام مہدی کہتا تھا۔ آپ کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ وہ آپ کو اٹھا کر گرانا چاہتا تھا مگر نہ تو اٹھا سکا اور نہ گرا سکا۔ حضرت سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی نے اسے پکڑ کر مارنا چاہا۔ مگر حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو سمجھتا ہے کہ اس کا عہدہ میں نے سنبھال لیا ہے۔ وہ شخص مکان تک برابر پیچھے آیا اور جب حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے تو اس نے باہر کھڑے ہو کر تقریر

☆ چنانچہ ۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء کو جو اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی امداد کیلئے شائع فرمایا تھا اس میں چندہ دینے کا جن لوگوں نے وعدہ کیا ان میں دفتر ایگزامینر کے حسب ذیل دوست شامل تھے۔ حضرت صوفی نبی بخش صاحب، میاں محمد علی صاحب، میاں مظفر دین صاحب، میاں عبدالرحمٰن صاحب، حافظ فضل احمد صاحب اور منشی مولا بخش صاحب۔ (تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۱۱۸)

شروع کردی۔ یہ شخص گوجرانوالہ کا باشندہ تھا اس کا بھائی پیغمبرا سنگھ احمدی ہوگیا تھا۔اس نے اپنے بھائی کی طرف سے معافی مانگی تھی اور لاہور ہی کی ایک مجلس میں حضور پر پھول نچھاور کئے تھے[6] یہ شخص بہت عرصہ تک قادیان میں بھی رہا۔ نہایت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھا۔اس کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ حضرت بابا نانک کے چولہ جیسا ایک چولہ بنوا کر پہنے پھرتا تھا۔خلافت ثانیہ میں وفات پائی۔

مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے مباحثہ

قیام لاہور کا ایک اہم واقعہ حضرت اقدس کا مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری[7] سے اس امر پر مناظرہ تھا کہ آپ نے اپنی کتابوں یعنی ''فتح اسلام''، ''توضیح مرام'' اور ''ازالہ اوہام'' میں یہ الفاظ لکھے تھے کہ ''محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے''۔مولوی صاحب کا موقف یہ تھا کہ ان الفاظ سے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے لیکن حضرت اقدس کے یہ فرمانے پر کہ ان الفاظ سے میری یہ مراد نہیں اور نہ ان کا یہ مطلب ہے کہ میں نے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ کیا ہے اور یہ مضمون لکھ کر دے دینے پر مناظرہ ختم ہوگیا تھا کہ

''اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں میں یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں......اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں''[8]

لاہور اسٹیشن پر پنڈت لیکھرام کے سلام کا جواب

نومبر ۱۸۹۳ء میں حضور اپنے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحب کو جوان ایام میں محکمہ نہر میں ملازم

تھے، ملنے کیلئے فیروز پور تشریف لے گئے۔ ۱۴ دسمبر ۱۸۹۳ء کو وہاں سے واپسی پر لاہور اسٹیشن کے پاس ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ مشہور آریہ لیڈر پنڈت لیکھرام نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا مگر حضور نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اس خیال سے کہ شاید آپ نے سنا نہیں دوسری طرف سے آ کر سلام کیا مگر آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کا سلام سنا نہیں ہوگا۔ حضور سے عرض کیا کہ حضور پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضور نے یہ سنتے ہی بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا۔ ''اسے شرم نہیں آتی ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے'' [9]

جلسہ مذاہب عالم لاہور

اب ہم ایک مشہور و معروف نشان کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ''جلسہ مذاہب عالم'' کی صورت میں لاہور میں ظاہر ہوا اور جس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ چند معززین نے مل کر یہ تجویز کی کہ جملہ مذاہب عالم کے لیڈروں پر مشتمل ایک عظیم الشان جلسہ لاہور میں منعقد کیا جائے۔ جس میں مذہب سے تعلق رکھنے والے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کے جوابات پر تقریریں ہوں۔

۱۔ انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں

۲۔ انسان کی دنیوی زندگی کے بعد کی حالت

۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟

۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں؟

چنانچہ جب اس جلسہ کے مجوز سوامی شوگن چندر حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور نے فوراً مضمون تیار کرنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کا پہلا اشتہار قادیان میں ہی چھاپ کر شائع کروایا اور اپنے ایک مرید کو مقرر فرمایا کہ وہ ہر طرح ان کی مدد کرے۔ آریوں، سناتن دھرمیوں، برہمو سماجیوں، سکھوں، تھیوسافیکل سوسائٹی والوں، فری تھنکروں، عیسائیوں اور مسلمانوں غرضیکہ ہر مذہب و ملت کے لیڈروں کو مندرجہ بالا سوالات کے جوابات لکھنے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں میں سے حضور کے علاوہ مولوی محمد

حسین صاحب بٹالوی' مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی مدعو تھے۔

جلسہ کیلئے ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر کی تاریخیں مقرر کی گئی تھیں اور جلسہ کے انعقاد کیلئے پہلے ٹاؤن ہال تجویز کیا گیا تھا مگر بعد میں اسلامیہ کالج واقعہ اندرون شیرانوالہ دروازہ کا وسیع ہال اس مقصد کیلئے حاصل کیا گیا۔

حضرت اقدس ابھی مضمون لکھ ہی رہے تھے کہ آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ آپ کا مضمون سب سے بالا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اس وحی الٰہی کی اشاعت کیلئے مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو یعنی جلسہ سے پانچ چھ روز قبل اشتہار شائع فرمایا جو یہ ہے:

''جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہو گا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق و معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہو گا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے دروغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کیلئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ **مضمون** ہے جو سب پر **غالب رہے گا** اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ اور

خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا اللّٰہ اکبر - **خَرِبَتْ خَیْبَرُ** - اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے مراد میرا دل ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں۔ اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی۔ جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرلے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا۔ **اِنّ اللّٰہ مَعَکَ - اِنّ اللّٰہ یَقُوْم اینماقُمْتَ** - یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔ یہ حمایت الٰہی کیلئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج کر کے بھی ان معارف کو سننے کیلئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے''۔[10]

یہ اشتہار جو ایک زبردست پیشگوئی پر مشتمل تھا ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا گیا۔ لاہور کے در و دیوار پر بھی چسپاں کیا گیا اور لوگوں میں بھی تقسیم کیا گیا۔

یاد رہے کہ ایگزیکٹو کمیٹی یعنی مجلس منتظمہ کی طرف سے اس جلسہ کی صدارت اور تقریروں کو حسب شرائط کمیٹی اندازہ کرنے کیلئے مندرجہ ذیل چھ اصحاب ماڈریٹر مقرر ہو چکے تھے۔

۱۔ رائے بہادر بابو پرتول چندر صاحب جج چیفکورٹ پنجاب۔

۲۔ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کازکورٹ لاہور۔

۳۔ رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول پلیڈر چیفکورٹ سابق گورنر جموں۔

۴۔حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔

۵۔رائے بھوانی داس صاحب ایم۔اے ایکسٹرا اسیٹلمنٹ آفیسر جہلم۔

۶۔جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور۔

ایگزیکٹو کمیٹی کی تجویز کے مطابق جلسہ کے دوسرے روز یعنی ۲۷ دسمبر کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون سنایا جانا تھا۔اس روز کمیٹی نے صدارت کیلئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کا نام تجویز کیا۔حضرت مولوی صاحب کی صدارتی تقریر کے بعد پہلے بابو بیجا رام صاحب چڑ جی سابق پریذیڈنٹ آریہ سماج سکھر نے تقریر کی۔ان کے بعد پنڈت گوردھن داس صاحب فری تھنکر نے اپنا مضمون بیان کیا۔ بعدہٗ نصف گھنٹہ کے وقفہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مشہور ومعروف مضمون جو بعد میں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے شائع ہوا۔اور جس کا دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ لیکن ابھی پانچ سوالوں کے جواب میں سے بمشکل ایک سوال کا جواب ہی سنایا تھا کہ شام ہونے لگی[11] اور اس پر جلسہ ساڑھے پانچ بجے ختم کرنا پڑا۔مگر حاضرین نے اصرار کیا کہ اس مضمون کو مکمل طور پر سنانے کے لئے جلسہ کا ایک دن بڑھالیا جائے۔چنانچہ ایگزیکٹو کمیٹی نے موڈریٹر صاحبان کی رضامندی سے انجمن حمایت اسلام کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ سے چوتھے دن کے لئے ہال کو استعمال کرنے کی اجازت حاصل ......کر کے صدر جلسہ حضرت مولوی صاحبؓ کو اطلاع دی کہ آپ چوتھے دن کا اعلان فرما دیں۔جس پر آپ نے ذیل کے الفاظ میں اس روز کے اجلاس کی کارروائی کو ختم کیا:

''میرے دوستو! آپ نے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی جانب سے سنا۔ہمیں خاص کر جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا مشکور ہونا چاہئے جنہوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا۔میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے اس فرطِ شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر عمائد و رؤسا کی خاص فرمائش سے ایگزیکٹو کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے۔اب نماز مغرب کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں زیادہ آپ کا وقت لینا نہیں چاہتا۔صرف میں آپ کو

کل کا پروگرام سناتا ہوں''۔[۱۲]

ان الفاظ کے بعد آپ نے اگلے روز کے اجلاس کا پروگرام سنا کر جلسہ کو برخاست کر دیا۔ ۲۹ تاریخ کو جب یہ مضمون ختم ہوا تو ایک معزز ہندو کی زبان سے جو اس جلسہ کا صدر تھا بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ ''**یہ مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا**'' اور لاہور کے مشہور انگریزی اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' نے لکھا کہ:

''جلسہ اعظم مذاہب لاہور جو ۲۶۔۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ اس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دیا (آگے پانچوں سوالات نقل کئے گئے ہیں) لیکن سب مضمونوں سے زیادہ توجہ اور زیادہ دلچسپی سے مرزا غلام احمد قادیانی کا مضمون سنا گیا جو اسلام کے بڑے بھاری مؤید اور عالم ہیں۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے ہر مذہب و ملت کے لوگ کثرت کے ساتھ جمع تھے۔ چونکہ مرزا صاحب خود جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ اس لئے یہ مضمون ان کے ایک قابل اور فصیح شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ ۲۷ تاریخ والا مضمون قریباً ساڑھے تین گھنٹہ تک پڑھا گیا اور گوابھی پہلا سوال ہی ختم ہوا تھا۔ لوگوں نے اس مضمون کو ایک وجد اور محویت کے عالم میں سنا اور پھر کمیٹی نے اس کے لئے جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹ دسمبر کی زیادتی کر دی''۔

اس تقریر کے متعلق جو رپورٹ ہندوؤں کی طرف سے مرتب ہوئی' اس کے الفاظ یہ ہیں:

''پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے پیش ہونا تھا۔ اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا۔ اور چند ہی منٹوں میں مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات ہزار کے قریب مجمع تھا۔ مختلف مذاہب و مِلل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتد بہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے

رؤسا، عمائد پنجاب، علماء وفضلاء، بیرسٹر، وکیل، پروفیسر، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈاکٹر غرضیکہ اعلیٰ اعلیٰ طبقہ کی مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ انہیں نہایت صبر وتحمل کے ساتھ برابر چار پانچ گھنٹے اس وقت گویا ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا پڑا۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی مقرر تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہوگئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت کے گزرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ یہ مضمون شروع سے آخر تک یکساں دلچسپی ومقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا''۔[۱۳]

کلکتہ کے قدیم اخبار جنرل وگوہر آصفی'' نے ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں ''جلسہ اعظم منعقدہ لاہور'' اور ''فتح اسلام'' کے دوہرے عنوان سے ایک شاندار تبصرہ شائع کیا جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔

''ہمیں معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ کارکنانِ جلسہ نے خاص طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور سرسید احمد صاحب کو شریک جلسہ ہونے کیلئے خط لکھا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے گو علالت طبع کی وجہ سے بنفسِ نفیس شریک جلسہ نہ ہو سکے مگر اپنا مضمون بھیج کر اپنے ایک شاگردِ خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرأت کیلئے مقرر فرمایا۔ لیکن جناب سرسید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی۔ یہ اس بناء پر نہ تھا کہ وہ معمر ہو چکے اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے کے قابل نہ رہے ہیں۔ اور نہ اس بناء پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر ہو چکا تھا بلکہ یہ اس بناء پر تھا کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی چٹھی میں جس کو ہم انشاء اللہ اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کریں گے، صاف لکھ دیا ہے کہ وہ کوئی واعظ یا ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں یا ناصحوں کا ہے۔ جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے

ہمیں یہ پتہ ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری، جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہی ہمارے مقدس زمرہ علماء سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے **مـا نـحـن فيهـا** میں قدم رکھا مگر الٹا۔ اس لئے انہوں نے یا تو مقررہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی یا بے سروپا کچھ ہانک دیا جیسا کہ ہماری آئندہ رپورٹ سے واضح ہوگا۔ غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے اور اس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور، راولپنڈی، جہلم، شاہ پور، بھیرہ، خوشاب، سیالکوٹ، جموں، وزیرآباد، لاہور، امرتسر، گورداسپور، لدھیانہ، شملہ، دہلی، انبالہ، ریاست پٹیالہ، کپورتھلہ، ڈیرہ دون، الہ آباد، مدراس، بمبئی، حیدرآباد دکن، بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعہ مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت وندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے، بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی۔ جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روز روشن میں ٹھیک نکلا اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے اس لئے کہ اس میں اسلامی شوکت ہے اور اسی میں اسلامی عظمت اور حق بھی یہی ہے''۔[۱۴]

اخبار ''چودھویں صدی'' نے یکم فروری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں لکھا:

''ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی رُوح رواں تھا' مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷ دسمبر قریباً چار گھنٹے اور ۲۹ دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔کل چھ گھنٹے میں لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحے کلاں تک ہوگا۔غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین وتحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کیلئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر ان میں جاندار بات کوئی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ اور مفصل ومکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا ہی بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے۔لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کُل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول وفروعاتِ اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ بہترین مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کیا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

''مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف وحقائق وحکم واسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔

تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں کے امتیاز کیلئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے وقت خلقت اس طرح آ آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب کا لیکچر بہت معمولی تھا۔ وہی ملاّئی خیالات تھے جن کو ہم روز سنتے ہیں۔ اس میں کوئی عجیب وغریب بات نہ تھی۔ اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اٹھ کر چلے گئے مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کیلئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی''۔ [۱۵]

اس طرح جب یہ مضمون کتابی شکل میں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے شائع ہوا اور دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے تو بڑے بڑے اہل الرائے اصحاب نے اس مضمون کے متعلق تعریف و توصیف سے پُر آراء لکھیں مگر افسوس کہ اس مختصر سے مضمون میں ان کا اندراج ممکن نہیں۔

پنڈت لیکھرام کا قتل

لاہور ہی وہ مقام ہے جہاں مشہور آریہ لیکھرام اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی بدزبانی کے جرم کی پاداش میں قہار خدا کے قہر کا نشانہ بن گیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ۱۸۸۵ء میں غیر مسلموں کو نشان نمائی کی دعوت دی تو یہ بھی مقابلہ کیلئے قادیان میں آئے مگر چند روز مخالفوں کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ یہ حضرت اقدس سے بار بار نشان طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری نسبت جو پیشگوئی آپ چاہیں شائع کر دیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے جب ان کے متعلق دعا کی تو الہام ہوا:

عِجْلٌ جسدٌ لَهٗ خُوارٌ لَهٗ نَصَبٌ وَّ عَذَاب

یعنی ''یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا''۔ [۱۶]

اس الہام کے بعد ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو جب حضرت اقدس نے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ:

''آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں۔عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا''۔ [۱۷]

ایک الہام اس کے متعلق یہ بھی ہوا ہے کہ

''یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِی سِتٍ'' [۱۸]

کہ پنڈت لیکھرام کا معاملہ چھ میں ختم کر دیا جائے گا۔

حضرت اقدس نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کے ابتدا میں پنڈت لیکھرام کے متعلق مندرجہ ذیل فارسی اشعار بھی لکھے:

اَلا اَے دشمنِ نادان و بے راہ — بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

رہِ مولیٰ کہ گُم کردند مردم — بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

اَلا اے مُنکر از شانِ محمدؐ — ہم از نور نمایانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام ونشان است

بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

یعنی'' خبردار اے اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن! تو محمد ﷺ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ جسے لوگ کھو بیٹھے ہیں آ اور اسے محمد ﷺ کے روحانی فرزندوں اور آپ کے لائے ہوئے دین کے مددگاروں میں تلاش کر۔ہاں اے وہ شخص جو محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اور آپ کے کھلے کھلے نور کا بھی منکر ہے اگر چہ کرامت بے نام و نشان ہے لیکن محمد ﷺ کے غلام سے اس کا مشاہدہ کر لے''۔

پھر ۲۔اپریل ۱۸۹۳ء کو حضور نے ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ:

آج جو ۲۔اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند

دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا کہ اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خِلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کیلئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ دوسرا شخص کون ہے''۔ [۱۹]

پھر آپ نے اپنی کتاب ''کرامات الصادقین'' میں جس کا سن تصنیف ۱۸۹۳ء ہے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی مدت مقرر فرما دی۔ چنانچہ لکھا:

وبشرنی ربّی و قال مبشرا ستعرف یوم العید و العید اقرب

یعنی مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خدا نے بشارت دی اور کہا کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہچان لے گا اور اصل عید کا دن بھی اس عید کے قریب ہو گا۔

پنڈت لیکھرام کے بار بار نشان طلب کرنے پر حضرت اقدس نے جو نشان اسے دکھانا چاہا اس کے متعلق پیشگوئی کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ پیش کرنا بھی ضروری ہے۔ پنڈت صاحب مذکور چونکہ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں کو بالکل ہی ناقابل التفات سمجھتے تھے۔ اس لئے جوں جوں حضور کی طرف سے پیشگوئی کی وضاحت ہوتی گئی پنڈت صاحب شوخی و شرارت میں بڑھتے گئے۔ وہ اس وہم میں مبتلا تھے کہ جس طرح انہوں نے چند سال قبل حضرت اقدس کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ:

یہ شخص (یعنی حضرت مرزا صاحب) تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جائے گا کیونکہ (نعوذ باللہ) کذاب ہے''۔

اور پھر لکھا تھا کہ:

''تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس کی ذرّیت میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا''۔ [۲۰]

اسی طرح حضرت کی پیشگوئی بھی (نعوذ باللہ) جھوٹی ثابت ہوگی۔مگر دیکھئے خدائے ذوالجلال کا فیصلہ کہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے پانچویں سال عیدالفطر کے دوسرے روز ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کوشام کے ۶ بجے پنڈت لیکھرام صاحب اپنے مکان واقعہ وچھووالی میں کسی نامعلوم شخص کے ہاتھوں چُھری کے ذریعہ قتل ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پنڈت صاحب کے پاس ایک مسلمان شدھ ہونے کیلئے آیا ہوا تھا۔ پنڈت جی کرسی پر بیٹھے تصنیف کا کام کر رہے تھے اور وہ سامنے کمبل اوڑھے زمین پر بیٹھا تھا۔ پنڈت جی نے جب ذرا ستانے کیلئے کھڑے ہوکر انگڑائی لی تو اس نے اس زور سے چُھری ان کے پیٹ میں گھونپی کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ منہ سے شدت درد کی وجہ سے بیل کی سی آواز سن کر ان کی ماں اور بیوی بھی جو کسی دوسرے کمرہ میں تھیں، پہنچ گئیں مگر قاتل غائب ہو چکا تھا۔ نہ معلوم اوپر چڑھ گیا یا نیچے اتر گیا۔ کئی قسم کی روائتیں اس کے متعلق مشہور ہیں۔مگر یہ حقیقت ہے کہ باوجود تلاش بسیار قاتل کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ لاہور کے بڑے بڑے مسلمان گھرانوں کی تلاشیاں بھی ہوئیں۔ قادیان میں حضرت اقدس کے گھر کی تلاشی بھی لی گئی مگر قاتل کا کہیں سے بھی سراغ نہ مل سکا۔

اب پنڈت جی کا حال سنئے۔ انہیں پولیس کی مدد سے فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم (جوان ایام میں میڈیکل کالج کے طالب علم تھے) ڈیوٹی پر تھے آپریشن انگریز ڈاکٹر پیری نے کرنا تھا۔ جب ان کے آنے میں ذرا تاخیر ہوئی تو ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ پنڈت جی نے بار بار یہ کہنا شروع کیا کہ ''ہائے میری قسمت! کوئی ڈاکٹر بھی نہیں بوہڑ دا'' یعنی ڈاکٹر بھی نہیں پہنچتا۔ خیر کچھ انتظار کے بعد جب ڈاکٹر صاحب آ گئے تو چونکہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ان کے معاون تھے اس لئے وہ انہیں بار بار مرزا صاحب! مرزا صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ جب بار بار ان کی زبان سے مرزا صاحب کے الفاظ نکلے تو پنڈت جی یہ سمجھ کر کانپ اٹھے کہ شاید یہاں ہسپتال میں بھی وہی مرزا صاحب آ گئے ہیں۔ خیر ڈاکٹر صاحب نے رات بارہ بجے تک آپریشن کا کام ختم کیا۔ مگر ابھی وہ ہاتھ ہی دھو رہے تھے کہ زخم کے ٹانکے کھل گئے اور ان کو دوبارہ سینا پڑا۔ اس وقت پولیس والوں نے پنڈت جی کا بیان لینا چاہا مگر ڈاکٹر نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ مگر تکلیف لحظہ بہ لحظہ بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ چار بجے صبح پنڈت جی چل بسے اور جس طرح پیشگوئی میں بتایا گیا تھا۔ سامری کے بچھڑے کی طرح پنڈت جی کی ارتھی جلائی گئی اور راکھ دریا میں ڈال دی گئی۔

اس پیشگوئی کا مقصد چونکہ احقاق حق اور ابطال باطل تھا اس لئے جب یہ اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا:

''یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کیلئے کی گئی تھی یعنی اس بات کا ثبوت دینے کیلئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔ سو اس پیشگوئی کو نری ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے''۔ [۲۱]

حسین کامی سفیر ترکی کا لاہور سے قادیان جانا

مئی ۱۸۹۷ء میں ایک ترکی کی قونصل مسمّٰی حسین کامی متعینہ کراچی لاہور آئے۔ عبدالحمید ثانی سلطان ٹرکی کا زمانہ تھا۔ لاہور اسٹیشن پر ان کا بڑا زبردست استقبال کیا گیا۔ ڈپٹی برکت علی صاحب شاہجہانپوری پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ لاہور کی کوٹھی واقعہ بیرون موچی دروازہ میں ان کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ بعض احمدی احباب بھی انہیں تبلیغ کرنے کیلئے پہنچ گئے۔ ان کی تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ قونصل صاحب اپنی کسی سیاسی غرض کے ماتحت قادیان جانے کے لئے تیار ہو گئے مگر وہاں ان کا مدعا حاصل نہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں لاہور واپس آ کر انہوں نے سخت مخالفت کی۔ اور ان کی ایک ایسی ہی مخالفانہ تحریر کی اشاعت کے سلسلہ میں اخبار ''ناظم الہند'' کے ایڈیٹر نے خوب حصہ لیا اور پبلک کو مشتعل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اس واقعہ کے بعد ایسے حالات پیش آئے کہ اسی سال یعنی ۱۸۹۷ء میں یونان اور ترکی کی لڑائی چھڑ گئی ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کی امداد کے لئے چندہ جمع کر کے ترکی قونصل حسین کامی کو دیا جو انہوں نے ترکی حکومت کے خزانہ میں جمع کروانے کی بجائے خود ہضم کر لیا۔ اس کی خبر جب سلیم پاشا ملحمہ کارکن کمیٹی چندہ کو پہنچی تو انہوں نے بڑی کوشش کے ساتھ اس روپیہ کو اگلوانے کی کوشش کی اور قونصل مذکور کی اراضی مملوکہ کو نیلام کروا کر وصولی رقم کا انتظام کیا اور باب عالی میں خبر بھجوا کر انہیں نوکری سے موقوف کروادیا''۔ [۲۲]

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

وہ مشہور و معروف رسالہ جس کا نام ہے ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' سراج الدین بھی لاہور ہی کا تھا اور لاہور مشن☆ کالج میں پروفیسر تھا۔ یہ رسالہ حضرت اقدس علیہ السلام نے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شائع فرمایا تھا۔

سفر ملتان اور لاہور میں قیام ۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اوائل اکتوبر ۱۸۹۷ء میں ایک رؤیا میں دیکھا کہ آپ ایک حاکم کی عدالت میں کسی گواہی کے لئے پیش ہوئے ہیں مگر حاکم نے شہادت کے دستور کے مطابق آپ کو قسم نہیں دی۔[۲۳] اس کے بعد حضور نے ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو پھر خواب میں دیکھا کہ اس شہادت کے ضمن میں ایک سپاہی سمن لے کر آیا ہے۔[۲۴]

ان ایام میں حالات ایسے تھے کہ بظاہر کسی مقدمہ کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ مگر چند روز کے بعد ہی ایک سپاہی سمن لے کر آ گیا اور معلوم ہوا کہ مولوی رحیم بخش صاحب پرائیویٹ سیکرٹری نواب صاحب بہاولپور نے لاہور کے اخبار ''ناظم الہند'' کے ایڈیٹر پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹر سید ناظم حسین صاحب کاظمی تھے جو شیعہ تھے اور حضور کے سخت مخالف تھے۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، یہی صاحب تھے جنہوں نے ترکی قونصل حسین کامی کے سلسلہ میں حضرت اقدس کے خلاف اشتعال انگیزی کی تھی۔ بایں ہمہ انہیں یہ یقین تھا کہ حضرت اقدس اپنے بلند کیریکٹر اور عالی حوصلگی کی وجہ سے شہادت کے معاملہ میں اظہار حق میں ہرگز پس و پیش نہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور نے اپنی بلندی اخلاق کی وجہ سے ملتان کا لمبا سفر اختیار کیا اور وہاں جا کر شہادت دی۔ مگر عجیب بات ہے کہ رؤیا کے مطابق جب حاکم آپ سے شہادت لینے لگا تو قسم دینا بھول گیا اور یاد آنے پر قانون کا منشاء پورا کرنے کیلئے بیان کے بعد قسم دی۔

واپسی پر حضور نے لاہور میں محترم جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مالک بمبئی ہاؤس کے مکان واقعہ انارکلی بالمقابل پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی میں چند دن قیام فرمایا۔ لاہور میں ان دنوں

☆ ایف سی کالج مراد ہے۔

حضور کی شدید مخالفت تھی۔ جہاں سے بھی آپ گزرتے آوارہ اور بداخلاق لوگ آپ پر آوازے کستے۔مگر آفرین ہے آپ پر کہ ذرا بھی ماتھے پر شکن نہ آتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بیان ہے کہ:

''یہاں (یعنی لاہور میں) جن جن جگہوں سے آپ گذرتے وہاں کے لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار پکار کر بُرے الفاظ آپ کی شان میں زبان سے نکالتے۔میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی اور میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔میں اس مخالفت کی جو لوگ آپ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا۔اس لئے یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپ گزرتے ہیں لوگ آپ کے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں؟ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹنڈا شخص جس کا ایک پونہچا کٹا ہوا تھا اور بقیہ ہاتھ پر کپڑا بندھا ہوا تھا نہیں معلوم کہ ہاتھ کے کٹنے ہی کا زخم تھا یا کوئی نیا زخم تھا وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیر خاں کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا تھا کہ ''ہائے۔ہائے مرزا نٹھ گیا'' (یعنی میدان مقابلہ سے فرار ہو گیا) اور میں ان الفاظ کو دیکھ کر سخت حیران تھا خصوصاً اس شخص پر اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا''۔ [25]

لاہور شہر میں جہاں مخالفت کا یہ حال تھا وہاں سنجیدہ اور باوقار طبقہ بھی موجود تھا اور ایسے لوگ ہر مذہب وملت میں پائے جاتے ہیں۔چنانچہ وہ کثرت کے ساتھ حضرت اقدس کی مجلس میں آتے اور حضور کی پُر معارف گفتگو کو سن کر اپنی روحانی پیاس بجھاتے۔بعض لوگ سوالات بھی کرتے مگر آپ کے جوابات سن کر حیران رہ جاتے۔چنانچہ محترم چوہدری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی مرحوم☆ کا بیان ہے کہ:

☆ خاکسار عرض کرتا ہے کہ چوہدری صاحب مرحوم گو اختلاف کے بعد غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے۔قادیان میں بھی جایا کرتے تھے۔چنانچہ راقم الحروف نے خود ان کو احمدیہ چوک قادیان میں ایک مرتبہ دیکھا تھا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ عقاید مولوی محمد علی صاحب کے ٹھیک ہیں مگر دعا حضرت میاں صاحب (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) کی قبول ہوتی ہے۔

''حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کا دولت کدہ جوان کی پرانی دوکان بمبئی ہاؤس کے عقب میں تھا حضرت اقدس کے نزول اجلاس کے باعث رشک جنت بنا ہوا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ ایک وسیع کمرہ کی باہر والی طاقچی میں حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ اس وقت کے حالات کے مطابق یہ جگہ بہت غیر محفوظ تھی۔ باہر سے بڑی آسانی سے حملہ ہوسکتا تھا مگر بغیر کسی محافظ کے حضرت اقدس نہایت اطمینان سے بیٹھے تھے۔ خدام کے علاوہ شہر کے بہت سے معزز اشخاص وہاں موجود تھے۔ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ غیر از جماعت لوگ مختلف قسم کے اعتراض کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے۔ آخر عیسائیوں کی طرف سے ایک اعتراض پیش ہوا کہ ''قرآن مجید میں جو قصے درج ہیں وہ بائیبل سے لئے گئے ہیں''۔ معلوم نہیں یہ اعتراض کسی عیسائی نے پیش کیا یا کسی مسلمان نے کسی عیسائی کی طرف سے پیش کیا۔ چونکہ مسئلہ اہم تھا اور حاضرین کی تعداد اتنی تھی کہ اگر حضرت صاحب بیٹھ کر جواب دیتے تو سب حاضرین نہ سن سکتے۔ اس واسطے حضرت صاحب کھڑے ہو گئے اور ایسی معرکہ کی تقریر فرمائی کہ اپنی جماعت کے لوگ تو ایک طرف رہے دوسرے لوگ بھی عش عش کرنے لگے۔ مجھے وہ سماں نہیں بھول سکتا۔ جب بہت سے دلائل دے کر حضرت صاحب نے فرمایا ''غرض جس طرح گھاس پھوس اور چارہ گائے کے پیٹ میں جا کر لہو اور پھر تھنوں میں جا کر دودھ بن جاتا ہے۔ اسی طرح توراۃ اور انجیل کی کہانیاں اور داستانیں قرآن میں آ کر نور اور حکمتیں بن گئیں'' یہ سن کر ہال جزاک اللّٰہ اور بارک اللّٰہ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ میں جب کبھی اس طرف جاتا ہوں اور اس طاقچی کو دیکھتا ہوں تو وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے اور اس کے سامنے آنے سے جو دل پر گذرتی ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے''۔ [۲۶]

بشپ آف لاہور کو چیلنج

لاہور ہمیشہ مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ لاہور میں لندن کے ایک پادری صاحب جن کا نام لیفرائے تھا اور جو بشپ کے عہدہ پر فائز ہو کر آئے تھے' انہوں نے لاہور آتے ہی ''معصوم

نبی'' اور ''زندہ نبی'' کے مضامین پر لیکچر دینے کا اعلان کیا اور بڑی جرأت کے ساتھ مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ چنانچہ ان کا پہلا لیکچر ۱۸ مئی ۱۹۰۰ء کو فورمین چیپل لاہور انارکلی لاہور میں ''نبی معصوم'' کے موضوع پر ہوا۔ اس لیکچر میں انہوں نے ضعیف روایات اور تفاسیر کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا سارے انبیاء کو گنہگار ثابت کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو مقابلہ پر آئے۔ حضرات علماء جو جلسہ میں موجود تھے **لاحول ولاقوہ** پڑھتے ہوئے جلسہ سے چل دیئے۔ اتفاقاً اس جلسہ میں احمدیت کے شیدائی حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی موجود تھے۔ ان کی غیرت بھلا کب برداشت کرسکتی تھی کہ بشپ صاحب مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج دے کر فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے جلسہ گاہ سے نکل جائیں۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہا کہ پادری صاحب! آپ نے جو دلائل مسیح کی عصمت ثابت کرنے کیلئے اناجیل سے دیئے ہیں وہ کسی محقق کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوسکتے کیونکہ اناجیل تو حضرت مسیح علیہ السلام کے ارادتمندوں کی تصانیف ہیں اور ارادتمند ہمیشہ تعریف کیا ہی کرتے ہیں۔ البتہ اگر انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنا کوئی قول حضرت مسیح علیہ السلام کی معصومیت کے ثبوت میں پیش کیا ہو تو پھر وہ واقعی التفات کے قابل ہوگا۔ سو جب ہم اناجیل کو دیکھتے ہیں تو وہاں حضرت مسیح علیہ السلام اپنے ایک ارادتمند کے قول کے جواب میں اپنی نسبت صاف طور پر فرماتے ہیں کہ ''تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں سوائے باپ کے جو آسمان پر ہے''۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو معصومیت کے مقام پر کھڑا کرنے کیلئے تیار نظر نہیں آتے۔ البتہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور معصوم ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ انہیں فرماتا ہے ''**واللّٰہ یعصمک من الناس** '' یعنی اللہ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے صرف تو ہی معصوم ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا یہ استدلال سن کر پادری صاحب بہت گھبرائے اور جلسہ گاہ چھوڑ کر چل دیئے۔

جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بشپ صاحب کے اس لیکچر کا علم ہوا تو حضور نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں بشپ صاحب کو ''معصوم نبی'' کے موضوع پر بحث کرنے کیلئے بلایا اور لکھا کہ کسی نبی کا معصوم ثابت کرنا کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا کیونکہ نیکی کی تعریف میں کئی مذاہب کا آپس میں شدید اختلاف ہے۔ مثلاً بعض مذاہب شراب پینا حرام کہتے ہیں بعض نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پس عمدہ طریقہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کا

علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدیسی اور برکاتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے۔ یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں۔ وغیرہ [۲۷]

حضور کا یہ اشتہار لاہور اور دیگر شہروں میں تقسیم کر دیا گیا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر بشپ صاحب کو بھی پہنچا دیا گیا۔ مگر بشپ صاحب ایسے مرعوب ہوئے کہ گویا انہوں نے ابتداءً کوئی چیلنج کیا ہی نہیں تھا۔

دوسرے جس روز حضور کا یہ چیلنج پادری صاحب کو ملا۔ اسی روز یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو پادری صاحب نے ''زندہ رسول'' کے موضوع پر لیکچر دینے کا اعلان کیا تھا اور حسب سابق اس میں بھی مسلمانوں کو مقابلہ پر آنے کی دعوت دی تھی۔ یہ جلسہ رنگ محل ہائی سکول میں بڑے وسیع پیمانہ پر منعقد ہوا تھا۔ اور اس میں تین ہزار کے قریب آدمی تھے۔ مسلمانوں کو لاہور کے علماء میں سے تو کوئی عالم مقابلہ کیلئے نہ ملا۔ امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو لایا گیا۔ لیکن مولوی صاحب نے ڈاکٹر لیفرائے کا مقابلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کو یہ تلقین شروع کی کہ لیکچر سننے کے لئے ہرگز کوئی مسلمان نہ جائے۔ مسلمانوں نے اپنے علماء کی بے بسی دیکھ کر سخت شرمندگی محسوس کی اور حضرت اقدس کی طرف رجوع کیا۔ حضرت اقدس نے روح القدس کی تائید سے ڈاکٹر لیفرائے کے متوقع مضمون سے پہلے ہی ''زندہ رسول'' کے موضوع پر ایک مضمون لکھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جو لیکچر پادری صاحب نے دینا تھا اس کے دلائل کا مکمل جواب حضور کے اس مضمون میں موجود تھا۔ چنانچہ جب پادری صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضرت اقدس کا مضمون پڑھنا شروع کیا تو سامعین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیونکر حضرت مرزا صاحب کو پادری صاحب کے دلائل کا قبل از وقت علم ہو گیا جو آپ نے ان دلائل کو ایک ایک کر کے توڑ کر رکھ دیا۔ بشپ صاحب اور ان کے ساتھی بھی اس مضمون کو سن کر ششدر رہ گئے کیونکہ یہ مضمون ان کے لیکچر کا مکمل جواب تھا۔

غرض حضرت اقدس کا چیلنج وصول کر کے بشپ صاحب سخت سٹپٹائے اور مباحثہ سے صاف انکار کر دیا اور اس انکار پر متعدد انگریزی اخبارات مثلاً پائونیر، انڈین سپیکٹیٹر اور انڈین ڈیلی ٹیلیگراف وغیرہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ [۲۸]

سفر جہلم کے دوران لاہور میں قیام۔۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء

یہ بات جماعت میں شائع و متعارف ہے کہ جب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت اقدس سے روحانی اور علمی مقابلہ میں عاجز آ گئے تو انہوں نے اپنے مریدوں کی معرفت اپنی علمیّت کا جھوٹا دعویٰ کر کے پبلک کو دھوکہ دینے کی کوشش شروع کر دی۔ حضرت اقدس نے ان کی علمیّت کا پردہ چاک کرنے کیلئے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کا عزم فرمایا۔ اور انہیں بھی بالمقابل ایسی ہی تفسیر لکھنے کی دعوت دی اور اس کے لئے ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء تک ستر دن کی مدت مقرر کی۔ چنانچہ آپ نے پیر صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ

> ''اگر معیاد مجوزہ تک یعنی ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۵/ فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستر دن ہیں فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر سورۃ فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہے گی''۔ [29]

اور ساتھ ہی لکھا کہ

> ''اگر اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور کیا فصاحت کی رُو سے اور کیا معارف قرآنی کی رُو سے فائق ہے تو میں عہد صحیح شرعی کرتا ہوں کہ پانچ سو روپیہ نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا''۔

یہ چیلنج دے کر اور انعام مقرر فرما کر حضور نے تو اپنی کتاب بنام ''اعجاز المسیح'' وقت مقررہ کے اندر یعنی ۲۰/ فروری ۱۹۰۱ء کو شائع فرما دی لیکن پیر صاحب اس کتاب کے مقابل میں کوئی کتاب نہ لکھ سکے۔ البتہ ان کے ایک مرید مولوی محمد حسن صاحب سکنہ بھین ضلع جہلم نے ''اعجاز المسیح'' کا جواب لکھنا شروع کیا۔ مگر ابھی چند صفحے ہی لکھے تھے کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے ''اعجاز المسیح'' اور ''شمس بازغہ'' مصنفہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے حاشیوں پر نوٹ لکھے تھے اور حضرت اقدس کی بیان فرمودہ بعض صداقتوں کو جھٹلانے کے لئے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین لکھا تھا مگر ابھی اس لعنت

بھیجنے پر ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ خود اس لعنتی موت کا شکار ہو گئے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کو اپنے اس متوفّی مرید مولوی محمد حسن صاحب کے نوٹوں کا علم تھا۔ لہذا انہوں نے اپنے کسی مرید کے ذریعہ مذکورہ بالا دونوں کتابیں جن کے حاشیوں پر متوفّی کے نوٹ لکھے ہوئے تھے، منگوا لیں اور انہیں ترتیب دے کر ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا ''سیف چشتیائی''۔ مگر مولوی محمد حسن صاحب کا اپنی اس کتاب میں ذکر تک نہ کیا۔ پھر کتاب بھی بجائے عربی کے اردو میں لکھی اور مضمون بھی تفسیر کی بجائے اِدھر اُدھر کی لایعنی باتیں تھیں اور معیاد بھی گذر چکی تھی۔ غرض کسی پہلو سے بھی یہ کتاب حضرت اقدس کی کتاب کا جواب نہ تھی۔ بہرحال یہ کتاب شائع ہو گئی۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ موضع بھین ہی کا ایک نوجوان مسمّی شہاب الدین یہ کتاب دیکھ رہا تھا کہ اتفاقاً اسے ایک آدمی ملا جس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور اس نے میاں شہاب الدین سے پوچھا کہ مولوی محمد حسن صاحب متوفّی کا گھر کہاں ہے؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے ان کے گھر سے یہ کتابیں منگوائی تھیں واپس کرنی ہیں۔ میاں شہاب الدین صاحب نے جب وہ کتابیں لے کر دیکھنا شروع کیں تو یہ معلوم کر کے اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پیر صاحب کی کتاب ''سیف چشتیائی'' لفظ بلفظ مرحوم محمد حسن کا سرقہ ہے۔ چنانچہ اس نے اس حقیقت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ خط اطلاع کر دی۔ حضور نے اسے لکھا کہ وہ دونوں کتابیں جن پر مولوی محمد حسن مرحوم کے نوٹ لکھے ہیں خرید کر یہاں لے آؤ۔ ہم تمہیں کتابوں کی قیمت بھی دیں گے اور آمدورفت کا خرچ بھی۔ مگر میاں شہاب الدین نے اپنی مشکلات کے مدنظر اس امر سے معذوری کا اظہار کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی اسے ایک چٹھی اسی مضمون پر مشتمل لکھی تھی اس نے وہ چٹھی مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھین کو دکھا دی۔ مولوی کرم دین صاحب ان ایام میں حضرت اقدس کے مداح تھے۔ انہوں نے بھی حضرت صاحب کی خدمت میں پیر صاحب کے تصنیفی سرقہ سے اطلاع دے دی اور حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیروی کے ایک خط لکھنے پر مولوی محمد حسن صاحب کے ایک لڑکے سے چھ روپیہ میں ایک کتاب ''اعجاز المسیح'' حاصل کر کے حضرت حکیم صاحب کو بھیج دی۔ بعد ازاں حضرت حکیم صاحب نے چھ روپے اور دے کر دوسری کتاب ''شمس بازغہ'' بھی حاصل کر لی اور جب یہ سارا مواد حاصل ہو گیا تو چونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا تھا۔ حضرت اقدس نے اسے اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں شائع فرما دیا۔ ''نزول

المسیح‘‘ کا شائع ہونا تھا کہ پیر صاحب کے مریدوں نے مولوی کرم دین صاحب کی مخالفت شروع کر دی اس مخالفت سے گھبرا کر مولوی کرم دین صاحب نے جہلم کے اخبار ’’سراج الاخبار‘‘ کے ۶/اکتوبر ۱۹۰۲ء کے پرچہ میں لکھا کہ یہ خطوط جو مرزا صاحب نے میری طرف منسوب کئے ہیں جعلی اور بناوٹی ہیں۔ میں نے ہرگز نہیں لکھے۔ اس کے بعد اس نے جہلم میں لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں حضرت اقدس، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم☆ اور حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیروی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کر دی۔ جس کے سلسلہ میں حضرت اقدس کو جہلم کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ مقدمہ کی تاریخ ۱۷/جنوری ۱۹۰۳ء تھی۔ اس لئے حضور ۱۵/جنوری کو قادیان سے روانہ ہوئے اور راستہ میں ۱۶ جنوری کو بمقام لاہور حضور کو الہام ہوا۔ **اریک برکات من کل طرف** ۔ یعنی میں تجھے ہر ایک پہلو سے برکتیں دکھلاؤں گا۔ رات آپ نے لاہور میں حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے نئے مکان واقعہ بیرون دہلی دروازہ میں گذاری۔ اور جب جہلم سے بانیل مرام واپس ہوئے تو بھی ۱۸/جنوری کو رات حضرت میاں چراغ دین صاحب کے مکان میں ہی قیام فرمایا۔ اس سفر میں علاوہ اور اصحاب کے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ لاہور میں میاں فیملی نے حضور اور حضور کے ہمرایوں کی مہمان نوازی میں دن رات ایک کر دیا اور خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا لاہور میں قیام

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف افغانستان سے حج خانہ کعبہ کے لئے نکلے تھے۔ مگر جب پشاور پہنچے تو ایک دم ذہن میں اس طرف مائل ہو گیا کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ مجھے پہلے امام الزمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کرنا چاہئے مگر قادیان پہنچ کر حضرت مسیح زمانؑ کی پاک صحبت سے ایسے وارفتہ ہو گئے کہ دو تین مہینے گذار دیئے حتّٰی کہ حج کے ایام بھی گذر گئے۔ واپسی کے وقت آپ نے لاہور میں چند روز مسجد حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب واقعہ لنگے منڈی میں قیام فرمایا۔☆☆

☆ یہ خط و کتابت حضرت شیخ یعقوب علی صاحب نے بھی ’’الحکم‘‘ میں شائع کر دی تھی۔ (مؤلف)

☆☆ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی زندگی تک نماز جمعہ بھی انہی کی مسجد میں ہوا کرتی تھی ان کی وفات کے بعد نمازیں تو برابر وہاں ہوتی رہیں مگر جمعہ حضرت مولوی غلام حسین صاحب کی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔

کشمیری بازار سے کچھ کتابیں خریدیں اوراس دوران میں جو جمعہ کا دن آیا تو آپ نے گمٹی بازار والی مسجد میں جو حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ کی مسجد کہلاتی تھی ۔ ایک نہایت ہی لطیف وعظ بھی فرمایا۔ دوران قیام میں ایک صاحب نے اپنے کسی عزیز کی شادی پر دعوت ولیمہ دی ۔ اس دعوت میں جو لوگ مدعو تھے ان میں حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ کا بھی نام تھا۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل فرمایا کرتے تھے کہ اس دعوت میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ میں بھی گیا تھا۔ جب آپ دعوت کے کمرہ میں پہنچے تو دستر خوان پر قسم قسم کے کھانے نہایت ہی قرینے سے چنے ہوئے تھے ۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور آپ نے اس کھانے کو دیکھ کر فارسی زبان میں مجھے فرمایا کہ تم لوگ مجھے یہاں گوہ کھلانے کے لئے لائے ہو؟ یہ کہہ کر اٹھے اور تیز تیز چلنے لگے ۔ آپ کا جبہ ہوا میں اڑ رہا تھا۔ راستے میں آپ نے مجھے چار آنے دیدیئے اور فرمایا کہ نان اور کباب خریدلو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی ۔ پھر وہ نان اور کباب جو کافی مقدار میں تھے ہم لوگوں نے گمٹی بازار والی مسجد میں جو اس وقت احمدیوں کے پاس تھی بیٹھ کر کھائے ۔ میزبان نے جب اس طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کی کشفی نظر سے بہت متاثر ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دعوت سودی روپیہ سے کی گئی ہے ۔ [۳۰]

حضرت اقدس کی لاہور میں آمد

اس بات سے جماعت کے باخبر لوگ خوب واقف ہیں کہ جن ایام میں گورداسپور میں حضور کے خلاف مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھین کی طرف سے مقدمات چل رہے تھے ۔ ادھر جماعت لاہور کے متواتر اصرار کی وجہ سے حضور نے لاہور تشریف لانے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ ۱۸/ اگست ۱۹۰۴ء کی پیشی کے بعد جو ۵/ ستمبر ۱۹۰۴ء کی تاریخ پڑی تو درمیانی وقفہ کو کافی سمجھ کر حضور لاہور تشریف لے آئے ۔ حضور کی آمد کی خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی ۔ چنانچہ جب حضور اسٹیشن پر پہنچے تو اسٹیشن پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا اس قدر مجمع تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی ۔ کافی تعداد میں انگریز بھی حضور کو دیکھنے کیلئے اسٹیشن پر پہنچے ہوئے تھے ۔

ایک ایمان افروز روایت

اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان افروز روایت بیان کر دی جائے جو خاکسار نے ۱۹۳۹ء میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین سے متعدد بار سنی تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضور لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے یہ مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کی قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں حضور کی گاڑی کھینچنی چاہئے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کرلو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچوان نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور اسٹیشن سے باہر تشریف لائے تو گاڑی کو دیکھ کر فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ حضرت نے یہ بات سن کر فرمایا۔ ''فوراً گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے۔ ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں''۔ [۳۱]

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خاکسار نے جب یہ روایت اپنی کتاب ''حیات طیبہ'' میں درج کی تھی۔ اس وقت اس واقعہ کا سن بھول گیا تھا اور کوئی شخص اس کی تعیین بھی نہ کر سکا۔ لیکن جب کتاب شائع ہوگئی تو گوجرانوالہ کے حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگڑا جو ایک لمبا عرصہ تک لاہور میں قیام فرما رہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ ۱۹۰۴ء کا ہے جب حضور اگست میں گورداسپور سے تشریف لائے تھے اور میں بھی ان نوجوانوں میں شامل تھا۔ جنہوں نے حضور کی گاڑی کھینچنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

حضور کے قیام کے لئے جماعت نے حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کا نیا مکان واقعہ بیرون دہلی دروازہ تجویز کیا ہوا تھا اور باقی مہمانوں کے لئے ساتھ ہی حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کا مکان۔ حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگڑاؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

''میں نے حضور کی خدمت میں رقعہ لکھا تھا کہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو

بھی بلا لیا جائے۔لوگ ان کے مواعظ حسنہ سے فائدہ اٹھائیں گے۔اس پر حضور نے حضرت مولوی صاحب کو بلایا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! لوگ آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ کچھ فرمایئے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ایک ہوتا ہے امیر اور وہ ہیں حضرت مرزا صاحب اور ایک ہوتا ہے مامور اور وہ میں ہوں اگر حضور مجھے حکم دیں تو میں حاضر ہوں ورنہ میں ''اگر دھت'' (یعنی خواہ مخواہ آگے آنے والا) نہیں بننا چاہتا۔اس پر میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا۔حضور کی طرف سے اجازت آنے پر حضرت مولوی صاحب نے وعظ بیان کرنا شروع کر دیا''۔[۳۲]

پانی ناپاک نہیں ہوا

۲۱/اگست ۱۹۰۴ء کے روز جب حضور ظہر کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے تو نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد احباب جماعت نے درخواست کی کہ حضور کرسی پر تشریف فرما ہوں تا سب لوگ بآسانی حضور کی زیارت کر سکیں۔حضور نے خدام کی اس درخواست کو قبول فرما لیا اور کرسی پر تشریف فرما ہو کر حقائق و معارف سے لبریز ایک نہایت ہی لطیف تقریر فرمائی۔

اس روز کا ایک دلچسپ واقعہ یہ بھی ہے کہ چونکہ پنجاب کے اکثر ضلعوں میں سے کافی تعدا میں مرد اور عورتیں جمع ہو گئی تھیں۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ کثرت ہجوم کی وجہ سے پانی کے بڑے بڑے مٹکے رکھے ہوئے تھے۔بعض دیہاتی عورتوں نے جو اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں دھونے کے لئے ان سے پانی لیا تو کسی نے شکایت کر دی کہ حضور عورتوں نے تو پانی ناپاک کر دیا ہے۔حضور بڑی متانت سے مٹکوں کی طرف تشریف لائے۔ایک مٹکہ سے کچھ پانی لے کر پیا اور پھر فرمایا کہ پانی تو بڑا ٹھنڈا ہے۔گویا حضور نے خود اپنے عمل سے بتا دیا کہ پانی ناپاک نہیں ہوا۔اگر ناپاک ہوتا تو میں کیوں پیتا۔

۲۸/اگست ۱۹۰۴ء کو صبح سات بجے حضور نے توبہ' ایمان اور نزول بلا کی فلاسفی پر ایک نہایت ہی ایمان افزا تقریر فرمائی۔حاضری سینکڑوں افراد پر مشتمل تھی۔ بیرون جات کے بہت سے احباب نے بیعت بھی کی جو کثرت بیعت کنندگان کی وجہ سے پگڑیوں کے واسطہ سے کی گئی۔ یہ امر خاص طور پر قابل

ذکر ہے کہ اس موقعہ پر جماعت لاہور کو مسلسل کئی روز تک سینکڑوں احباب کی مہمان نوازی کی خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء**

لیکچر لاہور ۳/ ستمبر ۱۹۰۴ء

۳/ ستمبر ۱۹۰۴ء کو آپ کا مشہور و معروف لیکچر ''اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب'' کے موضوع پر اس منڈوہ میں ہوا جو مزار حضرت داتا گنج بخشؒ کے عقب میں ہے۔ اور اس وقت میلا رام کا منڈوہ کہلاتا تھا۔ لیکچر کے متعلق اشتہارات سارے لاہور میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے لیکچر شروع ہونے سے قبل ہی سارا منڈوہ بھر گیا۔ مخالف علماء لیکچر گاہ کے نزدیک لوگوں کو جلسہ سے روکنے کے لئے گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے تھے کہ جو مسلمان لیکچر سنے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ایک مولوی جو شیشم (ٹاہلی) کے درخت پر چڑھ کر لوگوں کو روک رہا تھا وہ بعد میں مولوی ٹاہلی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ خدا کی قدرت! کہ جیسے جیسے حضرات علماء لوگوں کو روکتے تھے۔ ویسے ویسے مخلوق زیادہ ذوق و شوق کے ساتھ اس طرف اُمڈی چلی آتی تھی۔ پولیس کا بھی زبردست انتظام تھا۔ لیکچر ٹھیک اپنے وقت مقررہ پر صبح ساڑھے چھ بجے شروع ہوا۔ حضرت اقدس کا لیکچر جو طبع کروا لیا گیا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ہزار ہا کے مجمع میں بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔ لیکچر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے حصہ میں اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب کے درمیان موازنہ کیا گیا تھا اور دوسرے حصہ میں زندہ خدا کے زندہ نشانات پیش کر کے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دیا گیا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ جب حضور کا لیکچر سنا چکے تو پبلک نے اصرار کیا کہ حضرت اقدس زبانی بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ لیکن جب حضور کھڑے ہوئے تو بعض مخالفین نے شور مچانا شروع کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے قرآن کریم خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ لوگ ایسے متاثر ہوئے کہ مجمع پر بالکل سکوت طاری ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد حضرت اقدس کی تقریر شروع ہوئی۔ حضور نے پہلے پبلک کا شکریہ ادا کیا اور پھر فرمایا کہ مذہبی اختلافات کو آپس کی عداوت اور ایذارسانی کی وجہ نہ بنائیں۔ خدا تعالیٰ کے اخلاق وسیع ہیں۔ آپ لوگ بھی اپنے اندر وسعت قلبی پیدا کریں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ مذاہب کے اختلاف کا ذکر نہ کرو۔ کرو اور بے شک کرو مگر نیک نیتی کے

ساتھ کرو۔ تعصب اور کینہ کو درمیان میں نہ لاؤ۔

لیکچر کا اثر نہایت ہی اچھا پڑا اور حضرات علماء کی ساری مخالفانہ کوششیں اکارت گئیں۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک** ۔ ۵۔ستمبر ۱۹۰۴ء کو مقدمہ کرم دین کی پیشی تھی اس لئے حضور ۴ستمبر ۱۹۰۴ء کو واپس گورداسپور تشریف لے گئے۔

احباب لاہور کی خدمات

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لاہور کی جماعت خدمات دینیہ میں ہمیشہ پیش پیش رہتی اور حضرت اقدس بھی ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ چنانچہ ۲۲/۱اکتوبر ۱۹۰۵ء کو جب حضور دہلی تشریف لے گئے تو علاوہ اور اصحاب کے جناب خلیفہ رجب دین صاحب بھی حضور کے اس سفر میں شریک تھے۔

پھر جب حضور نے فروری ۱۹۰۶ء میں صدر انجمن احمدیہ کے لئے مجلس معتمدین کے رکن نامزد فرمائے تو ان میں لاہور کے مندرجہ ذیل احباب بھی شامل تھے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے' جناب خواجہ کمال الدین صاحب قانونی مشیر' جناب شیخ رحمت اللہ صاحب' جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب' حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب' جناب سید محمد حسین شاہ صاحب۔

مگر افسوس ہے کہ ان احباب میں سے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے علاوہ باقی سب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر مرکز احمدیت کو ہمیشہ ہمیش کیلئے خیر باد کہہ کر لاہور میں آ گئے اور احمدیہ بلڈنگس میں ''انجمن اشاعت اسلام'' کے ممبر بن کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف مخالفانہ پراپیگنڈہ کرنا اپنا شیوہ بنالیا اور ''عداوت محمود'' میں اس حد تک ترقی کی کہ گویا ان کے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب ہی ''عداوت محمود'' بن کر رہ گیا۔

آریہ سماج وچھووالی کی مذہبی کانفرنس کیلئے حضور کا مضمون۔ دسمبر ۱۹۰۷ء

آریہ سماج وچھووالی لاہور نے ۲۔۳۔۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کے لئے انہوں نے نومبر ۱۹۰۷ء میں ہی اپنے تیئیسویں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک اشتہار دے رکھا تھا جس میں عہد کیا تھا کہ مختلف مذاہب کے ودوان نہایت مہذبانہ رنگ میں اس سوال پر روشنی ڈالیں گے

کہ ''کیا کوئی کتاب الہامی ہوسکتی ہے۔ اگر ہوسکتی ہے تو کونسی؟'' [۳۳]

آریہ سماج کے سیکرٹری نے حضرت اقدس کی خدمت میں بھی نہایت عاجزانہ رنگ میں متعدد خطوط لکھے تھے کہ آپ بھی ضرور اس میں شامل ہوں مگر حضور کو چونکہ سابقہ تجربہ کی بناء پر یقین تھا کہ آریہ قوم کے لوگ اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بدزبانی اور دشنام طرازی سے باز نہیں رہ سکتے۔ اس لئے ابتداءً حضور نے اس کانفرنس میں شرکت کرنے سے معذوری کا اظہار فرما دیا تھا۔ مگر بعد ازاں محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی درخواست اور آریوں کے اس اقرار پر کہ قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے خلاف کوئی دلآزار بات نہیں کہی جائے گی۔ رضامندی کا اظہار فرما دیا تھا۔

چنانچہ ۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کو دس بجے صبح اس کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کی امارت میں ایک وفد روانہ فرمایا جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، محترم ابوسعید صاحب عرب کے علاوہ اور بھی کئی ایک اصحاب شامل تھے۔ جو مضمون حضور نے اس موقعہ پر پڑھنے کیلئے دیا وہ گو بہت عجلت میں لکھا گیا تھا مگر جنابِ الٰہی میں ایسا مقبول ہوا کہ جب مضمون ختم ہوا تو حضور کو الہام ہوا۔

انهم ماصنعوا هو كيدُ ساحرٍ و لايفلح الساحر حيث اتى. انت منى بمنزلة رُوْحِىْ۔ انت منى بمنزلة النَجْمِ الثَاقِبْ۔ جَاء الحَقُّ وَ زَهُق الباطل۔

یعنی جو کچھ انہوں نے بنایا ہے وہ جادوگر کی تدبیر ہے۔ اور جادوگر کسی راہ سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوگا۔ تو مجھ سے بمنزلہ میری روح کے ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ اس ستارے کے ہے جو قوت اور روشنی کے ساتھ شیطان پر حملہ کرتا ہے۔ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا''۔ [۳۴]

یہ مضمون سنانے کے لئے حضور نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو ہی مقرر فرمایا مگر ساتھ یہ اجازت بھی دی کہ اگر مولوی صاحب اسے مکمل طور پر نہ سنا سکیں تو بقیہ مضمون ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سنا دیں اس مضمون کے لئے منتظمین جلسہ نے ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء کی شام کو ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک کا وقت مقرر کر رکھا تھا مگر حضرت اقدس کے مضمون کی اہمیت کے پیش نظر لوگ ۵ بجے سے ہی آنا شروع ہو گئے تھے۔ اور جب حضرت اقدس کا لیکچر شروع ہوا تو اس قدر مخلوق کا ہجوم تھا کہ آریہ سماج کے مندر میں

تِل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ نیچے اور اوپر تمام کمروں اور صحن میں آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ لیکچر شروع ہونے سے قبل ہی مزید داخلہ کے ٹکٹ جگہ کی قلت کے باعث بند کر دیئے گئے تھے۔ مضمون کا ابتدائی حصہ حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا اور آخری حصہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے۔ لیکچر کے آخر میں صاحب صدر اور حاضرین مجلس کے اصرار پر حضرت مولوی صاحبؓ نے آخری حصہ کے الہامات کا ترجمہ بھی سنایا مگر ترجمہ شروع کرنے سے قبل اس امر کی وضاحت فرما دی کہ جو ترجمہ آپ کریں گے اس سے کوئی صاحب حجت نہیں پکڑ سکیں گے کیونکہ قابل استناد ترجمہ صرف وہی ہوسکتا ہے جو حضرت اقدس کا اپنا کیا ہوا ہو۔ حضور کے اس مضمون میں اسلام کے محاسن اس عمدگی اور دلکش انداز میں بیان کئے گئے تھے کہ اپنے تو الگ رہے غیروں نے بھی اس مضمون کی خوبیوں کا برملا اعتراف کیا۔ چنانچہ ''پیسہ اخبار'' نے اپنی ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں لکھا:

''مذہبی مباحثہ کا جلسہ بہ سرپرستی آریہ سماج شہر لاہور ۳ دسمبر کی شام کو سماج مذکور کے مندر واقعہ وچھووالی میں ٹھیک ۶ بجے شروع ہوا اور ۱۰ بجے شب تک قائم رہا۔ خلقت کا ہجوم پہلے دن سے کہیں زیادہ اور اس قدر عظیم تھا کہ مندر کا سارا حصہ' دالان' کمرے' بالائی برآمدے اور سب سے اوپر والی چھت کے کنارے لوگوں سے بھر گئے اور کہیں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ آخر کار ٹکٹ بند کر دینے پڑے۔ اتنے بڑے اژدھام میں خوش انتظامی تو دشوار تھی تاہم غنیمت ہے کہ کسی قسم کی بدمزگی نہ ہونے پائی۔ کارروائی جلسہ کا افتتاح مسٹر روشن لال صاحب پریسیڈنٹ کی ایک مختصر سی تقریر سے ہوا اور پہلے گھنٹہ میں برہمو سماج کے ایک نمائندہ نے اپنا لیکچر بلند آواز سے پڑھا جو جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ کو قابل قدر ماننے کے خیالات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد حکیم مولوی نورالدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بالترتیب ایک ایک گھنٹہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک مطبوعہ لیکچر جس کی ضخامت ۴۶ صفحہ تھی سنایا۔ جس کے ابتدائی حصہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم صلح جوئی و امن پسندی پر قابل تعریف بحث کی گئی تھی اور مذاہب غیر کو توجہ دلائی گئی تھی کہ اسلام جس طرح اپنے پیروؤں کو سابق پیغمبران کی تعظیم اور کتب ہائے مقدسہ کی تکریم کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ بزرگانِ اسلام کو ناگوار لفظوں میں یاد کر کے مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں''۔ [۳۵]

ولایت کے مشہور ماہنامہ ''ریویو آف ریویوز'' نے لکھا:

''راقم مضمون بہت سی قرآن مجید کی آیات حوالہ میں پیش کرتا ہے جن کی بابت اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاویں جن کو دنیا کے کثیر حصہ نے قبول کرلیا ہے یہ تحمل کا بہت وسیع اصل اور قاعدہ ہم اپنے آزاد خیال عیسائی بھائیوں کے سامنے بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بالکل نئی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ مذہب جواب تک تمام مذہبوں سے زیادہ متعصب اور غیر متحمل خیال کیا گیا تھا۔ اپنے تمام دشمنوں اور مقابل کے لوگوں کے مشن کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہے''۔ [۳۶]

اس کے مقابل میں آریوں نے جس درندگی اور بے باکی سے پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف زبان طعن دراز کی۔ اس سے مسلمانوں کے جگر چھلنی ہو گئے اور غصہ سے ان کا خون کھولنے لگا اور اگر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے بار بار صبر و تحمل سے برداشت کرنے کی تلقین نہ ہوتی تو قریب تھا کہ اس مجلس میں خون کی ندیاں بہہ نکلتیں۔ بایں ہمہ جب اس جلسہ کی کارروائی کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی تو حضور شرکاء جلسہ خصوصاً حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب پر سخت ناراض ہوئے۔ اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیسے بیٹھے رہے اور کیوں نہ خود اٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟ اور پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ

اذا سمعتم ایات اللّٰہ یکفر بھا و یُسْتھزءُ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخو ضوا فی حدیثٍ غیرہ [۳۷]

یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا اور ان پر ہنسی اڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو تاوقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ گفتگو کو اختیار کریں۔ [۳۸]

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بیان ہے کہ:

''حضرت خلیفہ اوّلؓ اس وقت سر جھکائے آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جماعت کے ایک بڑے آدمی تھے مگر وہ بھی سر ڈالے بیٹھے رہے۔ آپ بار بار فرماتے کہ تمہاری غیرت نے کیونکر برداشت کرلیا کہ تم اس جگہ پر بیٹھے رہو جہاں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہو رہی ہے۔ تب مولوی محمد احسن صاحب امروہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی ایک ناراضگی کے موقعہ پر یہ الفاظ کہے تھے کہ **رضیت باللّٰہ ربًّا و بالا سلامِ دیناً و بمحمّدٍ رسولاً۔** اسی قسم کے الفاظ انہوں نے کہے اور پھر کہا حضور ذہول ہو گیا۔ یعنی ہر آدمی سے بعض موقعوں پر غلطی ہو جاتی ہے۔ ہم سے بھی ذہول کے ماتحت یہ غلطی ہوئی ہے حضور درگذر فرمائیں۔ آخر بہت دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غصہ فرو ہوا اور آپ نے اس غلطی کو معاف فرمایا''۔[۳۹]

آخری سفر لاہور۔ ۲۷/اپریل ۱۹۰۸ء

اب ہم لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا آخری واقعہ لکھتے ہیں۔ لاکھوں آدمی لاہور میں آئے لیکن مذہبی رہنماؤں میں سب سے زیادہ اہم شخصیت آپ ہی کی تھی جس کی لاہور میں اتنی مرتبہ آمد و رفت رہی۔

اپریل ۱۹۰۸ء میں حضرت ام المؤمنین علیہا السلام کی طبیعت علیل رہتی تھی۔ اس لئے انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ لاہور جا کر کسی قابل لیڈی ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج ہونا چاہئے۔ حضرت اقدس کو غالبًا اپنی طبیعت کے کسی مخفی اثر کے ماتحت ان ایام میں سفر اختیار کرنے میں تأمل تھا مگر حضرت ام المؤمنین علیہا السلام کے اصرار پر حضور تیار ہو گئے۔ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو علی الصبح ۴ بجے حضور کو الہام ہوا۔

''مباش ایمن از بازی روزگار''

اس پر اس روز حضور نے توقف اختیار فرمایا اور ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور کیلئے روانہ ہو گئے۔ جب حضور بٹالہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آج ریزرو گاڑی کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ اس پر آپ نے پہلے تو واپس قادیان جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر بٹالہ میں ہی ریزرو گاڑی کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو جو گاڑی ملی تو آپ اس میں لاہور کو روانہ ہو گئے۔

لاہور میں آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور خواجہ صاحب کے مکان کو مرجع خلائق بنا دیا۔ احمدی اور غیر احمدی احباب حضور کی زیارت کو آنے لگے۔ وہاں چونکہ قیام کا ارادہ ذرا لمبا ہو گیا اس لئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ ' حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی اور دیگر احباب بھی لاہور پہنچ گئے۔ اخبار بدر کا دفتر بھی عارضی طور پر لاہور میں میاں نبی بخش صاحب احمدی کے مکان میں منتقل ہو گیا تا کہ تازہ بتازہ خبریں احباب تک پہنچ سکیں۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ نے احمدیہ بلڈنگس کے میدان میں جہاں اب مسجد ہے روزانہ قرآن کریم کا درس جاری فرما دیا۔ نماز جمعہ کا انتظام بھی اسی جگہ شامیانہ لگا کر کیا گیا۔ حضور کی لاہور آمد کی خبر سن کر بیرونجات سے بھی کثرت کے ساتھ احباب تشریف لائے تھے۔ گو احباب کے قیام و طعام کے جملہ انتظامات جماعت لاہور نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے مگر اس کے بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے چند دن بعد ایک نانبائی کی صاف اور ستھری دکان کا بھی انتظام کر لیا گیا تھا۔

لاہور میں مخالفت کا زور

لاہور میں مخالفت کا بڑا زور تھا اور حضرت اقدس کے لاہور پہنچنے پر تو یہ مخالفت اور تیز ہو گئی۔ روزانہ آپ کی فرودگاہ کے سامنے شریر اور بدظن لوگ اڈہ جما کر نہایت ہی گندے اور اشتعال انگیز لیکچر دینے لگے۔ جماعت کے کچھ احباب لوگوں کی ان شرارتوں کو دیکھ کر سخت پیچ و تاب کھاتے تھے۔ جس پر حضور نے احباب کو جمع کر کے یہ نصیحت فرمائی کہ ان گالیوں کو آپ لوگ صبر سے برداشت کریں اور ضبط نفس سے کام لیں۔ مغلوب الغضب انسان بہادر نہیں ہوتا۔ بہادر وہ ہے جو غصہ کو پی کر اپنے نفس پر قابو حاصل کر کے دکھاوے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ خدام نے آپ کی نصیحتوں پر عمل کیا اور بہت صبر سے کام لیا۔ بد اخلاق لوگ تو ان نامعقول حرکات میں مبتلا تھے لیکن شریف طبقہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال پیدا کیا اور وہ پے در پے حضور کے پاس آتے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔ اسی دوران میں ۹ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کو پھر الہام ہوا:

اَلرَّحِیۡل ثُمّ اَلرَّحِیۡل ۔ انّ اللّٰہ یحمل کلّ حِمۡلٍ

یعنی کوچ اور پھر کوچ۔ اللہ تعالیٰ سارا بوجھ خود اٹھالے گا۔ [۴۰]

یہ حضور کے وصال کی گھڑی کے قریب آ جانے کا بالکل واضح اشارہ تھا۔مگر حضور نہایت استقلال کے ساتھ اپنے کام میں منہمک رہے اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا۔البتہ انبیاء کی سنت کے مطابق حضور نے اس الہام کو ظاہری طور پر پورا کرنے کے لئے اپنی جائے قیام کو بدل لیا اور فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا کوچ ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔پس آپ خواجہ صاحب کے مکان سے منتقل ہو کر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں تشریف لے گئے۔ چند دن بعد جو قادیان سے ایک مخلص احمدی بابو شاہدین صاحب اسٹیشن ماسٹر کی وفات کی خبر پہنچی تو لوگوں کی توجہ اس طرف منتقل ہوگئی کہ شاید کوچ والے الہام سے بابو صاحب کی طرف ہی اشارہ تھا۔مگر قرائن سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت اقدس کو خوب پتہ تھا کہ یہ الہام حضور کے متعلق ہے۔

مختلف الخیال لوگوں کی حضور سے ملاقاتیں

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حضور علیہ السلام کی لاہور میں آمد پر زائرین کا تانتا بندھ گیا تھا۔ان ملاقاتیوں میں سے بعض اہم شخصیتیں ایسی بھی تھیں جنہوں نے ایسے سوالات پیش کئے جن کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایک صاحب پروفیسر کلیمنٹ ریگ تھے جو انگلستان کے مشہور سیاح اور ہیئت دان تھے۔ یہ صاحب ریلوے اسٹیشن کے قریب علم ہیئت پر میجک لینٹرن کے ذریعہ لیکچر دے رہے تھے کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا وہاں سے گذر ہوا۔لیکچر سننے کے بعد حضرت مفتی صاحبؓ نے ان سے ملاقات کی اور حضرت اقدس کے دعاوی اور دلائل سے انہیں آگاہ کیا۔مفتی صاحب کی تقریر کا پروفیسر صاحب پر اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے حضور سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ انہوں نے اوران کی میم صاحبہ نے دو مرتبہ احمدیہ بلڈنگس میں آ کر حضرت اقدس سے ملاقات کی اور جن سوالات کا تسلی بخش جواب وہ کہیں سے بھی حاصل نہ کر سکے تھے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت اقدس سے ملاقات کے نتیجہ میں انہیں اپنے سوالوں کے تسلی بخش جوابات مل گئے اور وہ حضور کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ:

’’مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے اطمینان کامل حاصل ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں

نہیں''۔ [141]

دوسرے صاحب جو خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر تھے جو بعد میں سَر فضل حسین صاحب کہلائے اور کئی سال تک گورنمنٹ آف انڈیا میں وزارت کے جلیل القدر عہدہ پر متمکن رہے۔ آپ ایک شریف النفس انسان تھے اور یوں تو تمام بنی نوع کے ہمدرد تھے لیکن مسلمان قوم کی مظلومیت تو ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ آپ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور بعض سوالات کئے جن کے حضرت اقدس نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ مثلاً ایک سوال ان کا یہ تھا کہ اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جائے تو پھر تو اسلام میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

''ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔ جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے، دجال ہے۔ ضال ہے۔ اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب سنو! یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے؟ ہم نے ان پر کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی۔ ہم نے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔

''اس شخص (میاں فضل حسین صاحب) نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں۔ لیکن اگر آپ نہ کہیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔ لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔

''اس شخص نے کہا کہ جو کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

فرمایا **لایدخل المومن فی حجر واحدٍ مرتین** ۔ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ان کا حال یہ ہے **واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنّا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن** یعنی سامنے تو کہتے ہیں کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں۔مگر جب اپنے لوگوں سے مخلّی بالطبع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے استہزاء کررہے تھے۔پس جب تک یہ لوگ ایک اشتہار نہ دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں بلکہ ان کو کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں تو میں آج ہی اپنی جماعت کو حکم دے دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ہم سچائی کے پابند ہیں۔آپ ہمیں شریعت اسلام سے باہر مجبور نہیں کرسکتے......قرآن مجید میں **فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات** ۔ہم تو تینوں طبقوں کے لوگوں کو مسلمان کہتے ہیں۔مگر ان کو کیا کہیں کہ جو مومن کو کافر کہیں ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے جب تک وہ ان سے اپنے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں کہ ہم ان مکفرین کو بموجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں''۔[۴۲]

۱۶۔مئی ۱۹۰۸ء کی رات کو آپ کو الہام ہوا **''مکن تکیہ برعمر ناپائیدار''** یعنی ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ کر جس سے معلوم ہوا کہ وفات کا وقت بالکل قریب ہے مگر حضور پورے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہے۔

رؤسائے لاہور کو دعوت طعام اور تبلیغ ہدایت ۔۱۷مئی ۱۹۰۸ء

حضرت اقدس یہ چاہتے تھے کہ لاہور کے عمائد و رؤسا تک اپنا دعویٰ اور دلائل پہنچانے کا کوئی احسن انتظام کیا جائے۔چنانچہ اس غرض کیلئے ۱۷۔مئی کو ایک دعوت طعام کا انتظام کیا گیا۔حضور سے ملاقات کا انتظام ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے صحن میں کیا گیا تھا۔جب شامیانے کے نیچے سب لوگ جمع ہوگئے تو حضرت اقدس نے لوگوں کی درخواست پر ۱۱ بجے تقریر شروع فرمادی۔حضور نے اپنی تقریر میں ان تمام اعتراضات کے مکمل اور تسلی بخش جوابات دیئے جو حضور کے دعاوی اور

تعلیمات پر مخالفین کی طرف سے کئے جاتے تھے۔ جب بارہ بج گئے اور ایک گھنٹہ تقریر ہو چکی تو حضور نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ''اب کھانے کا وقت گزرا جاتا ہے چاہو تو میں اپنی تقریر بند کر دوں''۔ مگر اکثر لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں۔ لیکن یہ روحانی غذا ہر روز کہاں نصیب ہوتی ہے۔ پس حضور تقریر جاری رکھیں۔ آپ کی یہ معرکۃ الآرا تقریر ایک بجے بعد دو پہر ختم ہوئی۔[۴۳]

اس کے بعد حضرت اقدس مہمانوں سمیت جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان کے صحن میں جو چند قدم کے فاصلہ پر تھا کھانے کیلئے تشریف لے گئے۔

اخبار عام کی غلط فہمی کا ازالہ بذریعہ خط

حضرت اقدس کی اس تقریر کی جو رپورٹ ۲۳۔ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار ''عام'' میں شائع ہوئی۔ اس میں چونکہ غلط رپورٹ درج کرتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ گویا حضور نے دعویٰ نبوت کو واپس لے لیا ہے حالانکہ حضور نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ

''میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفا نہیں کر سکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے اسی کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں...... یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔

''دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ **قولوا انه خاتم النبیین و لا تقولوا لا نبی بعده** اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے۔ تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا ہے اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے''[۴۴]

اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل حقیقت کا اظہار کیا جائے۔ چنانچہ حضور نے ''ایڈیٹر صاحب اخبار عام'' کو ایک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ

''پرچہ اخبار عام ۲۳۔ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ

اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نبی نام رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔............ [۴۵]

ایک پبلک لیکچر کی تجویز اور ''پیغام صلح'' کی تصنیف

دعوت طعام کے موقعہ پر جو لیکچر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دیا تھا وہ چونکہ ایک محدود طبقہ میں دیا گیا تھا اس لئے بعض معززین نے یہ تجویز پیش کی کہ حضور ایک پبلک لیکچر بھی دیں جس میں کثرت سے لوگ شامل ہو کر فائدہ اٹھائیں۔ حضور نے یہ تجویز منظور فرمالی اور اس کے لئے ایک مضمون لکھنا شروع فرما دیا۔ مضمون کا عنوان تھا ''پیغام صلح'' حضور چاہتے تھے کہ اس پیغام کے ذریعہ سے ہندوستان کی دو مشہور قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی طور پر صلح ہو جائے اور حضور

نے اس کے لئے چند تجاویز بھی پیش فرمائی تھیں لیکن ابھی مضمون کے سنائے جانے کا موقع نہیں آیا تھا کہ حضور کا وصال ہوگیا۔ **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

حضور کے وصال کے بعد یہ لیکچر ۲۱۔ جون ۱۹۰۸ء کو اتوار کے روز سات بجے صبح یونیورسٹی ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے سنایا۔ اس جلسہ کے صدر لاہور چیف کورٹ کے جسٹس سر پرتول چندر چیٹر جی تھے۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بلکہ باہر بھی کثرت سے لوگ کھڑے تھے۔ اس لیکچر میں بیان فرمودہ تجاویز کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور اسی وقت لوگوں نے دستخط کرنے پر آمادگی کا بھی اظہار کیا لیکن اس خیال سے کہ یہ ارادہ مضمون کے فوری اثر کی وجہ سے نہ ہو دستخط کیا جانا دوسرے وقت پر ملتوی کیا گیا۔ مگر پھر ان دستخطوں کی نوبت نہیں آئی اور سنا گیا کہ آریہ صاحبان نے ان تجاویز کو اپنے مقصد کے خلاف سمجھ کر دستخط کرنے پسند نہیں کئے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس وقت صلح کے شہزادہ نے ہندو و مسلم اتحاد کے لئے جو تجاویز پیش کی تھیں کسی نہ کسی وقت ضرور ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

حضور کا یہ مضمون جو ''پیغام صلح'' کی صورت میں شائع شدہ موجود ہے قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر اب تک جن لوگوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ اس سے از حد متاثر ہوئے ہیں۔ ذیل میں چند آراء درج کی جاتی ہیں:۔

۱۔ مدراس کے مشہور ہندو اخبار ''ہندو پیٹریٹ (Hindu Patriot) نے لکھا:

> ''وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کی ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے وہ یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے............ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یونہی ضائع نہیں جانی چاہئے اور ہر ایک محبّ وطن ہندوستانی کا مدعا ہونا چاہئے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے''۔[۴۶]

۲۔ مشہور انگریزی رسالہ ''ریویو آف ریویوز'' نے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

> ''یہ پیغام ایک سنہری پُل کا کام دے سکتا ہے جس پر سوار ہو کر مسلمانان ہند قانون اساسی کے خیمہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے

کو تسلیم کرتا ہے............ وہ بات جس سے اس کی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے (یہ ہے) کہ تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے۔ اس پیغمبر صلح کی یہ نرالی تجویز ہے''۔ [۴۷]

۳۔ ایک غیر مسلم دوست پی۔ بی سنگھ لکھتے ہیں:

''کتاب ''پیغام صلح'' نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے۔ میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں''۔ [۴۸]

۴۔ مسٹر برہم دت ڈیرہ دون نے لکھا:

''چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جب کہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہیں ہوئے تھے (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ ''پیغام صلح'' کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بیشک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کثیف پردے میں سے دیکھا اور (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی''۔ [۴۹]

مرض الموت

حضرت اقدس اپنے لیکچر ''پیغام صلح'' کی تصنیف میں مصروف رہے کہ ۲۰/ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا۔

الرحیل ثم الرحیل و الموت قریب [۵۰]

''یعنی کوچ کا وقت آ گیا ہے ہاں کوچ کا وقت آ گیا ہے اور موت قریب ہے''۔

یہ الہام صراحت کے ساتھ حضور کی وفات کے بالکل قریب ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ اس لئے

حضور نے اس کی کوئی تاویل نہیں فرمائی۔ یکے بعد دیگرے اس قسم کے الہامات دیکھ کر حضرت ام المومنین علیہا السلام نے ایک دن گھبرا کر عرض کی کہ اب قادیان واپس چلیں۔ فرمایا ''اب تو ہم اس وقت چلیں گے جب خدا لے جائے گا'' حضور ان ایام میں پیغام صلح کی تقریر لکھنے میں مصروف تھے۔ اس الہام کے بعد تقریر کے لکھنے میں حضور نے زیادہ کوشش اور تیزی اختیار فرمائی۔ آخر کار پچیس مئی کی شام کو یہ مضمون قریباً مکمل کر کے کاتب کے سپرد فرما دیا۔ قرآئن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے یہ سمجھ کر کہ یہ مضمون لکھنے کے لئے پھر شاید موقعہ نہ ملے اپنے بقیہ نوٹوں پر کچھ لکھنا ملتوی فرما کر جتنا لکھا جا چکا تھا وہ کاتب کے حوالے کر دیا۔

عصر کی نماز کے بعد حضور نے وفات مسیح علیہ السلام پر ایک مختصر سی تقریر کی جو حضور کی آخری تقریر تھی۔ اس تقریر میں فرمایا کہ

> ''عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے''۔ [۵۱]

اور پھر حسب معمول سیر کیلئے باہر تشریف لائے۔ کرایہ کی ایک گاڑی حاضر تھی۔ حضور نے اپنے ایک مخلص مرید حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے فرمایا:

> ''میاں عبدالرحمٰن! اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے۔ وہ ہمیں صرف اتنی دُور تک لے جائے کہ ہم اس روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں''۔ [۵۲]

چنانچہ حضور کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور آپ ہوا خوری کر کے واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت حضور کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی۔ صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر آرام کے لئے لیٹ گئے۔ اس کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب ''سلسلہ احمدیہ'' میں لکھتے ہیں۔

وصال اکبر۔ ۲۶مئی ۱۹۰۸ء

’’کوئی گیارہ بجے کا وقت ہوگا کہ آپ کو پاخانے کی حاجت محسوس ہوئی اور آپ اٹھ کر رفع حاجت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ کو اکثر اسہال کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ اب بھی ایک دست آیا اور آپ نے کمزوری محسوس کی اور واپسی پر حضرت والدہ صاحبہ (یعنی حضرت ام المومنین علیہا السلام۔ ناقل) کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے ایک دست آیا ہے جس سے بہت کمزوری ہوگئی ہے۔ وہ فوراً اٹھ کر آپ کے پاس بیٹھ گئیں اور چونکہ پاؤں کو دبانے سے آرام محسوس ہوا کرتا تھا۔ اس لئے آپ کی چارپائی پر بیٹھ کر پاؤں دبانے لگ گئیں۔ اتنے میں آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور آپ رفع حاجت کیلئے گئے اور جب اس دفعہ واپس آئے تو اس قدر ضعف تھا کہ آپ چارپائی پر لیٹتے ہوئے اپنا جسم سہار نہیں سکے اور قریباً بے سہارا ہو کر چارپائی پر گر گئے۔ اس پر حضرت والدہ صاحبہ نے گھبرا کر کہا کہ ’’اللہ! یہ کیا ہونے لگا ہے؟‘‘ آپ نے فرمایا ’’یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا‘‘ یعنی اب وقت مقدر آن پہنچا ہے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جو آپ کے خاص مقرب ہونے کے علاوہ ایک ماہر طبیب تھے) کو بلواؤ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ محمود (یعنی ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب) اور میر صاحب (یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر تھے) کو جگا دو۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے اور بعد میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بلوا لیا اور علاج میں جہاں تک انسانی کوشش ہو سکتی تھی وہ کی گئی۔ مگر خدائی تقدیر کو بدلنے کی کسی شخص میں طاقت نہیں۔ کمزوری لحظہ بلحظہ بڑھتی گئی اور اس کے بعد ایک اور دست آیا جس کی وجہ سے ضعف اتنا بڑھ گیا کہ نبض محسوس ہونے سے رک گئی۔ دستوں کی وجہ سے زبان اور گلے میں خشکی بھی پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ سے بولنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ مگر جو کلمہ بھی اس وقت آپ کے منہ سے سنائی دیتا تھا وہ ان تین لفظوں میں محدود تھا۔ ’’اللہ۔ میرے پیارے اللہ‘‘ اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔

''صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جب کہ خاکسار مؤلف (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ناقل) بھی پاس کھڑا تھا۔نحیف آواز میں فرمایا''کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟''ایک خادم نے عرض کیا۔ہاں حضور ہوگیا ہے۔اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمّم کے رنگ میں چُھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران میں بیہوشی کی حالت ہوگئی۔جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا''کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟'' عرض کیا گیا ہاں حضور ہوگیا ہے۔پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔اس کے بعد نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہی۔مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ''اللہ۔میرے پیارے اللہ'' سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا۔آخر دس بجے صبح کے وقت نزع کی حالت پیدا ہوگئی اور یقین کرلیا گیا کہ اب بظاہر حالات بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دعا میں مصروف تھیں اور سوائے ان الفاظ کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ''خدایا!ان کی زندگی دین کی خدمت میں خرچ ہوتی ہے تُو میری زندگی بھی ان کو عطا کردے''لیکن اب جب کہ نزع کی حالت پیدا ہوگئی تو انہوں نے نہایت درد بھرے الفاظ سے روتے ہوئے کہا''خدایا!اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو''۔آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دو لمبے لمبے سانس لئے اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام**''۔[۵۳]

آپ کی عمر

وصال کے وقت آپ کی عمر اپنے ایک مشہور الہام **ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک اَو تزید علیہ سنیناً** [۵۴] کے حساب سے ۷۴ اور قمری حساب سے ۷۶ سال کی تھی۔

اہل بیت کا صبر

حضرت ام المومنین علیہا السلام نے صبر کا جونمونہ دکھایا۔ اس کا ذکر اُوپر گذر چکا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے بھی نہایت ہی صبر کے ساتھ اس صدمہ کو برداشت کیا اور بجز یاحی یا قیوم کے اور کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی باوجود اس سخت صدمہ کے نہایت استقامت اور استقلال کے ساتھ ضروری امور کے انتظام میں مصروف رہے۔

احباب جماعت کو اچانک وفات کا صدمہ

حضور کے وصال کی خبر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی۔ مگر چونکہ حضور ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء تک باقاعدہ اپنے تصنیف کے محبوب مشغلہ میں مصروف رہے اور اس روز قبل شام حسبِ معمول سیر کے لئے بھی تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے باہر کے احباب تو الگ رہے' لاہور کے احمدیوں کو بھی حضور کے وصال کا یقین نہیں آتا تھا اور وہ یہ دعائیں کرتے کرتے احمدیہ بلڈنگس میں جمع ہو رہے تھے کہ خدا کرے یہ افواہ غلط ہو۔ مگر جب احمدیہ بلڈنگس میں پہنچتے تھے تو اس افواہ کو حقیقت پر مبنی سمجھ کر دنیا ان کی نگاہوں میں تیرہ و تار ہو جاتی تھی اور وہ شدتِ غم سے دیوانوں کی طرح نظر آتے تھے۔ جو لوگ حضرت اقدس کے خاص تربیت یافتہ تھے۔ گو ان کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں مگر وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے جذبات کو روکے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کے وصال کے بعد جو ذمہ داریاں ان پر عاید ہوتی تھیں ان کے انجام دینے میں مصروف تھے۔

مخالفوں کی حالت

یہ تو اہل جماعت کا حال تھا۔ رہے غیر از جماعت تو وہ دو حصوں میں منقسم تھے۔ ایک حصہ جو شریف طبقہ سے متعلق تھا۔ ان کو تو حضرت اقدس کی وفات پر بلحاظ آپ کے اسلامی جرنیل ہونے کے رنج و قلق تھا اور ان میں سے ایک خاصی تعداد حضور کا آخری دیدار اور اظہار غم و ہمدردی کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا دے۔ دوسرا طبقہ جو پہلے طبقہ کی ضد تھا اس نے ایسی

کرتوت کا مظاہرہ کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ طبقہ اپنے رہنماؤں کی اقتداء میں اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں جمع تھا اور اس کے افراد گندے نعرے لگاتے اور غلیظ گالیاں دیتے ہوئے حملہ آواروں کی صورت میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کی طرف جس میں حضرت اقدس کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی، بڑھتے اور پسپا ہوتے تھے اور ان کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسے ارادے رکھتے ہیں جو کسی قوم کے ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذلیل سے ذلیل افراد سے بھی سرزد ہونا مشکل ہیں۔

تجہیز و تکفین

احمدی احباب علاوہ اس طوفان بے تمیزی کو روکنے کے حضرت اقدس کی نعش مبارک کو قادیان لے جانے کی تیاری بھی کر رہے تھے۔ دن میں دو اور تین بجے کے درمیان بڑی کوشش کے بعد غسل دینے اور کفنانے سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد جنازہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم کے مکان کی اوپر کی منزل سے نیچے صحن میں لایا گیا اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہ حضور کی پہلی نماز جنازہ تھی جو لاہور میں ہی ادا کی گئی۔

مخالفین نے علاوہ طرح طرح کی لغویات اور خلاف انسانیت حرکات کے لئے یہ بھی کیا کہ ریلوے افسران کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی کہ (حضرت) مرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے۔ یہ حرکت اس غرض کو مدنظر رکھ کر تھی کہ ہیضہ سے فوت ہو جانے والے کی نعش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا متعدی بیماری ہونے کی وجہ سے ریلوے قانون کے خلاف تھا۔ مخالفین چاہتے تھے کہ نعش مبارک قادیان کو نہ لے جائی جا سکے اور یہاں تدفین میں جس قسم کی دقتیں وہ ڈالنا چاہتے تھے، جی کھول کر ڈال سکیں۔ مخالفوں کی اس شرارت کا احمدیوں کو بھی علم ہو چکا تھا۔ اس لئے مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کے پاس گئے جو آخر وقت میں حضرت اقدس کے علاج کے لئے بلائے گئے تھے اور ان سے اس کارروائی کا جو مخالفین نے کی۔ اظہار کیا اور چاہا کہ جس مرض سے حضرت اقدس کی وفات ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کے متعلق سرٹیفکیٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ سرٹیفکیٹ دیا کہ آپ کی وفات ہیضے سے ہرگز نہیں بلکہ اعصابی تکان کے دستوں سے ہوئی ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت

اقدس کو یہ پرانا عارضہ تھا اور گاہے گاہے اسہال کی شکایت ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ جب جنازہ اسٹیشن پر پہنچا تو ریلوے حکام نے اس جھوٹی رپورٹ کی بناء پر یہ اعتراض کیا کہ ہمیں رپورٹ پہنچی ہے کہ (حضرت) مرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے اس لئے گاڑی نہیں دی جاسکتی۔ مگر جب معالج ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا تو اجازت دیدی اور جنازہ سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں جو ریزرو کرائی گئی تھی رکھوا دیا گیا۔

معاندوں کی ایک اور مذموم حرکت

معاندوں نے جنازے کی روانگی کے بعد ایک مذموم حرکت یہ کی کہ اپنوں میں سے کسی کا منہ کالا کر کے اس کو چارپائی پر لٹا کر فرضی جنازہ تیار کیا اور اسے اٹھا کر ''ہائے ہائے مرزا'' ''ہائے ہائے مرزا'' کا شور کرتے ہوئے موچی دروازہ سے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی یہ حرکات جس قسم کی تھیں ہر وہ شخص جس کو ذرا بھی شرافت کا احساس ہو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ احمدیوں نے ان کی ان تمام لغویات پر صبر سے کام لیا اور ان کی طرف سے کوئی بات ایسی نہ ہوئی جو قابل گرفت ہوتی بحالیکہ اس رنج وغم کی حالت میں مخالفین کا یہ رویہ جس قدر دلخراش اور اشتعال انگیز تھا، محتاج بیان نہیں۔ یہ تھے ان لوگوں کے افعال جو اسلام کے نام پر حضرت اقدس کی مخالفت کرنے والے تھے۔ ہم اس موقعہ پر نہ تو مخالفین کی ان حرکتوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں گے کہ اس وقت حضرت اقدس کے مسلمان کہلانے والے مخالفوں نے جو مظاہرہ کیا وہ اسلامی تعلیم، شرافت بلکہ انسانیت کیلئے کس درجہ باعث ننگ و عار تھا۔

جنازہ قادیان پہنچایا گیا

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس کی نعش مبارک سیکنڈ کلاس کے ایک ریزروڈ بہ میں رکھوا دی گئی تھی۔ گاڑی لاہور سے پونے چھ بجے شام روانہ ہوئی اور دس بجے رات کو بٹالہ پہنچی۔ جنازہ گاڑی میں رہا جس کی حفاظت کے لئے خدام پاس رہے۔ دو بجے رات نعش مبارک صندوق سے باہر نکالی گئی اور ایک چارپائی پر رکھ کر خدام نے جنازہ کندھوں پر اٹھا لیا۔ صبح آٹھ بجے کے قریب ۱۱ میل کا سفر طے کر

کے مسیح محمدی کے عاشقوں نے چند گھنٹوں کے اندر اندر نعش مبارک قادیان پہنچا دی اور یہ جسد اطہر و مبارک اس باغ میں جو بہشتی مقبرہ کے ملحق ہے' بحفاظت تمام رکھ دیا گیا اور جماعت کے تمام دوستوں کو جو ملک کے طول و عرض سے جمع ہو گئے تھے اپنے محبوب آقا کی آخری زیارت کا موقعہ دیا گیا۔

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تمام حاضر الوقت جماعت نے متفقہ طور پر حضرت مولانا حکیم حافظ نورالدین صاحبؓ کو حضور کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور نماز جنازہ کے بعد جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے پڑھائی۔ شام کے چھ بجے حضور کا جنازہ بہشتی مقبرہ میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔☆

☆ ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدفین کے متعلق مرحوم و مغفور مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل سابق انچارج صیغہ زودنویسی ربوہ کا ایک نوٹ درج کیا جاتا ہے جو آنمرحوم نے محترم مستری مہر دین صاحب سے مل کر اور سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کر کے بڑی محنت سے لکھا تھا اور گو اس کتاب کے مضمون کے لحاظ سے اس کے اندراج کا یہاں موقعہ نہیں تھا مگر میں یہاں محض اس لئے درج کر رہا ہوں کہ یہ تاریخی مواد محفوظ ہو جائے و ہو ہذا۔

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسدِ اطہر کو لحد میں نہیں بلکہ شق میں رکھا گیا ہے۔ روایت حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔ میاں رحم دین صاحب باورچی' حکیم دین محمد صاحب و دیگر صحابہ اور بغیر تابوت کے آپ کو دفن کیا گیا ہے۔ تدفین کے وقت آپ کی قبر کی تیاری حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی زیر نگرانی ہوئی۔ (اصحاب احمد جلد ششم صفحہ ۲۷)

''کام کرنے کے لئے جو مزدور اور مستری لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک مستری حضرت میاں مہر دین صاحب ولد مستری گوہر دین صاحب تھے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک زندہ ہیں اور قادیان کے قدیمی باشندے ہیں۔ ان کی بیعت ۱۹۰۱ء کی ہے اور اس وقت نوابزادہ میاں محمد احمد خان صاحب کی زمینوں پر نگرانی کا کام کر رہے ہیں۔ وہ چونکہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے حضور کی قبر کی تیاری کا کام مکمل کیا۔ اس لئے میں اب ذیل میں انہی کے بیان کردہ واقعات درج کرتا ہوں۔ یہ واقعات میں نے خود ان کی زبان سے سنے ہیں۔ مستری صاحب کی عمر گو اس وقت اسّی سال سے زیادہ ہے مگر جسمانی قویٰ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے ہیں اور دماغ بھی پوری طرح کام کرتا ہے اور واقعات کو انہوں نے خوب اچھی طرح یاد رکھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ

''چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی اطلاع لاہور سے قادیان پہنچ چکی تھی اس لئے بہشتی مقبرہ میں آپ کی قبر راتوں رات تیار کی گئی۔ قبر کھودنے میں ثواب کی خاطر پانچ سات احمدی دوستوں نے حصہ لیا۔ جن میں سے میاں امام دین' میاں فضل دین اور میاں صدر الدین صاحبان کے نام انہیں خاص طور پر یاد ہیں۔ میاں صدر الدین صاحب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے لمبی عمر پائی اور تقسیم ملک کے بعد وہ قادیان میں ہی بطور درویش مقیم رہے۔ ان کی

اور اس طرح اس پاک اور مقدس وجود کو جس کی کل انبیاء بشارتیں دیتے چلے آئے تھے اور جس نے ساری مذہبی دنیا میں زندہ مذہب، زندہ خدا اور زندہ نبی کو پیش کر کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا

اولاد ربوہ میں ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ سے مخلصانہ تعلقات رکھتی ہے۔

''جب جنازہ قادیان پہنچا تو لاہور کے اکابر جماعت کا مشورہ یہ تھا کہ قبر پختہ بنائی جائے۔ ان دنوں قادیان میں کوئی اینٹوں کا بھٹہ نہ تھا بلکہ پختہ اینٹیں بٹالہ سے منگوائی جاتی تھیں۔ اس لئے پختہ اینٹوں کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحن کی ایک پردہ کی دیوار سے پختہ اینٹیں اکھیڑی گئیں اور گدھوں پر لاد کر بہشتی مقبرہ لے جائی گئیں۔ یہ اینٹیں چھوٹے سائز کی تھیں۔

''مستری صاحب کہتے ہیں کہ قاضی عبدالرحیم صاحب نے مجھے اور مستری محمد اسماعیل صاحب کو جو حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ملازم تھے اور معماری کا کام جانتے تھے بلایا اور ہم قبر بنانے لگے۔ آپ کی قبر ساڑھے سات فٹ لمبی تھی اور چار یا پونے چار فٹ چوڑی تھی۔ اس کے اندر پختہ اینٹوں کی جو چھوٹے سائز کی تھیں ایک چاردیواری بنائی گئی۔ یہ دیواریں چھ سات انچ موٹی تھیں اور زمین سے اڑھائی فٹ اونچی تھیں۔ جب یہ چاردیواری پختہ اینٹوں کی قبر کے اندر بن چکی تو میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ اب چھوٹی اینٹوں کی ڈاٹ سیمنٹ یا چونہ سے لگنی چاہئے تب محفوظ رہ سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مولوی صاحب یعنی حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی قبر اوپر سے پکی نہیں ہے اس لئے یہ بھی پکی نہیں بنانی چاہئے۔ اس کے بعد ہم نے ڈاٹ کے لئے کچی اینٹوں کو گرانا شروع کر دیا۔ اس وقت ہمیں خیال آیا کہ اگر یونہی ڈاٹ لگا دی گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسدِ اطہر پر مٹی اور کنکریاں وغیرہ گریں گی اس لئے بہتر ہے کہ اس پختہ چاردیواری کے اوپر تختے رکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے اس تابوت کو جو لاہور سے لایا گیا تھا ایک احمدی دوست مستری فقیر محمد صاحب نے کاٹا اور اس کے تختے بنا بنا کر اوپر رکھے مگر وہ تختے پورے نہ ہوئے۔ اس پر ایک پرانی میز کا فرش اکھیڑا گیا اور اس کے تختے بنائے گئے تب اس چاردیواری کے تختے مکمل ہوئے۔

''مستری صاحب کہتے ہیں کہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جلدی سے گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رخ انور کی آخری بار زیارت کی۔ اس وقت کثرت سے لوگ آپ کی زیارت کر چکے تھے۔ میں نے جب آپ کو دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے آپ سو رہے ہیں۔ آپ کے چہرہ مبارک پر کوئی زردی وغیرہ نہیں تھی۔

''زیارت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے اب جلدی دفنانا چاہئے۔ مستری صاحب کہتے ہیں اس وقت معاً میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور میں نے کچھ مزدور ساتھ لئے اور جلدی سے باہر چلا گیا۔ ان دنوں بہشتی مقبرہ کے باغ کے باہر قریب ہی ایک کنؤاں لگ رہا تھا۔ میں نے مزدوروں سے کہا کہ یہاں سے فوراً ریت لے چلو اور خود بھی ریت اٹھالی اور پھر چھلنی سے اسے چھانا اور اس کے بعد قبر کے نیچے میں

تھا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے مالک اور حی وقیوم خدا کے سپرد کر کے گھروں کو واپس لوٹ آئے ۔ فَاِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا الیہ راجعون. وکل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام.

نے وہ تمام ریت بچھا دی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسدِ اطہر کو قبر میں اتارا گیا۔ اس وقت بہت بڑا ہجوم قبر کے ارد گرد جمع ہو گیا اور بیسیوں ہاتھ آپ کو قبر میں اتارنے کے ثواب میں شریک ہونے کے لئے بیتابی کے ساتھ آگے بڑھے۔ حضرت خلیفہ ثانی بھی پاس ہی تھے اور حضور کے خاندان کے دوسرے افراد اور مخلصین بھی۔ جب آپ کو قبر میں اتار دیا گیا تو پھر تختے رکھے گئے مگر انہیں کیلوں سے بند نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد کچی اینٹوں کی ڈاٹ لگا دی گئی۔ چونکہ شام کا وقت ہو رہا تھا۔ اس لئے اس وقت ہجوم میں سے دو اور احمدی راج بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ انہوں نے ایک طرف سے اور میں نے دوسری طرف سے ڈاٹ لگانی شروع کر دی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جلدی ہی تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ گول ڈاٹ تھی جو کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔

''یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا بیان ''اصحاب احمد'' میں یوں درج ہے کہ:

قاضی عبدالرحیم صاحب نے پختہ اینٹوں کی ڈاٹ بنوائی اور جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا مگر چونکہ شام کا وقت ہو چکا تھا اور باغ کے گھنے اور گنجان درختوں کی وجہ سے تاریکی اور بھی بڑھ گئی تھی اس لئے قاضی صاحب نے اس ڈاٹ کو ویسا ہی رہنے دیا اور مٹی ڈال دی گئی۔ (اصحاب احمد جلد نہم صفحہ ۲۷۷)

''مستری مہر دین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ڈاٹ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھی اور کچی اینٹوں کی بنائی تھی۔ پھر یہ بھی کیسے ہوسکتا تھا کہ حضرت خلیفہ اوّل ایک بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور قاضی صاحب ویسا ہی رہنے دیتے۔ بہر حال کچی اینٹوں کی ڈاٹ بنائی گئی اور پھر مٹی ڈال دی گئی۔

''مکرم حکیم دین محمد صاحب کی روایت ہے کہ تدفین کے بعد کسی دوست نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے اس تابوت کی بچی کھچی لکڑیوں کے متعلق جو قبر کے پاس پڑی تھیں دریافت کیا کہ ان کو کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا ان کو پرے پھینک دو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کے ساتھ شرک کریں۔ (الفضل ۲۷ مئی ۱۹۴۳ء)

مزار مبارک پر آخری دعا بھی حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے ہی فرمائی۔ تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی فرطِ غم سے یہ کیفیت تھی کہ آپ سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔ چنانچہ آپ بشکل مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور مکرم حکیم دین محمد صاحب کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بہت آہستگی سے جب کہ آپ سے اپنا جسم بھی سہارا نہیں جاتا تھا اور قدم گھسٹتے چلے آتے تھے اپنے گھر پہنچے۔ یہی کیفیت دوسرے صحابہؓ کی بھی تھی اور ان میں سے ہر ایک بزبانِ حال یہی کہہ رہا تھا کہ

حیف در چشمِ زدن صحبت یار آخر شُد
رُوئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شُد

حوالہ جات

١ حیات طیبہ صفحہ ۱۹ بحوالہ حیات النبی جلد اوّل صفحہ ۵۷

٢ حیات طیبہ صفحہ ۴۷

٣ حیات احمد جلد سوم صفحہ ۲۰۸

٤ حیات احمد جلد سوم صفحہ ۲۰۹

٥ یہ صاحب اورنٹیل کالج میں فارسی کی پروفیسر تھے

٦ حیات احمد حصہ سوم صفحہ ۲۱۰

٧ حیات طیبہ صفحہ ۱۴۱

٨ اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء

٩ ''حیات احمد'' جلد چہارم صفحہ ۴۲۲۔۴۲۳ وسیرۃ المہدی

١٠ اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت

١١ دراصل اس مضمون کیلئے ڈیڑھ بجے سے لیکر ساڑھے تین بجے تک دو گھنٹے کا وقت مقرر تھا مگر جب ہر طرف سے تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہونے لگے تو حضرت مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے بھی اپنا وقت اس مضمون کے سنائے جانے کیلئے دے دیا۔ مگر مضمون لمبا تھا پھر بھی ختم نہ ہوا اور شام ہوگئی۔ اس پر جیسا کہ متن میں مذکور ہے ۲۹ دسمبر کا دن بڑھانا پڑا۔ (مؤلف)

١٢ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۴۰

١٣ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور صفحہ ۷۹۔۸۰

١٤ بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ سوم صفحہ ۴۸۷۔۴۸۸

١٥ بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۳

١٦ از اشتہار ۲۰ فروری بحوالہ ''حیات طیبہ'' صفحہ ۲۱۴

١٧ از اشتہار ۲۰ فروری

١٨ استفتاء اردو حاشیہ صفحہ ۱۷

۱۹ نزول المسیح صفحہ ۱۸۰

۲۰ ''تکذیب براہین احمدیہ'' مصنفہ پنڈت لیکھرام صاحب

۲۱ ''سراج منیر'' صفحہ ۹، ۱۰

۲۲ تفصیل کیلئے دیکھئے ''تریاق القلوب'' صفحہ ۱۲۱۔ واخبار ''نیر آصفی'' مدراس مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء

۲۳، ۲۴ نزول المسیح صفحہ ۲۲۱

۲۵ ''سیرت مسیح موعودؑ'' مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

۲۶ ''مجدد اعظم'' حصہ اوّل صفحہ ۵۶۱۔۵۶۲

۲۷ دیکھو اشتہار ''بشپ صاحب لاہور سے ایک سچے فیصلہ کی درخواست'' محررہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت

۲۸ تفصیل کیلئے دیکھئے ''حیات طیبہ'' ایڈیشن دوم صفحہ ۲۷

۲۹ از اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء

۳۰ ''حیات طیبہ'' صفحہ ۳۳۷

۳۱ ''حیات طیبہ'' صفحہ ۱۵۶۔۱۵۷

۳۲ بحوالہ ''حیات نور''

۳۳ الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء

۳۴ ''چشمہ معرفت'' ضمیمہ صفحہ ۲۸

۳۵ بحوالہ ''الحکم'' ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء

۳۶ بحوالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' اردو مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۹۱۔۱۹۲

۳۷ سورۃ النساء

۳۸ ''سیرت طیبہ'' لیکچر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ ۳۶۔۳۷

۳۹ ''سیرۃ المہدی'' صفحہ ۳۲۰ و ''الفضل'' ۱۶/ جنوری ۱۹۴۴ء

۴۰ ''الحکم'' جلد ۱۲ نمبر ۳۵ و ''بدر'' جلد ۷ نمبر ۲۱۰

۴۱ ''بدر'' ۲۴/ مئی ۱۹۰۸ء

۴۲؎ ’’بدر‘‘ ۲۴/ مئی ۱۹۰۸ء

۴۳؎ یہ مکمل تقریر ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء کے الحکم میں چھپی ہوئی موجود ہے

۴۴؎ ’’الحکم‘‘ ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء

۴۵؎ ’’تبلیغ رسالت‘‘ جلد دہم صفحہ ۱۳۲

۴۶؎ بحوالہ ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ اردو ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۴۰۔۴۴۴

۴۷؎ ایضاً صفحہ ۴۳۸۔۴۴۰

۴۸؎ بحوالہ الفضل ۲۹/ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۲

۴۹؎ اخبار ’’فرنٹیر میل‘‘ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۸ء بحوالہ ’’تحریک احمدیت‘‘ مؤلفہ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم

۵۰؎ ’’بدر‘‘ جلد نمبر ۷ نمبر ۲۲

۵۱؎ ’’بدر‘‘ ۱۱ جون ۱۹۰۸ء

۵۲؎ بحوالہ ’’درمنثور‘‘ تقریر صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

۵۳؎ ’’سلسلہ احمدیہ‘‘ از صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴

۵۴؎ (ترجمہ) یعنی تیری عمر اسّی برس کی یا اس سے چند سال کم یا زیادہ ہوگی۔

دوسرا باب

حالات وروایات صحابہ کرام لاہور

حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ

ولادت: اندازاً ۲۳-۱۸۲۴ء بیعت: بالکل ابتدائی ایام میں وفات: ۹۳-۱۸۹۴ء

لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے کا فخر حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ کو حاصل ہے۔ حضرت مولوی صاحب موصوف مسجد کوچہ سیٹھاں بالمقابل تالاب آب رسانی لنگے منڈی بازار کے امام الصلوٰۃ تھے۔☆

مورخہ ۱۹۔فروری ۱۹۶۴ء کو بعد نماز ظہر محترم مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مرحوم فاضل انچارج صیغہ زودنویسی ربوہ اور خاکسار مؤلف حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی کی خدمت میں ان کی کوٹھی واقعہ دارالصدر میں حاضر ہوئے اور ان سے حضرت مولوی صاحبؓ کے حالات بیان کرنے کی درخواست کی۔انہوں نے فرمایا کہ

حضرت مولوی صاحب میانہ قد کے آدمی تھے۔رنگ گندمی تھا۔جسم درمیانہ یعنی نہ زیادہ جسیم تھے اور نہ دبلے پتلے۔سر پر عمامہ باندھتے تھے۔حافظ قرآن بھی تھے۔مجھے خوب یاد ہے کہ آپ اس زمانہ کے رواج کے مطابق غرارہ پہنا کرتے تھے۔ان کی مسجد ہمارے مکانوں کے بالکل سامنے تھی۔ہمارا خاندان ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھا کرتا تھا۔آپ مغرب کی نماز میں **اَرَءَیْتَ الذی** ......اور **تبت یدا**...... دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ مغرب اور فجر کی سنتوں میں **قل یایھا الکافرون**......اور **قل ھو اللّٰہ احد** پڑھنی چاہئیں۔آپ کا نام ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں شامل ہے۔

☆محترم میاں نذیر حسین صاحب ابن حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ المعروف مرہم عیسیٰ کے بیان کے مطابق حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ رئیس لاہور کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے رہائشی مکان واقعہ لنگے منڈی کے سامنے یہ مسجد بنوائی تھی اور امام الصلوٰۃ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کو مقرر کیا تھا۔ان ایام میں حضرت مولوی صاحبؓ بالکل عنفوان شباب میں تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو حضور کے ساتھ عقیدت رکھنے کی وجہ سے بیعت پر آمادہ ہو گئے مگر بیعت کرنے سے قبل پرانے وفات یافتہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر کشف القبور کے ذریعہ حضرت اقدس کی صداقت دریافت کی۔ ان کی تصدیق پر فوراً قادیان جا کر بیعت کر لی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ہمارے خاندان کے چھوٹے بڑے تمام افراد چونکہ ان کے شاگرد تھے اس لئے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کر لی۔

آپ بہت نیک اور متقی بزرگ تھے۔ آپ کے درس میں شامل ہونے کے لئے حضرت مرزا ایوب بیگؓ (جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے بھائی تھے اور چیفس کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ بڑے لمبے قد کے، گورا رنگ، خوبصورت داڑھی۔) بھی چیفس کالج سے پیدل تشریف لایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی آپ کے بہت معتقد تھے اور نمازوں اور درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ان کی مسجد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو بھی میں نے نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔ جب حضور ۱۸۹۲ء میں محبوب رایوں کے مکان میں اترے تھے اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ بھی جموں سے تشریف لائے ہوئے تھے تو ان ایام میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نماز پڑھایا کرتے تھے اور حضرت اقدسؑ، حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ اور دیگر احباب مقتدی ہوا کرتے تھے۔ آپ کی وفات جہاں تک مجھے یاد ہے ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اندازاً ۷۰ سال کی تھی۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ ''آئینہ کمالات اسلام'' میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست میں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کا نام بھی درج فرمایا ہے۔ اور ساتھ ''لنگے منڈی لاہور'' لکھا ہے۔ لیکن ''انجام آتھم'' کے ضمیمہ میں جو ۳۱۳ اصحاب کی فہرست درج ہے۔ اس میں آپ کے نام کے ساتھ حضور نے مرحوم لکھا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ''انجام آتھم'' کی تصنیف سے قبل آپ وفات پا چکے تھے۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۱۳۲ نمبر پر ہے۔

حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ کی وفات کے بعد ہم لوگ حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ کی اقتدا میں گمٹی بازار والی مسجد میں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت میاں عبدالرشید صاحب ابن حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ نے بیان کیا کہ ہمارے

جدامجد میاں الٰہی بخش صاحب کی زندگی امیرانہ ٹھاٹھ میں گذری تھی۔ایک دن وہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کی کہ مولوی صاحب! میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہتا ہوں۔آپ فرمائیں کہ اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔آپ کسی کامل رہنما کی بیعت کریں انہوں نے عرض کی کہ آپ سے بہتر اور کون رہنما ہوگا۔آپ میری بیعت لے لیں۔چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے بیعت لے لی۔پھر مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا پتہ چلا تو آپ پاپیادہ قادیان پہنچے اور جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔

نوٹ: بعض زبانی روایات کی بنا پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لودھیانہ جاکر بیعت کی تھی۔ **واللہ اعلم بالصواب۔(عبدالقادر)**

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ

ولادت: ۱۸۷۲ء بیعت: ۳۱۔جنوری ۱۸۹۱ء وفات: ۱۳۔فروری ۱۹۵۷ء عمر: ۸۵سال

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عزیزوں میں سے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ ہی کے ذریعہ آپ بالکل ابتدائی زمانہ میں حضرت اقدس کے غلاموں میں شامل ہوئے۔آپ کچھ عرصہ جموں میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کے پاس رہے۔پھر لاہور میں اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں مدرس کے طور پر ملازمت کی۔حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی کا بیان ہے۔کہ ۱۸۹۴ء میں جب میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا حضرت مفتی صاحبؓ میرے ریاضی کے استاد تھے۔اور حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد کے ملحق پیپل والی گلی میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔بعد میں آپ اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم ہوگئے۔ پھر وہیں سے ہجرت کر کے جولائی ۱۹۰۰ء میں مستقل طور پر قادیان تشریف لے گئے۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ملازمت کے دوران قریباً ہر اتوار قادیان میں گذارا کرتے تھے اور حضرت اقدس کو انگریزی اخبارات اور کتب کا ترجمہ سنایا کرتے تھے۔انگریزی زبان میں خط وکتابت بھی آپ ہی کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔انگریزوں کو تبلیغ کرنے کا بہت شوق تھا۔

قادیان میں ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بی۔اے کا امتحان پاس کرنے کی اجازت چاہی تا ڈگری ہاتھ آ جائے۔حضور نے فرمایا۔مفتی صاحب! آپ کو ڈگری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔خدا آپ کو بہت ڈگریاں دے گا۔حضرت اقدس کی یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ جب آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تبلیغ کے لئے امریکہ بھیجا تو وہاں مختلف یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے کے نتیجے میں آپ کو اس قدر ڈگریاں ملیں کہ جن سے کئی لائینیں بھر جاتی ہیں۔ڈی۔ڈی (Doctor of Divinity) کی ڈگری خاص طور پر قابل ذکر ہے جو حضرت مفتی صاحب سے پہلے کسی غیر عیسائی کو نہیں دی گئی تھی۔

۲۱۔مارچ ۱۹۰۵ء کو جب اخبار ''البدر'' کے مالک و مدیر بابو محمد افضل صاحبؓ وفات پا گئے۔تو ان کا اخبار حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ نے خرید لیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مفتی صاحبؓ کو ''البدر'' کا ایڈیٹر مقرر فرمایا اور ۳۰۔مارچ ۱۹۰۵ء کو ایک خاص اعلان کے ذریعہ جماعت کو اطلاع دی کہ

''میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار ''البدر'' قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آ گیا ہے۔یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن جوان صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائم مقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اس کو ایک ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔خدا تعالیٰ یہ کام ان کے لئے مبارک کرے۔اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔آمین ثم آمین''[1]

دو پرچوں کے بعد اس اخبار کا نام ''البدر'' کی بجائے ''بدر'' رکھا گیا اور حضرت اقدس کی توقع کے مطابق حضور کی زندگی میں حضرت مفتی صاحب نے اس کام کو خوب نباہا۔حضرت اقدس کی وحی اور ملفوظات لکھنے کا کام جس طرح حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ایڈیٹر الحکم نے کیا بالکل اسی طرح حضرت مفتی صاحبؓ کرتے رہے۔اس عظیم الشان کام کی وجہ سے آپ کا نام انشاء اللہ قیامت تک زندہ

رہے گا اور بعد میں آنے والے مخلص لوگ آپ کی ترقی درجات کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے۔

آپ کافی عرصہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے اور صدر انجمن احمدیہ میں ناظر امور خارجہ کے طور پر بھی قابل قدر کام کیا۔ آپ نے کئی عمدہ اور نفیس کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ آپ کے ''ذکر حبیب'' پر لیکچر اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ کی تقریر اور تحریر بناوٹ اور تصنع سے پاک اور سادگی سے پُر ہوتی تھی۔ انداز بیان ایسا دلکش اور مسحور کن تھا کہ سامعین پر محویت طاری رہتی اور وہ بت بن کر بیٹھے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کشش اور جذب عطا فرمایا تھا۔ انگریزی، اردو دونوں زبانوں پر کافی عبور حاصل تھا۔ فارسی اور عربی، عبرانی زبانوں سے بھی واقف تھے۔

درمیانہ قد، گورا رنگ، لمبی اور خوبصورت گھنی داڑھی، نہایت خوبصورت اور وجیہہ، لباس ہمیشہ صاف ستھرا اور قیمتی زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ طبیعت از حد نفاست پسند، کھانا عمدہ اور بہترین تناول فرمایا کرتے تھے۔ بات کرتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مونہہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ بہت لمبی عمر پائی اور ربوہ دارالہجرت میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ابدی استراحت فرما رہے ہیں۔

فانالله وانا اليه راجعون۔

آپ کے حالات اگر مفصل لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا وہ تفصیل سے لکھے گا۔ ہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا استاد ہونے کا بھی فخر حاصل تھا۔ آپ کی روایات سلسلہ کے لٹریچر میں محفوظ ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۶۵ نمبر پر ہے۔

حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ

ولادت:　　　　بیعت: ۱۸۹۱ء وفات: یکم فروری ۱۹۰۸ء

حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی نے بیان فرمایا کہ

آپ دبلے پتلے گورے رنگ کے تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ قد درمیانہ تھا۔ آپ گمٹی بازار والی مسجد کے امام اور متولی تھے۔ جب حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ وفات پا گئے تو ہم حضرت مولوی غلام حسین صاحب کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کتابوں کے بڑے شوقین تھے۔

قادیان جاتے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی لائبریری میں داخل ہو جاتے اور کتابیں پڑھنا شروع کر دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ان کی خوراک وغیرہ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ جب آپ کوئی کتاب پڑھنے کے لئے اٹھاتے تو پہلے عزرائیل کو مخاطب کر کے کہتے کہ اے عزرائیل! تو بھی خدا کا بندہ ہے اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ میری تم سے درخواست ہے کہ جب تک میں یہ کتاب نہ پڑھ لوں میری جان نہ نکالنا۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی موصوفؓ کے متعلق جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۳۔مئی ۱۹۴۴ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں بیان فرمایا تھا وہ آپ کی تعریف میں کافی ووافی ہے اور سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا:

''ہماری جماعت میں ایک بہت بڑے عالم اور نیک انسان ہوا کرتے تھے۔ مولوی غلام حسین صاحب ان کا نام تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے تو حسرت ہی رہ گئی کہ کوئی دس بجے جمعہ پڑھا کرے۔ مگر کوئی نہیں پڑھتا۔ وہ بعض دفعہ سرکاری دفاتر میں کام کرنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تمہیں دفتری مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے لئے وقت نہیں ملتا تو میرے پاس آ جایا کرو۔ میں تمہیں دس بجے ہی جمعہ پڑھا دیا کروں گا۔

''ان کے اندر بہت ہی علمی شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے حضرت خلیفہ اولؓ اور ایک وہ گویا کتابوں کے کیڑے تھے۔ بلکہ مولوی غلام حسین صاحب کو حضرت خلیفہ اولؓ سے بھی زیادہ کتابوں کا شوق تھا۔ ان کی وفات بھی اسی رنگ میں ہوئی۔ کہ وہ کلکتہ کسی کتاب کے لئے گئے اور وہیں سے بیمار ہو کر واپس آئے اور فوت ہو گئے۔

''ان کا حافظہ اتنا زبردست تھا کہ حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے انہیں ایک دفعہ ایک کتاب دی کہ اسے پڑھیں۔ انہوں نے میرے سامنے جلدی جلدی اس کے ورق الٹنے شروع کر دیئے۔ وہ ایک صفحہ پر نظر ڈالتے اور اسے الٹ دیتے۔ پھر دوسرے پر نظر ڈالتے اور اسے چھوڑ دیتے۔ حضرت خلیفہ اولؓ خود بھی بہت جلدی پڑھتے تھے۔ مگر آپ فرماتے تھے کہ انہوں نے اس قدر جلدی ورق الٹنے شروع کیے کہ مجھے خیال آیا کہ وہ شاید وہ کتاب پڑھ نہیں رہے۔ چنانچہ میں

نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آپ کتاب پڑھیں بھی تو سہی ۔ وہ کہنے لگے ۔ مجھ سے اس کتاب میں سے کوئی بات پوچھ لیجئے ۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے کوئی بات پوچھی تو کہنے لگے ۔ یہ بات اس کتاب کے فلاں صفحہ پر فلاں سطر میں لکھی ہے ۔

''لاہور میں گمٹی بازار والی مسجد پہلے ہماری ہوا کرتی تھی ۔ مگر بعد میں خواجہ کمال الدین صاحب کی غفلت کی وجہ سے غیر احمدیوں کے پاس چلی گئی ۔ اس مسجد میں مولوی غلام حسین صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے مگر بہت ہی غریب تھے ۔ بعض دفعہ اس قسم کی حالت بھی آ جاتی ۔ کہ انہیں کئی کئی وقت کا فاقہ ہو جاتا لیکن وہ اس بات کو کہیں ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے ۔ کہ مجھے سات یا آٹھ وقت کا فاقہ ہو چکا ہے ۔ انہوں نے اپنی انتڑیوں کو کچھ اس قسم کی عادت ڈالی ہوئی تھی کہ اتنے دنوں کے فاقہ کے بعد جب انہیں کھانا ملتا تو سات سات آٹھ آٹھ آدمیوں کا کھانا ایک ہی وقت کھا جاتے ۔

''حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک دن ان کے علم کو دیکھ کر شوق پیدا ہوا کہ میں ان کی کچھ خدمت کروں ۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب ! مجھے بھی اپنی خدمت کا موقع دیں ۔ اور اگر کوئی خواہش ہو تو بیان فرمائیں تا کہ میں آپ کی اس خواہش کو پورا کروں فرماتے تھے میں نے جب یہ بات کہی تو تھوڑی دیر خاموش رہ کر اور کچھ سوچ کر کہنے لگے ۔ جی چاہتا ہے ۔ میرے لئے ایک ایسا مکان بنا دیا جائے جس کی دیواریں کتابوں کی بنی ہوئی ہوں گویا نئی کتابوں کی ایک چاردیواری ہو جس کے اندر مجھے بٹھا دیا جائے پھر کوئی شخص مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ تم نے روٹی بھی کھائی ہے یا نہیں ۔ بس میں کتابیں پڑھتا جاؤں اور اتارتا جاؤں ۔ جب رستہ بن جائے تو باہر نکل جاؤں ۔

''باوجود اس قدر علم کے ان کا طرز بحث مباحثہ کا نہیں تھا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ مقدمات کے سلسلہ میں گورداسپور میں مقیم تھے کہ آپ کی مجلس میں بحث مباحثہ کا ذکر شروع ہو گیا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی غلام حسین صاحب سے پوچھا ۔ مولوی صاحب کیا آپ کو بھی کبھی بحث کرنے کا موقعہ ملا ہے یا نہیں ؟ مولوی صاحب فرمانے لگے جب میں نیا نیا پڑھ کر آیا تو لاہور میں میری خوب شہرت ہوئی ۔ انہیں دنوں

امرت سر کے قریب حنفیوں اور وہابیوں کا مناظرہ تجویز ہو گیا۔ میں اس مناظرہ میں وہابیوں کی طرف سے پیش ہوا۔ حنفی مناظر نے کسی موقعہ پر کہہ دیا کہ فلاں امام نے یوں کہا ہے۔ میں نے اسے کہا امام کیا ہوتا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ یوں فرماتے ہیں تو پھر کسی امام کا کیا حق ہے کہ اس کے خلاف بات کرے۔ بس میرا یہ کہنا تھا کہ سب نے سونٹے اٹھا لئے اور مجھے مارنے کے لئے دوڑے میں نے بھی جوتیاں اٹھائیں اور وہاں سے بھاگ پڑا۔ اور بیس میل تک برابر بھاگتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ شہر میں آ کر دم لیا۔ اس کے بعد میں نے توبہ کی کہ اب کبھی بحث نہیں کروں گا۔ غرض بہت ہی مخلص آدمی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان کی وفات کی نسبت الہام بھی ہوا تھا اور آپ نے ان کا بہت لمبا جنازہ پڑھایا تھا۔

''ان کے اندر علم کا اس قدر شوق تھا کہ میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔ بڑھاپے میں جبکہ ۷۵ سال ان کی عمر تھی۔ وہ کلرکوں کو پکڑتے تھے اور کہتے تھے اگر تمہیں دین کا کچھ شوق ہو تو میں تمہیں پڑھانے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے چہرے پر کچھ تردد کے آثار دیکھتے تو کہتے۔ میں پیسے نہیں لوں گا' مفت پڑھا دوں گا۔ پھر کچھ تردد دیکھتے تو کہتے۔ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں میں خود آپ کے گھر پر پڑھانے کے لئے آ جایا کروں گا۔

''مجھے ایک دفعہ چھ مہینے تک بخار رہا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مشورہ دیا کہ مجھے پہاڑ پر بھجوایا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے شملے بھجوا دیا۔ اس وقت ان کی عمر پچھتر سال کے قریب تھی۔ ایک غیر احمدی کلرک تھا۔ جس کو انہوں نے پڑھانا شروع کیا تھا۔ اس کی شملہ تبدیلی ہوئی تو مولوی صاحب اپنے خرچ پر ہی شملہ چلے گئے۔ تاکہ اس کی پڑھائی میں حرج واقعہ نہ ہو۔ روٹی اپنے پلے سے کھاتے اور اسے مفت پڑھاتے رہتے۔ ان کے اندر اخلاص بھی اس قدر تھا کہ جب ہم سیر کے لئے نکلتے تو وہ ہمارے ساتھ چل پڑتے۔ ایک لمبا سونٹا ان کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔ چونکہ وہ بوڑھے تھے اور پہاڑ کی چڑھائی میں انہیں دقت پیش آتی تھی۔ اس لئے ہم پر یہ سخت گراں گذرتا کہ وہ تکلیف اٹھا کر التزاماً ہمارے ساتھ آتے ہیں۔ ایک دن میں نے خان صاحب منشی برکت علی صاحب اور مولوی عمر دین صاحب شملوی سے کہا کہ یا تو آئندہ گھر میں بیٹھ جاؤں گا اور سیر کے لئے نہیں نکلوں گا یا

پھر کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ مولوی صاحب کو پتہ نہ لگے کہ ہم کس وقت سیر کے لئے چلے جاتے ہیں۔ انہوں نے باتوں باتوں میں مولوی صاحب سے پتہ لگا لیا کہ وہ کس وقت غائب ہوتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن ہم اسی وقت سیر کے لئے چل پڑے۔ ابھی پندرہ بیس منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ ہم نے دیکھا وہ دور سے ایک بڑا سا سونٹا اپنے ہاتھ میں پکڑے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ مجھے بھی آ لینے دو۔ جب ہمارے پاس پہنچے تو میرے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ یہ حضرت صاحب کے لڑکے ہیں اور یہاں سب لوگ دشمن ہیں۔ ان کو اکیلے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ آپ لوگ میرا بھی انتظار کر لیا کریں۔

''غرض بہت ہی مخلص اور نیک انسان تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ رومی ٹوپی والوں سے مصافحہ کرنے سے بہت گھبراتے تھے اور اگر کوئی ان کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر لیتے۔ اور کہتے ''تسیں مصافحہ نہیں کردے تسیں تے باہواں توڑدے او'' یعنی آپ لوگ مصافحہ نہیں کرتے آپ تو ہاتھ توڑتے ہیں۔'' [2]

حضرت میاں محمد شریف صاحب نے بیان کیا کہ

جب آپ آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ان کا علاج کیا کرتے تھے۔ جب بہت ہی کمزور ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب نے ایک دن ان سے عرض کیا کہ مولوی صاحب! اگر آپ وفات پا جائیں تو کیا آپ کا جنازہ قادیان لے جائیں؟ فرمایا۔ کیا حرج ہے؟ چنانچہ جب فوت ہوئے تو ان کا جنازہ قادیان لے جایا گیا۔

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ ریٹائرڈ فورمین فرمایا کرتے تھے کہ

جب ہم ان کا جنازہ قادیان لے کر گئے تو ہم چاہتے تھے کہ انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے مگر معتمدین نے اعتراض کیا کہ ان کی وصیت کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ان کے اس اعتراض کا علم ہوا تو حضور نے فرمایا کہ ان کی وصیت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو مجسم وصیت ہیں۔ یہ ہوئے خلیفہ ہدایت اللہ لاہوری ہوئے۔ ایسے لوگوں کی وصیت کی کیا ضرورت ہے؟

مولوی صاحب حد درجہ کے متقی تھے۔ حضور کے عاشق تھے اور دینی کاموں پر ہر وقت کمر بستہ

رہتے تھے۔اور خلیفہ ہدایت اللہ صاحب کے متعلق مجھے افسوس ہے کہ ان کے ورثاء نے ان کو یہاں دفن کر دیا ہے۔ان کے لئے صندوق نہیں بنوایا گیا تھا ورنہ میں اپنے خرچ پر ان کی نعش کو قادیان لے جاتا۔ ایک تیسرے شخص کا نام بھی حضور نے لیا تھا مگر مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔

رجسٹرڈ روایات صحابہ حصہ چہارم لکھا ہے کہ

''مولوی غلام حسین صاحب لاہوری کا جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھایا اور جنازہ کو کندھا دیا۔حضرت مسیح موعودؑ مسجد مبارک میں تشریف رکھتے تھے کہ انبیاء کے متبعین کا ذکر چل پڑا۔حضور نے فرمایا کہ عام طور پر انبیاء کے ماننے والے ان سے کم عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔ بڑے بوڑھے بہت کم مانتے ہیں مگر مولوی غلام حسین صاحب لاہوری اور بابا ہدایت اللہ شاعر لاہوری یہ دونوں ایسے ہیں جو بڑے اور بوڑھے ہوکر ایمان لائے ہیں'' (صفحہ ۴۲)

۳۱۳۔اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۱۳۳ نمبر پر ہے۔

محترم مرزا خدا بخش صاحب

ولادت: ۱۸۵۹ء بیعت: ابتدائی ایام میں وفات: ۶۔اپریل ۱۹۳۷ء

مرزا خدا بخش صاحب دراصل جھنگ کے رہنے والے تھے۔ چند سال چیف کورٹ پنجاب میں مترجم کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بہت ابتدائی زمانہ میں بیعت کی۔حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے اتالیق بھی رہے اور ایک مشہور کتاب ''عسل مصفّٰی'' کے نام سے تصنیف کی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔

۳۱۳۔اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۴۲ نمبر پر درج ہے۔رجسٹر بیعت میں آپ کا نام ۶۴ نمبر پر ہے۔

جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس لاہور

ولادت: بیعت: ۲۹۔مئی ۱۸۹۱ء وفات: ۱۰۔مارچ ۱۹۲۴ء

آپ بالکل ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔چنانچہ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جو سفر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

دہلی کا اختیار فرمایا اس میں آپ ساتھ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۵۳۷ میں ان کے متعلق لکھا ہے:

''حبی فی اللہ شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی .... جوان صالح یکرنگ آدمی ہے۔ ان میں فطرتی طور پر مادہ اطاعت اور اخلاص اور حسن ظن اس قدر ہے جس کی برکت سے وہ بہت ہی ترقیات اس راہ میں کر سکتے ہیں۔ ان کے مزاج میں غربت اور ادب بھی از حد ہے اور ان کے بشرہ سے علامات سعادت ظاہر ہیں۔ حتی الوسع وہ خدمات میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کشاکش مکروہات سے انہیں بچا کر اپنی محبت کی حلاوت سے حصہ وافر بخشے۔ آمین۔ ثم آمین''

شیخ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ چونکہ کپڑے کے بڑے تاجر تھے اس لئے عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گرم کپڑے تیار کر کے بڑے اخلاص سے پیش کیا کرتے تھے۔ افسوس کہ یہ بھی حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب کی پارٹی میں شامل ہو گئے مگر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ حضور کا نام بھی عزت و احترام کے ساتھ ہی لیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۰۔ مارچ ۱۹۲۴ء کو ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو چولہ باوا نانک صاحب کی تحقیقات کے لئے جو سفر اختیار فرمایا تھا اس میں علاوہ اور احباب کے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی ساتھ تھے۔[۳]

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۲۷ نمبر پر ہے۔

ان کے بھائی شیخ عبدالرحمٰن صاحب اور بھتیجے شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر بھی صحابی تھے۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ شیخ عبدالرزاق صاحب ۱۹۳۴ء میں لائلپور پریکٹس کرتے تھے اور لاہوری فریق کیساتھ شامل تھے۔ لیکن جب حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مسجد احمدیہ لائل پور کا افتتاح کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے حضور کی بیعت کر لی۔ اور پھر اس قدر اپنے اندر تبدیلی پیدا کی کہ فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں جا کر پڑھنے لگے اور ظہر و عصر کچہری کے احاطہ میں پڑھتے تھے۔ نوجوان بچیاں جو انگریزی لباس میں پھرا کرتی تھیں ان کو برقعے تیار کروا دیئے اور انہیں باقاعدہ جمعہ کی نماز میں ساتھ لایا کرتے تھے۔ **اللھم اغفرہ وارحمہ**

حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہوریؓ

ولادت: اندازاً ۱۸۶۳ء بیعت: ۲۷۔دسمبر ۱۸۹۱ء وفات: ۱۹۴۴ء (۲۱ رمضان المبارک)

آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اپریل ۱۸۸۱ء میں خاکسار نے راولپنڈی مشن سکول سے مڈل پاس کیا۔ فضل ربانی نے میری تائید کی۔ انٹرنس کلاس میں داخل ہونے کے اسباب مہیا کر دیئے۔ فقط ایک وظیفہ مبلغ چار روپے کا انٹرنس کلاس کے لئے منظور شدہ تھا۔ اور اگر چہ میرا نمبر نتیجہ کے لحاظ سے تیسرا تھا لیکن وہ وظیفہ مجھے ہی دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جو طالب علم اوّل نمبر پر تھا۔ اس نے وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور دوسرا ایک سال پہلے فیل ہو چکا تھا۔ لاجرم اس وظیفہ کے پانے کا میں ہی مستحق گردانا گیا۔ اور والد صاحب مرحوم کی ذمہ داری پر یہ وظیفہ مجھے دیا گیا۔ شرط یہ ٹھہرائی گئی کہ نہ تو آپ کے لڑکے کو اس مدرسہ کو چھوڑ کر کسی اور مدرسہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے اور نہ ہی تعلیم کو ادھورا چھوڑنا ہوگا۔ بصورت وعدہ شکنی تمام روپیہ واپس کرنا پڑے گا۔ والد صاحب مرحوم نے اس پر اپنی رضا مندی ظاہر کی اور ایک اقرار نامہ پر ان سے دستخط لئے گئے۔

''سکول کا ہیڈ ماسٹر ایک بنگالی مگر سخت متعصب عیسائی جو دین عیسوی کا فدائی اور جانثار تھا' بڑے ذوق سے بائیبل پڑھاتا۔ کبھی کبھی اسلام پر اعتراض بھی کرتا۔ لیکن وہ اسی رنگ میں ہوا کرتے جو اکثر پادری بغیر سمجھ کے قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں۔ اگر چہ میں اس کوچے سے بالکل نابلد تھا لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی غیرت بھی آجاتی اور بے خوف وخطر اس کا مقابلہ کرتا۔ اور اس بات کا کبھی خیال بھی نہ آتا کہ ایک طالب علم وظیفہ خوار کے لئے اس کا انجام کیا ہوگا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بھی متانت سے سنتے اور برداشت کرتے لیکن دل میں کینہ رکھتے۔ کوئی رنجش ان کے چہرہ سے عیاں نہ ہوتی۔ ان سب باتوں کا نتیجہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد اس رنگ میں انہوں نے ظاہر کیا کہ میں کالج میں تعلیم پانے سے روکا گیا۔ راولپنڈی میونسپل کمیٹی نے ایک وظیفہ مبلغ کا اس لڑکے کے

لئے منظور کیا ہوا تھا جو اپنے سکول میں اوّل رہے لیکن ہیڈ ماسٹر کی سفارش اس کے لئے ضروری تھی جس سے انہوں نے بالکل انکار کیا۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں کالج میں داخل نہ ہو سکا۔

''انہیں ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا جو ۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۱ء کو پورا ہوا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک پیر مرد نورانی صورت میرے سامنے آیا۔ اس کا حلیہ تمام وکمال میرے دل پر نقش ہونے کے بعد وہ غائب ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا۔

''۱۳۔ جون ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے پنڈت لیکھرام پشاوری نے ایک اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اشتہار کی مخالفت میں شائع کیا۔ جس میں آنجناب نے ایک بشیر لڑکے کی پیدائش کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اس اشتہار میں پنڈت صاحب نے اپنی فطرت کے مطابق دشنام دہی اور سب وشتم سے کام لیا۔ اتفاقاً وہ اشتہار میری نظر سے بھی گذرا۔ میں نے استفسار کے طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں ایک کارڈ لکھا۔ لیکن بباعث عدم علم ایسے طرز سے لکھا گیا کہ حضور نے مجھے معاندین میں سے تصور کیا۔ **الاعمال بالنیات**۔ خیر یہ گذری کہ حضرت صاحب نے چند مخلص دوستوں سے بذریعہ خط وکتابت خاکسار کے متعلق دریافت فرمایا جنہوں نے ازراہ کرم حضور کی تسلی کی اور لکھا کہ یہ شخص ہمیشہ سے آپ کا مداح رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کے عنوان میں یہ شعر درج تھا کہ

ہم نے الفت میں تیری بار اٹھایا کیا کیا　　تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

''اس اشتہار کے پڑھنے اور براہین احمدیہ کے بار بار کے مطالعہ سے میرے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں کیونکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار فیض آثار گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس نیت سے اکتوبر ۱۸۸۶ء کو میں پہلی دفعہ حاضر خدمت ہوا اور مغرب کی نماز میں نے مسجد مبارک میں حضرت اقدس کی اقتداء میں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ وہیں بیٹھ گئے اور بطور نصیحت مختصر الفاظ میں تقریر فرمائی۔[۴]

''اپریل ۱۸۸۹ء سے اپریل ۱۸۹۲ء تک خاکسار انجمن حمایت اسلام کا مہتمم کتب خانہ رہا اور حضور کا ایک مضمون ''ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب'' میرے ہی اہتمام سے چھاپا

گیا۔ ایک دن حسب معمول میں انجمن کے کتب خانہ میں گیا۔ ان دنوں رسالہ فتح اسلام چھپ چکا تھا اس کی ایک کاپی انجمن کے دفتر میں بھی پہنچی ۔ بہت سے مولوی صاحبان جن میں اکثر اہلحدیث تھے اس کو پڑھتے اور نہایت تعجب سے کہتے کہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے اس کو کوئی بھی نہیں مانے گا۔ مگر یہ رسالہ لا جواب ہے۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد رسالہ توضیح مرام بھی میری نظر سے گذرا۔ ان دونوں رسالوں کے شائع ہونے کے بعد ہندوستان میں ایک سخت طوفان بے تمیزی برپا ہوا۔ اور ہر طرف سے مولوی صاحبان نے کفر کے فتوے تیار کئے ۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان میں ایک جلسہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ مجھے بھی ایک کارڈ پہنچا لیکن بعض ضروری خانگی امورات کی وجہ سے میں نے حاضر خدمت ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن اسی ہفتہ میں پھر دوبارہ کارڈ پہنچا۔ جس کے الفاظ تھے ۔

دسمبر کی تعطیلات پر آپ ضرور قادیان تشریف لاویں اور خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اپنے جذب خاص سے اپنی طرف کھینچ لے ۔

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس خط کو پڑھا اور مجھ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ میں نے تمام خانگی امورات کو جن کی بنا پر قادیان آنے سے معذرت کی تھی ۔ خیر باد کہی اور مصمم ارادہ کیا کہ قادیان جانا ضروری ہے۔

''الغرض ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کے جلسے پر جس میں حاضرین کی تعداد اسی کے قریب تھی میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور دن کے دس بجے کے قریب چائے پینے کے بعد ارشاد ہوا کہ سب دوست بڑی مسجد میں جو اب مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے' تشریف لے جائیں ۔ حسب الحکم سب کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا۔ زہے قسمت کے میرے لئے قسام ازل نے اس برگزیدہ بندہ کی جماعت میں داخل ہونے کے لئے یہی دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت مسجد اتنی وسیع نہ تھی جیسی آج نظر آتی ہے۔ سب کے بعد حضرت صاحب خود تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب ''فیصلہ آسمانی'' سنانے کیلئے مقرر ہوئے۔ لیکن میرے لئے ایک حیرت کا مقام تھا کیونکہ جب میں نے حضرت اقدس کے روئے مبارک اور لباس کی طرف دیکھا تو وہی حلیہ تھا اور وہی لباس زیب تن تھا جس کو ایام طالب علمی میں میں نے دیکھا تھا۔

''حاضرین تو بڑی توجہ سے آسمانی فیصلہ سننے میں مشغول رہے اور میں اپنے دل کے خیالات میں مستغرق تھا اور فیصلہ کر رہا تھا کہ یہ وہی نورانی صورت ہے جس کو طالب علمی کے زمانہ میں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اور ہر ایک حضرت صاحب سے مصافحہ کرتا اور رخصت ہوتا۔ میں نے عمداً سب سے پیچھے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے کیونکہ میں نے ایک شخص کی آگے بیعت کی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا:

آپ کی بیعت نورٌ علیٰ نور ہوگی بشرطیکہ وہ شخص نیک ہے ورنہ وہ بیعت فسخ ہو جائے گی اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔

''ایک دفعہ میں نے ۱۸۔ اگست ۸۶ء کا ایک واقعہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ ایک لمبا قصہ ہے جو مجھے اپنی ملازمت میں پیش آیا۔ یعنی کچھ ایسی تکالیف پیش آئیں جن سے میں استعفاء دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس غم میں مَیں نے اپنے اہل وعیال کو موضع سید کراں تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی میں بھیج دیا۔

''میاں کریم بخش صاحب کی مسجد میں جو لاہور واٹر ورکس کے متصل ایک خوبصورت اور وسیع مسجد ہے بعد نماز عشاء اسی فکر میں غرق تھا کہ یکا یک میرے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوئی اور ایک غیبی آواز سنائی دی جو یہ تھی۔

صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی تکلیف ہو تو وہ کوئی وظیفہ پڑھا کرتا ہے۔ تم بھی کوئی وظیفہ پڑھو۔ میں کیا وظیفہ پڑھوں۔ تم بعد نماز عشاء دس نفل پڑھو اور تین سو دفعہ درود شریف پڑھو۔

''اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی توفیق دی کہ اس وقت سے میں نے دس نفل اور تین سو درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور کچھ مدت اس پر عمل کرنے کے بعد میری تمام ملازمت کی تکالیف جاتی رہیں۔ یہ واقعہ جب میں نے حضرت مسیح موعود کے حضور عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کے ساتھ تین سو مرتبہ استغفار کا اضافہ کر لو۔''

☆☆☆

ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا۔ اور خلوت میں ملنے کا موقعہ ملا۔ ایک ضرورت درپیش تھی۔ میں نے عرض کیا

کہ حضور مجھے میاں چراغ الدین صاحب کے نام سفارش لکھ دیں کہ میری اس کام میں مدد کریں۔ آپ نے فرمایا:

''جب خدا ہے تو سفارش کی کیا ضرورت ہے''

خدا تعالیٰ کی قدرت وہ میرا کام بغیر سفارش کے ہو گیا۔''[۵]

☆☆☆

ایک مرتبہ صوفی صاحب پر سخت تنگی کا زمانہ آیا کہ آپ ایک ہزار روپے کے مقروض ہو گئے۔ بیوی کا زیور بھی بِک گیا۔ آپ کے والد صاحب بھی شکایت کرنے لگے کہ یہ میری خدمت نہیں کرتا۔ سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کیلئے بھی دل چاہتا تھا۔ نیز آپ کے ایک دوست کے خاندان کی جوان لڑکی کا خاوند چار سال سے مفقود الخبر تھا۔ یہ تمام امور پیش کر کے آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کی درخواست کی حضور نے فرمایا:

''آپ نے کبھی اپنی تکالیف کا ذکر نہیں کیا۔ یاد دلاتے رہا کرو۔''

جس وقت حضور نے یہ الفاظ کہے اس وقت آپ کی تنخواہ پندرہ روپے تھی۔ اس کے چھ ماہ کے اندر اندر حضور کی دعا سے آپ کو افریقہ میں ۱۲۰ روپے کی ملازمت مل گئی۔ ساتھ ہی ۴۵ روپے کوارٹر الاؤنس بھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا قرضہ بھی اتر گیا اور ڈیڑھ ہزار روپیہ بچت بھی ہو گئی۔ اس مفقود الخبر آدمی کی خبر بھی مل گئی۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک**۔[۶]

تین سال افریقہ میں رہنے کے بعد جب آپ واپس ہندوستان میں پہنچے تو چند دن دفتر ریویو آف ریلیجنز میں بطور کلرک بھی کام کیا۔ مگر ایک شخص بابو ابناش صاحب کی وساطت سے آپ کو دوبارہ کالکا شملہ ریلوے میں ملازمت مل گئی۔ اس ملازمت کیلئے قادیان سے روانہ ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ مجھے جب کارڈ پہنچا تو میں نے ظہر کی نماز کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا:

''اسی وقت چلے جاؤ''

آپ نے عرض کی کہ حضور وقت بہت تھوڑا ہے۔ حضور نے فرمایا:

''جب ہم جوان تھے تو تیز تیز چلا کرتے تھے''

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خوف کے لہجہ میں عرض کیا کہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ حضور نے

دوبارہ فرمایا:

''جب ہم جوان تھے تو بہت تیز چلا کرتے تھے''

فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت چل پڑا۔لیکن جب نہر سے پار ہوا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا زمین پاؤں کے نیچے سے سمٹ رہی ہے۔ میں ایسے وقت میں بٹالہ پہنچا جب کہ گاڑی سٹیشن پر پہنچ چکی تھی۔بغیر گنتی کے میں نے پیسے ٹکٹ بابو کے آگے رکھ دیئے۔اس نے گن کر کہا کہ ٹھیک ہیں۔جب میں ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم کی طرف چلا تو خود بخود گیٹ کیپر نے دروازہ کھول دیا۔اور ایک معمر آدمی نے گاڑی کی کھڑکی کھول دی جب میں گاڑی میں بیٹھ گیا تو دریافت کیا کہ گاڑی کے اتنی دیر سے پہنچنے کا کیا سبب ہے؟ اس پر اس پیر مرد نے کہا کہ ظاہر میں تو کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔لیکن اس سے پہلے سٹیشن پر گاڑی ۴۵ منٹ ٹھہری رہی۔صوفی صاحب فرماتے ہیں:

غرض بیٹھتے ہی گاڑی چل پڑی اور جب میں لاہوراسٹیشن پر پہنچا تو مجھے الہام ہوا

ان اللّٰہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین

شام کو میں بابو ابناش چندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور انہوں نے مجھے ایک چٹھی پنڈت گوپی ناتھ پانڈیہ کے نام لکھ دی اور میں کالکا ریلوے اسٹیشن پر ملازم ہو گیا۔ یہ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کی استجابت دعا کا ایک معجزہ ہے۔ؔ

اولاد: تاج دین صاحب مرحومؓ۔ مہتاب بیگم مرحومہؓ۔ عبدالعزیز صاحب۔محمودہ بیگم جان۔ عبدالحمید مرحومؓ۔فاطمہ بیگم۔عبدالسلام۔حمیدہ بیگم۔محمد شریف۔آمنہ بیگم مرحومہؓ۔عبدالقدیر۔سکینہ بیگم۔

خاندان حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے مختصر حالات

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی تبلیغ سے اس خاندان میں سب سے پہلے حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور ان کے بعد چند سال کے اندر اندر سارا خاندان سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گیا۔ چونکہ شہر لاہور کے اصل باشندوں میں سے یہی ایک بڑا خاندان ہے جس نے سب سے پہلے احمدیت قبول کی۔اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا شجرہ نسب اور مختصر سے حالات درج کئے جائیں۔

میاں قادر بخش صاحب کے بڑے فرزند میاں الٰہی بخش صاحب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں محکمہ عمارات کے وزیر اعلیٰ تھے اور بڑے بارسوخ تھے۔ انگریزوں کی آمد پر انہوں نے میاں محمد سلطان صاحب کو لاہور چھاؤنی کا ٹھیکہ لے کر دیا۔ اسی طرح جب لاہور سے ملتان تک ریلوے لائن بنی تو اس کا ٹھیکہ بھی انہوں نے میاں محمد سلطان صاحب کو دلایا۔ میاں محمد سلطان صاحب ان ٹھیکوں کی وجہ سے بڑے امیر کبیر بن گئے۔

مشہور ہے کہ لاہور ریلوے اسٹیشن اور ضلع کچہری کی عمارت بھی میاں محمد سلطان صاحب نے ہی بنوائی تھی۔ لاہور ریلوے اسٹیشن کی تیاری کے بعد انگریز انجنیئروں نے کہا کہ یہ عمارت ہمارے منشاء کے مطابق تیار نہیں ہوئی☆۔ اس پر میاں محمد سلطان صاحب نے کہا کہ میں ایک پیسہ بھی نہیں لیتا اور مفت میں یہ عمارت آپ کی نذر کرتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی لاکھ روپیہ کے مقروض ہو گئے اور چونکہ ٹھیکے لینے کی وجہ سے مہاراجہ جموں وکشمیر کے ہاں بھی انہیں بڑا رسوخ حاصل تھا۔ اس لئے انہوں نے مہاراجہ صاحب کے پاس اپنے حالات بیان کئے اور اپنی جائیداد ان کے پاس رہن رکھ کر تین چار لاکھ روپیہ حاصل کیا۔ مگر خدا کی قدرت! کہ اس واقعہ کے جلد ہی بعد اس خاندان کے تینوں سرکردہ افراد یعنی میاں الٰہی بخش صاحب خود، میاں محمد سلطان صاحب اور میاں عبدالرحمٰن صاحب وفات پا گئے۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب کا ایک لڑکا میاں سراج دین نام تھا وہ بھی فوت ہو گیا۔ اب ورثاء میں سے کوئی شخص اس قابل نہ تھا کہ ان کی جائیداد، زرو جواہرات اور روپیہ اور مال مویشی پر قبضہ کر سکتا نتیجہ یہ نکلا کہ خاص خدام نے ہر چیز پر قبضہ کر لیا اور جائز وارث بے چارے منہ تکتے رہ گئے۔

حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی کا بیان ہے کہ رہن کی معیاد ختم ہونے سے کچھ عرصہ قبل مہاراجہ جموں وکشمیر نے ہمارے بزرگوں کو جموں بلایا اور کہا کہ روپیہ لاؤ اور اپنی جائیداد واپس لے لو۔ مگر روپیہ کہاں سے لاتے؟ قریب تھا کہ بالکل خالی ہاتھ لوٹتے مگر ان دنوں حضرت حاجی

☆ محترم ڈاکٹر عبید اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ لاہور ریلوے اسٹیشن کی عمارت قریباً تیار ہو چکی تھی کہ ریلوے کے انگریز انجنیئر نے میاں سلطان سے فٹن طلب کی۔ مگر میاں صاحب نے جواب دیا کہ آج جمعہ ہے میں نے شاہی مسجد میں جمعہ پڑھنے کیلئے جانا ہے اس لئے فٹن فارغ نہیں۔ اس پر وہ انگریز انجنیئر ناراض ہو گیا اور اس نے عمارت کے زیادہ حصہ کو غیر تسلی بخش قرار دے دیا۔

الحرمین مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بھی جموں میں شاہی طبیب تھے۔ ان کی مدد سے پچاس ہزار روپیہ مالیت کی جائیداد تو انہیں واپس مل گئی البتہ باقی جائیداد کے متعلق انہوں نے بیع نامہ لکھ کر دے دیا اس کے بعد ہمارے چچا حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ نے میاں محمد سلطان صاحب کی بیوہ گلاب بی بی کے مرنے کے بعد اس کے حصہ کے حصول کیلئے عدالت عالیہ میں دعویٰ دائر کر دیا اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے بھرپور کوشش کی مگر افسوس کہ یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہوسکی بلکہ الٹا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو روپیہ اس جائیداد کے حصول کیلئے قرض لے کر مقدمہ میں خرچ کیا گیا تھا اس کے بدلہ میں بھی ایک حصہ جائیداد کا فروخت کرنا پڑا۔

حضرت میاں صاحب موصوف نے ایک لطیفہ بھی سنایا کہ لاہور میں ایک سرائے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میاں محمد سلطان صاحب نے اپنے خرچ پر یہ سرائے تعمیر کروا دی جو سلطان کی سرائے کے نام سے مشہور ہے۔ اس سرائے کی تکمیل پر تمام بڑے بڑے انگریز افسروں نے ان کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں ان کو ''نواب'' کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر حکام بالا کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے میرا اعزاز کیا مگر ساتھ ہی کہا کہ خدا نے مجھے ''سلطان'' بنایا ہے اس لئے میں ''نواب'' نہیں بننا چاہتا۔ مجھے اس سے معاف فرمایا جائے۔

محترم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی ابن حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کا بیان ہے کہ جو جائیداد مہاراجہ صاحب سے تصفیہ کے بعد ہمیں حاصل ہوئی تھی۔ وہ حسب ذیل تھی۔

دہلی دروازہ کے باہر چالیس کنال زمین، بھمہ کی زمین اور باغ جو بارہ مربعے تھے۔ چھانگا مانگا میں ۴۸ مربعے زمین تھی۔ ریلوے اسٹیشن لاہور کے قریب دیوان خانہ جو اب برگنزا ہوٹل کے نام سے مشہور ہے۔ ریلوے ٹیکنیکل سکول والی زمین۔ اندرون یکی دروازہ دو احاطے۔ لنگے منڈی میں دو مکان۔ بھاٹی دروازہ کے اندر تین مکان اور باہر انگریزوں کے قبرستان کے پاس کچھ زمین۔ لوہاری دروازہ کے اندر چند مکان۔ چوہٹہ مفتی باقر میں ایک کٹری وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۰ء میں یہ جائیداد ہمارے بزرگوں کو ملی مگر ۱۹۲۰ء میں جب ہمارے بزرگ دادا جان یعنی حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سوائے ایک احاطہ اور ایک مکان کے جو مبارک منزل کے نام سے مشہور ہے باقی تمام جائیداد ہمارے ہاتھوں سے

نکل چکی تھی۔ فانااللّٰہ و انا الیہ راجعون۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس خاندان کے نوجوانوں میں بیداری پیدا ہو چکی ہے اور مالی لحاظ سے ان کا قدم ترقی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ خدا کرے کہ یہ پھر اپنے بزرگوں کی پہلی سی عظمت و جاہ کو دوبارہ حاصل کر لیں۔ آمین اللھم آمین۔

حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ

ولادت: اندازاً ۱۸۷۵ء۔ ۱۸۹۲ء۔ ۱۸۹۱ء بکرمی **بیعت:** حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل سے آٹھ دن پہلے کی تھی۔

وفات: ۲۸۔ جولائی ۱۹۴۰ء عمر: ۶۵ سال

آپ لاہور کی فیملی کے سب سے پہلے احمدی تھے۔ بیعت حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل سے آٹھ دن پہلے کی تھی۔ آپ کو تحریر کا خوب ملکہ حاصل تھا اور ایک قابل انشاء پرداز تھے۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص جب دوسری مرتبہ طبع ہوئی تو آپ نے اس کا دیباچہ لکھا جس میں حضرت اقدس کے خاندانی حالات درج فرمائے۔ بعض کتابوں کے آپ نے تراجم بھی شائع کروائے تھے۔ اخبار ''بدر'' کے مالک تھے۔ لاہور کے سرکردہ اور اوّلین احمدیوں میں سے تھے۔ حضرت اقدس کی تائید میں ٹریکٹ وغیرہ لکھ کر شائع کرواتے رہتے تھے۔ آپ کی چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ جب حضور ایڈیٹر ناظم الہند کے خلاف مقدمہ میں شہادت دینے کی غرض سے ملتان تشریف لے گئے تو ملتان میں حضور کے استقبال کا بڑا انتظام کیا گیا تھا۔ مولوی بدرالدین صاحب پرائمری اسلامیہ سکول کے ہیڈ ماسٹر بڑے بارسوخ آدمی تھے۔ انہوں نے تمام سکول کے لڑکوں کو سڑک پر دورویہ یکرنگ پگڑیاں بندھائے ہوئے اور ہاتھوں میں جھنڈیاں دیئے ہوئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ جب حضور ان کے درمیان سے گذر رہے تھے تو وہ دعائیہ کلمات پڑھتے السلام علیکم کہتے اور نظمیں پڑھتے تھے۔ واپسی پر حضور شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے تھے۔ شیخ صاحب ان دنوں اپنے بھائی کے ساتھ دکان میں شریک کار تھے اور دکان کا نام بمبئے ہاؤس تھا جو موجودہ مارکیٹ کے سامنے ایک عمارت میں تھی۔ حضرت صاحب نے اوپر کی منزل میں تقریر بھی فرمائی تھی۔ ان دنوں مومی تصویروں کا ایک تماشا

آیا ہوا تھا جو اس مکان کے سامنے تھا۔ اس میں کئی قسم کی مومی تصویریں تھیں۔ انسانی اعضاء کے بھی مومی مجسمے تھے جیسے انسان کا دل، ہڈیاں، دماغ وغیرہ وغیرہ سارے اعضا انسان کے دیئے ہوئے تھے۔ ان تصویروں کو بھی حضرت صاحب نے دیکھا اور فرمایا تھا کہ علمی رنگ میں اس قسم کی تصویروں سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

۲۔ حضور کو لاہور اسٹیشن پر کچھ دیر انتظار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت ام المومنین بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت صاحب حضرت ام المومنین کو ساتھ لے کر اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسٹیشن پر آزادی سے ٹہل رہے تھے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو کہا کہ آپ جا کر کہیں کہ اسٹیشن پر بہت سے لوگ ہیں وہ کیا کہیں گے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو اتنی جرأت نہیں۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب خود گئے۔ حضور نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ آخر لوگ کیا کہیں گے یہی نا کہ مرزا اپنی بیوی کے ساتھ پھر رہا ہے۔

نوٹ: چونکہ اس واقعہ کے مقام میں اختلاف ہے اس لئے خاکسار مؤلف کے سوال کرنے پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہ واقعہ لاہور اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ا پر اور مشرقی پُل کے قریب کا ہے۔

۳۔ آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ

۱۸۹۲ء میں جب حضور لاہور میں تشریف لائے ''آسمانی فیصلہ'' سنانے کیلئے تو سید مٹھا بازار میں محبوب رایوں کا مکان ستائیس روپے ماہوار کرایہ پر لیا گیا تھا۔ ''آسمانی فیصلہ'' حاجی شمس الدین صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا۔

انہیں ایام کا واقعہ ہے کہ حضور حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ کر واپس مکان کی طرف جا رہے تھے کہ پیغمبر اسنگھ کے بھائی اللہ دتا نام نے جو مدعی مہدویت تھا اور سنگترے بیچا کرتا تھا۔ حضرت کو بے خبری میں پیچھے سے پکڑ کر گرانے کی کوشش کی تھی جس سے حضور کی پگڑی گر گئی تھی۔ ہم لوگ کوئی دس گز کے فاصلے پر پیچھے تھے۔ ہم اسے پکڑنا چاہتے تھے مگر حضور نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ بیچارہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔

۴۔ ایک شخص جس کا نام سائیں سراج الدین تھا، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ والوں کا مرید تھا اور

شیخ نورالدین نانبائی کے مکان پر رہا کرتا تھا۔ایک روز وہ حضرت صاحب کی ملاقات کرنے کے بہانے سے آیا اور سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ جب موقعہ پایا تو اجازت چاہی کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔حضور نے اجازت دی۔ اس نے اس قدر گالیاں دیں کہ گالیوں کی لغات میں کوئی لفظ اس نے باقی نہ چھوڑا۔ جب ذرا ٹھہر جاتا تو حضور فرماتے کہ سائیں صاحب! کچھ اور۔ وہ پھر بھڑک اٹھتا اور پھر گالیاں شروع کر دیتا۔حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ داڑھی پر ہاتھ رکھے اس کی گالیاں سنتے رہے۔ہمیں جوش پیدا ہوا مگر حضور نے ہمیں منع فرما دیا۔

اس مکان میں حضور کی ملاقات کے لئے ہندو عورتیں اور مرد بھی آتے تھے مگر عام طور پر نہایت مؤدب رہتے تھے۔آریہ اور دہریہ بھی سوالات کرنے آتے تھے جن کے حضور جوابات دیا کرتے تھے اور وہ آرام سے چلے جاتے تھے۔مگر جاہل مسلمانوں نے عام طور پر بازاری لڑکوں کو انگیخت کر کے گالیاں دلوانے کی خوب خدمت سرانجام دی۔

۵۔ ۱۸۹۲ء کے بعد ایک مرتبہ حضور پھر تشریف لائے☆ اور میراں بخش کی کوٹھی میں قیام فرمایا۔ ان ایام میں حضرت صاحب نے ایک اشتہار بھی شائع فرمایا تھا کہ میں کل عصر کی نماز کے بعد چونہ منڈی میں میراں بخش کی کوٹھی میں اپنے عقائد بیان کروں گا۔حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھی چند دنوں کی رخصت حاصل کر کے جموں سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریر فرمائی اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے۔ حاضری قریباً دس ہزار تھی۔کوٹھی کے صحن اور آس پاس کے مکانوں کی چھتوں پر اور کوچوں میں باہم اس طرح پیوستگی کے عالم میں لوگ کھڑے تھے کہ ہل جل بھی نہیں سکتے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب تھک گئے تو اندر کمرے میں تشریف لے گئے۔ہم نے آپ کو دبانا شروع کیا۔حضور کے جانے کے معاً بعد حضرت مولوی صاحب کھڑے ہو گئے' میز کے اوپر بدوی طرز میں۔اور سب سے پہلے کلمہ شہادت بلند آواز سے اور ایک جذبہ کے ساتھ پڑھا۔اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گردنواح کی اینٹوں میں سے بھی کلمہ کی آواز گونج رہی ہے۔آپ

☆ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کا بیان ہے کہ ۱۸۹۲ء میں حضور نے پہلے منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی میں قیام فرمایا اور پھر چند دن بعد محبوب رایوں والے مکان میں منتقل ہو گئے۔ دیکھے ''حیات طیبہ'' ایڈیشن اوّل صفحہ ۱۳۹ اصل حقیقت کا علم اللہ کو ہے۔مؤلف

کے لیکچر کا حاضرین پر یہ اثر تھا کہ رونے چیخنے اور چلانے کی چاروں طرف سے آوازیں نکل رہی تھیں۔ تقریر کے بعد چند ہندو معززین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارکباد دے کر کہا کہ اگر آپ وہی کلمہ پھر پڑھتے تو ہم پورے مسلمان ہو جاتے لیکن آدھے مسلمان تو ہو گئے ہیں۔ ان دنوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے زور سے مخالفت کر رہے تھے ایک اور شخص جو گدڑ کے نام سے مشہور تھا مگر دراصل اس کا نام محمد یاسین ولد حافظ محمود تھا اور کسی عدالت میں مختار تھا اور موچی دروازہ کا رہنے والا تھا۔ عموماً حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر لچر اعتراض کیا کرتا تھا۔

۶۔ ''ذکر حبیب'' کی ایک تقریر میں جو آپ نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں فرمائی۔ ایک خاکروبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

موچی دروازہ کے ایک شخص محمد سلطان کے ذریعہ وہ شاہی مسجد میں جا کر مسلمان ہو گئی۔ اس کے رشتہ داروں نے بہتیری مزاحمت کی مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئی۔ بعد ازاں اسے حضرت مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی کے پاس پہنچایا گیا۔ انہوں نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ حضرت مفتی صادق صاحب ان ایام میں یہاں ہی تھے۔ میں نے اس عورت کو نئے کپڑے بنوا دیئے اور قادیان بھجوانے کے لئے حضرت مفتی صاحب کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ قادیان بھجوائی گئی تو قادیان کی عورتیں اس سے نفرت کرتی تھیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ حضور کا ایسا کرنے سے مقصد یہ تھا کہ تا وہ لوگ جو ہندووانہ اثر کے ماتحت ادنیٰ اقوام کے افراد سے ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی نفرت کرتے ہیں انہیں سبق حاصل ہو اور وہ نفرت نہ کریں۔

۷۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے ایک دفعہ مکرم میاں معراج دین صاحب عمر نے کسی بات کے دریافت کرنے کے واسطے ایک چھوٹا سا دو سطر کا رقعہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لکھا۔ حضرت نے چند لفظوں میں اس کا جواب دے دیا۔ مگر پہلے السلام علیکم ورحمۃ اللہ لکھا۔ اور پھر لکھا کہ ہر رقعہ پر مضمون سے قبل السلام علیکم لکھا کریں۔ میاں صاحب کے رقعہ پر السلام علیکم نہ تھا۔''[۸]

۸۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر حضرت میاں چراغ

الدین صاحب کے چچازاد بھائی تھے۔آپ نے اس مشہور خاندان میں سے جو میاں فیملی کے نام سے مشہور ہے۔سب سے پہلے بیعت کی۔آپ ایک نہایت ہی مخلص اور سلسلہ کے شیدائی احمدی تھے۔ جماعت کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔انگریزی قانون سے بھی خوب واقف تھے۔ بلکہ اپنے خاندان کی طرف سے یا اس کے خلاف جو مقدمات ہوتے تھے خصوصاً جائیداد سے متعلق۔ان میں آپ ہی خاندان کی طرف سے پیروی کیا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب مباہلہ والوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور حضور کے خاندان پر گندے الزامات لگائے تھے تو اس سلسلہ میں مقدمہ کی پیروی کے لئے محترم جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل کے ساتھ آپ کو بھی پیروی کے لئے بٹالہ بھیجا گیا تھا۔محترم ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل اور خاکسار راقم الحروف بھی ان دونوں بزرگوں کے ہمراہ تھے۔ ہماری طرف سے بحث لاہور کے مشہور وکیل جناب ملک برکت علی صاحب مرحوم نے کی تھی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔آپ صاحب قلم بھی تھے۔آپ نے یکم ستمبر ۱۹۰۶ء کو تقویم عمری کے نام سے ایک جنتری بھی شائع کی تھی جو ۱۷۸۳ء سے لیکر ۱۹۰۷ء تک ۱۲۵ برس پر مشتمل ہے۔اسی طرح ایک مشہور کتاب آپ نے ''صداقت مریمیہ'' کے نام سے بھی لکھی تھی۔ مارچ ۱۹۱۳ء میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ایک حواری کی کتاب ''دی کروسی فکشن بائی این آئی وٹنس''[9] کا ترجمہ ''واقعات صلیب کی چشم دید شہادت'' کے نام سے شائع کیا تھا۔

آپ بھاری بھرکم جسم کے وجیہہ انسان تھے۔آپ کا لباس عموماً سلوار، قمیض، کوٹ اور عمامہ ہوا کرتا تھا۔ بہت ملنسار اور خوش گفتار انسان تھے۔ ۱۹۳۹ء میں اور صحابہ کے حالات کی طرح ان کے حالات بھی میں نے لاہور میں پہنچ کر تحریر کئے تھے۔مگر عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے انہوں نے بہت کم حالات لکھوائے تھے۔

۹۔''الحکم'' پرچہ ۱۴۔اگست ۱۹۳۵ء میں آپ کی چند روایات درج ہیں۔انہیں بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔فرمایا:

(۱) حضور (حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ناقل) کی پیدائش اس مکان میں ہوئی جو مرزا سلطان احمد صاحب کا مکان ہے۔میں نے اس کمرہ کو دیکھا ہے۔

(ب) جہاں اب مدرسہ احمدیہ ہے۔اس جگہ فصیل تھی جو ٹوٹ گئی تھی۔ایک دیوار چوبیس فٹ لمبی اس وقت موجود تھی وہ نیلام ہوئی تو تیس روپے میں آپ (یعنی حضرت اقدس۔ناقل) نے خرید لی۔اور اس جگہ عمارتیں بنوائیں۔عمارتیں بننے سے قبل یہاں آپ ٹہلا کرتے تھے۔یہ جگہ بذریعہ خرید آپ کی ملکیت تھی اس لئے اس جگہ سے کسی کو مٹی گارا لینے کا حق نہیں تھا۔مگر آپ کے رشتہ دار زبردستی یہاں سے مٹی گارا لیتے تھے اور احمدیوں کو تنگ کرتے تھے۔بعض شریر لوگ بھی ان کی شہ پر احمدیوں کو تنگ کرتے مگر حضرت اقدس صبر اور تحمل سے کام لیتے۔

آپ نے اس زمانہ میں بعض زمین کے ٹکڑے بہت زیادہ قیمت دے کر خرید ے تا کہ جھگڑا ختم ہو جائے آپ فرماتے تھے کہ جو مانگتے ہیں دے دو۔الغرض دشمنوں کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات محسنانہ تھے۔آپ کا طریق تھا کہ ان تعلقات کو جو خدا تعالیٰ کیلئے ہوں مقدم رکھتے تھے۔آپ دنیوی املاک اور مقبوضات کو ہیچ سمجھتے تھے۔غرض اللہ تعالیٰ کے رستے میں ہر چیز کو لاشے سمجھ کر قربان کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔

(ج) آپ کے ازار بند کے ساتھ چابیوں کا گچھا بندھا رہتا تھا۔یہ چابیاں ان صندوقچوں کی تھیں۔جن میں مختلف مخالف مولویوں کے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط مقفل تھے جن پر آپ کو قلم اٹھانا پڑتا تھا اور مضامین لکھنے ہوتے تھے اور وہ صندوق جن میں ضروری کاغذات اور کتابیں تھیں۔ آپ اپنے پاس عمدہ اور اچھی دوائیں بھی رکھا کرتے تھے۔وہ بھی محفوظ رکھا کرتے تھے۔

(د) فرمایا کرتے تھے ''خدا تعالیٰ کی عطا کی حفاظت بھی شکر میں داخل ہے''۔

(س) حضور کا لباس سادہ ہوتا تھا۔مگر حضور مولویانہ اور صوفیانہ لباس نہیں پہنا کرتے تھے۔شرفاء کے رنگ کا پاجامہ، شرعی سلوار کی طرز کا پاجامہ مگر کھلا۔میں نے ہمیشہ دیکھا دیسی کرتہ کھلی آستینوں والا پہنا کرتے تھے۔کرتہ پر ایک صدری ہوا کرتی تھی۔جس کی بڑی بڑی جیبیں ہوتیں۔اوپر کوٹ یا جبہ پہنا کرتے۔سر مبارک پر پگڑی پہنتے۔جرابیں کھلی پہنتے۔اعصاب کو ہمیشہ گرم رکھتے۔جوتی کھلی پہنا کرتے تھے۔

(ص) ایک دفعہ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی نے انگریزی جوتا بھیجا۔تھوڑی دور چل کر ایڑی کو دبا دیا۔فرمایا ''بڑی تکلیف ہوئی۔ہم تو ایک اُنگل کھلا رکھتے ہیں۔تنگ جوتا پاؤں کے لئے دوزخ ہوتا ہے۔''

۱۰۔حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کا نام ۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں ۴ ۷ نمبر پر ہے۔محترم مولوی محبّ الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ

حضرت اقدس کا پہلا فوٹو جو گردھر لعل فوٹو گرافر انارکلی لاہور نے لیا تھا۔ حضرت میاں صاحب نے اسے خرید لیا تھا اور اس کی کاپیاں کروا کر جماعت میں فروخت کی تھیں۔ میرے والد محترم میاں حبیب الرحمٰن صاحب نے بھی ایک فوٹو خریدا تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا تو حضور نے میری موجودگی میں فرمایا۔ ''اچھا۔ آپ نے بھی خریدی ہے۔ ہمارا یہ منشاء تو نہ تھا کہ دوست اس کو خریدیں۔ اچھا۔ اگر آپ نے لے لی ہے تو کہیں ڈال چھوڑیں......''

نوٹ: حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے بعض مضامین کی فہرست درج ذیل ہے۔

کفارہ پر ''بدر'' ۱۶۔فروری ۱۹۰۶ء

وحدت پر ''بدر'' ۱۶۔ مارچ ۱۹۰۶ء

نیوگ اور طلاق پر ''بدر'' ۱۴۔ اگست ۱۹۰۳ء

آریہ صاحبان کی نیک نیتی اور حق جوئی کا ثبوت ''بدر'' ۲۱۔ اگست ۱۹۰۳ء ''بدر'' ۱۷۔ جولائی ۱۹۰۳ء ''بدر'' ۲۴۔ جولائی ۱۹۰۳ء ''بدر'' ۳۱۔ جولائی ۱۹۰۳ء

اولاد: میاں نذیر احمد۔ میاں بشیر احمد۔ میاں علاؤ الدین۔ میاں نورالدین۔ میاں صلاح الدین مرحومین۔

(نوٹ: میاں نذیر احمد صاحب نے کچھ عرصہ ''الفضل'' میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی کام کیا تھا۔)

میاں محمد اسلم صاحب۔ میاں محمد سلطان نصرت۔

دختران: رقیہ بیگم مرحومہ' مبارکہ بیگم مرحومہ' لیڈی ڈاکٹر زبیدہ خاتون' خورشید بیگم صاحبہ' امۃ القیوم صاحبہ' فرخندہ سلطان' عذرا بیگم مرحومہ۔

حضرت سید فضل شاہ صاحبؓ

ولادت: ۱۸۶۰ء **بیعت:** ۲۔جنوری ۱۸۹۱ء **وفات:** یکم فروری ۱۹۲۴ء

حضرت سید فضل شاہ صاحب' حضرت سید ناصر شاہ صاحب جن کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں خصوصاً حقیقۃ الوحی'' میں آتا ہے کے بڑے بھائی تھے۔ محلہ ستھاں لاہور میں رہتے تھے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ ریاست جموں وکشمیر میں بھی ملازمت کی۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ محترم ڈاکٹر

سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے والد محترم تھے۔ خلافت ثانیہ میں یکم فروری ۱۹۲۴ء کو فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں ان کا نام ۲۳۹ نمبر پر ہے۔

جنوری ۱۹۰۰ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین صاحب نے حضور کے گھر کے آگے ایک دیوار ایسے طور پر کھینچ دی تھی کہ اس سے مسجد مبارک میں آنے جانے کا رستہ رک گیا تھا۔ یہ ایام جماعت کے لئے بہت ابتلاء کے تھے اور حضور بھی بہت تشویش میں تھے کہ ایک روز جو طبیعت دعا کی طرف راغب ہوئی تو بعد دعا حضور کو ایک سلسلہ الہام ہوا جو حقیقۃ الوحی میں درج ہے۔ اس الہام کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ اس وقت سید فضل شاہ صاحب لاہوری برادر سید ناصر شاہ صاحب اوورسیئر متعین بارہ مولا کشمیر میرے پیر دَبا رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ یہ سلسلہ الہام دیوار کے مقدمہ کی نسبت شروع ہوا۔

''میں نے سید صاحب کو کہا کہ یہ دیوار کے مقدمہ کی نسبت الہام ہے۔ آپ جیسا جیسا یہ الہام ہوتا جائے' لکھتے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے قلم و دوات اور کاغذ لے لیا۔ پس ایسا ہوا کہ ہر یک دفعہ غنودگی کی حالت طاری ہو کر ایک ایک فقرہ وحی الٰہی کا جیسا کہ سنت اللہ ہے زبان پر نازل ہوتا تھا۔ پھر جب ایک فقرہ ختم ہو جاتا تھا اور لکھا جاتا تھا تو پھر غنودگی آتی تھی اور دوسرا فقرہ وحی الٰہی کا زبان پر جاری ہو جاتا تھا یہاں تک کہ کل وحی الٰہی نازل ہو کر سید فضل شاہ صاحب لاہوری کی قلم سے لکھی گئی''۔[10]

اس وحی کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

اَلرَّحٰی تَدُوْرُ وَیَنْزِلُ الْقَضَاءُ اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ......

''لَاٰتٍ'' کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے:

''عجیب بات ہے کہ اس الہام میں بشارت فضل کے لفظ سے شروع ہوتی ہے اور جس کے ہاتھ سے بروقت نزول یہ وحی قلمبند کرائی گئی اس کا نام بھی فضل ہے''۔[11]

آپ کی اہلیہ سکینہ بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں جن کی ولادت ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ بیعت ۱۸۹۸ء میں کی اور وفات ۱۶۔ جنوری ۱۹۶۱ء کو ہوئی۔

حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ

ولادت: ۱۸۶۳ء بیعت: ۱۸۹۱ء وفات: یکم و ۲۔جنوری ۱۹۳۶ء کی درمیانی رات

حضرت سید ناصر شاہ صاحب کو خاکسار راقم الحروف نے قادیان میں خوب دیکھا ہے۔ باتیں بھی جی بھر کر کرنے کا متعدد بار موقعہ ملا۔ ''ذکر حبیب'' کی تقریر بھی سنی۔ آپ ایک نہایت ہی وجیہ' قد آور' اور بزرگ انسان تھے۔ لاہور کے رہنے والے تھے۔ زیادہ عرصہ ریاست جموں وکشمیر میں ملازم رہے۔ آپ کے بھائی حضرت سید فضل شاہ صاحب بھی ریاست جموں وکشمیر میں ملازمت کرتے رہے۔ خدمت دین کا اس قدر جذبہ تھا کہ ہروقت موقعہ کی تاڑ میں رہتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ حضرت اقدس کو آپ کی ضرورت ہے۔ رخصت لے کر قادیان پہنچے۔ پتہ چلا کہ حضور کو اپنی کتاب ''نزول المسیح'' کی طباعت کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم جو حج بیت اللہ کے لئے جمع کر رکھی تھی حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ نیز وعدہ کیا کہ طباعت کے بقیہ اخراجات کشمیر جا کر ارسال کر دیں گے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی تحفہ بھی ضرور لایا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے آپ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر فرمایا:

> ''شاہ صاحب! حضرت صاحب جس طرح آپ کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اسے دیکھ کر خدا کی قسم ہمیں تو رشک آتا ہے۔''

ریٹائر ہونے کے بعد موجودہ قصر خلافت (قادیان) کے سامنے آپ اپنے مکان میں رہتے تھے۔ یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو آپ نے انتقال فرمایا۔[۱۲] فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

حضرت منشی تاج الدین صاحبؓ

ولادت: بیعت: ۱۸۹۲ء سے قبل وفات:

حضرت منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ دفتر ریلوے لاہور ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ محلّہ کوٹھی

داراں لاہور میں ان کی رہائش تھی۔ بہت وجیہ اور سلسلہ کے فدائی اصحاب میں سے تھے۔ جب بھی موقعہ ملتا فوراً قادیان پہنچ جاتے۔ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں بھی آپ شامل ہوئے تھے۔ ''آئینہ کمالات اسلام'' میں آپ کا نام جلسہ میں شامل ہونے والوں میں درج ہے۔

سلسلہ کی خدمات کا بھی آپ کو بہت موقعہ ملا۔ چنانچہ جو وفد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتداءً چولہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کیلئے ڈیرہ بابا نانک بھیجا تھا' اس کے ممبر آپ بھی تھے۔ آپ کی بیٹھک سنہری مسجد کی سیڑھیوں کے سامنے تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ بھی بعض اوقات آپ کی بیٹھک میں ٹھہرا کرتے تھے۔

اولاد: سردار محمد۔ مظفر الدین (جو پشاور کی جماعت کے امیر بھی رہے)

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغلؓ

ولادت: ۱۸۷۶ء بیعت: جنوری ۱۸۹۲ء وفات: یکم مارچ ۱۹۴۲ء عمر: اندازاً ۶۸ سال

آپ حضرت میاں چراغ الدین صاحبؓ رئیس لاہور کے فرزند تھے۔ مگر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اپنے والد ماجد سے پہلے کی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خاندان میں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ کی تربیت کے نتیجہ میں سب سے پہلے حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ان کے ایک ہفتہ بعد میں نے قادیان جا کر بیعت کی۔

ابھی آپ سیکنڈ مڈل ہی میں پڑھتے تھے کہ ''تذکرۃ الاولیاء'' آپ کے مطالعہ میں آئی۔ اولیاء اللہ کا حال پڑھ کر دل چاہا کہ ان بزرگوں جیسا آج بھی کوئی مل جائے تو آپ اس کی بیعت کرلیں۔ بلکہ آپ کی بڑی خواہش یہ تھی کہ اگر آنجناب سرورِ کائنات ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جائے تو حضورؐ کی بیعت سے مشرف ہو کر صحابہ کرام میں داخل ہو جائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن جب کہ آپ ایچی سن سکول میں پڑھ رہے تھے۔ ایک استاد نے پیسہ اخبار سے یہ خبر پڑھ کر سنائی کہ قادیان میں ایک شخص نے مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ خبر آپ کے دل میں میخ کی طرح گڑ گئی اور پختہ ارادہ کرلیا کہ جب بھی سکول میں کچھ رخصتیں ہوئیں آپ فوراً قادیان پہنچ کر حضور علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کریں گے۔ چنانچہ بڑے دن کی رخصتوں پر

آپ اپنے والد بزرگوار سے اجازت حاصل کر کے امرتسر گئے۔ اپنے نانا میاں قائم دین صاحب کو ہمراہ لیا اور عازم قادیان ہو گئے۔ لیکن جب بٹالہ پہنچے تو آپ کے نانا صاحب نے اس خیال سے کہ اس بچہ نے انہیں خواہ مخواہ تکلیف دی ہے۔ ممکن ہے قادیان میں کوئی ٹھہرنے کی جگہ بھی نہ ملے' آپ کو ایک تھپڑ رسید کیا جس سے آپ کو بخار ہو گیا۔ مگر قادیان پہنچنے کا جنون آپ کو قادیان لے ہی گیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم قادیان پہنچے تو جہاں اب (یعنی ۱۹۳۹ء میں جب کہ آپ نے یہ باتیں خاکسار کو مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں متعدد نشستوں میں سنائیں اور خاکسار نے قلمبند کیں۔ عبدالقادر) مسجد مبارک کی سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تخت پوش پڑا تھا اور اس کے پاس ایک انگریز سیاہ اوورکوٹ پہنے کھڑا تھا جس کے متعلق بعد میں پتہ لگا کہ احاطہ مدراس سے آیا ہے۔☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادم حافظ حامد علی صاحب گول کمرہ کے پاس کھڑے تھے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ وہ ہمیں مسجد اقصیٰ میں لے گئے جہاں حضرت صاحب چہل قدمی فرما رہے تھے۔ ہاتھ میں چھڑی بھی تھی۔ حضور نے ہمیں دیکھتے ہی حافظ صاحب سے فرمایا کہ حافظ صاحب! ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ مگر ہم نے عرض کی کہ حضور ہم نے کھانا کھا لیا ہے۔ پھر ہم سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضور لاہور سے۔ فرمایا۔ آپ کے والد صاحب کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا۔ حضور میرے والد صاحب کا نام میاں چراغ دین ہے۔ فرمایا میں ان کو جانتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ آپ نے کوئی دین کی کتاب بھی پڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور ''تذکرۃ الاولیاء'' پڑھی ہے۔ اس کے بعد حضور نے بھی اور ہم نے بھی میاں جان محمد صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر حضور ہمیں گول کمرہ میں لے آئے اور چونکہ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی اور سردی کا موسم بھی تھا اس لئے حضور ہمارے لئے اندر سے قہوہ لے آئے ساتھ خطائیاں بھی تھیں۔ اس کے بعد شام کو حضور اندر سے ہمارے لئے کھانا لائے جو ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں اور آلو گوشت تھا۔ رات کو سوتے وقت حضور نے حافظ حامد علی صاحب کو حکم دیا کہ اس بچے کو بخار ہے لہذا اس کو ذرا دبا دو۔ صبح حضور فجر کی نماز سے پہلے لالٹین ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے اور ہمیں جگا کر فرمایا کہ اٹھو چل کر

☆ یہ انگریز مسٹر ویٹ جان تھے جو ۱۳۔ جنوری ۱۸۹۲ء کو احاطہ مدراس سے تشریف لائے تھے۔ دیکھئے ''حیات طیبہ'' ایڈیشن دوم صفحہ ۱۳۸۔ لہٰذا یہ معلوم ہوا کہ حضرت میاں مغل صاحب کی بیعت جنوری ۱۸۹۲ء کی ہے۔

نماز پڑھیں۔ پھر حضور اندر تشریف لے گئے اور کوئی آٹھ نو بجے کے قریب پہلے اس انگریز کی بیعت لی اور پھر میری۔ ان ایام میں حضور ایک ایک آدمی کی الگ الگ بیعت لیا کرتے تھے۔

اب ہم حضرت مغل صاحب کی کچھ روایات درج کرتے ہیں۔ آپ کی روایات تو بہت ہیں۔ اگر سب کو درج کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ تیار ہوسکتا ہے مگر اس کتاب کی غرض اور ضخامت کو مدنظر رکھتے ہوئے محدود روایات کے اندراج پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ فرمایا:

ا۔ ایک مرتبہ ہم رات کے آٹھ بجے بذریعہ ریل گاڑی بٹالہ پہنچے۔ بیس بائیس آدمی تھے۔ جن میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور بابو غلام محمد صاحب بھی تھے۔ چاند کی روشنی تھی اور گرمی کا موسم، ہم رات کے ساڑھے گیارہ بجے قادیان پہنچے۔ حضور اطلاع ملنے پر باہر تشریف لائے۔ حافظ حامد علی صاحب کو بلا کر دریافت فرمایا کہ لنگر میں جا کر دیکھو۔ کوئی روٹی ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور اڑھائی روٹیاں اور کچھ سالن ہے۔ فرمایا۔ وہی لے آؤ۔ مسجد مبارک کی چھت پر ایک سفید چادر بچھائی گئی۔ جس پر حضور تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی حضور کے آس پاس بیٹھ گئے۔ حضور نے ان روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے آگے پھیلا دیئے مجھے خوب یاد ہے۔ ہم نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ مگر چند ٹکڑے پھر بھی بچ گئے۔ یہ واقعہ قریباً ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء کا ہے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت بابو غلام محمد صاحب سابق فورمین نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی۔

۲۔ ایک دفعہ لیکھرام کے قتل کے بعد ہم قادیان گئے۔ غالباً حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بھی تھے۔ حضور نے فرمایا۔ جاتی دفعہ اشتہارات ساتھ لے جانا۔ اس زمانہ میں بٹالہ سے گاڑی تین بجے چلا کرتی تھی۔ لہٰذا گیارہ بجے ہم نے عرض کی کہ حضور ابھی تک اشتہارات نہیں ملے اور ہم نے بٹالہ پہنچ کر تین بجے گاڑی پر سوار ہونا ہے۔ فرمایا۔ آپ اشتہارات لے کر جائیں۔ گاڑی آپ کو مل جائے گی۔ ڈیڑھ یا پونے دو بجے ہمیں اشتہارات ملے۔ اڈے پر پہنچے تو یکہ کوئی نہ تھا۔ پیدل چل پڑے۔ ساڑھے پانچ بجے بٹالہ پہنچے۔ سرائے چونکہ اسٹیشن کے قریب تھی۔ ہم نے وہاں سے دیکھا کہ اسٹیشن پر شور پڑا ہوا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چھینہ اسٹیشن پر ریلوے کا انجن خراب ہو گیا ہے۔ لہٰذا گاڑی ابھی تک بٹالہ نہیں پہنچی۔ پونے چھ بجے گاڑی آئی اور اس پر سوار ہو کر ساڑھے نو بجے رات لاہور پہنچ گئے۔

۳۔ نیلا گنبد میں میری کنفیکشنری (Confectionery) مٹھائی کی دکان تھی۔ اور یہ وہ دکان تھی جہاں اب موسیٰ اینڈ سنز کی دکان ہے۔ اس میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ غالباً ۱۸۹۲ء یا ۱۸۹۳ء کی بات ہے۔ ایک شخص محمد رمضان جو نیلا گنبد والی مسجد میں طالب علم تھا اور بڑا سخت مخالف تھا۔ ایک سکھ کو ساتھ لا کر میرے پاس چھوڑ گیا۔ اس سکھ کا نام پچھتر سنگھ تھا۔ میں نے اسے کھانا کھانے کے لئے دو آنے دیئے۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے قادیان کا رستہ دریافت کیا اور قادیان چلا گیا۔ آٹھ دن کے بعد پھر میرے پاس دکان پر آیا اور السلام علیکم کہا جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکا ہوں اور حضور نے میرا نام عبدالعزیز رکھا ہے۔ پھر وہ شخص بڑا مخلص رہا۔ اب اس کی وفات کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں۔ میں نے قادیان میں اسے بارہا دیکھا ہے۔ خیر اس نے بتایا کہ میں ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کا خیال میرے دل سے محو نہیں ہوتا۔ میں بہت گروؤں کے پاس گیا میرے دو ہی سوال تھے کہ یا تو وہ عورت مجھے مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ مگر کوئی گرو میری تسلی نہ کر سکا۔ اس پر میں نے مسلمان گدی نشینوں کی طرف رجوع کیا حتی کہ گولڑے میں مجھ سے ضرب البحر کا چلہ بھی کٹوایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر کسی نے مجھے از راہ تمسخر کہا کہ ''مرزے کے پاس قادیان جاؤ۔ اس کا بڑا دعویٰ ہے''۔ اس لئے میں نے لاہور میں آ کر پوچھا کہ قادیان کا رستہ بتاؤ اور محمد رمضان آپ کے پاس چھوڑ گیا۔ (یہ محمد رمضان خود بھی بعد میں احمدی ہو گیا تھا) پھر میں قادیان چلا گیا۔ نماز عصر کے بعد حضرت کی ملاقات کیلئے بے دھڑک اوپر چلا گیا اور عرض کیا کہ حضور! اس طرح میں ایک عورت پر عاشق ہوں۔ میرا برا حال ہے۔ یا مجھے وہ عورت مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ اس پر حضور نے ایک نظر بھر کر میری طرف دیکھا (حضور نظر اٹھا کر بہت کم دیکھا کرتے تھے) اور فرمایا کہ رات یہاں رہو اور کل چلے جانا۔ چنانچہ میں رات رہا۔ مگر عجیب بات ہے کہ اس نظر کے بعد وہ عورت مجھے بالکل بھول گئی۔ رات کو میں نے خواب میں سید عبدالقادر جیلانیؒ کو دیکھا اور خواب ہی میں مجھے ان کا نام بتلایا گیا اور سمجھایا گیا کہ یہ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ صبح میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! میں مسلمان ہوتا ہوں۔ فرمایا کچھ ٹھہرو۔ پھر دوسرے یا تیسرے روز حضور نے مجھے مسلمان کر کے میرا نام عبدالعزیز رکھا۔ اب میں آپ کو ملنے آیا ہوں۔ چنانچہ پھر وہ قادیان چلا گیا۔

۴۔ میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل صاحب نے بتایا کہ اس وقت جو گھڑی میرے پاس ہے۔ یہ حضرت اقدس کی جیب کی گھڑی ہے۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے حضور کے وصال کے بعد مجھے عطا فرمائی تھی۔ یہاں لاہور میں اس گھڑی کو چلتے ہوئے تیس سال ہو گئے ہیں۔ آٹھ روز کے بعد اسے ایک دفعہ چابی دینا پڑتی ہے۔ پہلے اس کا کیس چاندی کا تھا۔ میں نے پالش کے لئے ایک شخص فیروز الدین کو دیا مگر اس سے کہیں گم ہو گیا۔ اب اور کیس ہے۔ اس گھڑی کی مرمت میں نے اب تک دو دفعہ کرائی ہے۔ ایک دفعہ چوہدری عبدالرحیم صاحب ہیڈ ڈرافٹس مین☆ سے اور دوسری مرتبہ ایک گھڑی ساز سے جس کا نام عبدالرحمٰن تھا اور اس نے دوسرا کیس لگایا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ یہ گھڑی جب نئی خریدی گئی ہو گی کم از کم تین سو روپیہ میں ملی ہو گی۔

چوہدری عبدالرحیم صاحب ابھی غیر احمدی تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی گھڑی مرمت کے لئے میرے پاس آئی ہے۔ چنانچہ اتفاق سے میں نے ان کو یہ گھڑی مرمت کیلئے دی۔ جب انہوں نے اسے کھولا تو کہنے لگے کہ یہ گھڑی آپ نے کہاں سے لی ہے؟ اسے تو میں خواب میں دیکھ چکا ہوں اور مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی گھڑی ہے۔ اس گھڑی کا نقشہ بالکل وہی ہے جو اس کا تھا۔ اس میں دو سپرنگ تھے اور اس میں بھی۔ میں نے جب انہیں بتایا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی گھڑی ہے تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ وہ خواب میں دیکھ چکے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ گھڑی کسی نے آپ سے مرمت کروائی تھی۔

☆ آج مورخہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۲۴ء کو بعد نماز مغرب خاکسار مؤلف نے جناب چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک سے اس سلسلہ میں ان کے مکان واقعہ اسلامیہ پارک میں ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا:

''جس خواب کا حضرت مغل صاحب نے ذکر کیا ہے وہ میں نے ۱۹۱۷ء میں اپنے گھر واقعہ امرتسر میں دیکھی تھی۔ ان دنوں میں احمدیت کا اشد مخالف تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے دائیں طرف سے مجھے ایک گھڑی دی ہے اور اس کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کی مرمت کروں۔ وہ کہتا ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی گھڑی ہے کیا اس کی مرمت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا جب آنحضرت ﷺ کی گھڑی ہے تو اس کی مرمت کیوں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو وہ ایک نہایت ہی قیمتی گھڑی تھی۔ اس کا ہر پرزہ نہایت ہی شاندار تھا۔ مین سپرنگ (Main Spring) بھی دو تھے۔ آج تک میں نے دو مین سپرنگوں والی جیبی گھڑی نہیں دیکھی۔ اس میں جو ہیرا لگا ہوا ہے وہ بھی بہت اعلیٰ ہے۔

۵۔فجر کی نماز کے بعد آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر لوگوں کے رؤیا سنا کرتے تھے اور اپنے الہامات یا رؤیا بیان کیا کرتے تھے اور پھر اندر تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب اچھا سورج نکل آتا تھا تو کوئی آٹھ بجے کے قریب سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔حتّٰی کہ ماہ رمضان میں بھی حضور سیر کو جایا کرتے تھے۔اکثر موجودہ اسٹیشن کی طرف جایا کرتے تھے۔ پہلے چوک میں کھڑے ہو کر مہمانوں کی انتظار فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّلؓ) کے دروازے پر کھڑے ہو کر مولوی صاحب کو اطلاع بھجوایا کرتے تھے۔مولوی صاحب فوراً حاضر ہو جاتے تھے۔سیر قریباً تین میل ہوا کرتی تھی۔کبھی کبھی حضور نہر کی طرف بھی جاتے تھے۔ جب ہم تھک جایا کرتے تھے تو چار پانچ آدمی ایک

خیر خواب میں ہی میں نے اس کی مرمت کی۔ جب مرمت کر چکا تو خواب میں زور سے آندھی آئی جس سے میں بیدار ہو گیا۔ ۱۹۲۰ء کے شروع میں مَیں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۲۲ء کے شروع میں کسی تقریب پر لاہور میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے مکان پر آنے کا اتفاق ہوا۔ مغل صاحب اوپر سے ایک گھڑی لائے اور دائیں طرف سے مجھے دکھا کر فرمایا۔ کیا آپ اس گھڑی کی مرمت کر سکتے ہیں؟ نیز فرمایا کہ آپ کو علم ہے کہ کس کی گھڑی ہے؟ میں نے کہا۔ مجھے تو علم نہیں۔ فرمایا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گھڑی ہے جو حضور کے وصال کے دوسرے سال حضرت ام المومنینؓ نے مجھے لاہور میں ہمارے مکان پر عطا فرمائی تھی۔ میں نے جب اس گھڑی کو دیکھا تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کیونکہ یہ وہی گھڑی تھی جس کی میں ۱۹۱۷ء میں خواب میں مرمت کر چکا تھا اور جس کے متعلق مجھے کہا گیا تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی گھڑی ہے۔ میں وہ گھڑی امرتسر اپنے گھر لے گیا۔ بچوں کو دکھائی اور بتایا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی جس گھڑی کا واقعہ میں آپ لوگوں کو کئی مرتبہ سنا چکا ہوں وہ یہ گھڑی ہے اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ چوہدری صاحب نے یہ واقعہ سنا کر فرمایا کہ میں نے حضرت مغل صاحب سے عرض کی تھی کہ میری زندگی تک آپ کو جب بھی اس گھڑی کی مرمت کی ضرورت پیش آئے میری خدمت حاضر ہیں۔ **اللھم صلی علی محمد و آل محمد.**

محترم چوہدری صاحب نے فرمایا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جس طرح ۱۹۱۷ء کی خواب میں گھڑی کی مرمت کے بعد زور سے آندھی آ گئی تھی۔ ۱۹۲۲ء میں گھڑی کی مرمت کے بعد رات کو زلزلہ آیا جس سے شور پڑ گیا۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ گھڑی میں نے تین مرتبہ دیکھی ہے۔ دو مرتبہ تو حضرت مغل صاحب نے خود مسجد احمدیہ لاہور میں لا کر مجھے دکھائی تھی اور تیسری مرتبہ جو ۱۹۶۲ء میں جب محترم مولوی قمرالدین صاحب فاضل انسپکٹر اصلاح وارشاد اور خاکسار دورہ پر کراچی گئے تھے تو اس موقعہ پر دیکھی تھی۔ اور اس کی تقریب یوں پیش آئی کہ مغل صاحب

دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر حضور کے آگے چل پڑے تھے اور چند قدم آگے چل کر واپس قادیان کا رخ کر لیتے تھے۔حضور بھی ہمارے پیچھے ہو لیتے تھے۔ چونکہ حضور مسائل بیان فرمارہے ہوتے تھے اس لئے ہم عرض نہیں کرتے تھے کہ حضور واپس چلیں۔ سیر میں بعض اوقات اس قدر گرد اڑتی تھی کہ سر اور منہ مٹی سے بھر جاتے تھے۔حضور اکثر پگڑی کے شملہ کو بائیں طرف سے منہ کے آگے رکھ لیا کرتے تھے۔حضور کے دائیں ہاتھ میں چھڑی ہوتی تھی۔بعض اوقات لوگوں کے پاؤں کی ٹھوکر لگ کر چھڑی گر جاتی تھی مگر حضور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ بلکہ جب کوئی چھڑی پکڑاتا تو پکڑ لیا کرتے تھے۔

اگر کسی وقت سیر میں حضور پیشاب کیلئے الگ ہوتے تھے تو بہت دور جا کر پیشاب کیا کرتے تھے اور ڈھیلہ بیٹھ کر ہی لیا کرتے تھے۔کھڑے ہو کر ہم نے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا۔

۶۔حضور جب ''اسلام اور دیگر مذاہب'' کے موضوع پر لیکچر دینے کے لئے لاہور میں تشریف لائے تو میاں معراج الدین صاحب صاحب عمرؓ کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ چند دن بعد حضور نے حضرت خلیفہ اوّلؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو بھی بلا لیا تھا اور مولوی صاحبان ہمارے مکان میں ٹھہرے تھے۔گرمی کا موسم تھا۔ہم نے پانی کے لئے کورے مٹکے لا کر رکھے ہوئے تھے۔گوجرانوالہ' وزیرآباد' سیالکوٹ اور امرتسر وغیرہ سے جو مہمان آتے تھے اہل وعیال سمیت آتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔چھتیس سو روٹی ایک وقت میں پکا کرتی تھی۔ ہمارے گھروں کے سامنے دکانوں کا ایک بازار لگ گیا تھا۔مولوی لوگ مجمعے لگا کر گالیاں دیتے اور اعتراضات کیا کرتے تھے۔ایک مولوی صاحب شیشم (جسے پنجابی میں ''ٹاہلی'' کہتے ہیں۔ناقل) کے درخت پر چڑھ کر بدزبانی کیا کرتا تھا اور اس کا نام مولوی ٹاہلی پڑ گیا تھا۔

ایک دن حضرت ام المومنین نے میری والدہ کے سامنے حضور سے عرض کیا کہ چونکہ عورتیں مٹکوں

کی اہلیہ بچوں سمیت لاہور سے سکونت ترک کر کے کراچی چلی گئی ہیں۔ میں نے وہاں پہنچنے پر ان کے ایک بچے عزیزم عبدالرزاق صاحب کو کہا کہ اپنی امی کو میرا سلام کہنا اور ان سے وہ گھڑی لے آنا جو حضرت ام المومنینؓ نے مغل صاحب کو دی تھی۔ چنانچہ وہ گھڑی لے آیا۔اتفاقاً اس روز احمدیہ ہال میں کوئی جلسہ تھا اور حاضری تقریباً تین چار سو کے لگ بھگ تھی۔ میں نے باری باری سب کو وہ گھڑی دکھلائی تھی اور اس کی مرمت کا واقعہ بھی بیان کیا تھا۔**فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک**

سے پانی لے کر بچوں کو نہلاتی ہیں اور کئی قسم کے ہاتھ مٹکوں میں پڑتے ہیں۔اس لئے پانی پلید ہو جاتا ہے۔حضور اٹھے اور ایک مٹکے سے پانی لیکر پیا۔اور پھر فرمایا۔دیکھو یہ ٹھنڈا کیسا ہے؟

لیکچر کے لئے جو دن مقرر تھا شور کی وجہ سے اور مناسب انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ لیکچر کی تاریخ ذرا بڑھا دیں تو ہمیں انتظام میں سہولت رہے گی۔ چنانچہ حضور نے کچھ دن آگے بڑھا دیئے۔ مجھے یاد ہے۔انتظام کے لئے ڈپٹی کمشنر نے دوسوسوار رسالہ میانمیر سے منگوایا تھا۔لیکچر بھاٹی دروازہ کے باہر منڈوہ رائے میلا رام میں ہوا تھا اور مخلوق ہزاروں کی تعداد میں تھی۔لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا تھا۔لیکچر کے بعد جب حضور نے خود کھڑے ہو کر کچھ تقریر کرنا چاہی تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے کھڑے ہو کر ایک رکوع خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جس پر لوگ خاموش ہو گئے۔اس کے بعد حضور نے مختصر سی تقریر فرمائی۔اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔کہ اس قدر مخلوق کو پیغام حق پہنچانے کا موقعہ مل گیا۔

کمیٹی کے داروغہ نے سڑک پر چھڑکاؤ کروایا تھا۔حضور کے ساتھ فٹن پر خاں رحمت اللہ صاحب کوتوال سوار تھے۔ڈرائیور کے ساتھ بھی ایک سپاہی بیٹھا ہوا تھا۔سڑک کے دونوں طرف گھوڑ سوار فوجی تھے۔غیر احمدی ٹولے بنا بنا کر کھڑے تھے اور چھاتیاں پیٹتے ہوئے کہتے تھے۔ہائے ہائے مرزا۔

۷۔ایک مرتبہ قادیان میں حضور مسجد مبارک کی چھت پر تشریف فرما تھے۔حضور نے مہمانوں کے واسطے چائے کے برتن پرچ پیالیاں وغیرہ منگوائیں۔ وہ سارا سامان میر مہدی حسین صاحب سے گر کر ٹوٹ گیا۔حضور نے بھی گرنے کی آواز سنی۔مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضور آواز آئی ہے۔معلوم ہوتا ہے میر مہدی حسین صاحب سے پرچیں ٹوٹ گئی ہیں۔فرمایا ''دیکھو! جب گری تھیں تو ان کی آواز کیسی اچھی تھی''

۸۔ایک دفعہ ہمارے والد میاں چراغ دین صاحب۔مرہم عیسیٰ عبدالمجید اور ہماری والدہ اور میں اور میری بیوی قادیان گئے۔کوئی ۱۸۹۸ء۔۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے۔حضرت صاحب نے عورتوں کو کچھ نصائح فرمائیں۔حضرت صاحب کو نصائح سن کر ہم حضرت خلیفہ اولؓ کے گھر گئے۔آپ نے بھی وہی نصائح کیں جو حضرت صاحب کر چکے تھے۔مفہوم یہ تھا کہ ناشکری نہیں کرنی چاہیئے۔بچوں کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں۔بعض اوقات گالی کا اثر سچ مچ ہو جاتا ہے۔

۹۔ خاکسار مؤلف کے اس سوال پر کہ کیا کبھی آپ نے حضرت صاحب کو کسی سے بغلگیر ہوتے دیکھا ہے؟ فرمایا کہ

ہاں! حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو حضور گلے لگا کر ملے تھے۔ جب صاحبزادہ صاحب لاہور میں پہنچے تو ہمارے مکان میں قریباً آٹھ دن ٹھہرے تھے اور جمعہ کی نماز گمٹی والی مسجد میں پڑھائی تھی اس خطبہ میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا۔ محمد است عین محمد۔ یہ الفاظ ابھی تک ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں اور مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد میں جو ہمارے لنگے منڈی والے مکانوں کے بالکل سامنے تھی، آپ نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔ جس کا پہلا شعر کچھ اس قسم کا تھا۔

عجب کہ احمد اطہر بایں گذر آمدہ   محمد است بگیسوئے معطر آمدہ

یہ نظم شائع ہو چکی ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے یہاں لاہور سے آٹھ نوٹرنک حدیث اور دیگر علوم کی کتابوں کے خریدے تھے۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب غیر مبائع جو خواجہ کمال الدین صاحب کے بہنوئی ہیں۔ ان کے بڑے بھائی کی شادی تھی۔ دعوت ولیمہ پر ان کے والد منشی نبی بخش صاحب نے .... ہمیں بھی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی بلایا تھا۔ جب صاحبزادہ صاحب کے آگے کھانا رکھا گیا۔ جو زردہ پلاؤ وغیرہ تھا تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ ''ایں گوہ است'' اور اٹھ کر چل دیئے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ آپ کا جبہ تیز چلنے کی وجہ سے ہوا میں اڑ رہا تھا۔ آپ نے مجھے چار آنے کے پیسے دیئے اور فرمایا کہ نان اور کباب خریدو۔ چنانچہ میں نے خرید لئے اور وہ ہم نے لنگے منڈی والی مسجد میں جا کر کھائے' بعد ازاں پتہ لگا کہ جس دعوت پر ہم مدعو تھے وہ شادی سے پہلے تھی اور روپیہ بھی سود پر لیا گیا تھا۔ اس زمانہ میں دعوت ولیمہ کی بجائے شادی سے قبل کھانا کھِلا دیا جاتا تھا۔

۱۰۔ ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے عرض کیا حضور میری دکان کیلئے دعا کریں۔ فرمایا میں تو دن رات یہی دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کسی طرح کسر صلیب کرے اور آپ کو دکان کی فکر پڑی ہوئی ہے۔

۱۱۔ ایک دفعہ حضور کچھ لکھ رہے تھے کہ حضور کے پاس دودھ رکھا گیا مگر آپ لکھنے میں مشغول رہے۔ اتنے میں ایک بلی آئی اور دودھ پی گئی۔ دوسرے دن اسی وقت پھر آپ کچھ لکھ رہے تھے کہ بلی نے آ کر

آپ کے پاؤں پر پنجہ مارنا شروع کیا۔ گویا وہ دودھ مانگتی تھی۔ حضور نے آواز دی کہ اس کے لئے دودھ لاؤ اور فرمایا کہ دیکھو اس نے اپنی طرف سے پیار کیا ہے اور میرے پاؤں کو چھیل دیا ہے۔

۱۲۔ ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے جب حضرت صاحب لیکچر دینے کیلئے لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہئے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے سے کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کرلو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا گھوڑے کہاں ہیں۔ ہم نے عرض کیا۔ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کیلئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں۔☆

۱۳۔ ایک مرتبہ جب کہ حضور لاہور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا:

''میاں تم جہانگر کا مقبرہ دیکھنے کیلئے بے شک جاؤ لیکن اس کی قبر پر نہ کھڑے ہونا کیونکہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدد الف ثانی کی ہتک کی تھی''۔

۱۴۔ ''حیات طیبہ'' ایڈیشن دوم صفحہ ۳۴۲ میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کی روایت سے یہ لکھا جا چکا ہے کہ کرم دین والے مقدمات میں مجسٹریٹ آتما رام نے پہلے حضرت صاحب کے خلاف فیصلہ سنانے کے لئے یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کی تاریخ مقرر کی تھی۔ مگر

''اس روز غیر احمدیوں کا ایک جم غفیر احاطہ کچہری میں موجود تھا اور احمدی احباب بھی اڑھائی تین سو کے قریب کراچی' حیدر آباد سندھ' پشاور' وزیر آباد' کپورتھلہ' قادیان' لاہور'

☆ یہ روایت حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگڑہ آف گوجرانوالہ نے بھی شائع کروائی تھی مگر الفاظ روایت میں قدرے فرق ہے مفہوم میں فرق نہیں۔ دیکھئے ''بدر'' ۲۱۔ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۳

امرتسر، نارووال، دینانگر وغیرہ مقامات سے آئے ہوئے تھے۔ غالباً اس کثرت اژدھام کو دیکھ کر یا کسی اور مصلحت سے مجسٹریٹ صاحب نے اس روز فیصلہ نہ سنایا بلکہ فیصلہ سنانے کی تاریخ ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء مقرر کردی۔ ان کا ارادہ چونکہ حضرت اقدس کے متعلق خطرناک تھا اس لئے انہوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ حضرت اقدس کے مقدمہ کا فیصلہ اس وقت سنایا جائے جب کہ عدالت کا وقت ختم ہو رہا ہو اور جرمانہ کی ادائیگی کا فوری طور پر انتظام نہ ہو سکے۔ دوسرے انہوں نے مصلحتاً فیصلہ سنانے کا دن ہفتہ مقرر کیا۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ مجسٹریٹ کی نیت یہ تھی کہ میں فیصلہ سناتے سناتے کچہری کا وقت گزار دوں گا اور پھر جرمانہ کی رقم پیش کرنے پر کہہ دوں گا کہ اب کچہری کا وقت ختم ہو چکا ہے لہٰذا جرمانہ پرسوں پیر کو وصول کیا جائے گا اور اس طرح سے (حضرت) مرزا صاحب کو کم از کم دو دن جیل خانہ میں رہنا پڑے گا''۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ چند دن ہوئے خاکسار پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک رجسٹر برآمد ہوا جس میں جماعت احمدیہ حلقہ دہلی دروازہ لاہور کے ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے ہفتہ وار تربیتی جلسوں کی روئیداد درج ہے۔ اس رجسٹر میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کی ''ذکرِ حبیب'' پر کئی تقریریں درج ہیں۔ ان تقریروں میں سے ایک تقریر جو انہوں نے ۵۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں محترم جناب چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ کی صدارت میں فرمائی۔ کرم دین والے مقدمات میں آتمارام مجسٹریٹ کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس (یعنی آتمارام۔ ناقل) نے یہ منصوبہ کیا کہ چار بجے فیصلہ سناؤں گا۔ کل اتوار ہے اور پرسوں ویسے چھٹی ہے۔ اس طرح حضور تین چار دن تو جیل میں کاٹیں گے''۔

اس روایت کے اس حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ آتمارام نے جو یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کی بجائے آٹھ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو فیصلہ سنانے کی تاریخ مقرر کی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ۸۔ اکتوبر کے بعد ۹۔ کو اتوار اور ۱۰۔ اکتوبر کی چھٹی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ **نعوذ باللہ من ذالک** حضور زیادہ سے زیادہ وقت جیل میں رہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض صحابہ سے میں نے یہ بھی سنا ہوا ہے کہ آتمارام کا پختہ ارادہ تھا کہ حضور کو قید کی سزا کا حکم سنائے مگر چونکہ حضور کی شخصیت بہت اہم تھی اس لئے جب اس نے فیصلہ سنانے

سے قبل ڈپٹی کمشنر صاحب کے سامنے اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا تو ڈپٹی کمشنر نے اس کو بہت سخت اقدام قرار دیا۔ اس لئے اسے مجبوراً جرمانہ کی سزا پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔

۱۵۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ حضرت اقدس کا بے حد ادب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور جب کبھی کوئی مسئلہ حضرت مولوی صاحب سے دریافت کرتے تو حضرت مولوی صاحب نہایت سادگی سے جواب عرض کر دیتے۔ لیکن اگر حضور اس کے برعکس کوئی بات بیان فرماتے تو حضرت مولوی صاحب بھی فوراً اس کی تائید شروع کر دیتے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز باجماعت میں شریک تھے۔ قعدے میں حضور پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ جب تک امام نے کھڑے ہوئے کر قرأت ختم نہیں کی آپ نہیں اٹھے۔ جب امام رکوع میں گیا تو آپ شامل ہو گئے۔ نماز ہو چکنے کے بعد علماء سے آپ نے مسئلہ دریافت فرمایا کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ علماء کا فتویٰ یہی تھا کہ نماز نہیں ہوئی۔ جب حضرت مولوی صاحب سے دریافت فرمایا تو آپ نے بھی علماء سے اتفاق کیا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ نماز ہوگئی ہے۔ یہ سن کر حضرت مولوی صاحب نے بلا توقف عرض کی کہ ہاں حضور ہوگئی۔

حضرت مولوی صاحب حضور کے علم کے سامنے اپنے تمام علوم کو ہیچ سمجھا کرتے تھے۔ حتّٰی کہ علم طب کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ میں بھی حضرت مولوی صاحب کے پاس مطب میں بیٹھا تھا۔ بعض اور لوگ بھی تھے کہ حضرت ام المومنینؓ کے ملازم نے آ کر کہا کہ حضرت اماں جان کی طبیعت علیل ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ آ کر فصد کھولیں۔ حضرت مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ اس بیماری میں اس وقت فصد کھولنا سخت مضر ہے اماں جان نے پھر آدمی بھیجا کہ مجھے سخت تکلیف ہے ضرور فصد کھول دیں حضرت مولوی صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب جن کی عمر اس وقت کوئی گیارہ سال تھی تشریف لائے۔ حضرت مولوی صاحب آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے مصافحہ کیا ماتھے پر بوسہ دیا اور فرمایا میاں کیسے آئے ہو حضرت صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ ابا جان نے بھیجا ہے کہ اماں جان سخت بیمار ہیں آپ آ کر فصد کھول دیں۔ حضرت مولوی صاحب فوراً نشتر وغیرہ لے کر اٹھے اور جا کر فصد کھول دی جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! آپ تو فرماتے تھے کہ اس بیماری میں فصد کھولنا درست نہیں ہے پھر کھول بھی آئے فرمایا۔ پہلے تو طبّی مشورہ تھا۔ پھر جب حضرت کا حکم آ گیا تو وہاں

طب کا کیا کام؟ پھر تو حکم کی تعمیل میں ہی سب خیر تھی۔

۱۶۔ایک دفعہ جب کہ حضور گورداسپور میں تھے۔ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے۔گرمی کا موسم تھا اور دو بجے کا وقت۔میں حضور کو پنکھا کر رہا تھا۔حضور ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔اس کرسی کے پیچھے کئی بنچ تھے کچھ لوگ ان پر بیٹھے تھے۔کچھ چاروں طرف کھڑے تھے حلقہ باندھے ہوئے۔حضور کی کرسی کے پاس ہی چندو لال مجسٹریٹ کی میز تھی۔اچھی بڑی میز تھی۔پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے گواہی دی۔پھر حضرت صاحب سے اس نے پوچھا کہ آپ کا الہام ہے۔**انی مھین من اراد اھانتک.** اگر میں آپ کی توہین کروں تو......؟ حضور نے فرمایا۔یہ خدا کا کلام ہے خواہ آپ بھی کریں......

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور اور جو اس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور۔

کرم دین کا وکیل محمد عمر بٹالہ کا تھا۔عدالت باہر درختوں کے نیچے لگ رہی تھی۔چنانچہ اس واقعہ کے بعد چندو لال ایک واقعہ کی بناء پر Degrade ہو کر منصف بنا کر ملتان بھیجا گیا۔بعد میں کسی موقعہ پر جب وہ لاہور آیا تو اس نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ مرزا صاحب نے میرے متعلق اور تو کچھ نہیں کہا۔

حضور کا لباس وغیرہ

جب حضور مجلس میں بیٹھا کرتے تھے تو بسا اوقات آپ کا ہاتھ آپ کی ران پر لگتا تھا اور کبھی ایک پاؤں دوسری ران پر رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

حضور عموماً سفید پگڑی پہنا کرتے تھے۔فوٹو کے وقت آپ نے ایک لنگی پہنی ہوئی تھی جس کا پلہ تِلے کا تھا۔حضور پگڑی شیشہ کے بغیر ہی باندھ لیا کرتے تھے۔جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ تھا تو اس وقت حضور لنگی باندھے ہوئے تھے۔

سرخ بنات کا چغہ بھی پہنے حضرت صاحب کو میں نے دیکھا ہے۔یہ یاد نہیں کہ آپ کہاں سے واپس تشریف لا رہے تھے۔لاہور کے اسٹیشن پر غالباً دیکھا تھا۔

چونکہ دائیں ہاتھ کو چوٹ لگی ہوئی تھی اس لئے پانی کا گلاس حضور بائیں ہاتھ سے اٹھاتے تھے۔البتہ دایاں ہاتھ پانی پیتے وقت گلاس کو لگا لیا کرتے تھے۔حضور کے دائیں ہاتھ کو چوٹ زمانہ ماموریت

سے پہلے غالباً سیڑھیوں سے یا کسی اور جگہ سے گر جانے کی وجہ سے لگی تھی جس کا اثر آخر تک ہاتھ پر رہا۔

سلوار پہنے میں نے حضور کو کبھی نہیں دیکھا۔ شرعی پاجامہ حضور پہنتے تھے۔ قمیض فلالین کی گرم ہوتی تھی۔ جن دنوں دہلی کے اخبار ''پنچ'' نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ حضور کو (نعوذ باللہ) کوڑھ ہو گیا ہے۔ ان دنوں حضور اکثر ململ کا کرتہ لٹھے کا پاجامہ پہنتے تھے۔ اس کرتہ کے اوپر اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور اکثر دیکھا ہے کہ آپ پنڈلیوں سے پاجامہ بھی بار بار اٹھاتے تھے اور بازوؤں سے کرتہ بھی کہنیوں تک اٹھاتے تھے۔ یہاں لاہور میں یہ بات بکثرت مشہور ہو گئی تھی اور بہت سے لوگوں کو ہم دکھانے کے لئے قادیان لے جایا کرتے تھے۔ جن میں سے اکثر بیعت کر کے آتے تھے۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ دہلی کے پنچ اخبار کے ایڈیٹر نے اپنے مکان کے دروازہ کے اوپر دیوار پر موٹے الفاظ میں لکھا ہوا تھا۔ **لعنة اللّٰه علی الکاذبین**۔ چنانچہ وہ جلد ہی لعنت کا شکار ہو کر تباہ ہو گیا۔

حضور دوسرے تیسرے روز مہندی بھی لگایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں وسمہ بھی لگاتے تھے۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ کیا حضور نے کبھی بوٹ بھی پہنے ہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ

ایک دفعہ براؤن گرگابی کسی نے لا کر دی تھی مگر دائیں بائیں کے پہننے میں حضور کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے حضور نے پہننا چھوڑ دی تھی۔ مفتی صاحب نے دائیں طرف سیاہی کا نشان لگا دیا تھا مگر میاں محمود احمد صاحب نے بائیں طرف بھی ویسا ہی نشان لگا دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اس کو لے جاؤ۔

میرے اس سوال پر کہ حضور ازار بند کس چیز کا پہنا کرتے تھے' فرمایا کہ

ٹوٹی ریشم کا ازار بند ہوتا تھا جو اصلی ریشم نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ حضور ایک دفعہ یہاں تشریف لائے تو ازار بند کے ساتھ چابیوں کا ایک بڑا گچھا بندھا ہوا تھا۔ جو میاں امیر الدین پراچہ کے لئے ابتلا کا موجب بن گیا۔ ان کا لڑکا آج کل کلکتہ میں ہے۔ دوست محمد اس کا نام ہے مخلص احمدی ہے (۱۹۳۹ء میں)

حضور گالیوں کے خطوط کو بھی محفوظ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ گالیوں کے خطوط چار من وزن میں ہو گئے ہیں۔ یہ طاعون سے پہلے کا واقعہ ہے۔ پھر طاعون شروع ہو گئی۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ کیا حضرت صاحب کے ہاتھ کو کبھی آپ نے بوسہ بھی دیا ہے۔ فرمایا کہ ہم ہمیشہ حضور کے ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک کشمیری آیا اور حضور کے پاؤں پر گر پڑا۔

حضور نے اس کو اٹھا لیا اور خلیفہ رجب دین صاحب کو کہا کہ ان کو سمجھائیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ کیا آخری عمر میں حضرت صاحب کے چہرہ پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔فرمایا۔ نہیں۔ جب حضور کی وفات ہوئی ہے تو میں جنازہ کے ساتھ قادیان گیا تھا۔ جنازہ باغ والے مکان میں رکھا گیا تھا اور عصر کے وقت تمام لوگوں کو چہرہ مبارک کی زیارت کرائی گئی تھی۔اس وقت میں نے حضور کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور سوئے ہوئے ہیں۔ چہرہ پر زردی بھی نہیں تھی۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کو میں نے خوب دیکھا ہے بلکہ گھنٹوں پاس بیٹھ کر ذکر حبیب کے تذکرے سنے ہیں۔آپ کو تبلیغ کا ایک جنون تھا۔میاں معراج الدین اور مولوی غلام حسین صاحبان شیر فروش بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات حضرت مغل صاحب گھر سے رومال لے کر سودا سلف خریدنے یا دودھ دہی لینے کے لئے برتن لے کر نکلتے تھے۔مگر جب دکان پر یا رستہ میں تبلیغ کا موقعہ نکل آتا تو سب کچھ بھول کر اسی میں محو ہو جاتے۔بعض اوقات تو راتوں کو اتنی اتنی دیر تبلیغ میں مصروف رہتے کہ جب واپس جانے کے لئے بازار سے گزرتے تو پولیس والے آوارہ گردی میں پکڑ لیتے اور رات کا بقیہ حصہ حوالات میں رہنا پڑتا۔میاں معراج الدین صاحب شیر فروش بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغل صاحب کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس سعادت سے ہمیں بھی حصہ ملا ہے۔نیز فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہجوم نے آپ پر حملہ کیا میں آپ کے اوپر لیٹ گیا تا آپ کو کوئی چوٹ وغیرہ نہ لگے۔

آپ کی جب وفات ہوئی تو آپ چونکہ آخری عمر میں کوئی کام نہیں کرتے تھے۔اس لئے خطرہ تھا کہ کہیں نظارت بہشتی مقبرہ والے آپ کے ذمہ آمد کا بقایا نکال کر کوئی عذر نہ کر دیں۔مگر اتفاق سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ان ایام میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور کو جب مغل صاحب کی وفات کی اطلاع ملی تو حضور آپ کے مکان پر تشریف لائے۔پسماندگان کی دلجوئی کرنے کے بعد ایک سو روپیہ کا نوٹ جیب سے نکال کر دیا اور فرمایا کہ یہ روپیہ نعش کو قادیان لے جانے کے لئے استعمال کیا جائے۔اب بھلا کس کو جرأت ہو سکتی تھی کہ ایسے انسان کا بقایا کا سوال کرے جس کی نعش کو قادیان پہنچانے کا انتظام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہوں۔ چنانچہ نتیجہ یہی ہوا کہ بلا روک ٹوک آپ کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔**فالحمدللّٰہ علی ذالک.**

اولاد: شریف احمد، عبدالرحمٰن، عبدالباسط، عبدالرزاق، عزیزہ امۃ اللہ

زینب صاحبہ بنت میاں عمر الدین صاحب

و

ہمشیرہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ

ولادت:　　　بیعت: ۱۹۰۲ء　　　وفات: اپریل ۱۹۴۹ء

بی زینب حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کی شادی شاہ مسکین کے بزرگ سید رمضان شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی۔ سید رمضان شاہ صاحب کی اولاد سید محمد شاہ صاحب' سید ولی محمد شاہ صاحب' سید ولایت شاہ صاحب' سید محمد صدیق شاہ صاحب' سیدہ اقبال بیگم صاحبہ' سیدہ زیب النساء صاحبہ ہیں۔ ان میں سید ولایت شاہ صاحب بڑے بزرگ انسان تھے۔ سلسلہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ وفات تک انسپکٹر وصایا کے طور پر شاندار خدمات سرانجام دیں۔ ان کا لڑکا سید امین شاہ بھی واقف زندگی ہے اور اخلاص کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہے۔

حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ

خلف

حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ

ولادت: ۱۸۶۰ء بیعت: ۱۸۹۲ء وفات: ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء عمر: ۹۴ سال

حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس اعظم لاہور کے فرزند اکبر تھے۔ ۱۸۶۰ء کے قریب آپ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب سے حاصل کی ایک عجیب واقعہ آپ کے خود نوشت سوانح حیات میں یوں درج ہے کہ:

''حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب☆ کی مسجد میں جو ہمارے مکان کے سامنے تھی۔ شام کے وقت جب آپ (یعنی والد ماجد حکیم صاحب حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ۔ ناقل) نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو کشف کے طور پر آپ نے میرے رونے کی آواز سنی۔ اس وقت میں تین چار برس کا تھا اور بھاٹی دروازہ میں میرے ننھیال رہتے تھے۔ وہاں میں اپنی والدہ بزرگوار کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ ان دنوں بابا قائم دین جو میرے نانا تھے' ان کی وفات ہوئی تھی۔ تمام گھر کے لوگ اور مستورات اور تمام کنبہ وہاں اکٹھا ہوا تھا۔ اور میں نیچے کوئیں کی منڈیر پر کھڑا تھا اور رو رہا تھا۔ میرے رونے کی آواز حضرت والد صاحب بزرگوار کو شام کے وقت لنگے منڈی کی مسجد میں جو بھاٹی دروازہ سے بہت دور تھی۔ ان کے کان میں سنائی دی تھی اور ان کو کشفاً دکھایا گیا تھا کہ میں کوئیں کے اندر ڈول کا رسا پکڑ کر لٹک رہا ہوں اور قریب تھا۔ کہ میں کوئیں کے اندر گر جاتا۔ حضرت والد بزرگوار میرے رونے کی آواز کان میں پڑنے سے لنگے منڈی سے بھاٹی دروازے تک دوڑتے ہوئے پہنچے اور انہوں نے مجھے کوئیں میں لٹکا ہوا اور روتے ہوئے دیکھا اور مجھے اپنی گود میں اٹھا لیا اور پھر مجھے میری والدہ کے پاس لے گئے اور یہ ساری کیفیت بیان کی۔ والد بزرگوار نے بہت بہت خدا کا شکر ادا کیا اور صدقہ و خیرات بھی بہت کیا''

۱۸۸۶ء میں آپ کے والد ماجد نے آپ کو گورنمنٹ سکول لاہور کی مڈل کلاس میں داخل کروایا۔ ان کا ارادہ تھا کہ آپ کو انگریزی تعلیم دلا کر کوئی اچھی سی ملازمت دلائیں مگر آپ کا ارادہ طبیب بننے کا تھا۔ چنانچہ آپ کے والد ماجد حضرت میاں چراغ دین صاحب نے آپ کے اس رجحان کو دیکھ کر آپ کو عربی اور فارسی پڑھانے کے لئے مولوی فضل دین صاحب کے پاس بٹھایا۔ ضروری علمی قابلیت پیدا کرنے کے بعد آپ نے علم طب حاصل کرنے کے لئے اس وقت کے ایک مشہور طبیب حکیم ضیاء الدین صاحب لاہور کی شاگردی اختیار کی۔ حکیم صاحب موصوف کے چھوٹے بھائی حکیم شجاع الدین صاحب بھی آپ سے بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ اور مریضوں کے علاج کے وقت آپ کو اپنے پاس بٹھا لیا کرتے تھے اور تشخیص الامراض کا طریق بتلاتے رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی طبّی تعلیم

☆ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دہلی دروازہ کے باہر مکانات تعمیر کروانے سے پہلے میاں فیملی کے افراد اندرون شہر پانی والا تالاب کے قریب رہا کرتے تھے۔ وہاں ہی حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب والی مسجد ہے اور اس مسجد کے پاس ہی اس فیملی کے مکانات تھے جو فروخت کر دیئے گئے۔ اب بھی وہ مکانات موجود ہیں۔ (عبدالقادر)

کی تکمیل کے لئے ''حکیم حاذق''، ''عمدۃ الحکماء'' اور زبدۃ الحکماء'' کے امتحانات پاس کر کے سند بھی حاصل کر لی جب آپ کے استادوں کو یقین ہوگیا کہ یہ اب اچھی طرح سے مریضوں کا علاج کر سکے گا تو انہوں نے آپ کے والد صاحب کو کہہ کر الگ مطب کھلوا دیا۔

طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ نے حضرت مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی بازار اور مولوی غلام قادر صاحب سے صرف ونحو، منطق اور معانی پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم کی تحریرات اور اخبارات اور تہذیب الاخلاق اور ان کے رسائل اور کتابیں پڑھنے کا بھی آپ کو شوق تھا اور بحث مباحثہ کے بھی بے حد شوقین تھے۔ جب ۱۸۹۳ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تو حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی شاگردی کا بھی شرف حاصل ہو گیا اور جب حضور علیہ السلام نے ''مرہم عیسیٰ'' کے متعلق انکشاف فرمایا تو حکیم محمد حسین صاحب اس جستجو میں لگ گئے۔ آپ لکھتے ہیں:

''اس وقت میں نے قرابادین میں اس کے اصل نسخہ کے متعلق تلاش شروع کی۔ کیونکہ اس کے مختلف نسخے تھے۔ کسی نسخہ میں ایک دوائی تھی اور کسی میں دوسری اور کسی میں کسی دوائی کا بدل لکھا ہوا تھا۔ میری طبیعت میں چونکہ خاص جستجو کا مادہ ہے۔ اس لئے میں نے لاہور کی پبلک لائبریری میں جو عجائب گھر کے سامنے ہے تمام قرابادینوں کو پڑھنا شروع کیا۔ خدا کی شان ہے کہ میں نے جتنے نسخے مرہم عیسیٰ کے دیکھے۔ ایک کتاب کے دوسری کتاب کے ساتھ وہ نسخے نہیں ملتے تھے۔ کہیں اوزان کا اختلاف تھا اور کہیں دواؤں کا۔ آخر تلاش کرتے کرتے لائبریری میں سے ایک انگریزی ڈکشنری سے یہ اصل نسخہ مل گیا۔ اور اس میں تمام نام جو دوائیں مرہم عیسیٰ میں پڑتی تھیں وہ انگریزی میں لکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے مرہم بنانے کا ارادہ کیا تو پہلے میں نے تمام دیسی عطاروں اور دواخانوں سے مرہم عیسیٰ کی دوائیں تلاش کرنی شروع کیں۔ مگران میں جاؤشیر، سکبینج اور زراوند طویل کہیں سے دستیاب نہ ہوئی۔ آخر میں نے انگریزی نام جوان دواؤں کے تھے اور وہ یہ تھے۔

ارسٹولو چیلا نگا (زرواند طویل)، او پو پونکسا کائی رونم (جاؤشیر) سگا پینم (سکبینج)

''یہ تین دوائیں ہم نے خاص ولایت سے منگوانے کا آرڈر دے دیا۔ ولایت میں

بیروز ویلکم ایک بہت بڑی کمپنی مشہور دوا فروش کی تھی۔اس سے یہ دوائیں منگوائیں اور نہ پونڈ پونڈ بلکہ بیس بیس پونڈ تک منگوائیں۔جس پر میرا ایک ہزار روپیہ خرچ ہوگیا۔اس وقت میں نے یہ دوائی اصلی اجزاء کے ساتھ بنانی شروع کی اور خدا کے فضل سے میں اس کے بنانے میں کامیاب ہوگیا۔اور اصل دوا مہیا ہوگئی یعنی اصل نسخہ مرہم عیسیٰ کا تیار ہوگیا اور میں نے اس دوا کا اشتہار اس رنگ میں دینا شروع کیا کہ ایک تو اس سے تبلیغ کا پہلو نکلے اور دوسرا عیسائیت پر حجت تمام ہو اور خدا کا کلام قرآن و ما قتلوہ و ما صلبوہ صحیح اور بالکل خدا کا ہی کلام ثابت ہو۔اور عیسائی دنیا معلوم کرلے کہ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل حق ہے۔چنانچہ میں نے اشتہار کی یہ صورت بنائی کہ اشتہار کے سرے پر تو مرہم عیسیٰ' مرہم حواریین' مرہم رسل موٹے حروف کے ساتھ چھپوایا اور اشتہار کے درمیان حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کی وہ تصویر جو گرجوں میں لٹکی ہوتی ہے اور حواریوں کی وہ تصویر جو حضرت مسیحؑ کے ساتھ دکھائی جاتی ہے۔اور حضرت مسیح کے ہاتھ میں وہی صلیب پر میخیں ٹھوکنے کے نشان جو وہ حواریوں کو دکھا رہے ہیں اور ان حواریوں میں سے ایک حواری کا طبیب ہونا۔جیسا کہ لوقا کے متعلق انجیلوں میں لکھا ہے۔پیارا طبیب' وہ بارہ حواری اور بارہ دوائیں اور پرانے وقت کا وہی کھرل اور وٹہ اور دوائیں بنانے کی ترکیب حضرت مسیح کے صلیبی زخموں کے لئے جو یہ مرہم بنائی گئی تھی۔اس کا رنگ دے کر اس تصویر کے نیچے اس مرہم کے فوائد درج کئے گئے تھے۔اور میں اس وقت بھاٹی دروازہ کے اس مکان میں رہتا تھا جو والد صاحب بزرگوار نے مجھے علیحدہ بنا کر دیا تھا۔اس تصویر والے اشتہار کے ساتھ ایک بہت بڑا پوسٹر بہت بڑی جلی قلم سے نہایت خوشخط اس زمانے میں میاں نقو بہت بڑے خوشنویس تھے۔ان کے ہاتھ سے لکھوا کر اور گلاب سنگھ کے پریس میں چھپوا کر اس مرہم کی وجہ تسمیہ یہ لکھی تھی کہ مرہم عیسیٰ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ بچ گئے۔حواریوں نے حضرت مسیحؑ کے صلیبی زخموں پر لگانے کے لئے الہام الٰہی کے ماتحت اس مرہم کو بنایا تھا۔حضرت مسیحؑ تو بیماروں کو اچھا کرتے تھے مگر اس مرہم نے حضرت مسیحؑ کو چنگا کردیا۔اس اشتہار کا نکلنا تھا کہ تمام عیسائی دنیا کے اندر ایک تہلکہ مچ گیا۔اس زمانہ میں لاہور کے جو ڈپٹی کمشنر تھے وہ

سلطان پورہ کیمپ میں گئے ہوئے۔ وہاں سے انہوں نے پولیس کے ایک بڑے آفیسر انگریز کو میرے پتے پر میرے مکان پر یہ کہلا کر بھیجا کہ اس اشتہار کو جو تم نے شائع کیا ہے۔ فوراً تمام درودیوار سے اتار دو۔ ورنہ تمہیں گرفتار کیا جائے گا۔ اس زمانہ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل اور کالی پرسن ایک بنگالی وکیل ان دونوں کو میں نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کرلیا۔ والد صاحب بزرگوار چونکہ نہایت ہی رقیق القلب تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید میرے بیٹے کو کہیں قید ہی نہ کرلیا جائے اور کوئی سزا ہی نہ دی جائے رات دن روتے رہتے تھے اور مجھ سے کہتے کہ تم نے ایسا اشتہار کیوں نکالا۔ مگر میرے دل کے اندر اس قدر خوشی اور اس قدر مسرت اور اس قدر جوش تھا کہ میں والد صاحب بزرگوار سے عرض کرتا تھا کہ آپ گھبرائیں نہیں اللہ تعالیٰ بہت بڑا افضل کرنے والا ہے ادھر حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ اس اشتہار کو دیکھ کر بڑے خوش تھے اور ہر تاریخ پر جو اس مقدمہ کی ہوا کرتی تھی۔ میں حضرت صاحب کے پاس جایا کرتا تھا اور وہ بھی اس قدر خوش تھے کہ میں ان کی خوشی کو بیان نہیں کرسکتا۔ صبح کی سیر کے وقت جب حضرت مسیح موعودؑ دوستوں کے ہمراہ جایا کرتے تھے تو ڈاکٹر نور محمد نے جو کہ کوچہ چڑ یماراں لاہور لوہاری دروازہ میں رہا کرتے تھے' آگے بڑھ کر حضرت سے عرض کیا کہ حضور! اگر فرمائیں تو میں بھی اس کا اشتہار دوں اور محمد حسین کے ساتھ میں بھی ان کے اس مقدمہ میں شریک ہو جاؤں تو حضرت نے بڑی نفرت سے فرمایا کہ آپ ہرگز یہ اشتہار نہیں نکال سکتے جس کا حصہ تھا خدا تعالیٰ نے اسی سے یہ کام کرایا ہے۔

''اس اشتہار کے واقعات بہت ہی عجیب ہیں۔ سیالکوٹ اور لاہور کی اخباروں میں اس مقدمے کا اتنا چرچا ہوا کہ حد ہی ہوگئی۔ اخباروں نے اس بات پر زور دیا۔ کہ ''امہات المومنین'' جو عیسائیوں نے شائع کی ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے ازواج مطہرات اور حضور کی خانگی زندگی پر نہایت ناپاک اور دُور از حقیقت جو حملے کئے گئے ہیں۔ ان کے مقابل پر یہ اشتہار عیسائیوں کے لئے ایک سبق ہے۔ ان کو آخر اس اشتہار سے جو واقعات کے مطابق اور صحیح تاریخ کے ساتھ لکھا گیا ہے اور حق بات بیان کی گئی ہے اس قدر غیظ وغضب کیوں ہوا کہ تمام عیسائی پبلک ہی بغاوت کے لئے تیار ہوگئی۔

''غرض ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں ہم پہنچے۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور کالی پرسن میرے وکیل تھے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں یہ بیان کیا کہ اشتہار جو دیواروں پر لگ چکے ہیں وہ اتنی کثرت سے چسپاں ہیں کہ باوجود ساری جماعت احمدیہ کی کوشش کے ہم ان کو ایک دن کے اندر نہیں اتار سکتے۔ ڈپٹی کمشنر اپنے عملے کو حکم دے کہ وہ اشتہار دیواروں پر سے اتار لے۔ اس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ میں اپنا حکم نہیں بدل سکتا۔ پھر ہم اوپر کی کچہری میں سیشن جج کے پاس پہنچے۔ اور اس مقدمہ کی اپیل وہاں دائر کر دی۔ سیشن جج .... (نے) تصویر والا اشتہار دیکھ کر اس قدر غضب کا اظہار کیا کہ بیان نہیں ہو سکتا اور اس نے ہمارے مقدمہ کے متعلق کوئی اپیل نہ سنی اور اس کو خارج کر دیا۔ اور پھر ہم چیف کورٹ میں پہنچے۔ چیف کورٹ میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو عیسائیوں کی طرف سے لاٹ پادری اور دوسرے عیسائی مناد بھی موجود تھے۔

''حضرت مسیح موعودؑ نے ججوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک عرض داشت اپنی قلم مبارک سے لکھ کر دی تھی۔ گویا عیسائیت پر حجت تمام کر دی۔ اس میں حضور نے ایک ایسی بے نظیر بات لکھی تھی کہ جس کا کوئی جواب لاٹ پادری بھی نہیں دے سکتا تھا۔ حضور نے اس میں یہ لکھا تھا کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے صلیب کے بعد اپنے صلیبی زخم حواریوں کو دکھائے تھے اور حواریوں میں سے ایک طبیب بھی تھا۔ چنانچہ لوقا کے متعلق انجیلوں میں لکھا ہے۔ پیارا طبیب۔ طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ مرہم مسیح کے لئے بنائی گئی تھی اور حضرت مسیحؑ کی زندگی میں سوائے صلیب کے واقعہ کے کوئی واقعہ نہیں ہوا جس کے لئے حضرت مسیحؑ کے لئے مرہم بنائی جاتی۔

''پس انجیلیں بتاتی ہیں کہ حضرت مسیح کے ہاتھوں میں صلیبی زخم تھے اور طب کی کتابیں بتاتی ہیں۔ کہ وہ زخم اس مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔

''چیف کورٹ میں اس مقدمے کو سننے کے لئے بڑی مخلوق جمع تھی اور حضرت والد بزرگوار میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی اور میرے چچا اور دوسرے تمام رشتہ دار اس مقدمہ کو سننے کے لئے چیف کورٹ میں گئے ہوئے تھے۔ اس وقت جج ایک

انگریز تھا جس کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا تھا۔ اس نے حضرت مسیحؑ کی اشتہار میں تصویر دیکھ کر اور مرہم عیسیٰ کے بڑے اشتہار، پوسٹر اور ایک انگریزی اشتہار جو میں نے الگ بطور ہینڈ بل کے تقسیم کیا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ ایسا برہم ہوا۔ اور غصے میں بھر گیا اور اسی غصے کی حالت میں اس نے کہا کہ اس اشتہار کا لکھنے والا کون ہے؟ میں جج کے سامنے حاضر ہوا۔ مگر اس کو غصے کے اندر کچھ نظر نہ آیا۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا کہ کس نے یہ اشتہار شائع کیا۔ پھر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا کہ یہ اشتہار میں نے شائع کیا ہے۔ وہ اپنے غیظ وغضب میں اس قدر بھرا بیٹھا تھا کہ میں باوجود اس کے سامنے دو دفعہ پیش ہونے کے اس کو پھر بھی نظر نہ آیا کہ اشتہار دینے والا میں ہوں۔ پھر اس نے تیسری دفعہ کہا کہ کون ہے جس نے یہ اشتہار شائع کیا ہے؟ پھر میں اٹھا تو میرے وکیل کالی پرسن نے جج کو مخاطب کیا اور کہا کہ کیا یہ عدالتیں ہیں۔ کہ تین دفعہ میرا موکل کھڑا ہوا ہے اور اس نے کہا کہ میں نے یہ اشتہار دیا ہے مگر جج کو نظر تک نہیں آیا۔ اس وقت تمام گیلری کے اندر ایک شور مچ گیا۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرا جج اس مقدمے کو سننے کے لئے آ گیا۔ اس وقت حضرت امام سیدنا مسیح موعود کا لکھا ہوا وہ مضمون پڑھ کر سنایا گیا جس کا ترجمہ خواجہ کمال الدین صاحب نے بنا کر دیا تھا کہ انجیل بتاتی ہے کہ حضرت مسیح کے صلیبی زخم تھے جو انہوں نے اپنے حواریوں کو صلیب پر سے زندہ اتر آنے کے بعد دکھائے تھے اور حواریوں میں سے ایک حواری طبیب بھی تھا جس کا نام لوقا تھا۔ الہام الٰہی کی بنا پر اس مرہم کو بنایا گیا تھا اور حضرت مسیح کے صلیبی زخم بھی اسی سے اچھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اس بات پر بحث ہوئی کہ مرہم عیسیٰ کا نام کچھ اور رکھ کر فروخت کیا جائے۔ اس وقت ہم نے اپنے وکیلوں کو سمجھا دیا ہوا تھا کہ اگر کوئی ایسی بات پیش ہو جس سے مرہم کو دوسرے نام سے موسوم کرنے کے لئے جج اپنا فیصلہ لکھے تو ان کو بتا دیا جائے کہ اس طرح تو بہت سی دواؤں کے متعلق عدالت کو قانون بنانا پڑے گا۔ آج عیسائی لوگ مرہم عیسیٰ کے نام سے رنجیدہ ہوتے ہیں تو کل ہندو سوسائٹی گاؤ زبان کے نام سے بھی رنجیدہ ہو گی اور حکومت لیجسلیٹو اسمبلی کو مندرجہ ذیل دواؤں کے نام بدلانے کے لئے ایک قانون نافذ کرنا پڑے گا کیونکہ ہندو لوگ گاؤ زبان اور گئو ونتی کا لفظ اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے

ہیں۔اسی طرح عیسائی عودصلیب اور پنجہ مریم کے نام سے چڑتے ہیں۔اور بھی بے شمار نام ہیں جن کے نام مذہبی نقطہ نظر کے رو سے ہر مذہب والا اس کو سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔اس لئے یہ قانون نیا بنانا پڑے گا کہ یہ یہ دوائیں جو اس نام کی مشہور ہیں ان کا نام بدلنا چاہیئے۔ اگر حکومت ایسا کوئی قانون بنائے گی تو ہم بھی اس مرہم کا نام بدل لیں گے۔طب کی کتابوں میں سے نہ یہ نام محو ہو سکتے ہیں اور نہ کوئی دوسرے نام ان کے مقرر ہو سکتے ہیں۔

''آخری حیص و بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ نام تو یہی رہے مگر وجہ تسمیہ اس مرہم کی یہ نہ لکھی جائے کہ حضرت مسیح کے صلیبی زخموں کو چنگا کرنے کے لئے حواریوں نے اس کو بنایا تھا۔حضرت مسیح تو دوسرے بیماروں کو چنگا کرتے تھے اس مرہم نے حضرت عیسیٰؑ کو چنگا کر دیا۔بہرحال جب یہ فیصلہ ہو چکا تو ہم نے پوسٹروں میں سے اس کی وجہ تسمیہ نکال دی اور اس کی بجائے یہ لکھا کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کے لئے بنائی تھی اور یہ مرہم سرطان' خنازیر' بواسیر' طاعون اور تمام قسم کے زہریلے پھوڑوں کے لئے اکسیر ہے۔اس کامیابی پر تمام اخباروں نے ہمیں مبارکباد دی اور اسی مرہم کی وجہ سے ہندوستان' انگلستان اور تمام دوسرے ممالک میں میرا نام مرہم عیسیٰ مشہور ہو گیا اور مرہم کی اتنی بکری ہوئی کہ ہزاروں روپے ہم نے اس کی وجہ سے کمائے۔

''دواخانہ میں اس دوائی کے ذریعہ دوسری دواؤں کو بھی بہت شہرت حاصل ہو گئی اور ہم نے اپنے دواخانہ کا نام بھی دواخانہ مرہم عیسیٰ رکھا۔اور اسی نام سے تمام ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں یہ دواخانہ مشہور ہے۔''[۱۳]

حضرت حکیم مرہم عیسیٰؑ صاحب اپنے احمدی ہونے کا باعث یہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ سرسید احمد خاں صاحب مرحوم کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔اس کے بعد حضرت صاحب کا تذکرہ سنا اور کچھ اشتہارات بھی دیکھے۔براہین احمدیہ بھی پڑھنے کا موقعہ ملا۔اس سے آپ کے دل میں حضرت کی محبت کا جوش پیدا ہوا۔اور آپ قادیان تشریف لے گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وساطت سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسر میں جو حضرت اقدس کا مباحثہ ہوا تھا۔اس میں بھی آپ شامل تھے۔اسی طرح عبدالحق غزنوی

کے ساتھ جو مباہلہ ہوا۔اس میں بھی شامل تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے والد صاحب بھی اس مباہلہ میں شامل تھے گو اس وقت تک انہوں نے بیعت نہیں کی تھی مگر اس میدان میں حضرت صاحب کی خدا کے حضور دعائیں اور التجائیں سن کر ان کا دل پگھل گیا۔اور کچھ عرصہ بعد قادیان جا کر بیعت کر لی۔

آپ کو چونکہ شروع ہی سے بحث مباحثہ کا بہت شوق رہا ہے اس لئے آپ تمام مذاہب کے مشہور مذہبی لیڈروں سے تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ پنڈت لیکھرام پشاوری شاہ عالمی میں رہتا تھا۔اس کے قتل سے پہلے رمضان شریف میں آریہ سماج مندر میں جو وچھووالی میں تھا وہ میرے اور صوفی نبی بخش صاحب اور ایک اور صاحب کے ساتھ جن کا نام یاد نہیں رہا روح و مادہ کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔قرآن مجید پر بار بار حملے کرتا تھا ہم اس کا جواب دیتے تھے۔خدا کی شان ہے کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہم نے اس سے مباحثات چھوڑ دیئے تھے اور اس سے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق عنقریب تم عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے والے ہو۔چنانچہ ہم نے ایک بڑے مجمع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پڑھ کر بھی سنائی تھی۔اس گفتگو پر ابھی دس دن نہ گزرے تھے کہ وہ قتل ہو گیا۔میرے والد محترم کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ میرا بچہ پنڈت لیکھرام کے ساتھ مباحثات کیا کرتا تھا کوئی ہندو اس پر الزام نہ عاید کر دے۔خدا کا شکر ہے کہ اس کے بعد ہندو مسلم کا سوال پیدا ہو گیا اور سب مسلمانوں نے حضرت صاحب کی پیشگوئی کے سچا ہونے کا اقرار کیا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب قرآن مجید کے عاشق تھے۔ آنحضرت ﷺ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے از حد محبت رکھتے تھے۔چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جب ایک شقی القلب مخالف نے نماز کے بعد مسجد مبارک ربوہ کے محراب میں گردن پر چاقو مارا تو آپ یہ سن کر بے چین ہو گئے۔ہسپتال میں بیمار تھے۔آنکھ کا تازہ آپریشن ہوا تھا۔مگر آپ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور جب تک ربوہ پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت نہیں کر لی چین نہیں آیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے احسانات سناتے وقت اکثر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

مرحوم کے عقائد غیر مبائعین کے ساتھ ملتے تھے۔اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ لاہوری فریق کے ساتھ مل گئے تھے۔مگر چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

بنصرہ العزیز سے شدید محبت رکھتے تھے اس لئے یہ محبت انہیں کشاں کشاں جماعت قادیان کی طرف کھینچ لائی اور آپ نے حضور ایدہ اللہ کی بیعت کر لی اور آخر دم تک جماعت کے ساتھ وابستہ رہے۔ چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی تو نماز جمعہ کے بعد بیرونی باغ میں خاکسار راقم الحروف ہی کو ان کا جنازہ پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور مجھے خوب یاد ہے کہ سینکڑوں افراد نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی تھی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی اجازت سے آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی تھی۔

۳۱۳ اصحاب کی جو فہرست ''انجام آتھم'' میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کی ہے اس میں حضرت حکیم صاحب کا نام ۲۷۱ نمبر پر ہے۔

باوجود اس بات کے کہ حضرت حکیم صاحبؓ کی عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی آپ کی صحت نہایت ہی عمدہ تھی۔ وفات سے دو روز پہلے بھی فجر کی نماز آپ نے مسجد میں آ کر ادا کی۔

مباحثات میں آپ کی گرفت مخالف پر کڑی ہوا کرتی تھی۔ محترم قریشی محمد صادق صاحب سیالکوٹی حال محلّہ دارالرحمت وسطی ربوہ کا بیان ہے کہ:

ان ایام میں جب کہ میری رہائش مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کے پاس والے مکان میں تھی۔ ایک چکڑالوی آ گیا اور اس نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ ''تم لوگوں نے جو کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** بنایا ہوا ہے یہ قرآن میں ایک جگہ تو ہے نہیں اور نبی خائن نہیں ہوتا پھر نا معلوم اسے کس نے اکٹھا کر دیا ہے''؟ میں تو یہ اعتراض سن کر حیران رہ گیا۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے ہاں گیا۔ لیکن آپ گھر میں موجود نہیں تھے۔ حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب مل گئے۔ ان سے میں نے کہا کہ حکیم صاحب! ایک چکڑالوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ تمہارا کلمہ طیبہ قرآن کریم میں اس طرح ایک جگہ تو اکٹھا کہیں نہیں ملتا اور نبی خائن بھی نہیں ہوتا تو پھر اسے اکٹھا کس نے کیا ہے؟ حضرت حکیم صاحب نے بلا توقف جواب دیا کہ اس چکڑالوی بدبخت سے جا کر کہو کہ نبی تو خائن نہیں ہوتا تمہاری نماز جس کا کچھ حصہ تم نے کسی پارہ سے لیا ہے کچھ کسی پارہ سے اور کچھ کسی سے' اسے موجودہ شکل میں کس نے اکٹھا کیا ہے۔ میں یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا اور چکڑالوی کو جا کر یہ جواب سنایا تو وہ مبہوت ہو گیا۔

اولاد: ڈاکٹر عبدالحمید چغتائی۔ میاں نذیر حسین۔ عبدالرحمٰن۔ احمد حسین۔ محمد احمد۔ محمد عیسیٰ۔ محمد یحییٰ۔ محمد زکریا۔ محمد الیاس۔ محمد ادریس۔ عبدالوسیع۔ رابعہ۔ عائشہ۔ سعیدہ۔ حمیدہ۔ صغریٰ۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (غیر مبائع)

ولادت: ۱۸۷۲ء بیعت: ۱۸۹۲ء وفات: ۱۲۔فروری ۱۹۳۶ء

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب دونوں بھائیوں نے ۱۸۹۲ء میں لاہور میں ہی حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ دونوں نہایت ہی مخلص تھے اور سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ افسوس کہ حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب تو ۱۹۰۰ء میں وفات پا گئے۔ لیکن جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے لمبی عمر پائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں اخلاص سے کام کیا۔

آپ کی بیعت کا واقعہ نہایت ہی ایمان افزا ہے۔ آپ کی عمر ابھی اٹھارہ انیس سال کی ہی تھی اور آپ میڈیکل کالج کی سیکنڈ ایئر کلاس کے طالب علم تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور محبوب رایوں کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں قیام فرمایا۔ آپ زیارت کیلئے پہنچے۔ پہلے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ سے ملاقات کر کے لطف اندوز ہوئے اور پھر حضرت اقدس کی زیارت کر کے بے اختیار کہہ اٹھے کہ ''یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں'' چنانچہ بیعت کر کے واپس لوٹے۔ اگلے روز آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی پہلی ملاقات میں ہی بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد دونوں بھائیوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی جس کو آپ کے والد دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب سے قرآن شریف ختم کیا۔ بیعت کے ایک سال بعد محترم مرزا یعقوب بیگ صاحب قادیان پہنچے اور وہاں سے ہی یکے بعد دیگرے دو تبلیغی خطوط اپنے والد محترم کو لکھے۔ حضرت اقدس کی آپ کی طرف خاص توجہ تھی۔ اس لئے حضور کی دعاؤں سے بیعت کے بعد ہر سال وظیفہ ملتا رہا اور کالج سے فارغ ہوتے ہی ہاؤس سرجن کا عہدہ مل گیا۔

امرتسر میں جب حضرت اقدس کا عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہو رہا تھا۔ اس میں یہ دونوں بھائی شامل ہوتے رہے۔ اس مباحثہ کے دوران میں ان کے والد مرحوم مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور نے بھی بیعت کر لی۔ جس سے دونوں بھائیوں کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ اب تو فدائیت کا یہ حال تھا کہ اگر کالج میں

ایک دن کی بھی رخصت ہوتی تو راتوں رات قادیان پہنچ کر وہ دن قادیان میں گزارتے۔ حضرت مولانا حکیم صاحب اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بھی ان سے بہت ہی محبت سے پیش آتے اور یہ بھی ان پر فدا تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگم صاحب تین ماہ کی رخصت پر قادیان ہی میں تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ مجھے ان کی خدمت کا خوب موقع ملا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۵ء میں جو وفد چولہ بابا نانک صاحب سے متعلق تحقیقات کے لئے ڈیرہ بابا نانک صاحب بھیجا تھا وہ لاہور ہی کے چار احباب پر مشتمل تھا۔ یعنی جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ دفتر ریلوے لاہور، جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور جناب میاں عبدالرحمٰن صاحب لاہوری۔ ان چاروں نے قادیان جا کر حضرت اقدس کی خدمت میں یہ رپورٹ کی کہ واقعی ڈیرہ بابا نانک میں ایک چولہ موجود ہے جس پر کلمہ طیبہ اور قرآن کریم کی کئی ایک آیات لکھی ہوئی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چونکہ اس چولہ کو حضرت بابا نانک صاحب کے مسلمان ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کرنا تھا اس لئے اس اہم ذمہ داری کے پیش نظر بعد میں حضور نے بعض احباب کی معیت میں ۳۰۔ستمبر ۱۸۹۵ء کو خود بھی ڈیرہ بابا نانک کا سفر اختیار کیا تھا اور اس سفر میں بھی لاہور کے احباب میں سے جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی اور جناب مرزا ایوب بیگ صاحب شامل تھے۔

حضرت اقدس علیہ السلام آپ کو حضرت ام المومنین اور دیگر اہل بیت کی بیماری کے علاج کیلئے عموماً لاہور سے بلا لیتے تھے اور حضور خود آخری بیماری سے لاہور میں بیمار ہوئے تو اس وقت بھی آپ کو بلانے کا حکم دیا۔ غرض آپ نے زندگی بھر نہایت ہی اخلاص سے کام کیا مگر افسوس کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر آپ غیر مبائعین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی بھی آپ نے زندگی بھر خدمت کی۔ مگر جب فروری ۱۹۳۶ء میں انجمن کے ممبروں خصوصاً مولوی احمد علی صاحب نے آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے انجمن کی ممبری سے خارج کروا دیا تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور گھر پہنچتے ہی بیماری کا ایسا حملہ ہوا کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے اور دو تین روز کے اندر ہی ۱۲۔فروری ۱۹۳۶ء کو وفات پا گئے۔ **فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون.**

''انجام آتھم'' میں مندرجہ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۴۰ نمبر پر ہے۔

اولاد: مرزا داؤد بیگ۔ مرزا عبدالرحمٰن بیگ اور تین بیٹیاں بقید حیات ہیں۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ

ولادت: اگست ۱۸۷۵ء بیعت: ۱۸۹۲ء وفات: ۲۸۔ اپریل ۱۹۰۰ء

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کے بھائی تھے۔ دونوں نے ۱۸۹۲ء بمقام لاہور حضرت اقدس کی بیعت کی تھی۔ مرزا ایوب بیگ صاحب چیفس کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ لمبا قد، گورا رنگ، خوبصورت داڑھی، اور عمدہ لباس پہن کر اپنے کالج سے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کا درس سننے کے لئے پیدل لنگے منڈی والی مسجد میں نماز فجر کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ بعض اوقات حضرت اقدس کو دباتے دباتے حضور کے پلنگ پر ہی لیٹ جاتے تھے۔ افسوس کہ عین جوانی کے وقت انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت اقدس کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا تھا۔

ان کے مفصل حالات اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ ۶۳ تا ۱۰۴ میں موجود ہیں۔ جوانی ہی میں صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ سید شاہ محمد صاحب سکنہ شاہ مسکین بیان فرمایا کرتے ہیں کہ جس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کی تلاشی پنڈت لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں ہونی تھی۔ اس دن ہم نے فجر کی نماز لاہور میں مسجد لنگے منڈی والی میں مرزا ایوب بیگ صاحب کے پیچھے پڑھی تھی۔ مرزا صاحب مرحوم اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ:

''میں نے سجدہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے حضور فوجی لباس میں ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور دوڑتے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضور کیا بات ہے؟ فرمایا۔ آج مرزا غلام احمد کی تلاشی ہونی ہے۔ میں قادیان میں ان کی حفاظت کیلئے جا رہا ہوں۔''

مورخہ ۳۰۔ ستمبر ۱۸۹۵ء کو جو وفد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چولہ باوا نانک صاحبؒ کی تحقیقات کے سلسلہ میں ڈیرہ بابا نانک گیا تھا اس میں علاوہ اور احباب کے حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ بھی شامل تھے۔[۱۴]

گوحضرت مرزا ایوب بیگ صاحب کی وفات بہشتی مقبرہ کے قیام سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔ مگر جب بہشتی مقبرہ کا قیام عمل میں آیا۔تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی نعش نکلوا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کروائی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی وفات پر جو تعزیتی خط جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھا اس میں حضور فرماتے ہیں:

''اس خط کے لکھنے کے وقت جو ایوب بیگ مرحوم کی طرف توجہ تھی کہ وہ کیونکر جلد ہماری آنکھوں سے ناپدید ہو گیا اور تمام تعلقات کو خواب وخیال کر گیا۔کہ یک دفعہ الہام ہوا۔

'مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کے راہ سے داخل ہو'

''یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی ہے اور خوش نصیب وہ ہے جس کی ایسی موت ہو''۔[15]

۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۱۴۱ نمبر پر ہے۔

حضرت منشی محمد افضل صاحبؓ لاہور

ولادت: بیعت: وفات: ۲۱۔مارچ ۱۹۰۵ء

حضرت منشی محمد افضل صاحب لاہور کے باشندہ تھے۔بیعت بالکل ابتدائی زمانہ میں کی تھی اور اس کے بعد جلد ہی ممباسہ (افریقہ) میں بسلسلہ ملازمت ریلوے چلے گئے تھے۔۱۹۰۲ء میں وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد قادیان میں سکونت پذیر ہو گئے۔ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک اخبار ''القادیان'' قادیان سے جاری کیا۔لیکن اگلے ہی مہینے یعنی اکتوبر ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس نے اس اخبار کا نام بدل کر ''البدر'' رکھ دیا۔

افسوس کہ محترم منشی صاحب جو بابو محمد افضل صاحب کے نام سے مشہور تھے۔مارچ ۱۹۰۵ء میں وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

حضرت بابو صاحب اپنے اخبار میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ حضرت اقدس کی ڈائری شائع کیا کرتے تھے۔ان کی وفات کے بعد اخبار ''البدر'' حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رضی اللہ عنہ نے خرید لیا۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو جو ان دنوں تعلیم

الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اخبار ''البدر'' کا ایڈیٹر مقرر فرما دیا۔
۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں ان کا نام ۶۷ نمبر پر ہے۔

حضرت میاں الہ دین صاحبؓ

ولادت: بیعت: وفات:

حضرت میاں الہ دین صاحب ولد میاں عمر دین صاحب کٹرہ ولی شاہ درخانہ پیر بخش صاحب لاہور کے باشندہ تھے۔ گورنمنٹ سنٹرل پریس کیمپ شملہ میں ایک عرصہ تک ملازمت کی۔ آپ کی بیعت کا نمبر رجسٹر بیعت میں ۳۷ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔

حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرہؓ

ولادت: اگست ۱۸۷۴ء بیعت: ۱۸۹۲ء یا اس سے قبل وفات: یکم مئی بروز جمعہ ۱۹۶۴ء

حضرت شیخ صاحبدین صاحب ڈھینگرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد امجد چوہڑمل صاحب موضع لالیاں ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے اور ہندوؤں کے اروڑا خاندان ڈھینگرہ ذات کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ جھنگ شہر کے کسی پیر صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں لالیاں سے انتقال مکانی کر کے گوجرانوالہ میں آباد ہو گئے۔ حضرت شیخ صاحب مرحومؓ لالہ چوہڑمل کی چھٹی پشت میں آ کر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ ۲۔ بھادوں ۱۹۳۲ء بکرمی مطابق اگست ۱۸۷۴ء ہے۔ والد ماجد کا نام شیخ محمد بخش تھا اور والدہ ماجدہ کا نام بھاگن بی بی دلی والی۔ شیخ محمد بخش صاحب کی اولاد یہ تھی:

مولا بخش۔ اللہ بخش۔ کریم بخش۔ صاحبدین۔ فضل الٰہی۔ محمد الٰہی۔ کریم بی بی۔ رحیم بی بی

حضرت شیخ کریم بخش صاحب اور حضرت شیخ صاحبدین صاحب کو خدا تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت صاحب کے دعویٰ کے معاً بعد جب شہر میں حضور کا ہر جگہ چرچا شروع ہوا تو حضرت شیخ صاحبدین صاحب کو جوان دنوں مڈل کے طالب علم تھے۔ انہوں نے اپنے استاد حضرت مولوی احمد جان صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں جن کی شہر میں ہر جگہ باتیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب موصوف شیخ صاحب کی خوش قسمتی سے احمدی

تھے۔انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا! آج دنیا میں قرآن کریم کو جاننے اور سمجھنے والے صرف مرزا صاحب ہیں۔ان کی اس بات سے متاثر ہو کر حضرت شیخ صاحب نے اپنے بڑے بھائی شیخ کریم بخش صاحب سے بھی اس گفتگو کا ذکر کیا۔شیخ کریم بخش صاحب نے کہا کہ کل تم اپنے ماسٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر حضرت مولوی صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص دے دی۔حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ تو اس کتاب کو پڑھ کر لٹو ہو گئے اور فوراً قادیان جا کر بیعت کر آئے۔ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحبدین صاحب نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ واقعہ ۹۲۔۱۸۹۱ء کا ہے۔

یہ دونوں بھائی چونکہ گوجرانوالہ کی ایک وسیع برادری کے افراد تھے۔اس لئے ان کی خوب مخالفت ہوئی۔مگر انہوں نے اس کی قطعاً پروانہ کی۔تھوڑے دنوں کے بعد دونوں بھائی قادیان گئے اور حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی دستی بیعت کر لی۔

۱۸۹۴ء میں آپ نے انٹرنس کا امتحان دیا اور پھر اپنے بڑے بھائی شیخ الہ بخش صاحب کے چمڑہ کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ملتان تشریف لے گئے مگر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ آپ کے والد ماجد شیخ محمد بخش صاحب کا گوجرانوالہ میں انتقال ہو گیا اور آپ واپس گوجرانوالہ آ گئے۔آپ کی شادی بچپن میں ہی آپ کی برادری میں ہو گئی تھی۔

ابھی آپ کو بیعت میں داخل ہوئے تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ آپ کے غیر احمدی بھائیوں کے پیر حافظ عبدالکریم صاحب اپنے مریدوں سے ملاقات کے لئے گوجرانوالہ آ گئے۔آپ نے حافظ صاحب سے بھری مجلس میں سوال کیا کہ پیر صاحب! مہربانی فرما کر بتائیے کہ عام لوگ تو اس لئے پیروں کی بیعت کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کمزور اور گہنگار سمجھتے ہیں مگر آپ جیسے پیروں کے پاس پیر بننے کی کیا سند ہے؟ کیا انبیاء یا خلفاء کی طرح خدا تعالیٰ نے آپ کو اس منصب پر کھڑا کیا ہے یا اس کا اور کوئی باعث ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا پیر صاحب کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہو سکتا تھا وہ کھسیانے ہو کر بات کو ٹال گئے۔

حضرت شیخ صاحبؓ چونکہ اس زمانہ کے پڑھے لکھے لوگوں میں شمار ہوتے تھے اس لئے آپ کے بڑے بھائی شیخ مولا بخش نے آپ کو بکر منڈی لاہور میں بطور منشی ملازم کروا دیا۔۱۹۰۰ء میں آپ نے یہ

ملازمت اختیار کی۔ ابھی اس ملازمت پر دو ہی سال گذرے تھے کہ آپ ٹائپ کا کام سیکھ کر ریلوے کی ٹی۔ ایس برانچ میں ملازم ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ کی رہائش اندرون بھاٹی گیٹ ایک بیٹھک میں تھی۔ جس میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب اور ایک اَور دوست بھی رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی ان دنوں بیعت کر چکے تھے اور احمدی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۰۲ء میں آپ کی اہلیہ صاحبہ کا گوجرانوالہ میں انتقال ہو گیا۔ جس پر آپ نے اپنے بچوں اور ان کی نگہداشت کیلئے اپنی والدہ محترمہ اور اپنی بیوہ بہن رحیم بی بی کو بھی لاہور میں بلوالیا۔

۱۹۰۹ء تک آپ کی رہائش بسلسلہ ملازمت لاہور میں رہی۔ اس عرصہ میں آپ وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے قادیان بھی جاتے رہے اور جب حضور لاہور میں تشریف لاتے تو دفتر کے بعد سیدھے آپ حضور کی فرودگاہ پر حاضر خدمت ہو جاتے۔ ۲۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو بھی دفتر سے سیدھے احمدیہ بلڈنگس پہنچے اور سارا دن وہاں رہے۔ ۲۶۔ مئی کو ہندوؤں کے ایک تہوار بھدر کالی کی وجہ سے چھٹی تھی۔ اس لئے دفتر بند ہونے کی وجہ سے رخصت حاصل کرنا مشکل تھا۔ اس وجہ سے حضرت اقدس کی نعش کے ساتھ قادیان نہ جا سکے۔ دوسرے دن ۲۷۔ مئی کو دفتر سے رخصت حاصل کر کے قادیان پہنچے اور حضرت اقدس کے جنازہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی اور دوسرے دن واپس لاہور آ گئے۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۹۰۹ء تک آپ نے لاہور میں ملازمت کی۔ بعد ازاں آپ نے اس ارادہ سے استعفاء دے دیا کہ آپ اپنے ایک نسبتی بھائی میاں عبدالکریم صاحب ابن میاں نبی بخش صاحب رئیس راولپنڈی کے ساتھ بیرسٹری کرنے انگلستان جانا چاہتے تھے۔ مگر بمبئی پہنچ کر اس وجہ سے واپس آ گئے کہ میاں نبی بخش صاحب موصوف یہ چاہتے تھے کہ اپنی لڑکی کی شادی بہت جلد شیخ صاحب کے ساتھ کر دیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے لڑکی کے بھائی میاں عبدالکریم صاحب بھی ولایت جا کر جلد ہی واپس آ گئے۔ مگر بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے فتویٰ کی رو سے وہ لڑکی بوجہ رضاعی بھتیجی ثابت ہونے کے آپ کے عقد میں نہ آ سکی۔ ۱۹۱۰ء میں آپ ملتان پہنچے اور اپنے ایک ماموں زاد بھائی شیخ قادر بخش صاحب کے ساتھ مل کر پیپرمنٹ کی ٹکیہ کا کارخانہ قائم کیا اور فرم کا نام ''ڈھینگڑہ ہاؤس کنفکشنری ورکس'' رکھا گیا۔ یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی منظوری سے رکھا گیا۔ بعد ازاں جب

یہ فرم گوجرانوالہ میں منتقل ہوگئی تو بھی اس کا نام یہی رہا اور اب تک اسی نام سے اندرون و بیرون ملک سے خطوط وغیرہ آتے ہیں۔

آپ کے ملتان میں قیام کے دوران ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ایک شہادت کے سلسلہ میں ملتان تشریف لے گئے اور آپ کو وہاں بحیثیت سیکرٹری جماعت خدمت کا موقعہ ملا۔ دوسرے ایک تبلیغی جلسہ بھی جماعت نے کیا جس میں قادیان سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب' حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب' حضرت حافظ روشن علی صاحب' حضرت میر قاسم علی صاحب تشریف لے گئے اور جلسہ بہت کامیابی کے ساتھ ہوا۔

اس جلسہ سے قبل لاہور سے مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی کی طرف سے دو گمنام ٹریکٹ ''اظہار الحق نمبر۱'' اور ''اظہار الحق نمبر۲'' ملتان پہنچ چکے تھے۔ اس جلسہ میں ان ٹریکٹوں کے جوابات ''خلافت احمدیہ'' اور ''اظہار حقیقت'' احباب میں تقسیم کئے گئے۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کی خبر ملتان پہنچی تو اس کے ساتھ ہی ڈاک میں ''ایک ضروری اعلان'' کے نام سے مولوی محمد علی صاحب کا ایک ٹریکٹ بھی ملتان پہنچا۔ جماعت نے اسی وقت اپنے دو نمائندے حقیقت حال معلوم کرنے کیلئے قادیان بھیجے۔ جب وہ واپس ملتان پہنچے تو سوائے تین چار دوستوں کے جن میں حضرت شیخ صاحبؓ بھی شامل تھے۔ باقی تمام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بیعت کے خط لکھ دیئے۔

شیخ صاحب اس وقت بیعت سے اس واسطے رک گئے کہ آپ کے ابتداء ہی سے جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء میں جب آپ نے ملتان سے گوجرانوالہ میں اپنا کارخانہ منتقل کر لیا تو لاہور کے نزدیک ہونے کی وجہ سے ان لوگوں سے اور زیادہ تعلقات بڑھ گئے۔ گوجرانوالہ میں بھی غیر مبائعین کے آٹھ دس افراد تھے اور شیخ صاحب بھی آ گئے۔ اس لئے یہاں ان کی ایک مضبوط جماعت قائم ہوگئی۔

اس موقعہ پر آپ کا ایک تبلیغی لطیفہ یاد آ گیا جو نہایت دلچسپ ہے۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کے خاندانی پیر نذرانہ وصول کرنے کیلئے ہر سال گوجرانوالہ آیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ جب آئے تو چونکہ آپ بھی گوجرانوالہ میں موجود تھے۔ آپ کے پاس بھی آئے۔ آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب! آپ لوگوں کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہماری نسلیں مل کر بھی اس احسان کو اتارنا چاہیں تو نہیں

اتار سکتیں۔ اب خدا تعالیٰ نے ایک اور انتظام کر دیا ہے اور وہ یہ کہ قادیان میں آنحضرتﷺ کے ایک بروز حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور ہم نے انہیں قبول کر لیا ہے۔ اب ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ بھی انہیں تسلیم کر کے نئے سرے سے مسلمان بن جائیں۔ یہ بات سنکر پیر صاحب بہت گھبرائے۔ جواب تو کیا دینا تھا آئندہ کیلئے گوجرانوالہ میں آنا ہی بند کر دیا۔

۱۹۱۵ء سے لیکر ۱۹۲۲ء تک محترم شیخ صاحب غیر مبائعین کے ساتھ رہے۔ ۱۹۲۲ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی پر قیام فرما تھے۔ محترم شیخ صاحب حضور کی ملاقات کے لئے لاہور آئے اور حضور کے سامنے کھل کر اپنے شکوک وشبہات پیش کئے۔ حضور کے جوابات سن کر آپ کی بہت حد تک تسلی ہو گئی۔ ادھر غیر مبائعین کی اندرونی اور بیرونی حالتوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ سالانہ ۱۹۲۲ء پر آپ قادیان تشریف لے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حقائق و معارف سے پُر تقاریر سن کر ایسا اثر ہوا کہ جلسہ کے ایام میں ہی بیعت کر لی۔ **فالحمد للّٰہ علی ذالک**

اس کے بعد آپ نے اپنی وفات تک فدائیت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مرکز کی ہر تحریک پر انشراح صدر سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ موصی تو تھے ہی' حصہ آمد کے علاوہ تحریک جدید' وقف جدید کے چندوں میں وفات تک حصہ لیا۔ انصار اللہ کا چندہ بھی باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ بلکہ انصار اللہ کے ہال کی تعمیر کے لئے سو روپیہ چندہ دینے والوں میں بھی آپ کا نام کندہ ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز' حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور آپ کے بھائی محترم جناب چوہدری محمد عبد اللہ خاں صاحب مرحوم اور محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب حضرت شیخ صاحب کا خاص لحاظ کرتے اور بہت محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے دیرینہ دوست جناب شیخ دین محمد صاحب سابق گورنر سندھ کو جو سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں میں سے تھے' چائے کی میز پر کہا کہ شیخ صاحب! میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کیا آپ مانیں گے؟ شیخ صاحب موصوف نے کہا۔ شیخ صاحب' آپ جانتے ہیں کہ میں باوجود آپ کی جماعت کا مخالف ہونے کے آپ کا ادب واحترام کرتا ہوں اور کبھی میں نے

آپ کی بات کو رد نہیں کیا۔آپ فرمائیے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ شیخ صاحب نے فرمایا۔آپ ایک مرتبہ حضرت اقدس امام جماعت احمدیہ کی ملاقات کے لئے ربوہ تشریف لے چلیں۔ پہلے تو شیخ صاحب یہ بات سن کر گھبرائے۔مگر پھر کہا کہ بھائی صاحب! آپ جانتے ہیں مجھے لوگ ملک کے بڑے آدمیوں میں شمار کرتے ہیں۔ میں بغیر دعوت کے کیسے جاؤں؟ یہ سن کر محترم شیخ صاحب دین نے فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں چٹھی لکھ دی جس میں جناب شیخ دین محمد صاحب کا یہ فقرہ بھی لکھ دیا۔حضرت اقدس نے شیخ صاحب دین صاحب کو لکھا کہ اگر شیخ دین محمد صاحب آ جائیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ یہ خط لے کر شیخ صاحب فوراً شیخ دین محمد صاحب کے پاس پہنچے۔محترم شیخ دین محمد صاحب یہ خط پڑھ کر ربوہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ربوہ پہنچ کر دو تین گھنٹے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔اس ملاقات میں محترم شیخ صاحب دین صاحب کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور بعض اور بزرگ بھی شامل تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب شیخ دین محمد صاحب ملاقات کے کمرہ سے باہر آئے تو اس قدر خوش تھے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں اور پھر تو اکثر کہا کرتے تھے کہ مسلمان تو یہ لوگ ہیں ہم تو کچھ بھی نہیں۔اس ملاقات کے بعد محترم شیخ صاحب موصوف نے وفات تک نہ صرف یہ کہ جماعت کی مخالفت نہیں کی بلکہ مداح رہے۔

۱۹۳۱ء میں حضرت شیخ صاحب دین صاحب کو بعض ضلعی خدمات کی وجہ سے ڈسٹرکٹ درباری کا سرٹیفکیٹ بھی ملا۔آپ شہر گوجرانوالہ کے رؤساء میں شمار ہوتے تھے اور آپ کی رائے کو حکام وقت اور دیگر رؤساء بہت وقعت دیتے تھے۔ میونسپل کمیٹی کی پریذیڈنٹی کیلئے بہترین شخصیت کے انتخاب کے لئے بھی آپ کا فیصلہ ہی صحیح سمجھا جاتا تھا۔جس شخص کو بھی کوئی دقت پیش آتی وہ آپ کو مدد کے لئے تیار پاتا۔

۱۹۵۳ء میں جب احمدیوں کے خلاف شورش بہت بڑھ گئی اور احمدیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے قریباً مکمل ہو گئے تو آپ نے اس شورش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ پھر جب ۲۔ مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لا لگا اور شورش پسند مولوی صاحبان گرفتار ہو گئے تو آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار خوب زور وشور سے پڑھا کرتے تھے:

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ نگوں سار ہو گئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

بازاروں میں، گلیوں میں، بڑی بڑی دکانوں پر، کچہری میں، بار روم میں، دفاتر میں، غرضیکہ ہر عمدہ موقعہ پر آپ نے یہ اشعار اس کثرت کے ساتھ پڑھے کہ آپ کو دیکھ کر ہی لوگ یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ آپ لوگوں کی زبان سے یہ اشعار سن کر خوب زور سے کہتے کہ ہاں! خدا کی بات پوری ہوگئی۔

آپ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے تیس سال تک سیکرٹری امور خارجہ رہے۔ یکم مئی ۱۹۶۴ء کو بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب قریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

آپ کے بڑے صاحبزادے محترم جناب شیخ خواجہ محمد شریف صاحب☆ جنہوں نے یہ حالات لکھوائے ہیں۔ فرمایا کہ آپ نے وفات کے روز تین بجے بعد دوپہر مجھ سے فرمایا کہ پانی کا لوٹا لاؤ تا میں وضو کر کے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھ لوں۔ چنانچہ وضو کے بعد آپ نے پلنگ پر بیٹھ کر ہی دونوں نمازیں پڑھیں۔ چار بجے شام میں نے چائے کے لئے پوچھا تو مجھے غور سے دیکھا۔ پھر کمرے میں ادھر ادھر دیکھ کر چھت کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں تو بہت خوش ہوں۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو سمجھا کہ یہ ان کا آخری وقت ہے۔ چنانچہ پانچ بجے میں نے آپ کی چارپائی صحن میں نکالی۔ آٹھ بجے شام تک دودھ اور شہد دیا جاتا رہا۔ آخر وقت تک آنکھیں کھلی رہیں۔ دیکھتے رہے مگر زبان سے کوئی بات نہ کی۔ آہستہ آہستہ سانس لمبے اور چھوٹے ہوتے گئے اور آٹھ بجے شب اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ۲۔ مئی بروز ہفتہ ۱۹۶۴ء کو شام سے پہلے گوجرانوالہ کے قبرستان میں امانتاً دفن کئے گئے۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ خاکسار کے بڑے لڑکے شیخ عبدالماجد صاحب کی اہلیہ کے چونکہ آپ دادا تھے۔ اس لئے خاکسار کو بھی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ کا جنازہ بھی خاکسار ہی کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔

اولاد: آپ نے اپنے پیچھے تین لڑکے شیخ خواجہ محمد شریف صاحب، شیخ محمد لطیف صاحب، شیخ محمد حنیف صاحب، ۹ پوتے، ۱۱ پوتیاں اور ۴۴ پڑپوتے پڑپوتیاں چھوڑی ہیں۔

☆ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ محترم شیخ خواجہ محمد شریف صاحب کی پیدائش ۱۸۹۳ء کی ہے۔ لہٰذا آپ بھی پیدائشی صحابی ہیں۔

محترم خلیفہ رجب دین صاحب (غیر مبائع)

ولادت: بیعت: ۱۸۹۲ء یا اس سے قبل وفات:

جناب خلیفہ رجب دین صاحب احمدیت قبول کرنے سے پہلے کٹر اہلحدیث تھے۔ محترم خواجہ کمال الدین صاحب کے خسر تھے۔ خلافت ثانیہ کے شروع میں غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اخبار ''پیغام صلح'' کے مینیجر بھی رہے۔ ان کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ۱۱۳ نمبر کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم بہت پرانے احمدی تھے۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ

ولادت: بیعت: ۲۔جنوری ۱۸۹۲ء وفات: یکم جولائی ۱۹۲۶ء

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ ایک نہایت ہی متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ کی رہائش اندرون موچی گیٹ تھی۔ آپ نے بالکل ابتدائی زمانہ میں یعنی ۲۔جنوری ۱۸۹۲ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ بسلسلہ ملازمت آپ کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں رہنا پڑا۔ آپ ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جن کی بیٹیاں خاندان مسیح موعودؑ میں بیاہی گئیں۔ چنانچہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا نکاح اکتوبر ۱۹۰۲ء میں سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ ہوا۔ اور اگلے سال ۱۹۰۳ء میں اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ جبکہ آپ آگرہ میں میڈیکل کالج کے پروفیسر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے اخلاص کی بہت تعریف کی ہے۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آ گئے تھے اور نور ہسپتال میں کئی سال تک انچارج کے طور پر کام کیا۔ خاکسار راقم الحروف کے ساتھ بہت محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی محبت کا کچھ تذکرہ میں نے ''حیات نور'' میں بھی کیا ہے۔ خاکسار کی آنکھوں میں ناخونہ اتر آتا تھا اس کا آپریشن بھی آپ ہی نے کیا تھا۔ آپ کی وفات یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون.

آپ کے والد ماجد خلیفہ حمید الدین صاحب ''انجمن حمایت اسلام'' کے بانیوں میں سے تھے۔ اس خاندان کی عورتوں کو بھی حفظ قرآن کا شوق تھا۔ آپ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔☆

''انجام آتھم'' میں ۳۱۳ اصحاب کی مندرجہ فہرست میں آپ کا نام ۱۶۱ نمبر پر درج ہے۔

اولاد: خلیفہ تقی الدین، خلیفہ علیم الدین، سیدہ محمودہ رشیدہ بیگم (ام ناصر)، حمیدہ بیگم، رضیہ بیگم، سعیدہ بیگم، امینہ بیگم، خلیفہ صلاح الدین مرحوم، خلیفہ عبدالرحمٰن، خلیفہ ناصر الدین، خلیفہ جلال الدین، خلیفہ منیر الدین۔

حضرت خان عبدالمجید خاں صاحب کپورتھلوی حال لاہور

ولادت: **بیعت:** ابتدائی زمانہ میں   **وفات:** ۴۔جنوری ۱۹۶۳ء

حضرت خاں عبدالمجید خاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی حضرت منشی محمد خاں صاحب کپورتھلوی کے صاحبزادے تھے۔ کپورتھلہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز رہے۔ تقسیم ملک کے بعد ماڈل ٹاؤن سی بلاک میں رہائش اختیار کی نماز باجماعت کے آپ بے حد پابند تھے۔ خاکسار کو جب کبھی ماڈل ٹاؤن جانے کا موقعہ ملا۔ آپ کو باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے نماز کے لئے موجود پایا۔ ایک خصوصیت آپ میں یہ بھی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے تتبع میں کوٹ پہنے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سخت گرمی کے دنوں میں آپ کے بعض دوست کوٹ پہننے پر آپ سے مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ مگر جب آپ یہ فرماتے کہ میں تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے تتبع میں کوٹ پہن کر آتا ہوں تو وہ دوست خاموش ہو جایا کرتے۔ حضرت میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور صدر حلقہ ماڈل ٹاؤن کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ حضرت میاں صاحب موصوف بھی ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غرضیکہ بہت عمدہ صفات کے آپ مالک تھے۔ ۴۔جنوری ۱۹۶۳ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

☆ دیکھیئے ''آئینہ کمالات اسلام''۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب صدر انجمن احمدیہ کے ممبر اور محاسب بھی تھے۔

''آئینہ کمالات اسلام'' میں آپ کا نام ان خوش قسمت اصحاب میں درج ہے جو ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہوئے تھے۔

اولاد: امۃ اللہ بیگم' حمیدہ بیگم' عبدالحمید خاں' صادقہ بیگم' زبیدہ بیگم۔

حضرت منشی عبدالعزیز صاحب باغ بانپورہ (سابق فارسٹر)

ولادت: **بیعت:** ۱۸۹۲ء یا اس سے قبل **وفات:**

حضرت منشی عبدالعزیز صاحب سکنہ باغ بانپورہ لاہور (سابق فارسٹر) کا نام اس فہرست میں شامل ہے جو ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے تھے۔[16]

حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ ماسٹر عبدالعزیز صاحب باغ بانپورہ کے رہنے والے تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے پرائمری سکول اندرون شہر کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ مخلص احمدی تھے۔ میں ان ایام میں پرائمری سکول کا طالب علم تھا۔ ان کے ایک لڑکے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ جو اے۔ جی آفس سے ریٹائر ہونے کے بعد انجمن حمایت اسلام کے فنانشل سیکرٹری بھی رہے۔

جناب ماسٹر احمد صاحب (غیر احمدی)

ولادت: **وفات:**

جناب ماسٹر احمد صاحب لاہور کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہے جو حضور نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی تیار کی تھی۔[17]

حضرت ڈپٹی محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ ماسٹر احمد صاحب محکمہ ریلوے میں کلرک تھے۔ ان کی شادی میاں کریم بخش صاحب ٹھیکیدار کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ پانی والا تالاب سے آگے جو مسجد ہے اور میاں کریم بخش والی مسجد کہلاتی ہے' یہ انہی میاں کریم بخش کی طرف منسوب ہے۔ ماسٹر صاحب اہلحدیث گروہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ عالم آدمی تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے بھی رکن تھے۔ میاں شمس الدین صاحب کے ساتھ بھی خاص تعلقات رکھتے تھے۔ ماسٹر صاحب اور ان کے خسر میاں کریم بخش صاحب دونوں احمدی نہیں تھے۔ البتہ شروع شروع میں اعتقاد رکھتے تھے۔ ☆

☆ان کا ذکر یہاں اس لئے کیا گیا ہے کہ جلسہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے کی وجہ سے انہیں بعد میں آنے والے احمدی نہ سمجھ لیں۔

وہ احباب جو جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہوئے مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم نہیں ہو سکا

۱۔حضرت منشی مظفر الدین صاحب کلرک ایگزامینر آفس لاہور

۲۔حضرت منشی محمد بخش صاحب کلرک ایگزامینر آفس لاہور

۳۔حضرت حاجی شہاب الدین صاحب لاہور

۴۔حضرت منشی محمد حسین صاحب کلرک ایگزامینر آفس لاہور۔ان کی رہائش اندرون موچی گیٹ تھی۔

۵۔حضرت منشی کرم الٰہی بخش مدرس مدرسہ نصرت الاسلام لاہور۔ان کی رہائش تکیہ سادھواں میں تھی۔۳۱۳ اصحاب میں بھی ان کا نام ہے۔

۶۔حضرت میاں عبداللطیف صاحب باغبانپورہ لاہور۔

حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت:　　　　بیعت:۹۳-۱۸۹۲ء　　　　وفات:۸۔اپریل ۱۹۰۶ء

حضرت میاں مغل صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھے احمدی حکیم نے جن کا نام حکیم فضل الٰہی تھا اور وہ لاہور میں بمقام ستھاں رہا کرتے تھے، حضور سے سوال کیا کہ حضور! بعض اوقات کنچنیاں جو بیمار ہوتی ہیں علاج کروانے آجاتی ہیں۔اور کچھ نذرانہ بھی پیش کرتی ہیں۔کیا اسے قبول کر لینا چاہیئے یا نہیں۔فرمایا۔کہ آپ انہیں کچھ نصیحت کر دیا کریں اور ان سے لیا کچھ نہ کریں۔اس کے بعد حضور سے کسی نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ کو کوئی چیز تحفۃً پہنچے جو مال حرام سے ہو یا مشتبہ ہو تو آپ تو یہ تحقیق کرتے ہی نہیں کہ کیسی ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے تک حرام پہنچاتا ہی نہیں۔وہ راستے میں ضائع ہو جاتا ہے۔کیونکہ اگر میں تحقیق میں لگ جاؤں تو میرا عزیز وقت کافی ضائع ہو جائے۔اس لئے اللہ تعالیٰ خود ہی مجھ تک ایسی چیز نہیں پہنچنے دیتا جو حرام ہو۔

یہ حکیم صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ہے بڑے مخلص اور جانثار صحابی تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

زمانہ میں مخالفین احمدیت کے سامنے ہر وقت سینہ سپر رہتے تھے۔ سلسلہ کی تاریخ میں اس بات کا تفصیل سے ذکر آ چکا ہے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ساتھ بالمقابل تفسیر نویسی کے بارہ میں خط و کتابت ہوتی رہی تھی تو احباب لاہور کی ایک انجمن جس کا نام تھا ''انجمن فرقانیہ'' اور اس کے صدر حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب، سیکرٹری حضرت منشی تاج الدین صاحب اور جائنٹ سیکرٹری حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر تھے، نے خوب کام کیا۔ پیر صاحب چونکہ حیلے بہانے سے اس مقابلہ کو ٹال رہے تھے اور لاہور کی پبلک کو مغالطہ میں ڈال کر حضرت اقدس کے خلاف مشتعل کر رہے تھے۔ اس لئے اس انجمن نے ان ایام میں متعدد اشتہارات شائع کر کے لوگوں پر حقیقت حال کو واضح کیا تھا۔

مالی قربانی میں بھی حضرت حکیم صاحب پیش پیش رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ٹریکٹوں کے خرچ میں کافی حصہ ان کا ہی ہوتا تھا۔ قومی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعۃ المبارک جب ''منارۃ المسیح'' کی بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو حضرت حکیم صاحب موصوف، مرزا خدا بخش صاحب، شیخ مولا بخش صاحب اور قاضی ضیاء الدین صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور آج ''مینارۃ المسیح'' کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اگر حضور خود اپنے ہاتھ سے رکھیں۔ تو بہت مبارک ہوگا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ آپ ایک اینٹ لے آئیں۔ میں اس پر دعا کروں گا۔ پھر جہاں میں کہوں وہاں جا کر رکھ دیں۔ چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے اور حضور نے اسے ران مبارک پر رکھ کر لمبی دعا فرمائی۔ دعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دم کیا اور حکیم صاحب موصوف سے ارشاد فرمایا کہ آپ اس کو (مجوزہ) منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں رکھ دیں۔ حضرت حکیم صاحب اور دوسرے احباب یہ مبارک اینٹ لے کر مسجد اقصیٰ میں پہنچے اور میاں فضل الدین صاحب معمار نے بنیاد کے مغربی حصہ میں اسے پیوست کر دیا۔[۱۸]

۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۲۱۰ نمبر پر ہے۔

نوٹ: بہشتی مقبرہ قادیان میں لاہور کے ایک صاحب ''فضل الٰہی کا کتبہ درج ہے۔ سو اگر حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب مراد ہوں تو ان کی وفات ۸۔ اپریل ۱۹۰۶ء کو ہوئی تھی۔ واللّٰہ اعلم بالصواب.

حضرت میاں فیروزالدین صاحبؓ

ولادت: بیعت: ۱۸۹۲ء کے بعد وفات:

حضرت میاں فیروزالدین صاحب حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے خسر اور میاں محمد سلطان صاحب کے متبنّٰی تھے۔ آپ کی بیعت ۱۸۹۲ء کے بعد کی ہے۔ آپ کا نام ''الانذار'' میں درج ہے۔ بہت مخلص صحابی تھے۔ ان کا ذکر بعض صحابہ کی روایات میں بھی آتا ہے۔ حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب کا بیان ہے کہ میاں فیروزالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک تعاونی کمیٹی بنائی تھی۔ اس سلسلہ میں ان کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ بنا۔ ابتدائی عدالت میں سزا ہوئی۔ مگر حضرت اقدس کی دعا سے اپیل کرنے پر بری قرار دیئے گئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد متفرق کام کرتے رہے۔ انگریزی اور فارسی زبانیں خوب جانتے تھے۔ ان کے ایک لڑکے کا نام محمود دین تھا۔ احمدی نہیں تھا۔ میاں صاحب نے ۱۹۱۳ء کے کچھ عرصہ بعد وفات پائی۔

حضرت ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب نومسلمؓ (سابق دیوانچند)

ولادت: بیعت: وفات: ۴۔ستمبر ۱۹۵۳ء

محترم جناب ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب بہت پرانے احمدیوں میں سے تھے۔ بڑے ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ابتداء میں آپ ''انجمن حمایت اسلام لاہور'' میں بطور کمپونڈر ملازم تھے۔ مگر پھر ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ اور ایک لمبا زمانہ نور ہسپتال میں کام کیا۔ مدرسہ احمدیہ اور غالباً مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہوسٹلوں میں بھی سالہا سال تک طبّی معائنہ کے لئے جاتے رہے۔ خلافت ثانیہ میں ان کے ایک بچے نے شرارت کی۔ مگر سزا برداشت کرنے سے انکار کیا۔ جس پر محترم ڈاکٹر صاحب کو کہا گیا کہ اس کا خرچ بند کر دیں۔ مگر وہ کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ جس کی بناء پر انہیں اخراج از جماعت کی سزا ملی۔ محترم ڈاکٹر صاحب قادیان سے لائل پور تشریف لے گئے۔ اور اپنا تعلق ''انجمن اشاعت اسلام'' کے ساتھ قائم کر لیا۔ مگر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا نام ہمیشہ ادب و احترام کے ساتھ لیا کرتے۔ ایک عرصہ بعد دو مرتبہ قادیان جا کر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ

سے ملاقات بھی کی۔ سنا گیا ہے کہ حضور بہت ہی محبت سے پیش آئے۔ بلکہ جب خاکسار لائل پور میں بحیثیت مبلغ متعین تھا تو مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلیفہ برحق سمجھتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی ڈاکٹر صاحب! اگر آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلیفہ برحق مانتے ہیں تو نماز جمعہ لاہوری فریق کی مسجد میں جا کر کیوں پڑھتے ہیں؟ اس پر فرمایا کہ جماعت کے اکثر احباب کو چونکہ اس بات کا علم ہے کہ مجھے نظام سلسلہ کی طرف سے سزا ملی ہوئی ہے۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوتے ہی بیسیوں احمدیوں کی انگلیاں میری طرف اٹھیں گی۔ اس پر گو میں نے انہیں تسلی دلائی تھی کہ جماعت کے احباب انگشت نمائی نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے۔ مگر وہ جرأت نہ کر سکے۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب جب بھی ملتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خیریت دریافت کرتے تھے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے کا نام عبدالرحیم تھا۔ وہ بھی ڈاکٹر تھے۔ چند سال انہوں نے فوج میں ملازمت کی اور پھر طارق آباد' لائل پور میں ڈسپنسری کھول لی۔ ان کا بھی گو بظاہر جماعت کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ مگر دل سے وہ بھی جماعت کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ ہمیشہ ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ ربوہ میں بھی آمد و رفت رکھتے تھے بلکہ ان کے ایک بچے نے جب میٹرک کا امتحان پاس کیا تو اسے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل کیا۔

میں نے جب ''حیاۃ طیبہ'' لکھی تو مجھے خط لکھا کہ دو کتابیں مجھے وی۔ پی کر دیں۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا۔ کہ میں عنقریب لائل پور آ رہا ہوں۔ کتابیں انشاء اللہ ساتھ لیتا آؤں گا۔ چنانچہ جب میں ان کی ڈسپنسری پر پہنچا تو بڑی ہی محبت سے پیش آئے اور دونوں کتابیں فوراً خرید لیں۔ اس موقعہ پر جب میں نے انہیں مرکز کے ساتھ وابستگی کے لئے کہا تو فرمانے لگے کہ شیخ صاحب! میں تو الگ ہوا ہی نہیں۔ صرف کمزور ہوں۔ میں نے تو اپنے بچے کو بھی تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل کیا تھا مگر اس کی والدہ روز ربوہ کو چل پڑتی تھی۔ اسے بچے کے بغیر قرار ہی نہیں تھا۔ اس لئے مجبوراً چند ماہ کے بعد مجھے اسے واپس بلانا پڑا۔ افسوس کہ دو تین سال ہوئے۔ کیپٹن ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب بیمار ہوئے۔ میو ہسپتال لاہور میں علاج ہوتا رہا مگر جانبر نہ ہو سکے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عبداللطیف صاحب شیخوپورہ میں پریکٹس کرتے ہیں۔ پہلے میونسپل کمیٹی شیخوپورہ میں ملازم تھے۔مگر اب کئی سال سے مین بازار میں اپنی ڈسپنسری بنالی ہے۔یہ مخلص احمدی ہیں اور جماعت کے ساتھ پوری طرح وابستہ ہیں۔

۳۱۳۔اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں ڈاکٹر عبداللہ صاحبؓ کا نام ۲۱۱ نمبر پر ہے۔

اولاد: عبدالرحیم' عبداللطیف' عبدالسلام

جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب (غیر مبائع)

ولادت:　　　بیعت:　　　وفات:

جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب موچی دروازہ کے اندر رہتے تھے۔ ریلوے میں کلرک تھے۔تلاش روزگار میں افریقہ چلے گئے تھے۔شروع خلافت ثانیہ میں وفات پائی۔آپ کا نام ۳۱۳ اصحاب مندرجہ ''انجام آتھم'' کی فہرست میں ۲۱۶ نمبر پر ہے۔

غالبًا یہی بزرگ تھے جنہیں حضرت اقدس نے خود تشریف لے جانے سے قبل ڈیرہ بابا نانک میں ''چولہ صاحب'' کی تحقیقات کے لئے اور دوستوں کے ہمراہ بھیجا تھا۔اختلاف کے بعد غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔

حضرت منشی مولا بخش صاحبؓ

ولادت:　　　تحریری بیعت: ۱۸۹۱ء دستی: ۱۸۹۲ء　　وفات: ۱۴۔فروری ۱۹۲۸ء

حضرت منشی مولا بخش صاحب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے چچا تھے۔لودھیانہ کے قریب کسی گاؤں کے باشندہ تھے۔ایک مدت تک لاہور میں ایگزامینر آفس میں کلرک رہے۔آپ کا نام ۳۱۳۔اصحاب کی فہرست میں درج ہے۔آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہیں۔

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی فرماتے ہیں کہ لاہور کے ایک اور بزرگ صحابی کا نام بھی مولا بخش تھا۔وہ بہاولپور ہاؤس میں منصرم تھے۔

اولاد: شیخ مبارک اسماعیل صاحب' شیخ مسعود احمد صاحب انجنیئر' شیخ محمد اسحاق صاحب۔

حضرت میاں نورالدین صاحبؓ

ولادت:　　　　بیعت:　　　　وفات:

اس نام کے دو صحابی لاہور میں تھے۔ایک کلرک تھے، دوسرے پوسٹ مین، اوّل الذکر جھنگ کے باشندہ تھے اور دوسرے گورداسپور کے۔ایک کا نام آئینہ کمالات اسلام کی اس فہرست میں درج ہے جو جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل تھے۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں ایک صاحب ''نورالدین'' کے مدفون ہونے کا ذکر ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۳۰ء درج ہے۔ پتہ نہیں کون سے بزرگ مراد ہیں۔واللّٰہ اعلم بالصواب

حضرت میاں عبدالسبحان صاحبؓ

ولادت:　　　　بیعت:　　　　وفات:

میاں عبدالسبحان صاحب حمال یعنی پانڈی تھے۔ ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ عام طور پر مکانوں میں سفیدی کرنے کا کام کرتے تھے۔ بھاٹی دروازہ کے کشمیری تھے اور بڑے مخلص تھے۔۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۲۷۴ نمبر پر ہے۔بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت عبداللہ صاحب قرآنیؓ

ولادت:　　　　بیعت:　　　　وفات:

حضرت عبداللہ صاحب قرآنی کا نام ۳۱۳۔اصحاب کی فہرست مندرجہ انجام آتھم میں ۲۸۹ نمبر پر ہے۔ایک صاحب ''عبداللہ صاحب لاہور'' کا نام بہشتی مقبرہ قادیان میں درج ہے اور تاریخ وفات ۲۱۔اکتوبر ۱۹۱۵ء لکھی ہے۔ممکن ہے یہی مراد ہوں۔واللّٰہ اعلم بالصواب

حاجی منشی شمس الدین صاحب

(جماعت سے الگ ہو گئے تھے)

ولادت:　　　　بیعت:　　　　وفات:

حاجی منشی شمس الدین صاحب اگزامینر آفس میں کلرک تھے۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت اقدس

سے تعلق تھا۔ مگر پھر انجمن حمایت اسلام کے کارکن بن گئے اور لائف سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ جماعت سے تعلق توڑ دیا۔ اندازاً ۱۹۴۰ء میں فوت ہوئے۔ ان کا نام بھی جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست میں درج ہے۔ محترم جمعدار فضل دین صاحب کا بیان ہے کہ منشی شمس الدین صاحب کی میاں الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کے ساتھ دوستی تھی۔ جب وہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے ماتحت طاعون کا شکار ہوگیا تو میں لاہور میں ان دنوں نقشہ نویسی کا کام سیکھ رہا تھا۔ ایک روز حاجی منشی شمس الدین صاحب کو جو ملنے کے لئے گیا تو حاجی صاحب ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

جناب حافظ فضل احمد صاحب (غیر مبائع)

ولادت: بیعت: ابتدائی زمانہ میں وفات:

جناب حافظ فضل احمد صاحب کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں ۸۹ نمبر پر درج فرمایا ہے۔ محترم حافظ صاحب گجرات کے باشندہ تھے اور ایگزامینر آفس لاہور میں کلرک تھے۔ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست مندرجہ ''آئینہ کمالات اسلام'' میں آپ کا نام درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں چار آنہ ماہوار چندہ دینے کا بھی وعدہ کیا تھا۔[۱۹] ان کا تعلق جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی کے ساتھ تھا اس لئے آخری عمر میں غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔

حضرت میاں کرم الٰہی صاحبؓ

ولادت: بیعت: ابتدائی زمانہ میں وفات: ۱۶۔ دسمبر ۱۹۳۴ء

حضرت میاں کرم الٰہی صاحب کمپوزیٹر محترم صوفی فضل الٰہی صاحب مرحوم کے والد تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے مرید تھے۔ نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے۔ خاموش طبع مگر ہنس مکھ تھے۔ ۱۶۔ دسمبر ۱۹۳۴ء کو فوت ہوئے۔ کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔

''انجام آتھم'' میں مندرجہ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام ۲۹۰ نمبر ہے۔

اولاد: صوفی فضل الٰہی، فضل احمد، بشیر احمد مرحوم، حمیدہ بیگم۔

حضرت صوفی محمد علی صاحبؓ

ولادت: ۱۸۵۹ء بیعت: ابتدائی ایام میں وفات: ۵۔ستمبر ۱۹۱۴ء

حضرت صوفی محمد علی صاحب ریلوے ایگزامینر آفس میں کلرک تھے۔ بہت عبادت گذار، نیک اور مخلص احمدی تھے۔ جلال پور جٹاں ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ بہت ابتدائی زمانہ میں بیعت کی۔ ان کے فرزند ارجمند محترم جناب صوفی محمد رفیع صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ایس۔پی سکھر میں امیر جماعت احمدیہ ہیں۔ ان کا نام جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شامل ہونے والوں کی فہرست مندرجہ ''آئینہ کمالات اسلام'' میں درج ہے۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ۲۱۲ نمبر پر مندرجہ نام منشی محمد علی صاحب سے غالبًا آپ ہی مراد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ صاحب کشف والہام بزرگ تھے۔ منارۃ المسیح پر آپ کا نام کندہ ہے۔

حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشیؓ ''موجد مفرح عنبری''

ولادت: ۳۔مئی ۱۸۶۹ء بیعت: ۱۸۹۲ء کے بعد وفات: ۱۱۔ذی الحجہ بمطابق ۱۲۔اپریل ۱۹۳۲ء بروز پیر عید کے دوسرے روز

حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی ۳۔مئی ۱۸۶۹ء کو پیر کے دن لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ لاہور کے ایک پرانے متمول خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دادا جناب محمد بخش صاحب اور والد مولوی الٰہی بخش صاحب لاہور میں پشم وریشم کے سرکردہ تاجروں میں سے تھے۔ آپ کے دادا محمد بخش صاحب کا رنگ چونکہ بہت گورا تھا اور گورے کو پنجابی میں چٹا کہتے ہیں اس لئے وہ ''چٹو'' نام سے مشہور تھے۔

حضرت قریشی صاحبؓ نے ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ چنانچہ آپ کا نام ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں ۲۷۱ نمبر پر درج ہے۔

آپ نے طب کی تعلیم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ سے لاہور اور سرینگر میں حاصل کی۔ اس طرح آپ کو بہت قریب سے حضرت مولوی صاحبؓ کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ جب آپ نے سنا کہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جیسے متقی اور عالم فاضل انسان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے تو آپ بھی بہت جلد حضور کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔ باپ اور دادا

چونکہ سخت گیر واقع ہوئے تھے اس لئے آپ کو احمدیت قبول کرنے کے بعد تکالیف بھی بہت برداشت کرنا پڑیں مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ آپ کی شادی لاہور کے ایک تاجر گھرانے میں ہو چکی تھی۔ بیوی سے جب آپ نے اپنی احمدیت کا ذکر کیا تو اس نے بھی سرِ تسلیم خم کیا اور احمدیت قبول کر لی۔ آپ کی سوتیلی والدہ اور والد صاحب نے آپ کو گھر سے نکال دیا۔ مگر پروردگار عالم نے اس بے یارو مددگار نوجوان کے اخلاق کو نوازا اور آپ کو بہت جلد قریشی بلڈنگ جیسا شاندار مکان بنانے کی توفیق عطا فرمائی اور آپ کے مخالف آپ کے اقبال کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

لاہور سے باہر کے بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ جوانی کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا اور عمر بھر نماز تراویح میں سناتے رہے۔ آپ ایک لمبا عرصہ جماعت لاہور کے جنرل سیکرٹری رہے اور ۱۹۲۴ء میں جب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کچھ عرصہ کے لئے یورپ تشریف لے گئے تو امارت کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دیتے رہے اور اسی عرصہ میں آپ نے لاہور کی مسجد احمدیہ تعمیر کروائی جو بیرون دہلی دروازہ میں واقع ہے۔

جناب شیخ غلام قادر صاحب کا بیان ہے کہ جس احاطہ میں مسجد بنی یہ احاطہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کی ملکیت تھا۔☆ اور شیخ عبدالرحیم، شیخ عبدالقادر اور شیخ غلام قادر صاحبان آف گوجرانوالہ نے کرایہ پر لے کر چمڑے کا گودام بنایا ہوا تھا۔ جماعت نے یہ احاطہ دس ہزار روپے میں خرید لیا۔ جس میں سے پانچ ہزار روپے کی ایک خطیر رقم محترم شیخ شمس الدین صاحب تاجر چرم نے بطور چندہ ادا کی تھی۔ مسجد کی تعمیر میں یوں تو ساری جماعت نے حصہ لیا۔ لیکن حضرت قریشی صاحب گویا اس کام کے اصل انچارج اور روح رواں تھے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سیکرٹری اور حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب نگران تھے۔ نقشہ حضرت میاں محمد صاحب نے بنایا تھا اور وہ آکر اس بات کی کڑی نگرانی کرتے تھے کہ عمارت نقشہ کے مطابق بن رہی ہے یا نہیں۔

حضرت قریشی صاحبؓ اور آپ کے ساتھی مسجد میں آکر مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے۔ چنانچہ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ حضرت قریشی صاحب اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے گرد کپڑا لپیٹ

☆ محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ احاطہ تھا تو حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کا ہی۔ مگر ان سے سیدنادر شاہ صاحب جہلمی نے اندازاً ساڑھے گیارہ ہزار میں خرید لیا تھا۔ پھر ان سے جماعت نے اسی قیمت پر خرید لیا۔

کراور ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر روڑی کوٹا کرتے تھے۔اور اینٹیں گڈے پر آتیں تو اپنے ہاتھ سے اتار کر اندر رکھتے تھے۔اور آپ جیسے امیر طبع آدمی کو دیکھ کر سارے موجود احمدی ان کاموں میں برابر آپ کا ساتھ دیا کرتے تھے۔مسجد کی تعمیر کے لئے جب آپ چندہ کی تحریک کرتے تو ایسے درد کے ساتھ کرتے تھے کہ لوگ اپنی جیبیں خالی کر کے ہی گھر جاتے تھے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مسجد کی تعمیر ان ایام میں ہوئی جبکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ویمبلے کانفرنس میں شمولیت کے لئے اور مسجد لندن کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے لندن تشریف لے گئے تھے۔اس سفر میں جب حضور کو روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو بعض احباب نے اس بات پر زور دیا کہ جو روپیہ مسجد کے لئے جمع ہو چکا ہے وہ حضور کی خدمت میں بھیج دیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔یہ روپیہ مسجد پر ہی خرچ ہوگا۔حضرت صاحب کے لئے اللہ تعالیٰ اور جگہ سے انتظام کر دے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ان ایام میں آپ ہر دم اس فکر میں رہتے تھے کہ مسجد جلد مکمل ہو اور جماعت پراگندہ اور منتشر ہونے سے بچ جائے۔

آپ نہایت ہی خوددار، راستباز، صبر وقناعت اور استغناء کے پتلے تھے۔اپنی زبان سے ہمیشہ وہی بات نکالا کرتے تھے جس کے متعلق آپ کو یقین ہوتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام نہایت ہی پُر اثر ہوتا تھا۔حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر نے آپ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا اس میں آپ کی اس صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تیرے خطبوں میں ہوا کرتا تھا اک سوز و گداز
تیری تقریروں میں تحریروں میں تھا صدق و صفا
گفتگو میں تجھ سے گھبراتے تھے باغی و عدو
یاد ہے گوہر کو وفد صلح کا سب ماجرا

حضرت قریشی صاحب سلسلہ کے ان چند خوش نصیب اصحاب میں سے تھے جن کو اہم مواقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتے تھے۔لاہور سے متعلق جو بھی کام ہوتا حضور علیہ السلام بے تکلفی سے حضرت قریشی صاحب کو لکھ دیا کرتے تھے۔اس طرح آپ کو حضرت اقدس کی خوشنودی حاصل کرنے اور دعاؤں سے فیض یاب ہونے کا خاص موقعہ ملتا رہتا تھا۔حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضور کے خلفاء کا بھی یہی طریق رہا۔ چنانچہ ان خطوط سے جو حضرت اقدس نے یا حضور کے خلفاء نے حضرت قریشی صاحب کو لکھے۔ آپ کی سیرت کے بعض اہم پہلوا جاگر ہوتے ہیں۔ نیز یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے دلوں میں سلسلہ کے اس خادم کے لئے کس قدر محبت و شفقت بھری ہوئی تھی۔ ذیل میں آپ کے نام کے بعض خطوط............ کی صرف نقول دی جارہی ہیں جن سے احباب اندازہ لگاسکیں گے کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت قریشی صاحبؓ کو کس قدر خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہ خطوط ہمیں حضرت قریشی صاحب کے صاحبزادے قریشی محمد اسماعیل صاحب نے عطا فرمائے ہیں۔ **فجزاہ اللّٰہ فی الدنیا و الآخرۃ**

ا۔ ذیل کا خط حضرت اقدس نے قریشی صاحب کے لڑکے محمد بشیر کی وفات پر آپ کو لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کے لخت جگر محمد بشیر کا واقعہ وفات درحقیقت سخت صدمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس مرحوم بچے کی ماں کو صبر عطا فرماوے اور نعم البدل عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین

اے عزیز! دنیا ہر ایک مومن کے لئے دارالامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ آزماتا ہے کہ اس کی قضاء وقدر پر صبر کرتے ہیں یا نہیں۔ بچہ والدین کے لئے فرط ہوتا ہے یعنی ان کی نجات کے لئے پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چاہئے کہ ہمیشہ درود شریف (جو درود یاد ہو) اور نیز استغفار (جو استغفار یاد ہو) آپ دونوں پڑھا کریں۔ میں نے بہت دعا کی ہے خدا تعالیٰ سلامتی ایمان اور اس بچہ کا بدل بخشے اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو منظور فرماوے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۴۔ جنوری ۱۸۹۸ء

۲۔ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زلزلہ کانگڑہ کے بعد چند ماہ کے لئے اپنی جماعت کے ہمراہ قادیان سے باہر اپنے باغ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ آپ کی تتبع میں حضرت قریشی صاحبؓ بھی شہر لاہور سے باہر باغبانپورہ کی طرف چند مخلصین سمیت ایک جگہ کرایہ پر لے کر آباد ہو گئے تھے۔

بعد میں جب آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت اقدس گھر میں واپس تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے حضور کی خدمت میں لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبدالکریم صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ حضور نے اب گاؤں میں واپس جانے کا عنقریب ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ بنابریں عرض ہے کہ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احسان اور حسن اتفاق سے عمدہ مکان باہر جنگل میں ملا ہوا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت بھائیوں کی ہمراہ ہے مل کر نماز ہو جاتی ہے۔ دعاؤں کا اکثر موقع ملتا ہے۔ اگر اس کو ہم چھوڑ دیں تو دوبارہ ایسا مکان ملنا لاہور میں قریباً محال معلوم ہوتا ہے۔ اگر حضور کو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کچھ عرصہ بعد پھر باہر نکلنا ہوگا تو کیا ہم یہیں رہ سکتے ہیں یا شہر میں چلا جانا ضروری ہے۔ اس بارے میں جیسا حضور کا حکم ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ لاہور میں مکانوں کی یہ قلت ہوگئی ہے کہ دو ماہ سے اکثر بھائی تلاش کر رہے اور تلاش بھی ہر روز دو تین گھنٹہ کرتے ہیں لیکن مکان قابل رہائش کوئی نہیں ملتا۔ والسلام

عاجز محمد حسین قریشی لاہور۔ ۲۔ جولائی ۱۹۰۵ء

اس خط کی پشت پر حضور نے اپنی قلم سے تحریر فرمایا:

''چونکہ خدا تعالیٰ (نے) حادثہ آنے کی کوئی تاریخ نہیں بتلائی اس لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں بباعث آمد برسات قادیان میں آ گیا ہوں۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ شہر میں آ جائیں۔ کہ برسات میں باہر تکلیف نہ ہو۔ اگر خدا تعالیٰ نے کوئی خاص اطلاع دی تو میں اطلاع دوں گا۔ از غلام احمد عفی عنہ''

یہ پورا خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے مندرجہ ذیل نوٹ کے ساتھ حضرت قریشی صاحب کو بھجوایا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پرسوں سے ہم سب گاؤں میں آ گئے ہیں۔ آپ کی خوشی کے لئے حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب بھیجتا ہوں۔ ایک نہایت ضروری عرض ہے کہ مسجد مبارک کے جنوبی سمت کا ویران مکان کل حسب مشورہ حضرت اقدس فیصلہ ہو گیا ہے کہ (مسجد کو فراخ کرنے کی غرض سے) خریدا جاوے۔ روپیہ (اس مد کا) موجود نہیں۔ بڑی غور

کے بعد فیصلہ ہوا کہ عالی ہمت بھائی یا بھائیوں سے سردست قرضہ لیا جائے اور رفتہ رفتہ ہم ادا کریں۔ انشاء اللہ جلد ادا ہو جائے گا۔ میرے دل میں آیا کہ آپ کی طرف لکھا جائے۔ جس طرح ممکن ہو آپ سات سو روپے بواپسی ارسال کرنے کی فکر یا انتظام کریں۔ اس میں توقف نہ ہو۔ بڑا کارِثواب ہے۔ والسلام۔ خاکسار عبدالکریم''

بعد کی خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قریشی صاحب نے روپے کا فوراً انتظام کر کے بھجوا دیا تھا چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ تمام بھائیوں کی نسبت آپ میں خاص اخلاص اور چُستی ہے خدا تعالیٰ آپ کے اخلاص اور توجہ کی جزا ہو''۔

۳۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت قریشی صاحب کی لڑکی زینب تقریباً ہم عمر تھیں۔ بچپنے میں جب تیاری لباس کی ضرورت پیش آتی تو حضور قریشی صاحب کی بچی کے ناپ پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے لئے کپڑے تیار کروا لیتے تھے۔ چنانچہ حضور ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

محبی اخویم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس وقت بتاکید والدہ محمود لکھتا ہوں کہ آپ مبارکہ میری لڑکی کے لئے ایک قمیص ریشمی یا جالی کی جو چھ روپے قیمت سے زیادہ نہ ہو۔ گوٹہ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے تیار کروا کر بھیج دیں۔ رنگ کوئی ہو۔ مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ ۱۴۔ فروری ۱۹۰۴ء

مارچ ۱۹۰۷ء میں قریشی صاحب کی یہ لڑکی قضائے الٰہی سے وفات پا گئی۔ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا گیا۔ لیکن حضور کو قبل از وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے افسوسناک خبر آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ ۲۰۔ فروری ۱۹۰۷ء کو حضور کو الہام ہوا ''افسوسناک خبر آئی ہے'' حضور نے فرمایا:

''اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستوں کی طرف ہوا۔'' [۲۰]

چنانچہ اس بچی کی وفات کی خبر حضور کو بھیجی گئی تو حضور نے قریشی صاحب کو لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مجبی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آج کے خط سے واقعہ معصومہ زینب پر اطلاع ہوئی۔ **اناللّٰہ و انا الیہ راجعون.** خدا تعالیٰ آپ کو معہ اس کی والدہ کے صبر بخشے اور بعد میں ہر ایک بلا سے بچاوے۔آمین۔دعا تو بہت کی گئی تھی مگر تقدیر مبرم کا کیا علاج ہے۔میں نے پہلے اس سے دیکھا تھا یعنی الہام ہوا تھا کہ لاہور سے ایک خوفناک خبر آئی۔اس الہام کو میں نے اخبار میں شائع کر دیا تھا۔سو وہ بات پوری ہوئی ....اور اب صبر کریں۔خدا تعالیٰ صبر پر اس کا اجر دے گا۔والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ۔۲۰۔مارچ ۱۹۰۷ء

اپنوں اور غیروں میں آپ کا مقام

حضرت قریشی صاحب نیکی' حق گوئی' امانت' دیانت اور مخلوق خدا کی بے لوث خدمت کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں برابر احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ محلّہ کے غیر مسلم بھی نجی جھگڑے' مشترک تجارت اور رشتہ داری کے فسادات وغیرہ سبھی قسم کی الجھنیں آپ سے دور کروایا کرتے تھے۔

لین دین کے معاملات میں صفائی

لین دین کے معاملات میں صفائی کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ آپ کے صاحبزادہ قریشی محمد اسماعیل صاحب نے بیان کیا کہ:

''ایک دفعہ ایک ہندو صراف سے ایک باہر کے دوست کو اس شرط پر زیور لے کر دیا کہ اگر زیور ان کے گھر میں پسند آ گیا تو قیمت ورنہ زیور فلاں دن فلاں وقت واپس کر دیں گے۔لیکن جب وہ زیور مقرر وقت پر واپس نہ آیا تو آپ نے چپکے سے اس صراف کو قیمت ادا کر دی اور جب بعد میں وہ زیور آیا تو اسے دوسرے صراف کے پاس گھاٹے میں بیچ دیا۔ بعد ازاں جب زیور دینے والے صراف کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے گھر میں آ کر عرض کی کہ آپ نے معاہدہ کا ایک دن کیوں نہ بڑھوا لیا۔خواہ مخواہ گھاٹا برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر قریشی صاحب نے جواب دیا کہ مسلمان اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے لہٰذا اس

میں میرے لئے کسی قسم کی تاخیر مناسب نہ تھی‘‘۔

جماعت کے غرباء اور یتامیٰ کی دیکھ بھال

حضرت قریشی صاحب جماعت کے غرباء یتامیٰ اور بیوگان کا خیال رکھتے تھے اور ان کی مدد کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ باہر سے جو احمدی تلاش روزگار کے لئے لاہور آیا کرتے تھے۔ آپ ان کی ہر ممکن امداد فرمایا کرتے تھے۔ ہر نو وارد سے پوچھتے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا کام جانتے ہیں؟ پھر جو شخص جس قابل ہوتا اسی رنگ میں اس کی امداد فرماتے۔ اکثر لوگوں کو کچھ نہ کچھ رقم دے کر فرمایا کرتے تھے کہ پھل یا کوئی اور چیز لے کر بیچو۔ چنانچہ آپ سے روپیہ لے کر پندرہ بیس غریب احمدی باہر ٹوکروں میں فروٹ ڈال کر بیچا کرتے تھے۔ اپنے محلّہ کے غیر احمدی غرباء کی بھی آپ اسی طرح امداد فرمایا کرتے تھے۔

میاں محمد عظیم صاحب جو بعد میں کھدر فروش کے نام سے مشہور ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جب پہلی مرتبہ تلاشِ روزگار کے لئے لاہور میں آئے تو اس زمانہ میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ زیر تعمیر تھی اور حضرت قریشی صاحب مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ ابھی مسجد کے صحن کا فرش نہیں بنا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی قریشی صاحب نے دریافت فرمایا کہ ’’آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں؟‘‘ انہوں نے کہا کہ وہ گجرات کے رہنے والے ہیں اور آج کل بالکل بیکار ہیں۔ تلاش روزگار کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ یہ سامنے جو اینٹیں پڑی ہیں ان کو اسی شکل میں ذرا پیچھے ہٹا کر رکھ دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس پر آپ نے اپنی جیب سے دو روپے نکال کر دیئے اور فرمایا کہ جاؤ کوئی چیز خرید کر بیچو حالانکہ ان ایام میں آٹھ آنہ یومیہ مزدوری ملا کرتی تھی۔ وہ روپے لے کر عظیم صاحب نے ایک اور دوست کے ساتھ مل کر مٹھائی بنانا شروع کر دی۔ آپ روزانہ پوچھا کرتے تھے کہ عظیم صاحب! بتایئے آج کس قدر بکری ہوئی اور کتنا منافع ہوا؟ عظیم صاحب بتا دیا کرتے تھے۔ ایک روز بکری بہت کم ہوئی۔ یعنی صرف دس آنے کے پیسے آئے۔ اس پر عظیم صاحب کو بہت افسوس ہوا اور تھک ہار کر مسجد کے باہر بیٹھ گئے۔ حضرت قریشی صاحب تشریف لائے تو آتے ہی دریافت فرمایا کہ بتاؤ عظیم صاحب! کیا حال ہے؟ عظیم صاحب نے کہا۔ جناب آج تو بکری بہت ہی کم ہوئی ہے۔ فرمایا۔

ساری مٹھائی تو لو۔ جب اسے تولا گیا تو کل مٹھائی ساڑھے چار یا پانچ روپے کی تھی وہ آپ نے ساری خرید لی اور اس طرح ایک ستم رسیدہ دل کی ڈھارس بنے۔

قریشی صاحب کے بعد حضرت میاں محمد صاحب تشریف لائے اور آتے ہی پوچھا سناؤ میاں مٹھائی والے! کیا حال ہے؟ عظیم صاحب نے کہا۔ جناب! آج بکری بہت کم ہوئی تھی مگر قریشی صاحب نے ساری مٹھائی خرید لی ہے۔ فرمایا کل دو روپے کی مجھے دے دینا۔ چنانچہ دوسرے دن دو روپے کی مٹھائی حضرت میاں محمد صاحب نے خرید لی اور باقی بھی ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ حضرت میاں محمد صاحب کے بعد قریشی صاحب تشریف لائے اور آتے ہی پوچھا۔ سناؤ میاں عظیم! آج بکری کا کیا حال رہا۔ عرض کی۔ جناب آج تو ساری مٹھائی ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے۔ فرمایا۔ پھر آؤ! دعا کریں۔ چنانچہ سب حاضرین نے مل کر دعا کی۔

آپ کا لباس اور حُلیہ

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لباس اور حلیہ کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ آپ سلوار، قمیص، لمبا کوٹ اور سفید پگڑی پہنا کرتے تھے۔ قد لمبا، چہرہ لمبوترا مگر بڑا ہی خوبصورت اور بارعب، ماتھا کشادہ اور ابھرا ہوا، ناک اونچی، آنکھیں موٹی، داڑھی لمبی، ہر وقت ہشاش بشاش معلوم ہوتے تھے۔ پاؤں میں دہلی والی کھال کی جوتی پہنا کرتے تھے۔ سینہ کشادہ، پاؤں بھارے۔ جرابیں سردی گرمی ہر موسم میں پہنا کرتے تھے۔ کوئی ہنسی والی بات سن کر مسکراتے تھے مگر منہ زیادہ نہیں کھولا کرتے تھے۔ تقریر کرتے وقت ہاتھ پاؤں نہیں مارتے تھے بلکہ نہایت ہی آرام اور سکون کے ساتھ کھڑے ہو کر بڑے ہی وقار کے ساتھ بولتے جاتے تھے۔

خاکسار راقم الحروف کو یہ شرف حاصل ہے کہ جنوری ۱۹۲۵ء کو جب کہ یہ خاکسار پہلی مرتبہ ہندو ہونے کی حالت میں محترم میاں محمد مراد صاحب کے ساتھ قادیان جا رہا تھا تو راستہ میں رات حضرت قریشی صاحب کے گھر میں گزاری تھی۔ مجھے آپ کے عشاء کی نماز پڑھنے کی بعد وتر کی نماز پڑھنے کا نظارہ اب تک یاد ہے۔ ایک قالین کے اوپر جائے نماز پر آپ نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ایک رکعت الگ پڑھ کر وتر مکمل کئے نماز پڑھتے وقت آپ کی شکل دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی

فرشتہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔

تربیت جماعت

تربیت جماعت کا آپ خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ اگر دو احمدیوں میں کوئی جھگڑا پیدا ہو جاتا' بدعہدی' بدمعاملگی یا حساب فہمی کا۔ تو آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اسے رفع دفع نہ کر لیتے۔

جماعتی تربیت کا ایک لطیف پہلو یہ بھی تھا کہ آپ بعض اوقات کسی غریب احمدی سے ایک یا دو روپے چندہ وصول کرنے کی خاطر اپنی گرہ سے سواری پر دو تین روپے خرچ کر دیا کرتے تھے اور مقصد آپ کا یہ ہوتا تھا کہ اس دوست کو چندہ دینے کی عادت پڑ جائے۔

آپ کی تبلیغی سرگرمیاں

آپ کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا اور بعض اوقات اپنے خرچ پر تبلیغی ٹریکٹ شائع کر کے اپنی دوا ''مفرح عنبری'' کے پیکٹ میں رکھ کر ملک کے طول وعرض میں پھیلا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں آپ نے حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کی بیان فرمودہ ایک تفسیر سورۃ جمعہ شائع کی اور اس کا ایک نسخہ اور چند رسالے ریویو آف ریلیجنز کے برہمن بڑیہ (بنگال) کے ایک وکیل محمد دولت خاں صاحب کو ''مفرح عنبری'' کے ہمراہ بھیج دیئے۔ وکیل صاحب نے وہ تفسیر اور رسالے حضرت مولوی سید عبدالواحد صاحب کو دے دیئے۔ مولوی صاحب نے تحقیقات شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے۔

حضرت قریشی صاحب نے حضرت مولانا سید عبدالواحد صاحب کے بعد دوسرے پراونشل امیر پروفیسر عبداللطیف صاحب کے زمانہ میں بنگال کی جماعتوں کا دورہ بھی کیا۔

حضرت خلیفہ ثانی کی کتاب ''تحفۃ الملوک'' کی طباعت

ایک اور کام اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ لیا کہ ۱۹۱۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نواب آصف جاہ نظام حیدر آباد دکن کے نام ایک تبلیغی خط لکھا جو کتاب کی صورت میں

''تحفۃ الملوک'' کے نام سے آپ کی معرفت لاہور میں طبع کروایا گیا اور پھر حضور نے آپ ہی کو یہ سعادت بخشی کہ حضور کے ایک ذاتی خط کے ساتھ حیدرآباد دکن لے کر جا کر حضور نظام کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت اقدس کے اس حکم کی تعمیل کی مگر افسوس کہ نظام صاحب نے مولویوں کی شورش سے ڈر کر اس وقت وفد سے ملاقات نہ کی۔ تاہم بعد میں دوسرا وفد حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی قیادت میں گیا تو یہ تبلیغی تحفہ جناب نظام صاحب نے قبول کرلیا۔ اس بارہ میں حضرت مفتی صاحب نے جو خط حضرت قریشی صاحب کے نام لکھا وہ درج ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

برادرم مکرم حکیم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ یہاں کا کام بہت عمدہ ہوا ہے۔ حضور نظام نے حضرت خلیفۃ المسیح کے خط اور تبلیغی کتاب کو قبول فرمایا اور قبولیت اور خوشنودی کا پروانہ آج ہمیں عطا کیا۔ اب یہاں امراء کے درمیان کتاب تقسیم کی جائے گی۔ اور تبلیغ کی جائے گی۔ بخدمت جمیع احباب سلسلہ السلام علیکم۔ یہاں کی جماعت احمدیہ جو سب مبائعین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں سے ہیں' احباب لاہور کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

آپ نے جو بیج بویا تھا اس کا پودا نکل آیا۔ آپ کو مبارک ہو۔ والسلام۔ خادم محمد صادق عفی عنہ

آپ کا اخلاص

آپ کے اخلاص کی تعریف کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۹۔ جون ۱۹۱۳ء کے الفضل میں آپ کے ایک مضمون ''فضل اور تجارت'' کو درج اخبار کرنے سے قبل حسب ذیل تعارفی نوٹ دیا تھا:

''حکیم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے مخلصین میں سے ہیں اور ان چند لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو حضرت صاحب بے تکلفی سے کام بتلا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اکثر کام جو لاہور کے متعلق ہوتے تھے ان کی نسبت حضرت صاحب حکیم صاحب کو ہی لکھا کرتے تھے اور اس طرح آپ کو حضرت صاحب کی دعاؤں سے فائدہ اٹھانے کا خاص موقع

ملتا تھا۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کے لئے ایک خاص جوش دیا ہے جو ان کے مضمون سے ظاہر ہے''۔[۲۱]

آپ نے اپنے اخلاص کا بہترین مظاہرہ اس وقت کیا جب خلافت اولیٰ کی ابتداء میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے احباب لاہور کو اپنے مکان پر بلا کر ایک جلسہ کیا جس میں احباب کے دل میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جو ۳۱۔جنوری ۱۹۰۹ء کو قادیان میں ایک جلسہ طلب کیا ہے اور جس میں اس امر کا فیصلہ کیا جائے گا کہ خلافت اور انجمن کے جھگڑے کا صحیح حل کیا ہے۔اس جھگڑے کا صحیح حل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات مندرجہ رسالہ الوصیت کی رُو سے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جانشین صدر انجمن ہے نہ کہ خلیفہ۔ چنانچہ جناب خواجہ صاحب کی شخصیت سے مرعوب ہو کر جماعت کی اکثریت خواجہ صاحب کے ساتھ متفق ہو گئی تھی۔حضرت قریشی صاحب اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین نے اس معاملہ کو بھانپ لیا اور خواجہ صاحب کی طرف سے اس بارہ میں جو محضر نامہ تیار کیا گیا تھا اس پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب ہم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تو اب ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم خلیفہ کے اختیارات کے بارہ میں سوچنا شروع کر دیں۔خلیفۃ المسیح ہم سے زیادہ عالم ہیں۔زیادہ خشیۃ اللہ رکھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور سب سے زیادہ مقرب صحابی ہیں لہٰذا جو فیصلہ خود حضور کریں گے ہم تو اسی پر عمل کریں گے۔ چنانچہ جب ان ہر دو مخلصین کی طرف سے یہ آواز اٹھی تو بہت سے دوسرے احباب کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی اور آہستہ آہستہ دستخط واپس لینے شروع کر دیئے۔

پھر مورخہ ۳۱۔ جنوری ۱۹۰۹ء کو قادیان میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے سلسلہ کے نمائندوں کے سامنے تقریر فرمائی تو غیر مبائعین کی غلط بیانیوں کا سارا تارو پود کھل گیا۔حضرت ان پر سخت ناراض ہوئے اور ان کے لیڈروں جناب مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب سے دوبارہ بیعت لی۔

محترم مولوی محبّ الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ:

''آخر عمر میں آپ بیمار ہوئے۔ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ پھیپھڑے بالکل گل چکے

ہیں۔ چند یوم کے مہمان ہیں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا ہے اس نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ پھیپھڑے نکال کر دکھائے جو بالکل گل سڑ چکے تھے۔ پھر ان کو پھینک دیا اور ان کی بجائے صحیح وسالم پھیپھڑے رکھ دیئے۔ اس رؤیا کے بعد آپ تندرست ہو گئے۔ اور کئی سال عمر پائی اور طبعی موت سے وفات پائی''۔

حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ

ولادت: ۱۸۴۷ء بیعت: ۱۸۹۳ء وفات: ۱۶۔ مئی ۱۹۲۰ء

حضرت میاں چراغ دین صاحب کے حالات کیلئے میں سب سے پہلے ''الحکم'' کا وہ مضمون درج کرتا ہوں جو آپ کا جنازہ لاہور سے قادیان لے جانے کے بعد معزز ایڈیٹر صاحب ''الحکم'' نے شائع فرمایا:

''حضرت میاں چراغ دین صاحب کی پیدائش ۱۸۴۷ء میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد ماجد میاں حسن دین صاحب ایک جری اور بہادر انسان حکومت وقت کے معزز رکن یعنی مہاراجہ شیر سنگھ کی فوج خاصہ کے سپہ سالار تھے۔ جب میاں چراغ دین صاحب کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب کا انتقال ۱۸۶۶ء میں ہوا تو میاں چراغ دین صاحب کے والد میاں حسن دین صاحب ملازمت ترک کر کے خانگی کاروبار اور اپنی جائیداد کے انتظامات میں مصروف ہو گئے مگر ان کا انتقال چھیالیس سال کی عمر میں سیالکوٹ میں ہوا۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

''مرحوم میاں چراغ دین کے دادا میاں الٰہی بخش صاحب بھی اپنے وقت کی حکومت میں ایک معزز ومکرم عہدے پر سرفراز تھے۔ یہ سکھوں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب پر حکمران تھے۔ چنانچہ میاں الٰہی بخش صاحب مہاراجہ موصوف کے محکمہ عمارات کے وزیر اعلیٰ تھے۔ جب حکومت میں تغیّر وتبدّل ہوا اور انگریزوں کو حکومت پنجاب قدرت کے ہاتھوں سے ملی۔ اس وقت اگرچہ میاں الٰہی بخش مرحوم اپنے سرکاری عہدے سے علیحدہ

ہو چکے تھے مگر جتنا عرصہ اس دَور میں زندہ رہے۔عزت سے رہے اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ۱۸۶۶ء میں قضا کر گئے۔ لاہور شہر کے مخیّر رئیس میاں محمد سلطان' میاں الٰہی بخش کے چھوٹے بھائی تھے اور ان کے والد کا نام میاں قادر بخش بن میاں پیر محمد بن میرزا محمد تقی بیگ تھا۔ چونکہ دو تین پشت تک عمارتوں کے محکموں کی افسری اور عمارتی ٹھیکیداری اس خاندان میں رہی اس لئے عوام میں ان کی ذات معمار مشہور ہو گئی۔ مگر اصل میں آپ کا خاندان مغل تھا اور آپ بابری چغتائی مغل نسل کی ایک شاخ ہیں۔ اس خاندان میں پشتوں حکومت رہی اور اس خانوادے کے لوگ ممالک دکن و بنگال و پنجاب میں مختلف اوقات میں یا یوں کہو کہ جب زمانہ موافق تھا حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے لیکن سیاسی تغیّرات اور زمانہ کی شاطرانہ چالیں جو طرفۃ العین میں گداؤں کو شہنشاہ اور شہنشاہوں کو گدائے بے نوا بنا دیا کرتی ہیں اور جنہوں نے کتنے ہی خاندانوں کو مٹا دیا اور کتنوں کو خاک سے اڑا کر بلندی درجہ کی انتہائی چوٹی پر بٹھا دیا۔ اس خاندان کے لئے گمنام ہونے کا موجب ہوئیں۔

''میاں چراغ دین صاحب ابھی بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ فوت ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان کی چچی نے اپنی گود میں لیا اور اپنے دودھ سے پرورش کیا۔ مرحوم اپنی اس نیک نہاد چچی کو ہمیشہ والدہ ہی سمجھتے رہے اور ماں سے زیادہ اس کی عزت کرتے رہے۔

''جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ باوجود تغیرات اور انقلابات کے یہ خاندان دنیاوی حیثیت سے اچھی حالت میں رہا۔ چنانچہ مرحوم کے دادا الٰہی بخش اور ان کے چھوٹے بھائی میاں محمد سلطان اور میاں عبدالرحمٰن اور ایک اور بزرگ میاں امام بخش جو ریاست دکن میں بیش قرار ماہوار تنخواہ پاتے تھے اور وہیں فوت ہوئے اور ان کی اولاد بھی وہیں ہے۔ یہ لوگ بہت مرفّہ الحال تھے۔ چونکہ ان بزرگوں کے اولاد کم تھی۔ یہی ایک پوتا تھا جو سب کی توجہ کا مرکز اور سب کے گھر کا چراغ تھا اس لئے سب مرحوم کے ساتھ محبت اور پیار کرتے۔ اور ان کی ناز برداریاں کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزی حکومت پنجاب میں ابھی قائم ہی ہوئی تھی۔ اس لئے گویا دس سال کی عمر میں انگریزی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کئے گئے۔ ذہانت اور حافظہ میں خاص طور پر ممتاز تھے۔ ابھی تعلیم حاصل کرتے ہوئے کوئی بڑا

زمانہ نہیں گذرا تھا کہ تمام بزرگ ناز برداریاں کرنے والے ایک ایک کر کے اٹھ گئے۔ لاکھوں روپیہ کی جائیداد اور املاک اہل کاروں اور کارندوں نے متاع بے وارث سمجھ کر تباہ کر ڈالی۔ اب ایسی مشکلات پیش آئیں کہ اس طباع اور ذہین اور ہونہار بچے کو تعلیم مجبوراً چھوڑنا پڑی۔ میاں مرحوم اگرچہ ہوشیار تھے تاہم کم عمر تھے جب ملازموں نے ان کو اکیلا دیکھا تو اپنے ہاتھ پاؤں نکالے۔ بہت سی جائیداد ضائع کر ڈالی اور جتنا کھا سکے کھا پی کر علیحدہ ہو گئے۔ ابھی عمر ہی کیا تھی کوئی ایسا نہ تھا جو سربراہی کرتا۔ نہ کسی قسم کا تجربہ تھا۔ اس لئے ٹھیکیداری کی طرف متوجہ نہ ہوئے جو دو تین پشت سے بزرگوں کا پیشہ تھا۔ مگر چونکہ ایک حد تک تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ اس لئے ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے اور محکمہ نہر میں ابتداءً ایک معمولی سی ملازمت اختیار کر لی اور تمام عرصہ ملازمت دفتر چیف انجنیئر محکمہ انہار میں گزار دیا اور اسی سے پنشن یاب ہوئے۔ اکتالیس سال کی ملازمت اور ۱۴ سال پنشن پاتے رہے اور غالباً آپ کو یک صدیا اس سے کچھ زیادہ پنشن ملتی تھی۔

''اپنے کام میں نہایت قابل، محنتی اور متدیّن مانے جاتے تھے۔ جن حکام بالا دست کو آپ سے واسطہ پڑتا وہ ہمیشہ آپ کے مداح رہتے۔ درآں حالیکہ باقاعدہ انگریزی تعلیم اعلیٰ درجہ کی حاصل نہ کی تھی۔ مگر زبان دانی میں اتنی ترقی کی تھی کہ خاص انگلش نژادان کے ماتحت کر دیئے جاتے تھے اور ان کو حکم دیا جاتا تھا کہ اپنے مسودات پہلے میاں چراغ دین سے اصلاح کرالیا کرو اور تحریر میں ایسے خوشخط اور زود نویس تھے کہ پنجاب بھر میں اپنے وقت میں مشہور تھے۔ تمام حکام خاص طور پر آپ کے دیانتدار، ایمان دار، نیک دل، ہوشیار، محنتی، وفادار وغیرہ اخلاق و عادات کے قائل و شاہد تھے۔ سرکاری کاغذات میں بھی یہ تمام تعریفیں آپ کی موجود ہیں۔ عام طور پر یہ خیال کہ امراء کے بچے ابتداء میں بگڑ جایا کرتے ہیں اور جن خاندانوں پر ادبار آتا ہے۔ ان کے پسماندے اپنی افتادگی کو بھی اوج افتخار خیال کیا کرتے ہیں۔ لوگ ان کی حالت پر روتے اور وہ اپنی حالت پر فاخر ہوتے ہیں۔ مگر میاں چراغ دین صاحب کی خوش قسمتی ان کے آڑے آئی اور قدرت کا ہاتھ ان کا معین ہوا۔ متمول اور ذی وجاہت خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ناز پروردہ تھے۔ چھوٹی عمر

میں بزرگ بھی سر سے اٹھ گئے تھے لیکن برخلاف بگڑنے کے ابتداء ہی میں مرحوم کو دینداری کی طرف توجہ تھی۔ خوش قسمتی سے دوست بھی نیک اور دیندار ملے۔ اور نیک لوگوں کے حالات اور تذکرے سننے کا شوق تھا۔ اور جب سلسلہ ملازمت شروع ہوا اس وقت سے انہی لوگوں سے تعلقات رہے جن کو آپ دیندار سمجھتے تھے اور الٰہی بخش اکونٹنٹ اور عبدالحق وغیرہ سے بھی آپ کے تعلقات تھے۔ ان ہی ایام میں حضرت صاحب سے بھی آپ کا تعلق مودّت پیدا ہوا۔ براہین احمدیہ کے زمانہ تصنیف میں قادیان میں آئے اور حضور کے مہمان رہے اور حضور کے فیوض سے مستفاض ہوئے۔ بشیر اوّل کا جب عقیقہ ہوا تو مدعوین میں آپ بھی تھے۔ براہین کے مددگاروں اور خریداروں کے سلسلہ میں آپ کو عزت حاصل ہے۔ الٰہی بخش وغیرہ تو کٹ گئے لیکن مرحوم کا پائے ثبات کبھی نہیں ڈگمگایا بلکہ محبت اور تعلق میں ہمیشہ بڑھتے رہے۔

''کیا ہی عجیب فقرہ تھا جو کل ۱۸۔ مئی کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں مرحوم کے عزیزوں کے سامنے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ''پرانی پارٹی میں سے تو یہی ثابت قدم رہے تھے'' اور پھر فرمایا کہ 'اگر ان (میاں چراغ دین) کی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو یہ ہے کہ اخلاص سے آئے' اخلاص سے رہے اور اخلاص سے گئے''۔

''جب حضرت اقدس نے دعویٰ مسیحیت فرمایا تو ایک دو سال تک بیعت میں متوقف رہے مگر وہ توقف کسی بدظنی یا بدگمانی کی بناء پر نہ تھا۔ بالآخر ۱۸۹۳ء میں سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے اور جب بیعت کر لی تو پھر کبھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ مرتے دم تک محبت میں ثابت قدم اور اخلاص و عشق و فدائیت میں قائم و مستقیم رہے۔ قدرت خداوندی دیکھئے۔ آپ تو ابھی متوقف تھے مگر آپ کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے میاں عبدالعزیز صاحب نے ۱۸۹۱ء☆ میں اسی وقت بیعت کر لی۔ جس وقت حضور نے اپنے دعویٰ کا اشتہار فرمایا۔ میاں عبدالعزیز صاحب بڑے ہی محبت والے اور پیاری باتیں کرنے والے بزرگ ہیں۔ لاہور کے بعض دوستوں نے بتایا کہ وہاں کی جماعت کا ایک حصہ ان ہی کے ذریعہ سلسلہ میں داخل

☆ صحیح سن بیعت ۱۸۹۲ء ہے۔ مؤلف

ہوا ہے اور انہوں نے ابتداء میں بہت اینٹ پتھر اور گالی گلوچ برداشت کی ہے مگر یہ کوئی زیادہ عجیب بات نہیں کیونکہ یہ تو عشق کے کوچے کا پہلا قدم ہے۔

'شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی'

''میاں چراغ دین کے صاحبزادے میاں عبدالعزیز مسبوق الذکر' میاں عبدالمجید اور میاں عبدالرشید اور میاں محمد سعید سعدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے خادم اور خلافت احمدیہ کے ساتھ دلی تعلق اور اخلاص رکھنے والے ہیں۔

''میاں صاحب مرحوم کے سب سے بڑے لڑکے حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ ہیں جن سے احمدی جماعت خوب واقف ہے۔ کیا تماشہ ہے کہ حکیم صاحب جس طرح مخالفت میں نمایاں ہیں اسی طرح سلسلہ کی واقفیت میں میاں صاحب کا تمام خاندان بالعموم اور بالخصوص بلحاظ سلسلہ کی قلمی خدمت اور مسائل سلسلہ کی اخص واقفیت کے میاں سعدی میاں چراغ دین مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے بہت نمایاں ہیں۔ آپ کا تمام کنبہ خدائی سلسلہ میں منسلک ہے۔ آپ کے بھائی' آپ کے بھتیجے' آپ کے لڑکے لڑکیاں' پوتے پوتیاں' نواسے نواسیاں سب احمدی ہیں۔ آپ کے بھائی میاں تاج الدین صاحب اور سراج الدین صاحب اور میاں معراج الدین صاحب عمر (جو چچا زاد بھائی ہیں) پرانے اور بااخلاص احمدی ہیں۔ میاں محمد شریف صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر آپ کے بھتیجے اور مخلص احمدی ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے آپ کو دلی تعلق تھا۔ آپ کے خاندان سے دلی محبت تھی اور حضرت خلیفہ ثانی کے جاں نثاروں اور وفا شعاروں میں ہیں۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعود کو آپ سے محبت تھی اور آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ اصحاب میں شامل ہیں۔ حضرت اقدس آپ کے مکان پر ٹھہرنے کو ترجیح دیتے۔ ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرحوم کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ دروازے کے سامنے ایک شیشم کا درخت تھا۔ اس پر ایک مولوی چڑھا بیٹھا رہتا تھا۔ اور مسیح موعود کو گالیاں دیتا رہتا تھا۔ قاضی اکمل صاحب بتاتے تھے کہ لوگ اس مولوی کو ''ٹاہلی مولوی'' کہنے لگ گئے تھے۔

’’حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو معتمدین صدر انجمن احمدیہ کا ممبر نامزد فرمایا تھا۔ مرحوم کا مکان لاہور میں احمدی جماعت کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ احباب جاتے اور گھر کی طرح وہاں فروکش ہوتے۔ آپ ہی کے مکان پر نماز جمعہ و جماعت ہوتی ہے۔ مرحوم کریم الاخلاق تھے اور دوست دشمن سے محبت سے ملتے تھے۔ خاندان کے سب چھوٹے بڑے آپ کی بہت عزت کرتے۔ آپ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ کے بھائیوں کو آپ سے بدرجہ غایت محبت تھی۔ آپ کے چھوٹے بھائی میاں سراج الدین صاحب جو میاں محمد شریف صاحب بی اے ایل ایل بی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے والد ہیں۔ ۱۷۔ مئی کی شام کو جب مرحوم میاں چراغ دین کی لاش مدرسہ احمدیہ کے صحن میں پڑی تھی، آنکھوں میں آنسو بھر کر کہہ رہے تھے کہ چند دن کی بات ہے کہ میرے چھوٹے لڑکے نے کہا کہ بابا تو اب بہت کمزور ہو گیا۔ اب شاید تھوڑا عرصہ ہی یہاں رہے میں نے اس کو کہا کہ تم دونوں بیٹوں کو میں اس بھائی پر قربان کر دوں کیونکہ تم سے میرا ساتھ بیس تیس سال سے ہے لیکن اس سے ساٹھ سال سے تعلق ہے۔ لاکھوں روپیہ کی جائیداد کے معاملے ہوئے مگر کبھی رنجش نہیں ہوئی۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ بھائی بھائیوں میں کیا سلوک تھا اور ایک دوسرے سے کتنی محبت رکھتے تھے۔

’’جب ۱۸۔ مئی کو بعد ظہر مرحوم کے اعزا و اقارب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؑ سے رخصت ہونے لگے تو حضور نے ان کو باہمی محبت و یکجہتی اور نیکی میں بڑھنے کی نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ’میں نے ان (میاں چراغ دین) کو کبھی غصہ میں نہ دیکھا اور جب کسی پر غصہ ہوتے تو اس طرح جس طرح ماں اپنے بچہ پر خفا ہوتی ہے مگر خفگی سے بھی محبت ٹپک رہی ہوتی‘۔ آپ نے فرمایا کہ ’جس طرح مرحوم دینداری اور اخلاص میں بڑھے ہوئے تھے آپ لوگوں کو ان سے بھی بڑھنا چاہئے اور دنیاوی معاملات میں خاندان میں ایک بزرگ ایسا ہونا چاہئے جن کی سب مانیں تاکہ آپس میں اتفاق رہے۔ کیونکہ جس خاندان میں اتفاق نہ رہے وہ کوئی ترقی نہیں کر سکتا‘۔

’’مرحوم بڑے ہی بااخلاق اور محبت والے بزرگ تھے۔ بچوں سے بچوں کی طرح

محبت کرتے اور بڑے خلوص سے ملتے۔ مرحوم ایک خوبصورت بشرے اور گوری رنگت کے آدمی تھے۔ آپ کا چہرہ متبسم اور آنکھیں محبت سے پُر تھیں۔ آپ خدا کے فضل سے کثیر العیال تھے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ جن میں سے دو لڑکیاں فوت ہو گئی تھیں۔ ان کے سوا آپ کے لڑکے لڑکیوں اور نواسے نواسیوں اور ان کی اولاد کی مجموعی تعداد ماشاء اللہ پچاس ہے۔ بجز حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ ☆ کے آپ کا تمام خاندان مبائعین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو بڑھائے اور دنیا و دین میں عزت دے۔ مرحوم کی وفات سے ایک ہفتہ قبل آپ کی اہلیہ مکرمہ فوت ہو گئی تھیں ان کی وفات کا آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس کے بعد علیل ہو گئے۔ علالت میں ہی آپ کو حضرت مفتی صاحب کے امریکہ میں داخل ہونے کی خبر ملی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور بار بار الحمد للہ الحمد للہ کہنے لگے۔ ۱۶، ۱۷ مئی ۱۹۲۰ء کی درمیانی شب کو اپنے مکان مبارک منزل لاہور میں تحلیل گردہ کے مرض میں انتقال ہوا اور ۱۷ مئی کو بذریعہ موٹر آپ کا جنازہ لاہور سے دارالامان میں لایا گیا۔ اگرچہ بہشتی مقبرہ میں قبر تیار تھی۔ مگر اعزا مرحوم نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے درخواست کی کہ وہ مرحوم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب بجانب مغرب جو زمین ہے اس میں جگہ دی جائے۔ آپ نے منظور فرمایا مگر قبر کھدی ہوئی نہیں تھی۔ دوسرے دن صبح کے وقت قبر تیار ہو گئی۔ حضرت امام نے مدرسہ احمدیہ میں دیر تک اثنائے جنازہ مرحوم کے لئے دعا فرمائی اور حضرت منشی اروڑے خاں مرحوم کی قبر کے ساتھ ہی بجانب مغرب آپ کو دفن کر دیا گیا۔ **سبحان اللّٰه. منهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر. اللهم اغفر له و ارحمه و ادخله فی الجنة۔**[22]

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ سیر میں میرے والد حضرت میاں چراغ دین صاحب کو حضور نے فرمایا کہ میاں صاحب! اب آپ پنشن لے لیں اور کوئی دین کا کام کریں۔ اس پر والد صاحب نے دل میں خیال کیا کہ میں اردو تو لکھ نہیں سکتا، انگریزی لکھ سکتا ہوں

☆ (نوٹ از مؤلف) یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے بھی بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر لی تھی اور وفات تک اس پر قائم رہے۔ **فالحمد للّٰه علی ذالک۔**

میں کس طرح خدمت دین کر سکتا ہوں۔ ابھی آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہی تھا کہ حضور نے فرمایا۔ دیکھو! آنحضرت ﷺ بھی پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا کام لیا۔ اس پر والد صاحب نے پنشن لے لی اور بڑی دیر تک قادیان میں محاسب کا کام کرتے رہے۔ رہتے لاہور ہی میں تھے مگر ہفتہ میں ایک دفعہ قادیان میں ضرور جایا کرتے تھے۔

میاں مغل صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے والد صاحب الٰہی بخش اکونٹنٹ، منشی عبدالحق صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حضور نے بشیر اوّل کے عقیقہ پر بھی بلایا تھا۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ راستہ میں اس قدر بارش ہوئی تھی کہ بٹالہ تک پانی ہی پانی نظر آتا تھا اور بہت سے آدمی سردی کی وجہ سے بیمار ہو گئے تھے۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی اہلسنت والجماعت کا کوئی شخص تمسخر کے طور پر یہ کہتا کہ اہلحدیث میں کوئی ولی اللہ نہیں تو اکثر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کیا کرتے تھے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہی سے اخلاص ومحبت کے تعلقات رکھتے تھے۔ بیعت میں توقف کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے پہلے سید محمد صدیق صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی۔ جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے لئے تیار ہوئے تو سید صاحب موصوف نے انہیں کہا کہ آپ نے تو میری بیعت کی ہوئی ہے آپ دوسرا مرشد کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ اس پر حضرت میاں معراج دین صاحب عمر نے کہا کہ میں نے تو کسی کی بیعت نہیں کی اس لئے میں حضرت صاحب کی بیعت کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے بیعت کر لی۔ پھر مغل صاحب اور حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی۔ اس پر حضرت میاں چراغ دین صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ حضور! میں نے سید محمد صدیق صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے۔ کیا میں بھی حضور کی بیعت کر سکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا۔ اب سب بیعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ بجز میری بیعت کے اب کوئی بیعت درست نہیں۔ اس پر میاں چراغ دین صاحب نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت میاں چراغ دین صاحب سے بہت محبت تھی۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ میرے بچپن کے رفیقوں میں سے خدا تعالیٰ نے مجھے صرف میاں چراغ دین دیا ہے۔ باقی مجھ سے دور ہو گئے۔ آپ کی ایک روایت الفضل میں یوں درج ہے کہ:

''ایک دفعہ میں قادیان گیا۔ دو چار دن کے بعد جب میں جانے لگا تو خیال آیا کہ اگر آج نہ جاؤں تو کل دفتر میں دس کی بجائے بارہ بجے حاضر ہو جاؤں گا اور صبح چھ بجے یہاں سے چل پڑوں گا اس طرح آج کی رات اور فیض صحبت سے مستفیض ہونے کا موقعہ مل جائے گا۔ یہ خیال کر کے میں ٹھہر گیا۔ صبح ۶ بجے جب حضور سیر کو نکلے تو میں نے جانے کے لئے اجازت چاہی آپ نے دعا فرمائی اور اجازت دے دی۔ جب میں چلنے لگا تو فرمایا منشی صاحب! ابھی وقت ہے۔ آؤ سیر کو چلیں۔ میں حضور کے ساتھ ہو لیا۔ اڑھائی گھنٹہ کے بعد جب حضور سیر سے واپس آئے تو مجھ سے مصافحہ کیا اور فرمایا۔ جاؤ اجازت ہے۔ میں نے کچھ نہ کہا اور چپکا ہو کر چل پڑا۔ یکہ کرایہ کیا اور گیارہ بجے بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچا۔ میرے وہاں پہنچنے پر گھنٹی بجی۔ تو میں نے پوچھا کہ کدھر جانے والی گاڑی کی گھنٹی بجی ہے۔ لوگوں نے کہا لاہور جانے والی گاڑی۔ آج گاڑی دو گھنٹہ لیٹ ہو کر آئی ہے۔ میں نے ٹکٹ لیا اور اس میں سوار ہو کر بآرام لاہور پہنچ گیا''۔ [۲۳]

محترم میاں نذیر حسین صاحب ابن حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت میاں چراغ دین صاحب کے ہاں پہلا بچہ یعنی ہمارے والد صاحب حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب پیدا ہوئے تو آپ پانچ سال کی عمر تک نہ بولنا سیکھے نہ چلنا۔ اس پر ایک روز جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہمارے دادا محترم نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ حضور! میرا صرف ایک ہی لڑکا ہے اور وہ بھی گونگا اور لنجا ہے۔ حضور دعا فرماویں کہ وہ تندرست ہو جائے۔ حضور نے فرمایا۔ میاں صاحب۔ اس بچے کو لے آئیں۔ چنانچہ حضور نے محترم حکیم صاحب کو اپنی گود میں لے کر ایک لمبی دعا کی۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ چاہے گا تو یہ بچہ درست ہو جائے گا۔ چنانچہ جب حضور دوبارہ لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں چراغ دین صاحب سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمالی ہے۔ آپ کا یہ بچہ بڑا بولنے والا اور چلنے والا ہوگا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہم نے حضرت حکیم صاحب کو اسّی نوے کی سال کی عمر میں بھی اس قدر اونچا اور مسلسل بولتے دیکھا ہے کہ ہم حیران رہ جاتے تھے۔

محترم ماسٹر نذیر حسین صاحب ہی کا بیان ہے کہ ہمارے والد صاحب کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد

ہمارا دادا صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ حضور دعا فرماویں کہ خدا مجھے اور بھی لڑکے عطا فرمائے۔ چنانچہ حضور نے دعا کا وعدہ فرمایا اور جب دوبارہ لاہور میں تشریف لائے تو حضرت میاں چراغ دین صاحب کو یہ خوشخبری سنائی کہ خدا تعالیٰ آپ کو پانچ لڑکے اور دے گا اور آپ کی وفات تک آپ کے پانچ لڑکے زندہ رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمارے والد صاحب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مندرجہ ذیل لڑکے اور دیئے۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل۔ میاں عبدالرحیم صاحب۔ میاں عبدالمجید صاحب۔ میاں عبدالرشید صاحب اور میاں محمد سعید صاحب سعدی۔ میاں عبدالرحیم صاحب تو بچپن میں وفات پا گئے۔ مگر باقی پانچ لڑکے حضرت میاں چراغ دین صاحب کی وفات تک زندہ تھے۔

میاں قادر بخش صاحب درویش بیان کرتے ہیں کہ ☆

میں مسجد شاہ محمد غوث میں درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اور حضرت میاں چراغ دین صاحب کے پاس بھی جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب مسجد شاہ محمد غوث سے میرے کپڑے چرائے گئے تو میں صرف پاجامہ پہن کر ہی حضرت میاں صاحب کے پاس چلا گیا۔ فرمایا۔ میاں قادر بخش کیا بات ہے! عرض کی۔ میاں صاحب! میرے کپڑے کسی نے چرا لئے ہیں۔ فرمایا۔ تم وہاں کیوں جاتے ہو؟ عرض کی۔ میاں جی! وہاں روٹی مل جاتی ہے۔ فرمایا۔ کوئی کام کیوں نہیں کرتے؟ عرض کی۔ میں کوئی کام نہیں جانتا۔ آپ نے اسی وقت اپنی جیب سے چھ روپے نکالے اور ایک ہندو کو رقعہ لکھا کہ اسے کھدر دے دو۔ چنانچہ میں وہ کھدر لے کر میاں صاحب کی بیٹھک میں آ گیا۔ وہ دو تھان تھے۔ آپ ان میں سے ایک تھان لے کر اوپر زنانخانہ میں گئے اور چھ روپے لے کر آئے۔ آتے ہی فرمایا۔ میاں قادر بخش! دیکھو تمہیں کتنا نفع ہوا۔ تین روپے کا تھان چھ روپے میں بک گیا۔ پھر آپ نے مجھے دو آنے کا گز بھی لے دیا۔ اب میرا کاروبار چل پڑا۔ میں وہ کھدر گاؤں میں لے جاتا اور وہاں سے لحاف لے آتا۔ تھوڑے عرصہ کے اندر میرے پاس کافی روپے جمع ہو گئے اور اس قدر کام چلا کہ کھدر کا کوٹھا بھر جاتا تھا۔ چنانچہ پانچ آدمی میں نے ملازم رکھ لئے جو کھدر بیچا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ پنشن لینے گئے تو کسی شخص نے آپ کی جیب سے روپیہ نکال لیا۔ قریشی محمد حسین

☆ یہ بیان میاں قادر بخش صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں مجھے لکھوایا۔ (مؤلف)

صاحب نے پوچھا کہ میاں جی! سنا ہے آپ کی جیب سے کسی نے روپے نکال لئے ہیں۔فرمانے لگے۔ قریشی صاحب! میں تو حیران ہوں کہ اس نے روپے نکال کس طرح لئے؟

حضرت میاں عبدالمجید صاحبؓ

ولادت: اندازاً ۱۸۸۰ء بیعت: ۱۸۹۳ء وفات: ۱۹۵۳ء

حضرت میاں عبدالمجید صاحب حضرت میاں چراغ دین صاحب کے بیٹے تھے۔ دفتر چیف انجنیئر انہار میں ملازم رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد پانچوں وقت مسجد میں آ کر نماز با جماعت پڑھتے تھے مگر بہت کم گو تھے۔ چپکے سے آ کر مسجد میں بیٹھ رہتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ ان کی اولاد میں محترم میاں محمد عمر صاحب پی۔ڈی۔ایس۔پی سلسلہ کے لٹریچر کے ساتھ واقفیت رکھنے کی وجہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

باقی اولاد کے نام یہ ہیں۔ میاں محمد عثمان۔ میاں محمد صادق

حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدیؓ

ولادت: ۱۸۸۵ء وفات: ۱۹۵۳ء

میاں محمد سعید صاحب سعدی بھی حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے صاحبزادہ تھے۔ بڑے جوشیلے اور غیور احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ خصوصاً لاہوری فریق کے ساتھ بحث میں انہیں یدطولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کئی چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ آپ کی یادگار موجود ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زمانہ میں ایک مرتبہ ۱۹۱۷ء میں آپ نے حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کے ساتھ مل کر پنجاب کی انجمنوں کی تنظیم کے سلسلہ میں دورہ بھی کیا تھا۔[۲۴]

آپ نے بھی ایک عرصہ تک چیف انجنیئر محکمہ انہار کے دفتر میں ملازمت کی مگر پھر بیماری کی وجہ سے استعفیٰ پیش کر دیا۔

اولاد: بشارت احمد۔ بشریٰ۔ سعیدہ۔ عارفہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: ۱۸۹۳ء   وفات: ۲۔ستمبر ۱۹۶۳ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی کے پاکیزہ واقعات اور طیب سیرت پر خاکسار اپنی تالیف ''حیات بشیر'' میں بہت سی باتیں لکھ چکا ہے۔ اس جگہ صرف اس کتبہ کی عبارت درج کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں جو آپ کے مزار پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگایا گیا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مزار

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت طیبہ کے ایک درخشندہ ستارے قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ۲۰۔اپریل ۱۸۹۳ء کو حسب بشارات الٰہیہ ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف الہامات میں آپ کا ذکر آتا ہے۔ایک الہام الٰہی میں آپ کو قمر الانبیاء کے خطاب سے نوازا گیا اور بچپن میں آپ کے آشوب چشم سے بیمار ہونے پر آپ کی شفایابی کے متعلق ''بَرّق طفلی بشیر'' کا مبشر الہام ہوا۔آپ کی تمام زندگی خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کیلئے وقف رہی۔ آپ علومِ دینیہ کے بہت بڑے عالم اور جماعتِ احمدیہ کے لئے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے دستِ راست رہے۔ نہایت بلند پایہ اور جاذبیت رکھنے والے مصنف تھے۔آپ نے دین کی حمایت میں ایک قیمتی علمی خزانہ چھوڑا ہے۔ جماعت احمدیہ علمی اور روحانی رنگ میں آپ سے رہنمائی حاصل کر کے اطمینان پاتی تھی۔ بہت نیک، متقی اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے صاحب الہام وکشوف تھے۔آپ عاشق خدا اور رسول، غرباء سے گہری ہمدردی رکھنے والے، منکسر المزاج نہایت صائب الرائے، بالغ النظر اور ہر کام میں حد درجہ محتاط تھے۔

آپ کا وصال جس کی اطلاع آپ کو کچھ عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جا

چکی تھی۔ بروز دوشنبہ مؤرخہ ۲۔ستمبر ۱۹۶۳ء (شام کو۔ناقل) چھ بج کر اڑتالیس منٹ پر قریباً ستر سال کی عمر میں کوٹھی ۲۳۔ ریس کورس روڈ (کوٹھی حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔ناقل) لاہور میں ہوا۔انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون. زیر ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ حضرت ام المومنینؓ کے قدموں میں دفن کئے گئے۔

اے خدا بر تربتِ اوابرِ رحمت ہا ببار
داخلش کُن از کمال فضل در بیت النعیم

اللھم نور مرقدہ وارفع درجاتہ فی جنت النعیم''

اولاد: صاحبزادی امۃ السلام بیگم صاحبہ۔صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب۔صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ۔صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب۔صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب۔صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب۔صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ۔صاحبزادی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: ۲۷۔ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴۔مئی ۱۸۹۵ء **وفات:** ۱۷۔ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶۔دسمبر ۱۹۶۱ء

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی سیرت مقدسہ کے حالات تفصیل کے ساتھ تو اخویم محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے درویش قادیان لکھ رہے ہیں۔اس جگہ صرف اس کتبہ کی عبارت درج کی جاتی ہے جو آپ کے مزار مبارک پر بہشتی مقبرہ میں لگایا گیا ہے۔

''حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اللہ تعالیٰ کی بشارت کے ماتحت ۲۷۔ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ بمطابق ۲۴۔مئی ۱۸۹۵ء کو قادیان میں تولد ہوئے آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت طیبہ کے ان مقدس پانچ افراد میں سے تیسرے فرد تھے جن کے متعلق حضور نے فرمایا کہ

یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد الہاموں کے مورد تھے۔ایک لمبے عرصہ تک بطور ناظر صدر انجمن احمدیہ خدمات سرانجام دیں۔حق وصداقت کی خاطر کچھ عرصہ کے لئے قید وبند کی صعوبت بھی برداشت کی۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدوخال اور رنگ ڈھنگ میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔بہت متقی' فیاض' غریب پرور' سادہ طبیعت' دل کے درویش مگر طبیعت کے بادشاہ اور نہایت صائب الرائے تھے۔صاحب کشف والہام بھی تھے۔ایک لمبے عرصہ تک اعصابی تکلیف میں مبتلا رہے۔کئی مواقع پر بظاہر زندگی کا خاتمہ معلوم ہوتا تھا مگر خدا تعالیٰ کی رحمت انہیں بچاتی رہی۔اور یہ الہام بار بار پورا ہوا۔ **عمرہ اللّٰہ علیٰ خلاف التوقع.** آخر ۱۷۔رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶۔دسمبر ۱۹۶۱ء کو جبکہ جلسہ سالانہ کا افتتاح ہونے والا تھا' خدائی مشیت کے ماتحت ۶۶ سال سات ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔اور ہزارہا مخلصین نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ **اناللّٰہ و انا الیہ راجعون.**

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کو علاج کے لئے ایک لمبے عرصہ تک لاہور میں رہنا پڑا۔ پہلے کافی عرصہ آپ رتن باغ میں رہے۔مگر جب کوٹھی رتن باغ کا الحاق میو ہسپتال کے ساتھ ہو گیا تو آپ نے کوٹھی پام ویوز دشملہ پہاڑی میں رہائش اختیار کر لی۔ پہلے آپ کو انتڑیوں میں درد کی تکلیف تھی مگر بعد ازاں پیٹ میں بھی تکلیف ہو گئی۔اس کے علاوہ گھٹنوں اور رانوں میں سختی کی شکایت بھی پیدا ہو گئی جو دائیں ٹانگ میں نسبتاً زیادہ محسوس ہوتی تھی۔فرش پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے' کرسی یا چارپائی پر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ہاتھ کی انگلیوں میں بھی تکلیف رہتی تھی۔مگر ان تمام عوارض کے باوجود یہ عجیب بات ہے کہ جب تک چلنے کی طاقت رہی آپ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹہ ٹہلتے رہتے تھے۔راقم الحروف جب بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا آپ اس عاجز کا ہاتھ پکڑ لیتے اور ٹہلنا شروع فرما دیتے۔عاجز تھک جاتا۔مگر آپ نہیں تھکتے تھے۔

ایک واقعہ یاد آ گیا۔ابھی آپ رتن باغ ہی میں تھے کہ خاکسار حاضر ہوا۔ پہلے کچھ دیر ٹہلتے رہے۔پھر فرمایا میرا Pen (پین) گم ہو گیا ہے۔خیال ہے کہ گوالمنڈی چوک کے ایک دوکاندار کے پاس بھول آیا ہوں۔چلو چل کر پتہ کریں۔خیر چل پڑے۔رستہ میں فرمایا۔انسان کی بھی عجیب حالت

ہے۔کبھی اس کے سینکڑوں روپے بھی گم جائیں تو اسے پروانہیں ہوتی اور کبھی ایک سوئی گم ہو جائے تو بہت پریشان ہو جاتا ہے۔یہی حال میرا ہے۔یہ پین چونکہ کافی عرصہ میرے پاس رہا ہے اس لئے اس کے گم جانے کا مجھے بہت افسوس ہے جب ہم دکان پر پہنچے تو خدا کا شکر ہے کہ وہ پین مل گیا جس سے آپ کو بہت خوشی ہوئی۔

کوٹھی پام ویو میں بھی متعدد مرتبہ آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ شروع شروع میں تو آپ وہاں بھی ٹہلنا شروع کر دیتے تھے مگر آخری ایام میں جب تکلیف بڑھ گئی تو چلنا دشوار ہو گیا۔ بلکہ پاؤں میں جوتا ڈالنا بھی تکلیف دیتا تھا اس لئے آپ اطلاع ملنے پر ننگے پاؤں ہی آہستہ آہستہ باہر تشریف لاتے تھے اور برآمدہ میں دو آدمیوں کے سہارے سے کرسی پر بیٹھ سکتے تھے مگر چہرہ پر پھر بھی بشاشت ٹپکتی نظر آتی تھی۔ مجھے یاد ہے۔آخری ایام میں آپ نے مجھے فرمایا۔میرا دل چاہتا ہے کہ دو کتابیں تیار کروائی جائیں۔ایک شیعہ مذہب کی تاریخ اور دوسری ان مخالفین کے حالات پر مشتمل جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید مخالفت کی مگر خائب وخاسر رہے۔فرمایا۔ان کتابوں کے لئے خواہ کس قدر خرچ ہو۔میں دینے کے لئے تیار ہوں۔پھر فرمایا میرا یہ پیغام دفتر اصلاح وارشاد میں پہنچا دینا۔خاکسار نے آپ کا یہ پیغام انہی ایام میں تحریری طور پر پہنچا دیا تھا۔ بلکہ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک کتاب ایسے لوگوں کے حالات پر بھی لکھنی چاہیئے۔جنہوں نے گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہیں کی مگر آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہے جیسے سیالکوٹ کے مولانا میر حسن صاحب عربی پروفیسر مرے کالج سیالکوٹ۔

میرا ارادہ تو یہ تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے حالات کے سلسلہ میں وہ نوٹ ہی کافی ہے جو آپ کے مزار مبارک پر لکھا گیا ہے۔مگر آپ کا ذکر آنے پر رہ نہ سکا اور کئی ایک باتیں جو یاد آئیں وہ بھی لکھ دیں۔

اولاد: صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب۔صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ۔صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ۔صاحبزادی امۃ الوحید صاحبہ

حضرت نواب زادہ میاں محمد عبداللہ خان صاحبؓ

ولادت: یکم جنوری ۱۸۹۵ء　　　　وفات: ۱۸۔ستمبر ۱۹۶۱ء

حضرت نواب زادہ میاں محمد عبداللہ خاں صاحب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے صاحبزادے تھے۔ یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ نہایت ہی مخلص باپ کی وجہ سے عمدہ تربیت پائی۔ آپ کے والد محترم چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ اس لئے قادیان کی رہائش اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ لطف و کرم نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور آپ نہایت ہی نیک ماحول میں پروان چڑھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنے باپ کی طرح آپ کو بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی شادی حضرت اقدس کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس رشتہ کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہوں اور پوری کوشش کرتا ہوں کہ اپنی بیگم صاحبہ کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کروں۔ خاکسار جب ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک کراچی میں بطور مبلغ متعین تھا تو آپ اکثر میر پور خاص سے اپنے ضروری کاموں کی انجام دہی کے لئے کراچی تشریف لایا کرتے تھے اور عموماً رائل ہوٹل میں ٹھہرا کرتے تھے۔ انجمن احمدیہ کا دفتر چونکہ وہاں سے بہت نزدیک تھا۔ اس لئے آپ کوشش فرمایا کرتے تھے کہ نمازیں انجمن ہی میں آ کر پڑھا کریں۔ شام سے قبل سیر کو بھی ہم اکٹھے ہی جایا کرتے تھے۔ ان ایام میں قریب رہنے کی وجہ سے مجھے آپ کی عظمت کا صحیح احساس ہوا۔

آپ وجیہ اس قدر تھے کہ کراچی کے بعض بڑے بڑے آدمی جو مجھے جانتے تھے مجھ سے علیحدگی میں دریافت کیا کرتے تھے کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میں جب انہیں بتاتا کہ آپ مالیر کوٹلہ کے رؤساء میں سے ہیں۔ اور سینکڑوں مربعہ زمین کی جاگیر ضلع میر پور خاص میں رکھتے ہیں تو یہ کہتے کہ پھر یہ اسمبلی کی ممبری کے لئے کیوں کھڑے نہیں ہوتے۔ اس پر میں انہیں بتاتا کہ انہیں دنیا کی جاہ و حشمت کی طرف قطعاً توجہ نہیں۔ یہ اپنا فارغ وقت اکثر تبلیغ اسلام و احمدیت اور دیگر دینی کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ اس پر وہ لوگ حیران ہو جاتے اور بعض آگے بڑھ کر مصافحہ کا شرف بھی حاصل کرتے۔

تقسیم ملک کے بعد لاہور میں بھی آپ سے فیض حاصل کرنے کے کافی مواقع میسر آتے رہے۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ ماڈل ٹاؤن کے احباب آپ کی زندگی میں آپ کی کوٹھی ۱۰۸۔سی میں ہی نماز یں باجماعت ادا کرتے تھے اور میں بھی جب دورہ پر جاتا تو آپ سے مل کر بہت ہی خوشی ہوتی تھی اور آپ کی ایمان افزا باتیں سن کر ایمان کو ایک جلا حاصل ہوتی۔تبلیغ احمدیت میں آپ کو اس قدر شغف تھا کہ بیماری کے ایام میں بھی جب کوئی غیراز جماعت رشتہ دار یا دوست ملاقات کے لئے آتا تو اپنی تکلیف بھول کر اسے تبلیغ شروع کردیتے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اس قدر شکر گزار تھے کہ ہروقت ان کا تذکرہ آپ کی زبان پر جاری رہتا۔سخی بھی بے حد تھے۔کسی غریب کی باتیں سن کر دل پگھل جاتا اور اپنی بساط سے بڑھ کر اس کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوجاتے تھے۔اولاد کی تربیت کا بھی ہمیشہ خیال رہتا۔مجھے یاد ہے کہ جب میں نے ''حیات طیبہ'' شائع کی تو اس کے چند دن بعد آپ کا ایک بچہ مجھے مال روڈ پر نہایت ہی تپاک سے ملا اور اپنا تعارف کروا کر کہنے لگا کہ ہمارے ابا جان نے آپ کی کتابیں خرید کر ہم سب بہن بھائیوں کی چارپائیوں کے سرہانے رکھوادی ہیں تا جب بھی ہمیں موقع ملے ہم ان کا مطالعہ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سے واقفیت حاصل کرلیں۔

مجھے خوب یاد ہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک مسجد نہ ہو صحیح معنوں میں جماعت کی تنظیم نہیں ہوسکتی۔چنانچہ آپ نے ماڈل ٹاؤن کے احباب کے ساتھ یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ آپ کی کوٹھی کے ساتھ ہی شمالی جانب جو زمین ہے۔اس کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں۔اگر مل گئی تو آپ انشاءاللہ خود ہی مسجد بنوادیں گے۔مگر افسوس کہ آپ بہت جلد وفات پا گئے جس کی وجہ سے مسجد نہ بن سکی۔

آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ میں جب بھی دورہ پر ماڈل ٹاؤن جاؤں شام کا کھانا ان کے ساتھ کھایا کروں۔مگر مجھے یہ دقت ہوتی تھی کہ واپسی کے لئے بس ۹ بجے کے بعد نہیں ملتی تھی۔اس لئے اکثر میں معذرت کردیتا تھا۔لیکن بعض اوقات کھانے میں شامل بھی ہوجاتا تھا۔آخری ایام کی ہی بات ہے کہ جب میں آپ کی کوٹھی سے بس کی طرف جانے لگا تو کچھ بارش ہوگئی۔اتفاقاً اس روز آپ کے گھر کی کچھ مستورات نے ''پام ویو'' کوٹھی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو جانا تھا۔آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ بھی اسی کار میں چلے جائیں اور ڈرائیور کو جو آپ کا کوئی عزیز ہی تھا۔فرمایا کہ پہلے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جا کر انہیں پہنچانا اور پھر ''پام ویو''۔اللہ اللہ! کس قدر بلند اخلاق کے مالک وہ

بزرگ تھے کہ ایک ادنیٰ غلام کے لئے یہ نوازشات! گیارہ بارہ سال کی لمبی اور پیچیدہ بیماری کو آپ نے نہایت ہی صبر وسکون کے ساتھ گزارا۔ آخر میں دل کے دورے پڑنے بھی شروع ہو گئے تھے۔ کئی مرتبہ تشویشناک حد تک بیماری ترقی کر گئی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ جاتے رہے۔

آپ کی وفات پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی طرف سے آپ کے مزار پر جو کتبہ لکھا گیا ہے وہ درج ذیل ہے:

''اخویم نواب زادہ میاں عبداللہ خاں صاحب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے فرزند ہونے کی وجہ سے صحابی ابن صحابی تھے اور انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اپنے والد ماجد کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کی فضیلت بھی ملی۔ نہایت نیک، شریف، منکسر المزاج اور ہمدرد طبیعت رکھتے تھے۔ فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کے بھی پابند تھے اور دعاؤں میں بہت شغف رکھتے تھے اور سلسلہ کی مالی خدمت میں ذوق شوق سے حصہ لیتے تھے۔ ٦٦ سال کی عمر میں ١٨۔ستمبر ١٩٦١ء کو لاہور میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ **اللھم اغفرہ و ادخلہ الجنة**. مرزا بشیر احمد۔ ربوہ''

اولاد: صاحبزادی طیبہ آمنہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ نواب عباس احمد خاں صاحب، صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی ذکیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ میاں شاہد احمد خاں صاحب، صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ میاں مصطفیٰ احمد خاں صاحب۔

حضرت میاں عبدالغفار صاحب جراح امرتسری

ولادت: ١٨٩٣ء **بیعت:** پیدائشی احمدی **وفات:** ١٣۔مئی ١٩٥٩ء عمر ٦٦ سال

حضرت میاں عبدالغفار صاحب جراح امرتسری حضرت میاں غلام رسول صاحب جراح امرتسری کے فرزند تھے۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب کو یہ فخر حاصل تھا کہ آپ نے بیسیوں مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حجامت بنائی اور متعدد مرتبہ باورچی کا کام کیا۔ چنانچہ آپ کے فرزند میاں عبدالغفار صاحب کے پاس حضور علیہ السلام کے ناخن، بال اور گرم وسرد کپڑے کافی تعداد میں موجود تھے۔ خود راقم الحروف نے امرتسر میں بھی اور یہاں لاہور میں بھی متعدد مرتبہ یہ تبرکات دیکھے ہیں۔ ایک مرتبہ

یہاں لاہور میں میاں صاحب موصوف سارے تبرکات ہمارے گھر میں بھی لائے تھے اور ہمارے بچوں نے دیکھے تھے۔اب یہ تبرکات ان کے فرزندوں کے پاس محفوظ ہیں۔

حضرت میاں عبدالغفار صاحب ۱۹۴۷ء میں تقسیم برصغیر کے بعد لاہور میں تشریف لے آئے تھے۔ اور مسجد وزیر خاں کے پاس ایک حویلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کو اس قدر محبت تھی کہ حضور کی کئی ایک تحریریں خصوصاً کشتی نوح کی' زبانی یاد کر رکھی تھیں اور مختلف اجتماعات کے مواقع پر سنایا کرتے تھے اور اس جذبہ کے ساتھ سناتے تھے کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔آپ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن ہیں۔ اللّٰھم نور مرقدہ. آمین ثم آمین۔

اولاد: محمد انور۔محمد اکرم۔محمد اسلم۔زبیدہ بیگم۔سعیدہ بیگم۔

حضرت میاں سراج دین صاحبؓ میاں عمر دین صاحب

ولادت: مارچ ۱۸۵۹ء بیعت: ۱۸۹۳ء وفات: ۲۸۔جولائی ۱۹۲۸ء

حضرت میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی نے بیان فرمایا کہ

میرے والد حضرت میاں سراج دین صاحب اور حضرت میاں چراغ دین صاحب نے خلیفہ محمد صدیق صاحب آف آلومہار کی بیعت کی ہوئی تھی۔ پھر اہلحدیث بھی تھے۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ تعلق تھا۔اس لئے حضرت اقدس کے دعویٰ کے معاً بعد اس خیال سے بیعت نہ کی کہ پہلے ایک بزرگ کی بیعت کی ہوئی ہے۔مگر جب کچھ مدت کے بعد حضرت اقدس سے مسئلہ پوچھا تو حضور نے فرمایا جس شخص سے آپ نے بیعت کی ہوئی ہے۔اگر وہ نیک آدمی ہے تو آپ کی بیعت نور علی نور ہوگی ورنہ وہ بیعت فسخ ہو جائے گی۔اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔اس پر آپ نے بیعت کر لی۔

پرانے خاندانی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ والد صاحب نے مارچ ۱۸۹۰ء میں ڈسٹرکٹ جج لاہور کے پاس درخواست دی تھی کہ میرے بھائی میاں معراج دین اور میاں تاج دین نابالغ ہیں اس لئے مجھے ان کا گارڈین مقرر کیا جائے۔

آپ کا بیس سال کی عمر میں چھانگا مانگا کے جنگل میں ایک انگریز فارسٹ آفیسر کے ماتحت

ملازمت اختیار کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

میاں سراج الدین صاحب بہت نیک اور سادہ مزاج آدمی تھے۔آپ نے جولائی ۱۹۲۸ء میں ۶۹ سال ۴ ماہ کی عمر پا کر وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کئے گئے۔فاناللہ و انا الیہ راجعون.

اولاد: میاں محمد شریف۔میاں محمد اشرف۔میاں محمد یعقوب۔زیب النساء

حضرت میاں تاج الدین صاحب ولد میاں عمر دین صاحب

ولادت: ۱۸۷۴ء بیعت: اندازاً ۹۴۔۱۸۹۵ء وفات:

میاں تاج الدین صاحب حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت ہی مخلص اور عبادت گذار بزرگ تھے۔

رات ۱۲ بجے کے بعد اٹھ کر بقیہ رات عبادت میں گذار دیتے تھے۔نقشہ نویس تھے۔اوورسیر بھی تھے۔ پہلے ٹھیکیداری کرتے تھے۔مگر مزدوروں کو پیشگی رقمیں دے دیا کرتے تھے۔ جو بعض اوقات رفو چکر ہو جایا کرتے تھے۔اس لئے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔

اولاد: میاں کمال دین۔میاں فیروز دین

جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

ولادت: ۱۸۷۰ء بیعت: ۱۸۹۴ء وفات: ۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء

محترم جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر نے ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اسلام سے متنفر ہو کر عیسائیت اختیار کرنے کا عزم کر چکے تھے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کہیں سے ہاتھ لگ گئی۔اس کتاب کے مطالعہ نے آپ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور آپ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔محترم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے بھی انہیں کی تبلیغ سے ۱۸۹۷ء میں داخل احمدیت ہوئے تھے۔

محترم خواجہ صاحب مرحوم نے بحیثیت وکیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جو مقدمات حضور پر مخالفین و معاندین کی طرف سے دائر کئے گئے۔ قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔آپ

صدر انجمن احمدیہ کے ممبر اور جماعت کے مشہور لیکچرار بھی تھے۔ قد آور، بھاری بھر کم، بارعب اور وجیہ انسان تھے۔

آپ کا ایک رؤیا بہت مشہور ہے۔ جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں دیکھا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ اور آپ کے ہمراہ نو یا دس یا گیارہ افراد ہیں اور یہ سب کسی شاہی خاندان کے ہیں۔ لیکن جس خاندان کے یہ ممبر ہیں اس کا سرتاج تخت سے الگ ہوگیا ہے اور نئی سلطنت قائم ہوگئی ہے۔ اور پہلا دَور بدل گیا ہے اور یہ سارے کے سارے اسیران سلطانی ٹھہرائے گئے ہیں۔ رؤیا ہی میں آپ کو بتلایا گیا کہ نئے سلطان حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ ہیں اور اپنے دربار میں طلب فرما کر کہتے ہیں کہ ''کیا وجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہی سلوک نہ کیا جائے جو اسیران سلطانی کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جاوے''

یہ رؤیا جو تفصیل کے ساتھ ''تاریخ احمدیت'' جلد چہارم میں بھی شائع ہو چکی ہے، واضح طور پر بتا رہی ہے کہ جناب خواجہ صاحب اور آپ کے ساتھی خلافت اولیٰ میں کچھ ایسے کام کریں گے جو خلاف منشاء سلطان ہوں گے اور ان کی بناء پر یہ لوگ اسیران سلطانی ٹھہرائے جائیں گے اور اس قابل ہوں گے کہ انہیں اصل وطن یعنی قادیان سے نکال کر کسی اور وطن (جس کے متعلق بعد میں پتہ چلا کہ لاہور ہے۔ ناقل) میں آباد کر دیا جائے گا۔ مگر اس وقت ان لوگوں کے معافی طلب کرنے پر حضور نے ان کو معاف کر دیا۔ لیکن خلافت ثانیہ کی ابتداء میں یہ قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے اور اپنا الگ مرکز بنالیا۔

آپ نے ۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

۳۱۳۔اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام ۶۴ نمبر پر ہے۔

حضرت خواجہ جمال الدین صاحبؓ

ولادت: بیعت: وفات:

حضرت خواجہ جمال الدین صاحب بی۔اے ایک مدت تک جموں میں انسپکٹر مدارس رہے۔ آپ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے بھائی تھے۔ خلافت اولیٰ میں وفات پائی۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ان کا نام ۲۱۵ نمبر پر ہے۔

ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے:

''خواجہ جمال الدین صاحب بی۔اے جو ہماری جماعت میں داخل ہیں۔ جب امتحان منصفی میں فیل ہوئے اور ان کو بہت ناکامی اور ناامیدی لاحق ہوئی اور سخت غم ہوا تو ان کی نسبت مجھے الہام ہوا کہ ''سَیُغْفَرُ'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اس غم کا تدارک کرے گا۔ چنانچہ اس کے مطابق وہ جلد ریاست کشمیر میں ایک ایسے عہدہ پر ترقی یاب ہوئے جو عہدہ منصفی سے ان کے لئے بہتر ہوا۔ یعنی وہ تمام ریاست جموں و کشمیر کے انسپکٹر مدارس ہو گئے۔ [۲۵]

نوٹ:۔ ان کی بیعت کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اندازاً ان کے حالات یہاں درج کئے گئے ہیں۔ (مؤلف)

حضرت میاں محمد افضل صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: بیعت: ۱۸۹۴ء

میاں محمد افضل صاحب سکنہ اوجلہ ضلع گورداسپور حال مکان نمبر ۷ گلی نمبر ۵ نیا دھرم پورہ لاہور نے ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ ان ایام میں گو آپ بچے ہی تھے اور پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ مگر چونکہ آپ کے تایا حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی پٹواری اور آپ کے حقیقی چچا منشی عبدالمجید صاحب بیعت کر چکے تھے اور ۳۱۳۔ اصحاب میں شامل تھے اسی طرح آپ کے والد ماجد منشی عبدالحق صاحب پٹواری بھی بیعت کر چکے تھے۔ اس لئے آپ کا بیعت لینا آسان تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن ایام میں کرم دین سکنہ بھیں کے ساتھ مقدمات چل رہے تھے۔ ان ایام میں میری بیوی نے بھی بیعت کر لی تھی گو وہ ان ایام میں بہت کم عمر تھی مگر بڑی عورتوں کے ساتھ مل کر اس کے لئے بھی بیعت کرنا آسان تھا۔

آپ فرماتے ہیں:

''جب میں نے سکول چھوڑا تو اس وقت سب سے پہلا منشی رسالہ تشحیذ الاذہان کا میں ہی مقرر ہوا تھا اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھایا تھا''

آپ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں آ گئے۔ نومبر ۱۹۶۵ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں

دفن ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

حضرت شیخ عطاءاللہ صاحبؓ نومسلم

ولادت:۱۸۷۵ء بیعت:۱۸۹۴ء وفات:۱۳۔اکتوبر ۱۹۵۱ء

حضرت شیخ عطاءاللہ صاحب نومسلم ولد لالہ گنپت رائے صاحب' اسلامیہ پارک پونچھ روڈ مزنگ لاہور نے بیان کیا کہ میں نے ۱۸۹۴ء میں حضور انور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور بیعت کی تھی۔اس زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نماز پڑھایا کرتے تھے اور بعض اوقات اذان بھی دیتے تھے۔بہت خوش الحان اور بلند آواز تھے۔ان کی اذان سن کر انسان پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین بھی بہت پسند فرماتے تھے۔حضور علیہ السلام شام سے لے کر عشاء تک مسجد مبارک میں قیام رکھتے تھے اور اسی جگہ سب احباب کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ایک روٹی توڑ کر چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر اپنے دست مبارک میں پکڑ لیتے اور آہستہ آہستہ کھاتے رہتے۔ہر جمعہ کو سب احباب کے لئے پلاؤ تیار ہوتا تھا۔حضور انور بھی تھوڑا سا تناول فرماتے تھے۔حضور مسکرا کر گفتگو کرتے اور ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے۔اوپر نظر اٹھا کر عموماً کسی کو نہ دیکھتے تھے مگر اس کے باوجود بصیرت الٰہی اتنی تھی کہ سب کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔میں کسی قدر حضور کے پاؤں' بازو' شانے اور جسم مبارک کو زور سے دباتا۔مگر حضور انور ہرگز آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے کہ دبانے والا شخص کون ہے مگر کبھی صاف طور پر فرماتے کہ میاں عطاءاللہ چھوڑ دیں۔میں نے ہرگز حضور کو مغموم نہیں دیکھا۔

مغرب کے وقت حضور ایک معمولی گلاس بکری کے کچے دودھ کا نوش جان فرمایا کرتے تھے۔جماعت میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور کچا دودھ نہ پیا کریں۔فرمایا اکثر انبیاء علیہم السلام کچا دودھ ہی پیا کرتے تھے۔کچھ عرصہ بعد جب میں محکمہ ٹیلی گراف میں ملازم تھا۔تپ دق سے بیمار ہو گیا۔دو ماہ رخصت حاصل کر کے قادیان چلا گیا۔حضرت مولانا حکیم صاحب کے دولت خانہ میں رہتا تھا۔کیونکہ انہوں نے مجھے جموں میں مشرف باسلام کیا تھا۔اس روحانی تعلق کی وجہ سے بڑی محبت کے ساتھ علاج کے لئے صبح سویرے پہلے کھچڑی چاولوں کی اور بعد کو معاً ایک انڈا اُبلا ہوا کھلا کر دوائی دیتے تھے

اور رات کو اوّل دال مونگی کے ساتھ روٹی دیتے تھے۔ میری زبان کا ذائقہ بالکل خراب ہو گیا تھا۔ ایک روز میں نے محترمہ اماں جی والدہ مولوی عبدالسلام سے التجا کی اماں جی! میرے مونہہ کا ذائقہ خراب رہتا ہے۔ اگر کچھ شوربا یا کوئی نمکین چیز ہو۔ تو یقیناً ذائقہ درست ہو جائے گا (انشاء اللہ)۔ فرمایا۔ مولوی صاحب ناراض ہو جائیں گے۔ مگر انہوں نے میرے اصرار پر ایک کپڑے سے مرچوں کو چھان کر مجھے پلا دیا۔ حسب دستور علی الصبح مولوی صاحب نے میری نبض دیکھی جو بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ حیران ہو کر فرمایا۔ رات کیا کھایا تھا؟ میں نے کہا۔ کچھ نہیں۔ آپ درس بخاری کو چھوڑ کر دوڑے ہوئے گھر گئے۔ دریافت فرمایا کہ رات کو عطاء اللہ نے کیا کھایا۔ انہوں نے کہا۔ کھانے کے بعد اس نے ضد کر کے تھوڑا سا شوربا پیا۔ اس پر حضور ان پر بھی ناراض ہوئے کہ شوربا کیوں دیا اور مجھ پر بھی کہ جھوٹ کیوں بولا۔

حضرت مولوی صاحب نے میری دروغگوئی اور بدپرہیزی کا حضرت صاحب سے بھی ذکر کر دیا۔ نیز مجھے کہا کہ حضرت صاحب کے پاس جوارش ہے اگر آپ کو کچھ دستیاب ہو جائے تو یہ کمزوری دور ہو جائے گی۔ میں نے جرأت کر کے حضرت سے مانگ لی۔ فرمایا کہ آپ بہت بدپرہیز ہیں اس لئے آپ کو یہ دوائی نہیں مل سکتی۔ میں شرمندہ ہو کر مسجد سے چلا گیا۔ حضرت مولوی صاحب کو میری صحت کا بہت فکر رہتا تھا۔ بہت ادویات وغیرہ بنا کر مجھے دیں۔ فرمایا کہ دعائیں کریں اور دوا بھی استعمال کریں۔ میں بھی انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کروں گا۔

پھر میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا کہ میں اب واپس جاتا ہوں۔ رخصت ختم ہو گئی ہے صحت خراب ہو گئی ہے دعا فرماویں۔ فرمایا۔ آپ نمازوں میں عاجزی' انکساری اور اضطراب سے دعائیں کیا کریں اور خط ضرور لکھتے رہا کریں۔ بدپرہیزی کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور پختہ وعدہ کریں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ انشاء اللہ صحت دے گا۔

جب میں راولپنڈی گیا تو رات کے ڈیڑھ بجے کے قریب مجھے ایک رؤیا کسی غیر زبان میں ہوئی جس کو میں نہ سمجھ سکتا تھا۔ حیران ہو کر پھر اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ اے اللہ! تو سب زبانوں پر قدرت رکھتا ہے۔ مجھے سمجھ عطا فرما کہ یہ کیا خواب تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے رات کے اڑھائی بجے کے قریب بلند آواز سے میری زبان پر جاری کرا دیا کہ Healthy, Healthy,

اس تین بار کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا کہ صحت ہوگئی ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل Healthy,
سے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے قریباً بیس پچیس برس تک کبھی سر درد سے بھی بیمار نہیں ہوا۔ اور دیگر آپ کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے سامان مہیا ہو گئے کہ متواتر چھ سال کے بعد صحت یاب ہونے پر اولاد پیدا ہونی شروع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے تین لڑکے اور چار لڑکیاں عطا فرمائیں۔ هـذا مـن فـضـل ربـی. حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور قوت قدسی سے فیضان' روحانیت' تقویٰ' طہارت اور نور ایمان میں ترقی ہوئی اور نور یقین میں اضافہ ہوا۔

ریلوے اسٹیشن راولپنڈی سے میری تبدیلی درگئی ہوگئی۔ درگئی غیر علاقہ کے پاس ریلوے اسٹیشن ہے۔ وہاں میری تبدیلی اس لئے کی گئی کہ پٹھان لوگ نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کریں گے۔ خطرناک علاقہ ہونے کی وجہ سے تنخواہ بھی دگنی تھی۔ مگر گھر کے سب لوگوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ میں دو روز کی رخصت لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور بیمار تھے مگر اس کے باوجود بڑے کمرے میں ٹہل کر کچھ لکھ بھی رہے تھے۔ میرا رقعہ پہنچنے پر حضور نے ایک بڑھیا کے ذریعہ مجھے اندر بلوا بھیجا۔ دیکھتے ہی محبت سے فرمایا کہ کھانا کھا لیا ہے؟ اور گھر میں خیریت ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور میرے لئے دعا فرماویں میری تبدیلی درگئی ہوگئی ہے اور درگئی غیر علاقہ کے متصل ہے جہاں آج کل لڑائی ہو رہی ہے۔ میں وہاں پر جانا نہیں چاہتا۔ حضور نے فرمایا۔ آپ چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ گورنمنٹ جہاں حکم دے انکار نہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ مگر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میرے گھر والے ڈر کے باعث وہاں جا کر رہنا پسند نہیں کرتے۔ پس آپ دعا فرمائیں۔ جب میں واپس راولپنڈی گیا تو ریلوے چپڑاسی دوڑتا ہوا میرے پاس آیا کہ آپ کی تبدیلی کینسل ہوگئی ہے۔ آپ سرائے کالا کے پاس لے کر وہاں چلے جائیں۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ حضرت اقدس کی دعاؤں کا کس قدر جلدی اثر ہوتا ہے۔

حضور فرمایا کرتے تھے کہ اس مقدس مقام (قادیان) پر بار بار آیا کریں اور بہت بہت عرصہ رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو توفیق بخشے کیونکہ یہ ایام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی۔

ان ایام میں یعنی ۱۹۰۴ء میں حضور کے دو ملازم تھے۔ حافظ حامد علی خاں صاحب اور میاں رجب علی صاحب حافظ صاحب حضور کے پرائیویٹ کام کرتے اور میاں رجب علی صاحب لنگر خانہ میں کام

کرتے تھے۔ایک بوڑھی اندر گھر میں کام کرتی تھی۔کھانے کی اشیاء چاول، آٹا، دال وغیرہ کی بوریاں نیچے گول کمرہ میں پڑی رہتی تھیں۔

ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لودھیانہ میں ایک مسجد کے صحن میں لیکچر دینا شروع کیا۔ لوگوں نے پتھراؤ کیا۔روڑے مارے۔مسجد کی صحن کی اینٹیں اکھیڑ دیں۔لوٹے توڑ دیئے۔حضور کو پیاس محسوس ہوئی مگر پانی کہیں سے نہ ملا وہ لوگ کنوئیں کی چرکھڑی بھی اتار کر لے گئے تھے۔اس مسجد کی چھت کے اوپر کچھ مستورات حضور کی تقریر سن رہی تھیں۔ایک عورت دوڑتی ہوئی اپنے گھر گئی اور دودھ کی ہنڈیا اٹھا لائی۔جلدی میں پینے والا برتن بھی نہ لاسکی اور آتے ہی کہا کہ لے بھرا وااس کو مونہہ لگا کر پی جا۔حضور انور نے مونہہ لگا کر وہ دودھ پی لیا۔وہ بڑھیا عورت جزاک اللہ جزاک اللہ کہتی جاتی تھی اور نیز کہتی جاتی کہ یہ خبیث لوگ تو ہمیشہ فتوے لگاتے رہے اور اپنا شکم دوزخ کی آگ سے بھرتے رہے۔

اولاد: شیخ عنایت اللہ۔شیخ عباد اللہ۔شیخ شریف اللہ کوثر۔امۃ الرشید۔امۃ الحفیظ۔امۃ النظیر۔امۃ النصیر۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ (ماریشس)

ولادت: ۱۸۸۱ء بیعت: ۱۸۹۵ء وفات: ۱۷-۱۸۔اکتوبر ۱۹۴۷ء بمقام لاہور

۳۱۳۔اصحاب کی فہرست میں انجام آتھم صفحہ ۱۴۹ پر مچھرالہ لاہور کے ایک طالب علم میاں غلام محمد کا بھی ذکر ہے۔یہ طالب علم بعد میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب آف ماریشس کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ پہلے مبلغ تھے۔ جو خلافت ثانیہ کے ابتداء میں جزیرہ ماریشس میں بھیجے گئے اور مسلسل بارہ سال تک آپ کو وہاں کام کرنے کی توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیش بہا کامیابیاں عطا فرمائیں۔ ان کے ماریشس میں کام کو دیکھ کر جماعت احمدیہ کی وہاں دھاک بیٹھ گئی۔نہایت ہی خوش خلق، شیریں بیان اور متحمل مزاج بزرگ تھے۔حافظ قرآن بھی تھے۔قرآن کریم ایسے دلکش لہجہ میں پڑھتے تھے کہ پرانے اصحاب کے بیان کے مطابق کسی حد تک حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔قادیان میں محلّہ دارالرحمت میں رہائش تھی۔ ہجرت پر رتن باغ لاہور میں وفات پائی۔ **فاناللّٰہ و انا الیہ راجعون.**

آپ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور حضرت چوہدری رستم علی صاحب کورٹ

انسپکٹر کی کفالت میں آ گئے اور انہی کے خرچ پر قادیان میں تعلیم پائی۔ ۱۹۰۷ء میں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے وقف زندگی کی تحریک کی تو آپ نے بھی اپنا نام پیش کر دیا۔ ہجرت کے بعد لاہور میں وفات پائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے بعد ازاں دارالہجرت ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں ان کا تابوت لے جا کر دفن کیا گیا۔

اولاد: آمنہ بیگم صاحبہ۔ ڈاکٹر احمد صاحب۔ صوفی محمد صاحب۔ محمود ناظم صاحب۔ حامد صاحب۔ نسیمہ بیگم۔ نعیمہ بیگم۔ حمید احمد صاحب

حضرت منشی امام الدین صاحب

ولادت: بیعت: وفات:

حضرت منشی امام الدین صاحب کلرک لاہور کا نام بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳۔ اصحاب کی اس فہرست میں لکھا ہے جو ''انجام آتھم'' میں درج ہے۔

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب بھیرویؓ

ولادت: ۱۸۷۵ء بیعت: ۱۸۹۶ء وفات: ۲۵۔ اگست ۱۹۵۷ء عمر ۸۲ سال

۳۱۳۔ اصحاب کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام غلطی سے ''فضل دین'' شائع ہو گیا تھا جو کچھ عرصہ ہوا پرائیویٹ سیکرٹری نے لکھا تھا کہ اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب بھیروی حال لاہور ایک نہایت ہی نیک فطرت اور متدین بزرگ تھے۔ قد چھوٹا' بھاری اور مضبوط جسم رکھتے تھے۔ ساری عمر تہجد کی نماز نہیں چھوڑی۔ خاکسار راقم الحروف نے حضرت مولوی صاحب کو مدتوں دیکھا مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا ذریعہ معاش کیا تھا۔ نہایت ہی متوکل بزرگ تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کا پیشہ تبلیغ ہی ہے۔ خاکسار کے خسر حضرت شیخ عبدالرب صاحب نومسلم مرحوم نے چونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک لمبا زمانہ لائل پور میں محترم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب مرحوم غیر مبائع کی ملازمت میں گذارا۔ اور اس کا انہیں علم تھا اس لئے ایک مرتبہ فرمایا کہ پنجاب کے مشہور صنعت کار محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب لائل پوری کی بیعت کا ذریعہ

بھی خدا تعالیٰ نے مجھے ہی بنایا تھا مگر افسوس کہ خلافت ثانیہ کی ابتداء میں وہ غیر مبائعین میں شامل ہو گئے۔آج اتفاق سے خاکسار غیر مبائعین کی مرتبہ کتاب ''یادرفتگان'' مطالعہ کر رہا تھا۔اس میں محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب کے حالات کے ضمن میں ان کا بھی ذکر آ گیا جو درج ذیل ہے:

''آپ (یعنی محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم۔ ناقل) کے چھوٹے بھائی الحاج میاں محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں ہماری کپاس لاہور اور قصور جایا کرتی تھی اور بڑے بھائی صاحب کپاس کے بھگتان کے لئے اکثر لاہور میں رہا کرتے تھے۔ان دنوں آپ اکثر پرانی انارکلی کی ایک مسجد میں نمازیں پڑھنے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں پر آپ نے مولوی فضل الٰہی صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا جو کہ احمدی تھے۔آپ خود بھی حد درجہ عبادت گزار تھے مگر آپ نے جب مولوی صاحب کی نمازوں کا رنگ اور سوز واستغراق دیکھا تو حد درجہ متاثر ہوئے اور ان سے راہ رسم پیدا کر لی۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ آپ کو حضرت مجددوقت کے پیغام کا تفصیلی طور پر علم ہوا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ فی زمانہ اعلائے کلمہ حق اور اسلام کی خدمت کیلئے تحریک احمدیت میں شمولیت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ معہ برادران حضرت مجدد وقت کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تحریک احمدیت میں شامل ہو گئے''۔[۲۶]

آپ کے فرزند محترم مولوی عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی مولوی فاضل کا بیان ہے کہ

حضرت مولوی صاحب نے لاہور اورینٹل کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرگودھا میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو نمایاں کامیابی ہوئی تھی۔انہوں نے اپنے مکان کے ساتھ ''مسجد احمدیہ'' بنوائی کیونکہ آپ نماز باجماعت پڑھنے کے عادی تھے۔سرگودھا اور اس کے اردگرد چکوں میں آپ نے جماعتیں قائم کیں اور سلسلہ کی بہت خدمت کی۔سرگودھا میں قیام کے دوران آپ نے حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ عنہ کی شادی کا بندوبست کیا اور نکاح خود پڑھا۔شادی کے کچھ عرصہ بعد آپ نے ان کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے نام (جو ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے) خط لکھ کر دیا کہ مولوی بقاپوری صاحب کو جماعت احمدیہ کا مبلغ مقرر کرا دیں کیونکہ مولوی صاحب بہت قابل عالم ہیں۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے وہ خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان کا تقرر بطور مبلغ جماعت احمدیہ کر دیا اور راولپنڈی بھیج دیا کیونکہ ان دنوں وہاں غیر مبائعین کا زور تھا۔ حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب ۲۵ برس سرگودھا میں قیام کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قادیان ہجرت کر گئے اور تقسیم ملک تک وہاں ہی رہے۔ قادیان میں سب سے پہلے عمارتی لکڑی کی دوکان کھولی اور قادیان میں اپنے دوستوں کے متعدد مکانات اپنی زیرنگرانی تعمیر کروا کر دیئے دوست باہر سے روپیہ بھیج دیتے مولوی صاحب اپنی زیرنگرانی مکان تعمیر کروا دیتے اور کسی شخص کو یہ شکایت نہیں ہوئی کہ مکان اچھا نہیں بنایا مہنگا بنا ہے بلکہ ان کی دیانتداری کے لوگ مداح تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق عطا فرمائی کہ ان کی زیرنگرانی قادیان میں قصرِ خلافت تعمیر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا کی بناء پر حضرت مولوی صاحب موصوف کے سپرد قصرِ خلافت کی تعمیر کا کام کیا تھا۔ **ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء**

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ان کے والد میاں کرم دین صاحب خاندان مغلیہ میں سے تھے اور ۱۸۵۷ء کے غدر میں دلّی چھوڑ کر پنجاب آ گئے تھے اور پھر احمد آباد میں جو کہ دریائے جہلم کے کنارے ایک گاؤں ہے آباد ہو گئے اور بقیہ عمر یاد الٰہی میں گزاری۔ یہیں شادی کی اور ان کے ہاں ایک ہی لڑکا ہوا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین صحابہ میں شامل ہونے کا فخر عطا فرمایا۔ ہر سال یکم محرم کو حضرت مولوی صاحب کے والد مرحوم کا عرس ہوتا ہے اور اردگرد کے دیہات کے لوگ اپنے عقیدے کے مطابق ان کے مزار پر جمع ہو کر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

اولاد: ۱۔ حمیدہ بیگم اہلیہ مولوی غلام احمد صاحب ارشد ۲۔ فضل الرحمٰن صاحب ۳۔ امۃ الحفیظ بیگم بیوہ ملک غلام رسول صاحب ۴۔ عطاء الرحمٰن مولوی فاضل جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۔ امۃ المجید زوجہ ملک محمد حیات صاحب ۶۔ برکات الرحمٰن نسیم

حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ

ولادت: ۲۴ جون ۱۸۷۶ء **بیعت:** ۱۸۹۶ء **وفات:** ۹۔ اگست ۱۹۶۵ء

حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ کو حضرت مولانا غلام حسین صاحب پشاوریؓ نے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی کتاب ’’ازالہ اوہام‘‘ مطالعہ کیلئے دی جسے پڑھ کر آپ کے سارے شکوک رفع ہو گئے ۔اور آپ نے ۱۸۹۶ء میں احمدیت قبول کر لی ۔قبول احمدیت کے اگلے سال ہجرت کر کے قادیان پہنچ گئے ۔ وہاں پر آپ کافی عرصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ٹیچر رہے ۔ چنانچہ آپ ان خوش قسمت اساتذہ میں سے ہیں جنہیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو سکول میں پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک عرصہ تک آپ نے قادیان میں رسالہ ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ کے مینیجر کے طور پر بھی کام کیا۔ صدر انجمن میں نائب محاسب اور سپرنٹنڈنٹ دفاتر کے طور پر بھی خدمت کرنے کا موقع ملا مگر خلافتِ ثانیہ کی ابتداء میں جناب مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر کی دوستی کے باعث ان کے ساتھ مل گئے ۔لیکن ۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مصلح موعود ہونے کا اعلان پڑھ کر پھر توجہ کی اور ۱۰۔ مارچ ۱۹۴۴ء کو خلافتِ ثانیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے ۔ربوہ میں کئی سال تک افسر امانت تحریک جدید کے فرائض سرانجام دیئے۔

ریٹائر ہونے کے بعد چند سال لاہور میں گزارے اور ۹۔اگست ۱۹۶۵ء کو ساڑھے گیارہ بجے قبل دوپہر ۹۰ سال کی عمر میں لاہور ہی میں وفات پائی ۔فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔ اسی روز رات کے ساڑھے آٹھ بجے جنازہ ربوہ لے جایا گیا اور گیارہ بجے کے قریب بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن گئے گئے ۔ بہت متقی‘ پرہیز گار اور خدا ترس بزرگ تھے۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ کے ایام میں اپنی تقریر سے قبل حضرت ماسٹر صاحب سے قرآن کریم کی تلاوت کروایا کرتے تھے۔

اولاد: ۶ بیٹے‘ ۵ بیٹیاں اور کثیر التعداد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں آپ کی یادگار ہیں۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم ۔اے

ولادت: ۱۸۹۲ء بیعت: پیدائشی وفات: ۷۔دسمبر ۱۹۵۵ء عمر: ۶۳ سال

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بچپن کے دوستوں میں سے تھے ۔لاہور میں جب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی امارت کے ابتدائی زمانہ میں احمدیہ ہوسٹل کی بنیاد پڑی تو ان ایام میں آپ ایم ۔اے عربی کرنے کیلئے

لاہور تشریف لے آئے اور احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کی خدمات بھی بجالاتے رہے۔اس زمانہ میں آپ کا نام ''رحیم بخش'' تھا جسے بعد ازاں کسی موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تبدیل کر کے ''عبدالرحیم'' مقرر فرما دیا تھا۔حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۴ء تک حضرت اقدس کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر بھی کام کیا۔۱۹۲۴ء میں جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد احمدیہ لندن کا سنگِ بنیاد رکھنے کیلئے لندن تشریف لے گئے تو جو بارہ حواری حضور کے ساتھ تھے۔ان میں حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد بھی تھے۔لندن سے واپسی پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سابق مبلغ انچارج حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو اپنے ساتھ قادیان لے آئے اور ان کی جگہ مشن کا انچارج حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو مقرر فرمایا اور ان کے نائب محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے مقرر ہوئے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے تقرر کے ساتھ ہی رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز''جو پہلے قادیان سے شائع ہوتا تھا' لنڈن سے نکلنے لگا۔ایک ہفتہ وار اخبار''مسلم ٹائمز'' بھی آپ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔آپ نے اپنے زمانہ قیام میں مسجد کی تعمیر کی طرف خاص توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں ۱۹۲۶ء میں مسجد خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہوگئی۔چنانچہ ۳۔اکتوبر ۱۹۲۶ء کو اس کا افتتاح کرنے کی سعادت خان بہادر سر شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر کو نصیب ہوئی۔اس موقعہ پر پہلی اذان مسجد کے مینار پر محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے نائب امام مسجد لندن نے دی۔اور مسجد کے پہلے برطانوی مؤذن ہونے کا شرف ایک نومسلم بلال دانیال ہاوکر نٹیل Mr. BilalDanial Hawaker Nuttal کو حاصل ہوا۔مسجد کے افتتاح پر انگلستان کے پریس نے بڑے بڑے آرٹیکل لکھے جس کی وجہ سے دنیا بھر میں سلسلہ احمدیہ کی خوب شہرت ہوئی۔۱۹۲۸ء میں خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد کی حیثیت سے لندن تشریف لے گئے اور درد صاحب واپس تشریف لے آئے اور صدر انجمن احمدیہ میں ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر کام کرتے رہے۔۲۔فروری ۱۹۳۳ء کو آپ دوبارہ لنڈن بھیجے گئے۔آپ کے زمانہ میں امام مسجد لندن کی شخصیت یورپ میں نہ صرف مذہب کے طور پر اسلام کی نمائندہ سمجھی جاتی تھی بلکہ اسلامی سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا کرتی تھی۔ہندوستان اور انگلستان کے

لیڈر خاص خاص مواقع پر مسجد احمدیہ لندن میں تشریف لا کر اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح جب گول میز کانفرنس کے بعد ہندوستان کے ہندو لیڈروں کی روش سے بیزار ہو کر لندن میں ہی مستقل طور پر قیام کا فیصلہ کر چکے تھے تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محترم مولانا درد صاحب کو لکھا کہ میری طرف سے مسٹر محمد علی صاحب جناح کو سمجھائیں کہ موجودہ حالات میں آپ جیسے دردِ دل رکھنے والے لیڈر کا ہندوستان کے مسلمانوں کو چھوڑ کر لندن جا کر بیٹھ رہنا مناسب نہیں۔ آپ کو بہت جلد ہندوستان واپس پہنچ کر مسلمانانِ ہند کی سیاسی قیادت سنبھالنی چاہیئے اس اہم واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا درد فرماتے ہیں کہ:

''یہ بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم نے انگلستان سے ہندوستان واپس آ کر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالی اور اس طرح بالآخر ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا............ جب میں ۱۹۳۳ء میں امام مسجد لندن کے طور پر انگلستان پہنچا تو اس وقت قائداعظم انگلستان میں ہی سکونت رکھتے تھے۔ وہاں میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آ کر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی۔ میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہوگی۔ چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ مسجد احمدیہ لندن میں تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی جس میں ہندوستان کے مستقبل کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد قائداعظم انگلستان کو خیر باد کہہ کر ہندوستان واپس آئے۔ مسلم لیگ کو منظّم کیا اور اس طرح چند سال کی جدوجہد کے بعد پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔''[۲۷]

اس قسم کی عظیم الشان خدمات بجا لا کر حضرت مولانا درد صاحب حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو چارج دے کر ۹۔نومبر ۱۹۳۸ء کو واپس قادیان پہنچ گئے۔

مولانا درد صاحب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس امر کا خاص ملکہ حاصل تھا کہ آپ اپنے نظریات کو

بڑے بڑے لوگوں کے سامنے پیش کر کے انہیں اپنا ہمنوا بنا لیتے تھے۔ ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' کے دوران میں آپ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں بحیثیت سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ۱۹۴۱ء سے لیکر ۱۹۴۳ء تک آپ نے دوبارہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سیکرٹری کے طور پر کام کیا اور پھر بعد ازاں وفات تک کسی نہ کسی نظارت کے انچارج رہے۔ آپ نے میکلوڈ روڈ لاہور میں اپنی رہائش کے لئے مکان الاٹ کروایا تھا۔ چنانچہ آپ کے بچے یہیں رہائش پذیر ہیں۔ مرحوم خاکسار کے ساتھ بہت ہی محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ مرحوم کے والد بزرگوار حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانوی بھی حضرت اقدس کے صحابی تھے۔

آپ کی وفات ۷۔ دسمبر ۱۹۵۵ء کو ۶۳ سال کی عمر میں ربوہ میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد: عطیہ۔ رضیہ۔ لطف الرحمٰن مرحوم۔ ختم النساء۔ مجیب الرحمٰن۔ نعیم الرحمٰن۔ صفیہ۔ نعیمہ۔ عطاء الرحمٰن درد۔ حبیب الرحمٰن درد۔ عیسیٰ درد۔ ہاجرہ درد۔ قانتہ درد۔ صالحہ

حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ رئیس التبلیغ انڈونیشیا

ولادت: ۱۸۹۳ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۱۳۔ اگست ۱۹۵۹ء عمر: ۶۵ سال

حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا حضرت بابا حسن محمد صاحب واعظ موصی نمبر ا کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش پر ابھی بمشکل دو سال ہی گزرے تھے کہ آپ کے والد محترم احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اس لحاظ سے آپ کا بچپن بھی احمدیت ہی میں گذرا اور پھر خاص طور پر قادیان میں کیونکہ آپ کے والد ماجد اپنے گاؤں اوجلہ ضلع گورداسپور سے ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان میں آ گئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک وقفِ زندگی میں اپنا نام پیش کر دیا تھا۔ حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی آپ کے چچا تھے۔ آپ نے قادیان میں مولوی فاضل پاس کیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں مدرس مقرر ہو گئے۔

۱۹۲۵ء میں جب حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انڈونیشیا میں مبلغ بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو حضور کی نظرِ انتخاب حضرت مولوی رحمت علی صاحب پر پڑی۔ حضرت مولوی صاحب

موصوف ۱۷۔اگست ۱۹۲۵ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور ستمبر ۱۹۲۵ء میں سماٹرا پہنچ گئے۔شروع شروع میں آپ نے کوئی باقاعدہ مشن قائم کئے بغیر دو تین جماعتیں قائم کیں مگر مئی ۱۹۲۸ء میں ایک کرایہ کا مکان لے کر باقاعدہ مشن ہاؤس قائم کیا۔چار سال کام کرنے کے بعد حضرت اقدس کی ہدایت کے ماتحت آپ کچھ عرصہ کے لئے واپس قادیان پہنچے۔۱۹۔اکتوبر ۱۹۲۹ء کو آپ واپس تشریف لائے اور پھر حضور کے حکم سے ۶۔نومبر ۱۹۳۰ء کو دوبارہ عازم سماٹرا ہو گئے۔اس مرتبہ محترم جناب مولوی محمد صادق صاحب کنجاہی آپ کے ساتھ تھے۔حضرت اقدس کی ہدایات کے ماتحت کچھ عرصہ آپ مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ سماٹرا میں رہے اور پھر انہیں سماٹرا چھوڑ کر آپ عازم جاوا ہو گئے۔وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔اسی اثناء میں ۸۔مارچ ۱۹۴۲ء کو جاپانیوں نے جزائر شرق الہند پر قبضہ کر لیا اور مشکلات اور تکالیف کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تمام سیاسی اور مذہبی تنظیمیں حکماً بند کر دی گئیں۔اس زمانہ میں حضرت مولوی رحمت علی صاحب نے کئی ایک کتابوں کا انڈونیشین زبان میں ترجمہ کیا۔۱۹۴۵ء میں جب جاپانی حکومت کا خاتمہ ہوا تو ان کتابوں کا ترجمہ شائع کر دیا گیا۔

نومبر ۱۹۴۹ء میں انڈونیشیا کی جماعتوں کی از سر نو تنظیم کرنے کے لئے حضرت مولوی رحمت علی صاحب کی صدارت میں تمام مبلغین کا پہلا اجتماع منعقد ہوا۔جس کے نتیجہ میں جماعت کے لئے قواعد و ضوابط مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی اور جب قواعد بن گئے۔تو ان کے مطابق ۹۔۱۰۔۱۱ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جماعت ہائے انڈونیشیا کی پہلی سالانہ کانفرنس ''جاکرتہ'' میں منعقد ہوئی جس کا سلسلہ (ایک سال کے وقفہ کے ساتھ) اب تک جاری ہے۔اس طرح حضرت مولوی رحمت علی صاحب ایک لمبے عرصہ کے تبلیغی جہاد کے بعد ۳۰۔اپریل ۱۹۵۰ء کو واپس تشریف لائے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت مولوی رحمت علی صاحب بہت ہی سادہ مزاج بزرگ تھے۔خاکسار راقم الحروف نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا کہ آپ راہ و رسم پیدا کرنے کے لئے کیا طریق اختیار کرتے تھے۔فرمانے لگے۔جو شخص مجھے آگے سے آتا ہوا ملتا میں اسے کہتا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' وہ جواب میں کہتا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔'' میں دریافت کرتا کہ ''آپ خوش ہیں'' وہ کہتا ''ہاں میں خوش ہوں'' میں کہتا ''کس قدر خوش'' اس پر وہ ہنس پڑتا اور میری اس کے ساتھ دوستی قائم ہو جاتی۔

بعض سفروں میں مجھے حضرت مولوی صاحب کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ جب ہم کسی مقام پر پہنچتے تو آپ چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ جب کوئی بچہّ ملتا تو آپ اس سے دریافت کرتے کہ میاں! تم کس کلاس میں پڑھتے ہو؟ وہ مثلاً کہتا دوسری میں' تو آپ تعجب سے فرماتے اوے! تم تو مجھ سے بھی زیادہ پڑھ گئے ہو! اس طرح بچے کا حوصلہ بڑھ جاتا اور وہ خوش ہوکر آپ سے باتیں شروع کر دیتا۔

لاہور میں ڈیوس روڈ پر آپ نے اپنی رہائش کے لئے ایک کوٹھی الاٹ کروائی ہوئی تھی۔ اس لئے کبھی یہاں رہتے اور کبھی مرکز میں خدمات سلسلہ بجالانے کے لئے چلے جاتے۔ آخری سال آپ بیمار ہوکر کئی ماہ میوہسپتال میں زیر علاج رہے اور ۱۳۔ اگست ۱۹۵۹ء کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہے۔

اولاد: رحمت النساء۔ عطاء اللہ۔ لطف المنان

حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب

ولادت: ۳۰۔ مئی ۱۸۸۲ء   بیعت: ۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء

حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی ۳۰۔ مئی ۱۸۸۲ء کو بمقام لاہور پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت میاں سراج دین صاحب تھا۔ جو حضرت میاں معراج دین صاحب عمر کے بڑے بھائی تھے۔

آپ فرمایا کرتے ہیں کہ مارچ ۱۸۹۷ء کے اوائل میں مڈل کا امتحان دے کر آپ اپنے چچا حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔ انہی ایام میں آپ نے پنڈت لیکھرام کے قتل سے ایک روز پہلے یعنی ۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔

بچپن میں آپ کی رہائش اپنے والد ماجد اور دیگر افراد خاندان کے ساتھ لنگے منڈی کوچہ سیٹھاں میں تھی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب امام مسجد اور حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب سے حاصل کی۔ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب اس مسجد کے امام تھے۔ جو آپ کے مکان کے

سامنے تھی اور مولوی فضل الٰہی صاحب اس مسجد کے امام تھے جو بازار لنگے منڈی کی بڑی مسجد کہلاتی ہے۔ان بزرگوں سے آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم بھی حاصل کی اور پھر اسلامیہ سکول کی چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔

آپ فرمایا کرتے ہیں کہ ان ایام میں دودھ، دہی اور مٹھائی وغیرہ کی دوکانیں عموماً ہندوؤں ہی کی ہوا کرتی تھیں۔مگر جب لیکھرام کے قتل کے بعد بعض ہندو دکانداروں نے مسلمان بچوں کو مٹھائی میں زہر ملا کر دی تو مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنی دکانیں کھولنا شروع کر دیں۔

آپ نے ۱۹۶۳ء کے جلسہ سالانہ ربوہ میں جو تقریر ''ذکرِ حبیب'' کے موضوع پر فرمائی۔اس میں فرمایا کہ پنڈت لیکھرام کے قتل کے بعد

''ہماری جماعت کے احباب گمٹی بازار والی مسجد میں (جو ان ایام میں جماعت احمدیہ کے پاس ہوا کرتی تھی۔مؤلف) حضرت اقدس کی پیشگوئی دربارہ پنڈت لیکھرام کے پوری ہو جانے پر تقریریں کیا کرتے تھے۔میں اکثر قادیان جایا کرتا تھا اور عید کے دن تو لاہور کے اکثر احباب قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ کبھی کبھی ہوتا تھا اور ہم لوگ حضور کے خطبہ سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گرمی کے موسم میں نماز مغرب کے بعد پرانی مسجد مبارک کی چھت پر اس کی غربی جانب کی سہ نشین پر رونق افروز ہوتے اور حضور کے دائیں جانب حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب اور بائیں جانب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ہوا کرتے تھے۔اس زمانہ میں حضور کھانا بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ ہی تناول فرمایا کرتے تھے۔اگر کسی مہمان کے پاس سالن کم ہو جاتا تو حضور اپنے سامنے سے سالن کا زائد پیالہ اس کے سامنے بڑھا دیتے تھے۔حضور کھانا تو تھوڑا ہی کھاتے تھے۔روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے شوربے کے ساتھ لگا لگا کر کھاتے تھے۔مسجد کی چھت پر جانے کے لئے لکڑی کے تختوں کی سیڑھی ہوتی تھی اور پیرانہ سالی کے باوجود اس کے دائیں بائیں بازو سے سہارا لئے بغیر ایک پہلوان کی طرح سیدھے اوپر چڑھتے تھے۔اس وقت حضور کے پاس گرم چادر یا دُھسہ ہوتا تھا جو حضور سہ نشین پر بیٹھنے سے پہلے اپنے نیچے رکھ لیتے

تھے۔ ظہر کی اذان کے بعد حضور جلد ہی مسجد مبارک میں تشریف لے آتے اور احباب جماعت کے ساتھ بیٹھ کر دینی گفتگو شروع فرما دیتے۔ حضور کے پاس بیٹھنے والوں کو حضور کی طرف سے ایک اعلیٰ قسم کی بھینی خوشبو آتی تھی جو عام خوشبوؤں سے نرالی اور عجیب ہوتی تھی۔[۲۸]

''۱۹۰۲ء کے اوائل میں ایک عیسائی نوجوان عبدالحق نامی قادیان آ گئے۔ وہ لاہور کے مشن کالج میں بی۔اے کے طالب علم تھے۔ انہوں نے چند روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مذہبی سوالات کئے اور تشفی ہو جانے کے بعد اسلام قبول کر کے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ وہ قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ٹیچر مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے ان کو پچاس روپے اپنی جیب سے دے کر فرمایا کہ ماسٹر صاحب! آپ لاہور جا کر کتابیں خرید لائیں اور بی۔اے کے امتحان کی پرائیویٹ تیاری کر لیں کیونکہ مجھے یہ خیال آ رہا ہے کہ پادری لوگوں کو شماتت کا موقعہ نہ ملے اور وہ یہ نہ کہیں کہ مسلمان ہو جانے کی وجہ سے آپ کی ترقی رک گئی ہے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب نے لاہور جا کر کتابیں خرید لیں اور بی۔اے کی تیاری شروع کر دی۔ اس کے بعد امتحان کے قریب آ جانے پر وہ لاہور میں میرے پاس آ گئے۔ کیونکہ وہ مشن کالج میں میرے کلاس فیلو رہ چکے تھے اور ان کے احمدی ہو جانے کے بعد مجھے ان سے محبت ہو گئی تھی۔ جب وہ بی۔اے کا امتحان دے کر واپس قادیان گئے تو میں ان کے ساتھ گیا۔ جب ماسٹر صاحب نے حضور سے مصافحہ کیا تو حضور نے ان سے پوچھا کہ آپ کے پرچے کیسے ہوئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور پرچے تو معمولی ہی ہوئے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ آپ کی کامیابی کے لئے بہت دعا کی ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی کامیابی کی بشارت بھی مل جائے۔ مجھے پادریوں کی شماتت کا بڑا خیال ہے۔ یہ سن کر ہم دونوں مسجد سے باہر آ گئے اور میں نے ماسٹر صاحب کو کہہ دیا کہ آپ انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ماسٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ حضور نے میری کامیابی کی بشارت بھی مجھے دے دی تھی۔ چنانچہ کامیاب ہونے کے بعد بھی ماسٹر صاحب عرصہ تک تعلیم السلام ہائی سکول میں بطور ٹیچر کے ملازم

رہے۔اب وہ وفات پا چکے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔۲۹؎

’’۱۹۰۳ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کے لئے اکثر گورداسپور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بتاریخ ۱۹۔ اگست اس مقدمہ کی پیشی تھی۔ میں بھی اس دن گورداسپور چلا گیا اور مجھے بھی عدالت میں حاضری کا موقعہ مل گیا۔حضور شیخ علی احمد صاحب پلیڈر کی کوٹھی میں قیام فرماتے تھے۔میں نے دیکھا کہ حضور کوٹھی میں ہی رہے۔اور احباب جماعت کچہری کے احاطہ میں جا بیٹھے تھے۔لیکن حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ حضور ہی کے پاس کوٹھی میں پیچھے رہے تھے مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر دیکھوں کہ وہ دونوں بزرگ کیوں نہیں پہنچے۔ جب میں کوٹھی میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور غنودگی کی سی حالت میں الہامات لکھوا رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحب لکھ رہے ہیں۔حضور نے میرے سامنے ایک یہ الہام سنایا کہ

یسئلونک عن شانک قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

یعنی تیری شان اور مرتبے کے بارے میں پوچھیں گے تو کہہ کہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ پھر ان کو اپنی لہو ولعب میں چھوڑ دے۔ یہ الہام سن کر میں واپس کچہری میں چلا آیا اور کسی کو میرے آنے جانے کی خبر نہ ہوئی۔ اُسی دن جب حضور عدالت میں تشریف لائے تو مجسٹریٹ نے حضور سے آپ کی شان اور مرتبہ کے متعلق دریافت کیا اور سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ آپ کی کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے تو حضور نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے میرا یہی مرتبہ ہے۔اسی نے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔تب وہ الہام جو خدا کی طرف سے صبح کے وقت ہوا تھا وہ اسی دن عصر کے وقت پورا ہو گیا اور جماعت کے احباب میں ایمان کی زیادتی کا موجب ہوا۔

’’۱۹۰۵ء میں میں نے بی۔اے کا امتحان پاس کر لیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ملازم ہو گیا۔ایک دن میں نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے بذریعہ عریضہ دریافت کیا کہ میں مزید تعلیم کے لئے ولایت جانا چاہتا ہوں۔حضور اپنے مشورہ سے مشرف فرمائیں۔حضور نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کر لیں اور استخارہ

بھی کر لیں۔ پھر جس طرح طبیعت مائل ہو اسے اختیار کر لیں۔ اس کے چند منٹ بعد حضور مولوی محمد علی صاحب کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ یہ وہی کمرہ ہے جس میں سرخ سیاہی کے قطرات حضور کی قمیض پر گرنے والا کشف ہوا تھا۔ حسن اتفاق سے میں بھی اس وقت اس کمرہ میں موجود تھا۔ پہلے تو حضور نے مولوی محمد علی صاحب سے چند ضروری باتیں فرمائیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کس غرض سے ولایت جانا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ چونکہ میں نے بی۔اے پاس کر لیا ہے' مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں کسی نوجوان کا وہاں جانا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ وہاں دہریت پھیلی ہوئی ہے اور مذہب کو لوگ ایک سوسائٹی سمجھتے ہیں اور اگر کوئی خدا کا نام لے تو لوگ اس پر ہنسی کرتے ہیں اور جیسا کہ آج کل یہاں زلزلے آ رہے ہیں اگر وہاں زلزلہ آ جائے تو شہر کے تباہ ہو جانے کا خطرہ ہے کیونکہ شہر نیچے سے کھوکھلا ہے۔ شہر کے نیچے پانی کی' بجلی کی' پاخانے کی اور ریلوں کی نالیاں ہیں۔ یہ سن کر میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر عرض کیا کہ حضور میری توبہ میں کبھی ولایت جانے کا نام نہیں لوں گا۔ پھر حضور کمرہ سے باہر تشریف لے گئے۔

''یاد رہے کہ حضور کا یہ مشورہ صرف میرے لئے ہی تھا۔ کیونکہ ان ایام میں ہندوستان سے باہر ہماری کوئی مسجد نہیں تھی اور مشن کا کوئی مرکز یورپ میں اس وقت موجود نہیں تھا کہ جہاں جا کر نوجوان علم دین حاصل کر سکیں اور اس طرح دہریت کی فضا سے محفوظ رہ سکیں۔ مجھے حضور کے اس مشورہ سے بہت فائدہ ہوا کیونکہ میں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعا اور ارشاد کے ماتحت کوشش کر کے ای۔اے۔سی کا عہدہ حاصل کر لیا اور آخر کار پنشن لے کر قادیان میں ہجرت کر لی''۔[۳۰]

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ آج کل حضرت ڈپٹی صاحب نے محلّہ دارالصدر ربوہ میں اپنی کوٹھی بنوا کر اس میں رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔

''۱۹۰۶ء کا ذکر ہے کہ ایک دن میں قادیان ہائی سکول☆ میں بیٹھا ہوا تھا تو مجھے کسی لڑکے نے

☆ ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول وہاں ہوا کرتا تھا جہاں اب مدرسہ احمدیہ ہے۔(مؤلف)

آ کر بتایا۔خواجہ کمال الدین صاحب آ گئے ہیں اور سیدھے مسجد مبارک چلے گئے ہیں ۔ یہ خیال کر کے کہ شاید خواجہ صاحب سلسلے کے متعلق کوئی خبر لائے ہوں میں بھی مسجد مبارک چلا گیا میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب دونوں کھڑے آپس میں باتیں کر رہے ہیں میں بھی ان کے پاس جا کھڑا ہوا۔اسی اثناء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں تشریف لے آئے اور السلام علیکم اور مصافحہ کے بعد خواجہ صاحب سے حضور نے فرمایا کہ میں نے آپ کے متعلق ایک خواب دیکھا ہے اور میں نے مولوی صاحب سے کہا تھا کہ خواجہ صاحب کو تار دے کر بلا لیں اور وہ خواب یہ ہے کہ آپ گندے پانی کی نہر کے کنارے پر کھڑے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کاموں میں دنیا کی ملونی ہوتی ہے۔ اس سے آپ کو پرہیز کرنا چاہیئے ۔اس موضوع پر حضور نے خواجہ صاحب کو کچھ نصیحتیں بھی کیں اور پھر مکان میں واپس تشریف لے گئے ۔[۳۱]

''رسالہ ''الوصیت'' شائع ہونے کے بعد ۱۹۰۶ء میں ایک دن لاہور سے آئے ہوئے مستری محمد موسیٰ صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بہشتی مقبرہ کا ایک نقشہ تیار کر دیں۔جس میں قبروں اور راستوں کے نشانات دکھائے جائیں۔جس وقت مستری صاحب نے وہ نقشہ تیار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔اس وقت میں بھی حاضر تھا۔حضور نے وہ نقشہ پسند فرمایا۔اس پر مستری صاحب نے نقشہ میں ایک قبر پر انگلی رکھ کر عرض کیا کہ حضور یہ قبر میرے لئے مخصوص کر دی جائے۔حضور نے فرمایا کہ کوئی قبر کسی کے لئے مخصوص نہیں کی جا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ماتدری نفس بای ارض تموت

یعنی کسی کو معلوم نہیں یعنی اس نے کس زمین میں مرنا ہے۔

''مستری صاحب خاموش ہو گئے ۔اس کے قریباً دو سال بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے تو حضرت مستری صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ وہی قبر ہے جو میں نے اپنے لئے چاہی تھی ۔لیکن اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر اس میں دفن کیا گیا ہے۔دراصل یہ وہ قبر تھی جو حضور کو کشف میں چاندی کی طرح چمکتی دکھائی گئی تھی جس کا ذکر

حضور نے رسالہ ''الوصیت'' میں فرمایا ہے۔۳۲؎

''میں ۱۹۰۷ء میں قانون کا پہلا امتحان یعنی ایف۔ای۔ایل (F.E.L) دے کر اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ مئی یا جون میں مجھے لاہور سے یہ اطلاع آئی کہ میں قانونی امتحان میں کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ ایک آریہ ممتحن چونی لال بیرسٹر نے تمام مسلمان امیدواروں کو فیل کر دیا ہے اور ایک مسلمان بھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس اطلاع کے بعد جب میں ظہر کی نماز کے لئے مسجد مبارک میں گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما تھے حضور اذان کے بعد جلد ہی مسجد میں تشریف لے آیا کرتے تھے اور میں بھی مسجد میں جا کر حضور کے قریب پہلی صف میں بیٹھ جایا کرتا تھا۔ لیکن اس دن جب میرے فیل ہونے کی اطلاع آئی تو میں شرمندگی کی وجہ سے پچھلی صف میں سنتیں ادا کر کے بیٹھ گیا۔ حضور نے مجھے اپنے قریب بلا لیا اور مجھ سے نتیجہ امتحان کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے لاہور سے آئی ہوئی اطلاع عرض کر دی۔ تب حضور نے فرمایا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں اور آئندہ سال پھر امتحان دے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا کامیاب کر دے گا۔ دیکھو قادیان میں جتنے آریہ لوگ ہمارے سخت دشمن تھے وہ سب تباہ ہو گئے (الفاظ میں حضور کا اشارہ اس تصنیف کی طرف بھی تھا جو ''قادیان کے آریہ اور ہم'' کے نام سے شائع فرما چکے تھے) اور حضور نے فرمایا کہ آریوں کو اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا۔ (یا شاید ''نابود'' فرمایا) چونکہ حضور نے مجھے آئندہ سال امتحان میں کامیاب ہونے کی بشارت دے دی۔ اس لئے میں نے تعلیم الاسلام سکول قادیان میں پھر ملازمت کر لی تھی اور امتحان کی تیاری کی طرف توجہ نہیں کر سکا۔ امتحان سے تین ماہ پہلے لاہور جا کر تیاری شروع کی جسے مکمل تیاری نہیں کہہ سکتے مگر میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہو گیا اور اس کامیابی کی اطلاع مجھے لاہور میں اس دن اور اس وقت ملی جب کہ حضرت اقدس وفات پا چکے تھے اور میں خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان سے باہر دوسرے احباب جماعت کے ساتھ کھڑا افسوس کر رہا تھا''۔

''حضور کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے میں لاہور سے اپنے تایا صاحب مرحوم میاں چراغ دین صاحبؓ کے ساتھ قادیان گیا تھا۔ دوپہر کے قریب جب حضور کو تایا صاحب کے

آنے کی خبر ملی تو حضور نے ہمیں اپنے مکان کی پچھلی جانب بالا خانہ میں بلا لیا اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ حضور نے اندر سے ٹھنڈا شربت منگوا کر ہمیں پلایا اور کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ جلدی جلدی آنا چاہئیے۔ اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیں قادیان میں حضور کے ساتھ بیٹھنے کا موقع نہیں ملا اور جلد ہی حضور وفات پا گئے''۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی وفات سے ایک دن پہلے لاہور میں جب نماز عصر کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں تشریف لائے تو لاہور کا ایک شخص ڈاکٹر محمد سعید نامی حضور سے ملاقات کرنے کے لئے آ گیا۔ اس نے سلسلہ کے متعلق سوالات کرنے شروع کئے۔ حضور نے فرمایا کہ ''میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں۔ میں نے سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے''۔ یہ فرما کر حضور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت مجھے تعجب ہوا تھا کہ حضور نے خلاف عادت سائل کو نہایت مختصر جواب دے کر یہ فرما دیا کہ میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں۔ لیکن دوسرے دن صبح کو آپ کا فرمانا پورا ہو گیا اور آپ وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون''۔

اولاد: شریف احمد، محمد لطیف، انیس احمد، عزیزہ بیگم، رضیہ بیگم، رفیقہ بیگم، ذکیہ بیگم، صفیہ بیگم، امینہ بیگم۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحب

ولادت: ۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں ۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ کی ولادت سے قبل حضرت اقدس کو الہاماً یہ خبر دی گئی تھی کہ 'تنشأ فی الحلیۃ'' کہ یہ دختر نیک اختر زیورات میں نشو و نما پائے گی۔ پھر ۱۹۰۱ء میں آپ کے متعلق الہام ہوا 'نواب مبارکہ بیگم'' ان الہامات اور بعض دوسرے الہامات کی روشنی میں حضرت اقدس نے اپنے تینوں صاحبزادگان اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آمین کے موقعہ پر آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر — ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فرفر — خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر — کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مقرر — یہی روز ازل سے ہے مقدّر

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق آپ کی شادی حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے ہوئی۔ حضرت نواب صاحب نوابی خاندان کے درخشندہ گوہر ہونے کے باوجود نہایت ہی متقی اور پارسا بزرگ تھے۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں سیدہ موصوفہ کے نکاح کا اعلان حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ نے فرمایا۔ نکاح کی اس مبارک تقریب میں شامل ہونے کے لئے لاہور سے حضرت میاں چراغ دین صاحب' ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب' حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی' حضرت بابو غلام محمد صاحب' حضرت مستری محمد موسیٰ صاحب' محترم شیخ رحمت اللہ صاحب' محترم خواجہ کمال الدین صاحب اور محترم خلیفہ رجب دین صاحب اور بعض دیگر احباب بھی پہنچ گئے۔

رخصتانہ حضرت اقدس کے وصال کے بعد ۱۴۔ مارچ ۱۹۰۹ء کو نہایت ہی سادگی سے عمل میں آیا۔ یعنی حضرت ام المومنینؓ نے پہلے حضرت نواب صاحبؓ کو جہیز کی فہرست بھیج دی اور پھر خود اپنی بچی کو ساتھ لے جا کر نواب صاحب کے مکان کے دروازہ پر جو حضرت اقدس کے مکان کے ساتھ ہی تھا بھرائی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر کہ ''میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں'' واپس دار مسیح میں تشریف لے گئیں۔ اگلے روز یعنی ۱۵ مارچ ۱۹۰۹ء کو حضرت نواب صاحبؓ نے قادیان کے تمام احمدیوں کو اور قصبہ کے بعض عمائدین کو دعوت ولیمہ دی۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا وجود جماعت احمدیہ کیلئے بہت ہی مبارک اور گونا گوں برکات کا موجب ہے۔ جماعت کی خواتین آپ سے ملاقات کر کے ایک نیا ایمان لے کر واپس لوٹتی ہیں۔ آپ کا کلام خواہ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی' نہایت ہی بلند پایہ اور لطیف روحانی اور ادبی ذوق سے پُر ہوتا ہے۔ آج کل آپ کی رہائش لاہور میں شملہ پہاڑی کے نزدیک کوٹھی نمبر ۵ پام ویو میں ہے۔ حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسی کوٹھی میں

رہا کرتے تھے۔

اولاد:۱۔نواب محمد احمد خان صاحب ولادت ۱۱۔جولائی ۱۹۱۰ء ۲۔صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ ولادت ۲۷۔ستمبر ۱۹۱۱ء۔ ۳۔ نواب مسعود احمد خان صاحب ولادت ۱۷۔اپریل ۱۹۱۳ء۔ ۴۔صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ ولادت ۱۵۔اگست ۱۹۱۸ء۔ ۵۔صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ ولادت ۲۔ستمبر ۱۹۲۹ء

محترم چوہدری شریف احمد صاحبؓ اوجلوی

ولادت: ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۸۹۷ء وفات: ۴ جنوری ۱۹۶۱ء عمر: ۷۱ سال

محترم چوہدری شریف احمد صاحب اوجلہ (حال لاہور) ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔مختلف مقامات پر اسٹیشن ماسٹر رہے۔تقسیم ملک کے بعد گوالمنڈی لاہور میں سکونت اختیار کی۔ بہت پرانے احمدی تھے۔ ۱۸۹۷ء میں بیعت کی اور ۴ جنوری ۱۹۶۱ء کو ۷۱ سال کی عمر پا کر وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ ان کے ایک بھائی منشی عبدالحمید صاحب تقسیم ملک کے بعد ڈھاباں سنگھ ضلع شیخوپورہ میں رہا کرتے تھے۔پنشن لینے کے لئے لاہور آیا کرتے تھے اور مسجد بیرون دہلی دروازہ کی بجلی کا خرچ زندگی بھر دیتے رہے۔ان کی وفات پر بھی دس بارہ سال گذر گئے ہیں۔

محترم مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم (غیر مبائع)

ولادت: ۱۸۷۳ء بیعت: ۱۸۹۷ء وفات: اندازاً ۱۹۶۰ء

محترم مولانا عزیز بخش صاحب برادر اکبر جناب مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے ریاست کپورتھلہ کے ایک گاؤں موضع مراد میں حافظ فتح دین صاحب کے ہاں ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک میں دونوں بھائیوں نے وظیفہ حاصل کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ بی۔اے ۱۸۹۶ء میں کیا۔ بی۔اے کرنے کے بعد جناب مولوی محمد علی صاحب نے تو ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی کے امتحانات پاس کئے۔مگر مولانا عزیز بخش صاحب نے ٹیچنگ لائن اختیار کرنے کیلئے ٹریننگ کالج میں داخلہ لیا اور کالج سے فارغ ہو کر تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازیخاں کے ہائی سکول میں ٹیچر ہو گئے۔ کچھ عرصہ وہاں کام کرنے کے بعد آپ نے وہ ملازمت چھوڑ دی اور ڈی۔سی آفس میں ریکارڈ کیپر بن گئے اور

۱۸۔۲۰ سال اسی ملازمت میں گزار دیئے۔ آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر الہ بخش صاحب کا بیان ہے[۳۳] کہ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا زمانہ تھا جب کہ مولانا موصوف نے بچوں سمیت تین ماہ کی رخصت قادیان میں گزاری۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر سوائے دو تین افراد کے ڈیرہ غازیخاں کی تمام جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بیعت کر لی۔ اور دو تین افراد میں سے ایک مولانا موصوف بھی تھے۔

۱۹۳۰ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی اور رہائش کے لئے ایک مکان بھی خرید لیا۔ زندگی بھر غیر مبائعین کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کی وفات اندازاً ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اولاد: ڈاکٹر الہ بخش

محترم بابو فضل الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائیکورٹ

ولادت: ۲۔فروری ۱۸۹۷ء بیعت: پیدائشی

محترم بابو فضل الدین صاحب سیالکوٹ میں ۲۔فروری ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام میاں فیروز الدین صاحبؓ تھا اور وہ صحابی تھے۔ تعلیم امریکن مشن سکول سیالکوٹ میں حاصل کی۔ ۱۹۱۴ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج سیالکوٹ کے ہاں بطور امیدوار کام کیا۔ ۱۹۱۶ء کے شروع میں محکمہ چیف انجنیئر انہار پشاور میں ملازم ہوئے۔ مگر دسمبر ۱۹۱۶ء میں استعفا دے کر واپس سیالکوٹ چلے آئے۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں دفتر چیف کورٹ حال ہائیکورٹ لاہور میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دینی مشاغل دوران ملازمت سیالکوٹ سے ہمارے پردادا میاں نظام الدین صاحبؓ کو کسی حد تک واقفیت تھی۔ اس لئے جب حضور ۱۸۹۲ء میں سیالکوٹ تشریف لائے اور آپ کے دعویٰ کا چرچا ہوا تو ہمارے پردادا صاحب نے خاندان کے سب افراد کو اکٹھا کر کے کہا کہ ''یہ مونہہ جھوٹ بولنے والا نہیں'' تم سب کو

بیعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ ان کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے خاندان کے سب افراد نے فوراً بذریعہ چٹھی بیعت کر لی۔ میرے والد محترم میاں فیروز الدین صاحب رضی اللہ عنہ مدفون بہشتی مقبرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جب پہلی مرتبہ ۱۸۹۶ء میں قادیان گئے تو حضور کی دستی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی چونکہ والد محترم کے ہموطن تھے اس لئے ان کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مسجد مبارک کے ساتھ ملحقہ کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا وہاں سے گذر ہوا۔ ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب کہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں اس کا باپ تعلیم حاصل کرتا ہے!

''جب حضور ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لائے تو والد محترم گوجرانوالہ پیشوائی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مگر افسوس کہ ہمارے پردادا صاحب حضور کی سیالکوٹ تشریف آوری سے چند ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔ حضور کی تشریف آواری پر ہمارے چچا بابو عزیز الدین صاحبؓ ' محترم بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت سیالکوٹ' بابو محمد حیات صاحب اور خاکسار کو اپنے ہمراہ اسٹیشن پر لے گئے تھے۔ جب حضور فٹن پر سوار ہوئے تو ہم فٹن کے بالکل پیچھے پیچھے ہو لئے حتیّٰ کہ ہم گلی حکیم حسام الدین صاحبؓ تک پہنچ گئے۔ وہاں فٹن سے اتر کر حضور تو محترم حکیم صاحب کے مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ ہمارا گھر چونکہ قریب ہی تھا اس لئے حضور ہمیں حکیم صاحب کے مکان پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ وہ لیکچر جو حضور نے سیالکوٹ میں دیا تھا وہ بھی حضور نے اسی مکان پر چلتے چلتے لکھا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ بعض اوقات حضور لکھتے لکھتے سجدہ میں بھی جا پڑتے تھے مگر اٹھ کر پھر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔

''یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ہمارے خاندان کی چار پشتوں کو حضور کی زیارت اور بیعت نصیب ہوئی۔ یعنی ہمارے پردادا میاں نظام الدین صاحب' دادا میاں گلاب الدین صاحب' والد میاں فیروز الدین صاحب اور عاجز۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے

ہمارے خاندان کی چھٹی پشت سلسلہ میں داخل ہے۔حضور کے قیام سیالکوٹ کے دوران جہاں اور بہت سے احباب نے بیعت کی تھی وہاں محترم مولوی فیض الدین صاحب امام و متولی جامع مسجد کبوتراں والی بھی شرفِ بیعت سے مشرف ہو گئے جس کا فائدہ جماعت کو یہ پہنچا کہ یہ ایک عالم بھی مل گیا اور عظیم الشان مسجد بھی مل گئی۔ میں جب فروری ۱۹۵۴ء میں ریٹائر ہو کر سیالکوٹ پہنچا تو ہائی کورٹ کے جج صاحبان یعنی جسٹس محمد منیر صاحب، جسٹس کیانی صاحب اور جسٹس محمد خورشید زمان صاحب نے مجھے دوبارہ ملازمت کی پیشکش کی مگر میں بوجہ خرابی صحت واپس نہ گیا''۔

قیام لاہور کے دوران جماعتی کاموں میں حصہ

آپ نے جماعتی کاموں میں حصہ لینے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

۱۹۲۴ء میں جب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ تعمیر ہو رہی تھی تو ان ایام میں مَیں نے خود بھی حسبِ توفیق حصہ لیا اور دوسرے احباب کو بھی تحریک کرنے کا ثواب حاصل کیا۔

محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کا تقرر بحیثیت امیر

جب حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں کارکنان جماعت احمدیہ لاہور کا انتخاب ہوا تو اس انتخاب میں محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے امیر جماعت، محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب جنرل سیکرٹری اور عاجز کا تقرر بطور سیکرٹری مال ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو اس وقت سے لے کر ۱۹۳۹ء تک یہ کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد خاکسار بطور نگران اس کام میں حصہ لیتا رہا۔ مجلس عاملہ کا ممبر بھی ۱۹۵۸ء تک برابر رہا۔ مجلس انصاراللہ لاہور کے قیام پر ۱۹۵۰ء تک بطور زعیم کام کرنے کا موقع ملا۔ محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت کی ہدایات کے مطابق محترم ملک خدا بخش صاحب، میاں عبدالکریم صاحب مرحوم اور خاکسار شہر لاہور کے مختلف حلقوں کے تنظیمی، تربیتی اور تبلیغی دورے کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب بھی کسی چندہ کی تحریک ہوتی، احباب اس پر لبیک کہتے ہوئے پورا پورا تعاون فرماتے تھے۔ ایک دفعہ جب ہمیں مقامی اخراجات کے لئے دقت پیش آئی تو میں نے محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب اور محترم جناب چوہدری

محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ باہمی گفت وشنید سے یہ فیصلہ ہوا کہ مجلس مشاورت کے موقعہ پر یہ تجویز سب کمیٹی مال میں زیر بحث لائی جائے اور کوشش کی جائے کہ مرکز باہر کی اہم جماعتوں کو مقامی اخراجات کے لئے کچھ رقم بطور گرانٹ دیا کرے۔ چنانچہ ایسا کرنا مفید ثابت ہوا اور مرکز کی طرف سے گرانٹ ملنا شروع ہوگئی۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی امارت کے زمانہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جب بھی لاہور میں تشریف لاتے تھے عموماً شیخ صاحب کے مکان پر ہی قیام فرمایا کرتے تھے ان ایام میں شیخ صاحب کا مکان مہمانوں سے بھر جایا کرتا تھا۔ اور شہر کے مختلف حصوں سے نمازی بھی کثرت کے ساتھ حضور کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۴ء کے آغاز میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بسلسلہ علالت حضرت ام طاہر صاحبہؓ لاہور میں تشریف لائے اور تین چار ماہ کے قریب حضور نے شیخ صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ میں دفتر سے فارغ ہوکر شیخ صاحب کے مکان پر حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب حال امیر جماعت لاہور بھی باقاعدگی کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے۔ اس موقع پر ہم دونوں نماز کے اوقات میں حضور کے دائیں بائیں کھڑے ہوکر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ انہی ایام میں محترم شیخ صاحب کے مکان کی بالائی منزل پر حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''مصلح موعود'' ہونے کی بشارت ملی۔ اس مقام پر حضور کے ہمراہ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو بھی شیخ صاحب کے مکان کی بالائی چھت پر لیا گیا۔ اس فوٹو میں خاکسار اور خاکسار کے والد ماجد محترم میاں فیروز الدین صاحب بھی شامل ہوئے۔

''مصلح موعود'' کا جلسہ جب ہوشیار پور میں ہوا تو اس موقعہ پر بھی میں لاہور سے سو کے قریب دوستوں کو لیکر ہوشیار پور پہنچا۔ وہاں جو ۳۵ افراد صحابہ میں سے حضور کے ساتھ اس مکان میں داخل ہوئے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ کشی کی تھی۔ ان میں میرے والد محترم بھی شامل تھے۔

''مصلح موعود'' کا جو جلسہ لاہور میں ہوا۔ اس کا انتظام بھی محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت

نے خاکسار اور محترم ملک خدا بخش صاحب کے سپرد کیا تھا۔ کھانے اور مہمانوں کی رہائش کا انتظام محترم چوہدری اسداللہ خاں صاحب کی قیام گاہ ٹرنر روڈ پر کیا گیا۔ اس انتظام میں محترم چوہدری صاحب نے بے حد مدد فرمائی۔ **فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء**۔ محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب نے جلسہ گاہ کا نقشہ تیار کیا تھا اور جلسہ رتن باغ کے بالمقابل سیمنٹ بلڈنگ سے ذرا آگے وکیل خانہ پٹیالہ ہاؤس میں ہوا تھا۔

جب باؤنڈری کمیشن کا اعلان ہوا تو اس وقت حضور قادیان سے لاہور تشریف لائے۔ جسٹس منیر کی کوٹھی پر بھی بعض امور کی وضاحت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر بھی عاجز ساتھ تھا۔ ہجرت کے بعد لاہور میں جو پہلا جلسہ سالانہ ہوا اس کا انتظام بھی محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت نے میرے سپرد کیا تھا۔ یہ جلسہ بھی رتن باغ کے سامنے خالی زمین میں ہوا تھا جہاں اب بلڈنگ بن چکی ہے۔ جب تحقیقیاتی عدالت کا اعلان ہوا تو حضرت امیر المومنین نے وکلاء کی جو میٹنگ بلائی تھی اس میں از راہ نوازش مجھے بھی شامل فرمایا تھا۔

جب تقسیم ملک کے بعد مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جماعت کے لئے ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جماعت کو کسی کھلی جگہ میں مسجد بنانے کے لئے زمین خریدنی چاہیئے جو امید ہے کہ دس ہزار روپے میں حاصل ہو جائے گی۔ نماز جمعہ کے بعد شیخ بشیر احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ میری کار لے لو اور فوری طور پر چندہ جمع کرو۔ چنانچہ میں نے محترم میاں غلام محمد صاحب اختر کو ساتھ لیا۔ سب سے پہلے ہم محترم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کی کوٹھی واقع ڈیوس روڈ پر گئے۔ انہوں نے ایک ہزار روپیہ کا چیک دیا۔ پھر جماعت کے اور دوستوں کے پاس گئے۔ شام کو ہم نے پانچ ہزار روپے نقد اور پانچ ہزار کے وعدوں کی فہرست محترم شیخ صاحب کو دی تا وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ جب انہوں نے مغرب کے وقت یہ فہرست حضور کی خدمت میں پیش کی تو حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ بعد میں دارالذکر کی زمین اس غرض کیلئے سولہ ہزار روپے میں خریدی گئی۔ **فالحمدللّٰہ علی ذالک**

حضرت بابو غلام محمدؐ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: ۱۸۶۰ء بیعت: مارچ ۱۸۹۷ء وفات: ۲۵۔اپریل ۱۹۴۶ء عمر: ۸۶ سال

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ

ا۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں ہم لاہور کے کافی نوجوانوں نے جو سارے کے سارے تعلیم یافتہ تھے اور جن کی صحیح تعداد یاد نہیں رہی' ارادہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کو قادیان جا کر دیکھنا چاہئے کیونکہ باہر تو انسان تصنع سے بھی بعض کام کر سکتا ہے لیکن اگر اس کے گھر میں جا کر اسے دیکھا جائے تو اصل حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔ خیر ہم حضرت اقدس کے دعویٰ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے عازم قادیان ہو گئے۔ ہم میں سے ہر شخص نے الگ الگ اعتراضات سوچ لئے تھے جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب' ڈاکٹر محمد اقبال صاحب' مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری' چوہدری شہاب الدین صاحب' مولوی سعد الدین صاحب (بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی) وغیرہ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب جو ۱۸۹۴ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر آپ چونکہ اس پارٹی اور خصوصاً مولوی محمد علی صاحب کو تبلیغ کیا کرتے تھے اس لئے آپ بھی ہمارے ساتھ گئے تھے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو گول کمرہ میں ہمارے لئے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ حضور جب تشریف لائے تو آتے ہی ایک تقریر کے رنگ میں ہمارے ایک ایک اعتراض کو لے کر اس کا جواب دینا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ہم سب کے اعتراضات کا مکمل جواب آ گیا۔ تب ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر تعجب کرنے لگے کہ یہ کیسے ہوا؟ جب باہر نکلے تو بعض نے کہا کہ یہ سچ مچ مامور من اللہ ہے اور بعض نے کہا یہ جادوگر ہے۔ چوہدری شہاب الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ نے کہا کہ یہ ضرور سچا ہے ہم تو بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب' چوہدری شہاب الدین صاحب' ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب اور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور خاکسار نے بیعت کر لی۔ بعض اور لوگوں نے بھی بیعت کی تھی مگر ان کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔ اندازاً بارہ تیرہ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد جب چارپائیاں تقسیم ہوئیں تو میں نے مضبوط اور بڑی چارپائی لے

لی مگر چوہدری شہاب الدین صاحب نے (جو بعد میں سر شہاب الدین کہلائے) میرا بستر اس سے اٹھا کر میری چار پائی پر قبضہ کر لیا۔حضرت صاحب تشریف لائے ۔ ہر ایک سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ ہر شخص نے کہا کہ حضور مجھے کوئی تکلیف نہیں۔لیکن جب میرے پاس پہنچے تو میں پریشان کھڑا تھا کیونکہ میری چار پائی پر چوہدری شہاب الدین صاحب قبضہ کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! میری چار پائی چوہدری شہاب الدین نے چھین لی ہے اور میں حیران ہوں کہ کہاں سوؤں ۔فرمایا۔ٹھہریئے! میں آپ کے لئے اور چار پائی لاتا ہوں ۔ چنانچہ حضرت صاحب تشریف لے گئے ۔مگر جب کافی دیر گذر گئی اور چار پائی نہ آئی تو میں نے حضور کے مکان کے صحن کے دروازہ سے اندر جو جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جلدی جلدی چار پائی بُن رہا ہے اور حضور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیا ہاتھ میں لے کر اسے روشنی کر رہے ہیں ۔حضور کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت شرم آئی ۔ میں آگے بڑھا اور عرض کی کہ حضور دیا مجھے پکڑا دیں مگر حضور نے فرمایا کہ اب تو ایک ہی پھیرا باقی ہے۔ حضور کے یہ اخلاق دیکھ کر مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میرے آنسو نکل آئے ۔اس وقت میں حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہہ رہا تھا کہ یہ چہرہ جھوٹے شخص کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس سے پہلے جب ہم مغرب کے بعد حضور کے ساتھ کھانے پر بیٹھے تھے تو میں چونکہ حضور کے قریب تھا۔حضور اٹھاتے بٹیرا اور فرماتے کہ یہ کھائیں ۔ دوسرا گوشت اٹھاتے اور میرے آگے رکھ کر فرماتے کہ یہ کھائیں ۔اس لئے میں حضور کے اخلاق عالیہ سے بہت ہی متاثر تھا۔مگر رات چار پائی والے واقعہ کو دیکھ کر تو میں دل وجان سے حضور کا غلام بن گیا۔

چوہدری سر شہاب الدین صاحب اب بڑے آدمی ہیں مگر میرے ساتھ اسی طرح بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں ۔ مجھے جب بھی ان سے ملنے کا موقع ملتا ہے یہی کہتے ہیں کہ دیکھا! میں حضرت صاحب کو اب بھی نبی مانتا ہوں ۔ گو اپنے اعمال کی وجہ سے نظام سلسلہ میں داخل نہیں ۔مگر مولوی محمد علی صاحب نے انکار کر دیا ہے ۔وغیرہ وغیرہ

۲۔ قادیان کے آریہ حضرت اقدس کے شدید مخالف تھے مگر جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئی ۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بے تکلفی سے عرض کرتے اور حضور ان کی ضرورت کو پورا کر دیتے ۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں قادیان میں ہی تھا کہ ان آریوں کے ہاں کسی بچی کی شادی تھی ۔

انہوں نے منتظمین سلسلہ سے شامیانے مانگے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ حضرت کے حضور حاضر ہو گئے۔ حضور نے اسی وقت منتظمین کو بلوایا اور فرمایا کہ نہ صرف یہ کہ شامیانے دو بلکہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ جا کر شامیانے لگواؤ اور پھر خود ہی اتار کر واپس لاؤ کیونکہ ان بیچاروں کو کیا علم کہ شامیانہ کس طرح لگایا جاتا اور کس طرح اتارا جاتا ہے۔

۳۔ جب حضور آخری سفر میں لاہور تشریف لائے۔ تو اکثر تیسرے پہر فٹن پر سوار ہو کر سیر کے لئے میانمیر کی طرف تشریف لے جاتے۔ ملک مبارک علی صاحب اپنی گاڑی پر مع اپنے ساتھیوں کے حضور کی گاڑی کے پیچھے کچھ فاصلے پر رہتے اور اکثر احباب جو پیدل پہلے ہی پہنچے ہوئے ہوتے' صرف حفاظت کے طور پر دور دور فاصلے پر کہیں نہ کہیں کھڑے رہتے۔ چنانچہ میں بھی اکثر حفاظت کے لئے پہلے ہی نکل جایا کرتا تھا۔

۴۔ ایک دفعہ حضور نے ایک جنازہ اتنا لمبا پڑھا کہ قریب تھا کہ ہم گر جائیں۔ یہ معلوم نہیں کہ جنازہ کس کا تھا نماز سے فارغ ہو کر ایک دیہاتی دوڑا ہوا آیا۔ اور عرض کیا کہ حضور میری ماں کا جنازہ بھی پڑھ دیں۔ مسکرا کر فرمایا کہ اس کا بھی پڑھا ہے۔ تمہارا بھی پڑھا اور (مقتدیوں کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا۔ ان سب کا بھی پڑھا ہے۔

۵۔ گورداسپور کے مقدمہ کے دوران میں ایک رات ہم ٹرین سے اترے۔ ہوا سخت تیز تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ حضور ایک کوٹھی میں فروکش تھے۔ کھانا کھانے کے بعد حضور نے سب کو حکم دیا کہ احباب تھکے ہوئے ہیں سو جائیں۔ ہم سب اپنا اپنا بستر کر کے لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضور اپنے بستر سے اٹھے اور دبے پاؤں ایک چھوٹی سی لالٹین لئے ہوئے ہر ایک کا بستر ٹٹولا تا یہ معلوم کریں کہ کس کے پاس بستر ناکافی ہے۔ پھر حضور جس کا بستر کم دیکھتے اس کے لئے اپنے بستر میں سے کوئی کپڑا اٹھا کر لاتے اور اس پر ڈال دیتے۔ میں نے دیکھا کہ حضور نے اپنے بستر میں سے چھ سات کپڑے نکال کر اپنے خدام پر ڈال دیئے۔ **اللھم صلی علی محمد و آل محمد**. یہ اخلاق عالیہ بھلا اور کہاں مل سکتے ہیں۔

پھر جب زیادہ دیر ٹھہرنا پڑا تو حضور نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا جس میں باقاعدہ لنگر اور مہمان خانہ کا انتظام تھا۔

خواجہ کمال الدین صاحب یہ کوشش کیا کرتے تھے کہ مقدمات کے متعلق حضور کے ساتھ آہستہ سے الگ گفتگو کریں۔مگر حضور ہر بات تمام احباب کے سامنے بیان فرما دیتے تھے حتیّٰ کہ کچہری کے احاطہ میں بھی حضور ایسا ہی کرتے تھے۔ کچہری کے احاطہ میں ایک بڑی دری بچھی ہوتی تھی۔تمام احباب اس پر بیٹھ جاتے۔حضور بھی ساتھ ہی تشریف فرما ہوتے۔اگر کسی وقت حضور رفع حاجت کے لئے اٹھتے تو حافظ حامد علی صاحب کو آواز دیتے۔حافظ صاحب ایک تانبے کا لوٹا پانی سے بھر کر ساتھ ہو لیتے۔اور کھیت میں جو قریب ہی تھا۔حضور رفع حاجت کے لئے دور چلے جاتے۔

لوٹا چھوٹا سا ہوتا تھا جس سے آبدست بھی کرتے اور کبھی اسی سے وضو بھی فرما لیتے۔میرے خیال میں اس لوٹے میں ڈیڑھ سیر کے قریب پانی آجاتا تھا۔

۶۔ ۱۹۰۴ء میں جو جلسہ مزار داتا گنج بخش☆ کے عقب میں ہوا تھا اس کی جلسہ گاہ بنانے کے لئے ایک سٹیج لگایا گیا تھا۔جس کے دونوں طرف قریباً پچاس پچاس سائبان لگائے گئے تھے۔ایک سائبان سولہ مربع گز کا ہوتا تھا۔حضور کی گاڑی کے پیچھے میرا بھائی پہلوان کریم بخش اور ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑ گانوی بھی کھڑے تھے اور پولیس اور رسالے کا بھی کافی انتظام تھا۔

مجھے یاد ہے۔سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جب لیکچر کے بعد کمر کھولی تو تھکان کی وجہ سے اس کے منہ سے ہائے کی آواز نکلی اور کہا کہ ''آج تو خدا کے بیٹے نے مار ڈالا رات دو بجے اٹھا ہوں اور اب تک آرام کا موقعہ نہیں ملا''۔

۷۔حضور اکثر معزز اور مخلص مہمانوں کو رخصت کرنے کے لئے کچھ دور ساتھ بھی جاتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب جو کہ ایک متقی احمدی تھے وہ جب آخری دفعہ قادیان گئے اور واپسی پر حضور سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضور ان کے ساتھ ہو لئے اور فرمایا۔ چلیئے میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ یکہ خالی ساتھ تھا۔حضور علیہ السلام اور خدام بھی ساتھ تھے جو سیر کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے راستہ میں ایک دفعہ اصرار کیا کہ حضور اب واپس تشریف لے جائیں۔مگر حضور باتیں کرتے کرتے موڑ تک تشریف لے گئے۔اس کے چند دن بعد اطلاع موصول

☆ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کی روایات میں آتا ہے کہ منڈوہ رائے میلا رام بھاٹی دروازہ کے باہر تھا۔اور یہاں لکھا ہے جلسہ مزار داتا گنج بخشؒ کے عقب میں ہوا تھا۔یہ دونوں باتیں درست ہیں۔مزار کا عقب بھاٹی دروازہ کی طرف ہی ہے۔

ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب فوت ہوگئے ہیں اوراس کی وجہ یہ پیش آئی کہ وہ کسی مریض کا آپریشن کررہے تھے کہ ان کے ہاتھ پرنشتر لگ گیا اوراس نشتر کے زہر سے ان کی موت واقع ہوگئی۔

۸۔ایک روز ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب معہ اہل وعیال قادیان سے واپس آنے کیلئے یکہ لے کرآئے اوراجازت طلب کی۔ یہاں تک کہ جب یکے پرسوار ہوکرروانہ ہوگئے تو حضور باہرتشریف لائے اور پوچھا ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ دوستوں نے عرض کیا کہ حضور وہ تو چلے گئے۔فرمایا۔کوئی آدمی دوڑ کران کوواپس لائے۔اکثر احباب دوڑ پڑے اوران کے یکے کوراستہ سے واپس لائے۔ابھی وہ واپس پہنچے ہی تھے۔کہ اس قدرزور سے آندھی اور بارش کا طوفان آیا کہ الامان والحفیظ! ہم نے اس وقت سمجھا کہ حضورکواللہ تعالیٰ نے اطلاع دے دی تھی کہ سخت آندھی اور بارش آنے والی ہے اس لئے حضور نے ڈاکٹر صاحب کوواپس بلالیا۔

۹۔حکیم محمد حسین صاحب قریشی اورخاکسارا کٹھے قادیان جاتے اوراکٹھے ہی واپس آتے تھے۔ اتوار کے روزعموماًٹرینوں کے متصل ہونے کی وجہ سے پانچ منٹ ہی ملاقات کے لئے ملتے۔حضورکواس بات کاعلم تھا۔اس لئے جب ہم اندراطلاع بھجواتے تو اکثر حضور بہت جلد باہرتشریف لاتے۔ایک دفعہ فرمایا کہ یہ آپس میں جزولاینفک ہیں۔قریشی صاحب آئیں تو سمجھا جاتا ہے کہ غلام محمد ساتھ ہوگا۔ غلام محمد صاحب آئیں تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ قریشی صاحب ساتھ ہوں گے۔

بات یہ تھی کہ اتوار کی رخصت ہوتی تھی اوراسی وقت واپس آنا ضروری ہوتا تھا اورحکیم صاحب کا کارخانہ تھا۔

۱۰۔حضرت بابوغلام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے جب بیعت کی تو میری ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی۔ ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔ کانوں میں بالیاں تھیں۔بٹن سونے کے تھے۔میری یہ حالت دیکھ کرمولوی عبدالکریم صاحب نے حضور سے عرض کی کہ حضوراس کوکہیں کہ ڈاڑھی رکھے۔مسکرا کرفرمایا’’دین کا ڈاڑھی پرانحصار نہیں ہے۔جب یہ لوگ ہماری ڈاڑھی دیکھیں گے۔آپ کی ڈاڑھی دیکھیں گے اوردوستوں کی ڈاڑھیاں دیکھیں گے تو یہ بھی رکھ لیں گے۔اگرڈاڑھی ہی دین کے لئے لازمی ہوتی۔تو ہمارے زمانے میں ایک شخص کی اتنی لمبی ڈاڑھی تھی اوروہ جب اسے کھڑا ہوکرکھولتا توایک دوبل اس کے پاؤں پربھی پڑتے‘‘۔

پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے میرے کان اور بٹن حضور کو دکھائے اور کہا۔ حضور! یہ سارا سونا پہنے ہوئے ہے۔ فرمایا۔ کہتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے کوٹ کے تکمے سونے کے تھے اور کوٹ ستر روپے گز کا تھا۔ بلکہ بعض اوقات سو روپیہ گز کا کپڑا بھی پہنتے تھے۔ کسی نے ان کو کہا کہ یہ تو تبذیر ہے فرمایا۔ من حرم زینة اللّٰہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق ۔ پھر فرمایا۔ آہستہ آہستہ سب باتیں خود بخود کرنے لگ جائیں گے۔ چنانچہ بعد میں میں نے سونا اتار دیا۔ میری ایک ٹوپی تھی جو سیکنڈ ہینڈ میں نے تیس روپوں میں بیچی تھی۔

۱۱۔ گورداسپور میں کرم دین سکنہ بھیں والے مقدمہ کے دوران میں چندولال مجسٹریٹ کے وقت حضور نے ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ شخص بڑا بد باطن ہے۔ اس کے اندرونے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ جب سامنے آتا ہے تو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور بڑی لجاجت سے پیش آکر کہتا ہے کہ حضور! میرا عہدہ ہی کچھ اس قسم کا ہے کہ میں قدموں پر گر نہیں سکتا لیکن دوسری طرف اس کا یہ حال ہے کہ سارا دن بٹھا کر کہہ دیتا ہے کہ کل تشریف لاویں۔ روزانہ ایسا ہی کرتا ہے۔

آتمارام کی عدالت میں جب حکم سنانے کا وقت آیا تو اس وقت بہت سی پولیس بلوائی گئی تھی۔ چھڑکاؤ کروایا گیا تھا اور ساری کچہری کو پولیس نے محصور کر رکھا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر خواجہ کمال الدین صاحب نے یہی مطلب لیا کہ یہ شخص سزا دینے کا پختہ ارادہ رکھتا ہے اور مجھے کہا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ یہ شخص بدی پر تلا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر حضور حکم دیں تو تین وکلاء بلوا لئے جائیں۔ احمد شاہ اور مولوی فضل دین لاہور سے اور تیسرا میں ہوں۔ ایک کو ڈویژنل کورٹ میں بھیج دیا جائے۔ دوسرے کو گورنر کے پاس جو دورے پر ہے اور تیسرا میں یہاں رہتا ہوں۔ جب میں نے حضور سے جا کر یہ بات بیان کی تو حضور بہت مسکرائے اور فرمایا۔ ان سے جا کر کہو کہ آج تک ہم آپ کی قانونی باتوں کی اقتداء کرتے رہے۔ اب خدا پر چھوڑ دو۔ میں نے جا کر ایسا کہہ دیا۔ خواجہ صاحب بہت پژمردہ ہو کر نیچا سر کر کے کھڑے ہو گئے۔ جب میں نے خواجہ صاحب کو حضور کی یہ بات پہنچائی تو خواجہ صاحب کچہری سے باہر تھے۔ مگر میری بات سن کر ذرا تامل کر کے خواجہ صاحب نے جرأت کی اور دروازہ پر جو تھانیدار کھڑا تھا اس کی بغل میں سے نکل کر عدالت کے اندر داخل ہو گئے اور اندر جا کر مجسٹریٹ کو کہا کہ کیا آپ نے حکم دیا ہے کہ اندر کوئی نہ آئے حتیّٰ کہ وکیل بھی اندر نہ آئے۔ اس

نے کہا کہ میں نے تو کوئی حکم نہیں دیا۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ میں تو گھنٹوں سے انتظار کر رہا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی ڈھب سے اندر پہنچوں مگر پولیس کسی کو اندر نہ آنے دیتی تھی۔

۱۲۔ حضرت بابو غلام محمد صاحب دہلی کے سفر میں بھی جو ۱۹۰۵ء میں کیا گیا' حضور کے ساتھ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ

دہلی میں ایک روز حضور نظام الدین اولیاء کے مزار پر تشریف لے گئے اور اتنی لمبی دعا کی کہ ہم سب تھک گئے۔ دعا ختم کرنے کے بعد خاکسار کو جو قریب ہی کھڑا تھا۔ مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مقامات بھی قبولیت کے ہوتے ہیں۔ یہاں سے دعا جلد سنی جاتی ہے۔ میں آپ لوگوں کے سبب جلد فارغ ہو گیا۔ ورنہ میں نظام الدین سے باتوں میں لگا رہتا۔ یہ بڑا با اقتدار انسان گذرا ہے جس کو دلی والوں نے قبول کر لیا۔ میں تو کئی دفعہ دلی میں آیا۔ جس طرح پتھریلی زمین دلی کی ہے۔ اس سے زیادہ پتھر دل یہاں کے لوگوں کو پایا۔ اتنے میں ایک مجاور اونچی آواز سے بولا کہ کوئی وثیقہ نہیں' کوئی پنشن نہیں۔ میں جاروب کش ہوں اور مزار کی خدمت کرتا ہوں۔ کوئی تنخواہ دار نوکر نہیں ہوں۔ اس پر حضور نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی کی دونی نکالی اور ایک مٹی کی صراحی میں جو مزار کے سرہانے پڑی تھی۔ اس میں ڈال دی اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ لوگ بھی کچھ کچھ اس میں ڈال دیں۔ چنانچہ سب نے ادھنیاں' پیسے اور دونیاں اس میں ڈالیں (اس زمانہ میں آنے کا سکہ نہیں ہوتا تھا)

اتنے میں ایک شخص چٹائی پر لیٹا ہوا پاجامہ کی جگہ ایک لنگی باندھے ہوئے اور سر و پا سے برہنہ لیٹ کر کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کا نام بعد میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خواجہ حسن نظامی ہیں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض گذار ہوا کہ غلام کی بھی ایک آرزو ہے۔ للہ سن لیں اور کہا کہ کٹیا میں تشریف لا کر ایک پیالی چائے نوش فرما لیں۔ اس پر حضور نے دعوت قبول کی اور ایک چھوٹی سی کھڑکی میں سے اندر تشریف لے گئے۔ اور بھی چائے کے شوقین ساتھ چلے گئے۔ چنانچہ حضور نے اندر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ حضرت باقی باللہ کے مزار پر بھی گئے مگر میں وہاں موجود نہیں تھا۔

دہلی سے واپسی پر جب امرتسر پہنچے تو رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک حویلی امرتسر میں حضور کے لئے تجویز ہوئی تھی حضور وہاں آ کر اترے۔ رات کو بالا خانہ پر سوئے تھے............ صبح ہال میں جلسہ ہوا۔ مجھے حکم

ہوا کہ نظم پڑھو۔ میں نے خوب عمدگی سے نظم ادا کی جسے حاضرین نے توجہ سے سنا۔ جب حضور بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حاضرین نے شور مچا دیا۔ پہلا امر شور پڑنے کا یہ ہوا کہ کسی نے ٹیبل پر چائے لا کر رکھ دی۔ میرے قریب میر ناصر نواب صاحب بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے۔ دیکھو کیا بیوقوفی ہے۔ کیا کسی نے چائے مانگی تھی۔ اب دیکھو اور مصیبت بنتی ہے۔ حضور بائیں ہاتھ سے اٹھائیں گے اور لوگ شور مچائیں گے (کیونکہ حضور کے دائیں ہاتھ میں تکلیف تھی اس لئے بائیں ہاتھ سے چیز اٹھاتے تھے اور دایاں ہاتھ ساتھ لگا لیتے تھے) خیر حضور نے چائے اٹھائی اور پھر رمضان میں خوب شور مچا۔ پھر حضور نے نعت پڑھنے کا حکم دیا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ جب تک نعت پڑھتا رہا سب خاموش ہو کر سنتے رہے۔ جب نعت ختم کی تو شیخ یعقوب علی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم لوگ دور دراز سے صرف یہ لیکچر سننے کے لئے آئے ہیں۔ اگر تم لوگ سننا نہیں چاہتے تو خاموش تو ہو جاؤ یا چلے جاؤ تا ہم اطمینان کے ساتھ سن لیں۔ پھر حضرت صاحب نے کھڑے ہو کر بیان کرنا شروع فرمایا۔ مگر لوگوں نے اس قدر شور مچایا کہ ایک حرف بھی سننے نہیں دیا۔ جب شور بڑھ گیا تو حضور کو دوسرے راستے سے نکال لینا تجویز ہوا۔ اور حاضرین کو مشغول رکھنے کے لئے خلیفہ رجب دین صاحب کو کھڑا کر دیا گیا۔ جب حضور بند گاڑی میں سوار ہوئے تو اس کی سب کھڑکیاں بند کر دی گئیں۔ درمیان میں ایک طرف کی کھڑکی نہ تھی۔ اس میں پائیدان پر کھڑکی کی جگہ میں کھڑا ہو گیا۔ تا کہ اندر کوئی اینٹ پتھر نہ جا سکے گاڑی پر اس قدر پتھراؤ کیا گیا کہ ہم نے سمجھا کہ پتھروں کی کوئی مشین چل رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس قدر پتھر لوگ جمع کر سکتے تھے۔ انہوں نے جمع کر کے گاڑی پر مارنا شروع کر دیئے ہیں۔ حضرت صاحب کے ساتھ جہاں تک مجھے رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس قدر پتھر میرے خیال میں اور کہیں نہیں پڑے۔ جب گاڑی اشرار کی زد سے نکل گئی تو سامنے ایک لمبی داڑھی والا مولوی داڑھی منہ میں ڈال کر لٹھ گھماتا ہوا آیا اور اس زور سے گاڑی پر لٹھ ماری کہ لکڑی کی جھرمنیاں ٹوٹ گئیں۔ لٹھ کا درمیانی حصہ میری کمر پر لگا۔ حضور نے زور سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک مولوی نے لٹھ مارا ہے اور یہ جھرمنیاں کھڑکی کی ٹوٹ گئی ہیں۔ فرمایا آپ کو تو نہیں لگی؟ میں نے عرض کیا درمیانی حصہ تھا اگر سرا لگتا تو شاید میری کمر بھی ٹوٹ جاتی۔ حضور بہت متأسف ہوئے۔ اور اکثر یاد دلایا کرتے تھے کہ وہ امرتسر کا لٹھ تمہیں یاد ہوگا۔ چنانچہ میری بھاوج صاحبہ نے حضور سے بیعت کے لئے کہا اور عرض کیا

کہ میں بابو غلام محمد کے بھائی کی بیوی ہوں تو حضور نے بلا تامل فرمایا کہ سوچ لو۔ بابو غلام محمد کو وہ لٹھ پڑا تھا کہ اگر اس کا سرا اس کی کمر پر پڑتا تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ احمدیت میں یہ چیزیں لازمی ہیں۔ تم ان چیزوں کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا۔ حضور میں تیار ہوں۔ چنانچہ بیعت حضور نے لے لی۔

حضور عورتوں کی بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں لیا کرتے تھے بلکہ کسی کپڑے کے ذریعے بیعت لیا کرتے تھے۔

۱۳۔ ۱۹۰۵ء میں جب حضور دہلی تشریف لے گئے تو ایک محلّہ چتلی قبر میں جہاں میر ناصر نواب کے رشتہ دار رہتے تھے اور ایک بڑا مکان پہلے ہی سے لے رکھا تھا۔ جا کر اترے۔ ایک روز اہل محلّہ حویلی کے اندر آ گھسے اور کہا کہ مکان کے قریب ہی مسجد ہے اس میں آ کر نماز پڑھا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میں شر سے بچنے کے لئے اندر ہی پڑھ لیتا ہوں۔ انہوں نے بار بار مجبور کیا کہ مسجد کے ہوتے ہوئے آپ اندر کیوں نماز پڑھتے ہیں۔ اتنے میں ان لوگوں کی موجودگی میں نماز کی تکبیر ہوگئی۔ عصر کی نماز تھی۔ میں حضور کے بائیں طرف صف میں کھڑا ہوا۔ ایک رکعت ہونے کے بعد پیچھے کچھ گڑ بڑ ہوئی۔ تو میں نے سوچا کہ ایسا نہ ہو۔ ان میں سے کوئی حضور پر وار کرے۔ میں نے ایک لٹھ اٹھا لیا اور کھڑا ہو گیا۔ حضور نے جب سلام پھیرا تو میں نماز کی نیت کرنے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کی نماز تو ہوگئی۔ اب چاہے پڑھو یا نہ پڑھو۔ میں ایک رکعت پڑھ چکا تھا۔ فرمایا۔ یہ جنگ کا میدان ہے اور تم حفاظت کر رہے تھے۔ چنانچہ میں نے پھر بقیہ رکعتیں نہیں پڑھیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضور نماز جمعہ ادا فرما رہے تھے۔ حضور پہلی صف میں داہنے کنارے پر کھڑے تھے۔ اوپر شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ دفعتہً غیر احمدیوں نے اس کا رسہ کاٹ دیا۔ اور شامیانہ حضور کی طرف گرا۔ میں حضور کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے تھام لیا۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور اٹھیں گے تو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ حضور اٹھے اور میں نے شامیانے کو پھر باندھا۔ یہ حفاظت حضور کی میں نے نماز چھوڑ کر کی اور بعد میں نماز ظہر پڑھی۔ یہ فتویٰ دریافت کرنے کے بغیر ہی پڑھی تھی۔

۱۴۔ مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ حضور گورداسپور میں تشریف فرما تھے کہ غیر احمدیوں' سکھوں اور ہندوؤں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ ہمارے واسطے دعا کریں۔

ہم طاعون سے تباہ ہو گئے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ حضور کا الہام

یَا مَسِیْحَ الخَلْقِ عَدْوَانَا

پورا ہو رہا ہے۔ حضور نے ان کے الحاح پر دعا فرمائی۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت بابو صاحبؓ کی روایات تو بہت ہیں۔ میں نے کتاب کے حجم کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ روایات لے لی ہیں۔ اگر کسی وقت ان اصحاب کے الگ الگ حالات لکھنے کا کبھی موقع ملا تو سب کا بالتفصیل ذکر آ جائے گا۔

حضرت بابو صاحب درمیانہ قد کے جہیر الصوت آدمی تھے۔ لوہاری منڈی سے فجر کی نماز پڑھنے کے لئے بالالتزام مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کمر میں پٹکا بندھا ہوا ہوتا تھا اور پرانے شہر کے اردگرد جو باغ ہے اس میں درثمین کے اشعار پڑھتے آتے تھے۔ عموماً تہجد کی نماز مسجد ہی میں ادا فرماتے تھے اور پھر فجر کی اذان کہتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی آپ کی آواز اس قدر بلند تھی کہ محلے کے بچے بھی چونک پڑتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر بہت مزے لے لے کر کیا کرتے تھے۔ آپ چونکہ گھڑیوں کی مرمت کرنا بھی خوب جانتے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان ہی کو اپنی گھڑی دیا کرتے تھے اور اگر ضرورت پڑے تو ان ہی کے ذریعے منگوایا بھی کرتے تھے۔ مسجد احمدیہ کی گھڑی کی مرمت بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جب تیار ہو رہی تھی تو آپ بھی حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد ''مفرح عنبری'' کے پہلو بہ پہلو روڑی کوٹا کرتے تھے اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر مستریوں کو پکڑایا کرتے تھے۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں جب آپ کی وفات ہوئی تو اس زمانہ میں چونکہ خاکسار ہی لاہور میں بطور مبلغ متعین تھا۔ اس لئے مسجد احمدیہ لاہور میں آپ کا جنازہ بھی میں نے ہی پڑھایا تھا۔ بہت خوب آدمی تھے۔ جب آپ کی نعش بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے قادیان لے جائی گئی۔ تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک میں حضرت بابو صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''بابو غلام محمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ اختلاف

کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ابتداء ہی سے اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ ہر قسم کی ٹھوکر اور ابتلا سے بچے رہے۔ حالانکہ اثر ڈالنے کے سامان ان کے اردگرد بہت زیادہ تھے۔ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ سے ان کی دوستیاں اور تعلقات تھے۔ اور خود غریب آدمی تھے۔ اور غریب آدمی بڑے آدمی کے تعلقات کے اثر کو بہت جلد قبول کر لیا کرتا ہے مگر باوجود ہر قسم کی شورش کے وہ محفوظ رہے۔ جب اختلاف ہوا۔ اور حضرت خلیفہ اوّلؓ فوت ہوئے تو شروع میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی کو خواجہ صاحب نے اپنی مجلسوں میں بلانا شروع کیا۔ اس پر بابو غلام محمد صاحب ہمیشہ ان سے کہتے رہے کہ دیکھنا۔ بُرے اثر سے بچ کر رہنا۔ اس طرح انہیں نیکی پر اکساتے رہتے۔ حالانکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اور یہ معمولی پریس میں ملازم تھے۔ مگر اس کے باوجود انہیں ہوشیار کرتے رہتے کہ ایسا نہ ہو ٹھوکر لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام بخیر کر دیا۔ اور ہر قسم کے فتنوں کا مقابلہ کر کے وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جب کہ بہت سے نشانات انہوں نے دیکھ لئے اور سلسلہ کی اشاعت اور اس کی ترقی بھی دیکھ لی''۔ [۳۴]

محترم ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت بابو غلام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ جب ہم لاہور میں آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اپنے گھر میں ہیں لیکن بٹالہ پہنچ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم بہت دور آ گئے ہیں۔

اولاد: میاں غلام محمد صاحب ثالث اور امۃ اللہ بیگم مرحومہ

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے امیر غیر مبائعین

ولادت: ۱۸۷۴ء   بیعت: مارچ ۱۸۹۷ء   وفات: ۱۳۔اکتوبر ۱۹۵۱ء

جناب مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی نے جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی تبلیغ سے مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیان جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ جون ۱۸۹۹ء میں ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ نے تحریری

رنگ میں سلسلہ عالیہ کی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی ریویو آف ریلیجنز انگریزی اور اردو کے ایڈیٹر رہے۔

صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری شپ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔مگر افسوس کہ خلافت اولیٰ میں سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نیکی‘ تقویٰ اور علمی قابلیتوں کی وجہ سے حسد میں مبتلا ہو گئے۔ان کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بعد خلافت کا بارگراں ان کے کندھوں پر ہی ڈالا جائے گا مگر سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ کی طرف رجوع خلق کو دیکھ کر چکرا گئے اور خلافت ثانیہ کی ابتدا میں ہی قادیان دارالامان کو ترک کر کے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اپنا الگ مرکز بنا لیا۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب‘ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب‘ جناب ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور جناب شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ کو ساتھ لے کر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی اور ساری عمر سیدنا محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مخالفت میں گذار کر ۱۳۔اکتوبر ۱۹۵۱ء کو بمقام کراچی وفات پا گئے۔**فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون**. آپ ترجمہ قرآن کریم انگریزی اور دیگر متعدد کتب کی تالیف کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ خواب میں مولوی صاحب مرحوم کو کہا کہ

’’آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ‘‘۔

جناب مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری (غیر از جماعت)

ولادت: بیعت: مارچ ۱۸۹۷ء وفات: ۱۹۶۴ء

مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری ابھی بچہ ہی تھے کہ اپنے والد ماجد حضرت ڈاکٹر بوڑے خاں صاحبؓ قصوری کے ساتھ قادیان جایا کرتے تھے۔حضرت ڈاکٹر صاحب تو بہت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔مگر مولوی صاحب بڑے ہو کر عملاً احمدیت کو چھوڑ گئے۔وکالت میں بہت نام پیدا کیا اور آخر عمر میں کافی عرصہ ’’انجمن حمایت اسلام لاہور‘‘ کے صدر رہے۔آپ کا نام بھی ۳۱۳۔اصحاب کی فہرست مندرجہ ’’انجام آتھم‘‘ میں درج ہے۔آپ نے بیعت تو مارچ ۱۸۹۷ء میں کی تھی مگر چونکہ بیعت

سے قبل بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ قادیان جایا کرتے تھے۔ اسی لئے ۱۸۹۶ء کی کتاب ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام درج ہوا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مشہور شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب' جناب چوہدری سر شہاب الدین صاحب اور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اکٹھے قادیان گئے تھے اور ایک ہی روز انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحبؓ

ولادت: ۱۸۸۳ء بیعت: ۱۸۹۷ء وفات: ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء عمر: ۸۲ سال

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور نے فرمایا کہ

میں پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالب علم تھا جب میرے ماموں مرزا خدا بخش صاحب مصنف ''عسل مصفّی'' مجھے قادیان لے گئے اور میں نے بیعت کی۔ اس کے بعد میں نے میٹرک کے امتحان تک تعلیم قادیان ہی میں حاصل کی۔

میں جھنگ سیال کا رہنے والا ہوں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۰۳ء میں لاہور آ گیا اور ملازمت اختیار کی اس وقت سے میں یہاں ہی ہوں۔ اور سکونت بھی اندرون بھاٹی گیٹ میں ہے۔

افسوس کہ حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء کو وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ چھوٹے قد کے پتلے دبلے گورے رنگ کے بزرگ تھے۔ بہت نیک اور متقی انسان تھے۔

اولاد: محمد احمد' صلاح الدین' محمد افضل نسیم' سلیمہ' طاہرہ' محمودہ

حضرت قاضی محبوب عالم صاحبؓ

پیدائش: ۱۸۷۸ء بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۱۹ جولائی ۱۹۵۶ء

۱۔ آپ ابھی طالب علم ہی تھے کہ مذہب کا شوق ہونے کی وجہ سے حنفیوں اور اہلحدیث کی بحثیں سنا کرتے تھے۔ مذہباً آپ حنفی تھے مگر چینیاں والی مسجد میں بھی جو کہ اہلحدیث گروہ کی تھی' جایا کرتے

تھے۔ان کی باتیں سن کر آپ پر یہ اثر ہوا کہ یہ لوگ حنفیوں کی نسبت قال اللّٰہ اور قال الرسول پر زیادہ عمل کرنے والے ہیں۔مگر ان کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ذکر ہوتا تھا اور وہ لوگ حضور کے دعوائے مسیحیت کے خلاف بہت کچھ کہا کرتے تھے۔اب آپ اس جستجو میں لگ گئے کہ اگر کوئی حضرت مرزا صاحب کا مرید ملے تو اس سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی نسبت حالات معلوم کئے جائیں۔چنانچہ ایک شخص ولی اللہ صاحب ابن بابا ہدایت اللہ مشہور پنجابی شاعر کو چہ چابک سواراں کا آپ کو پتہ لگا۔آپ نے ان کے پاس جانا شروع کر دیا۔انہوں نے آپ کو استخارہ کرنے کے لئے توجہ دلائی۔چنانچہ آپ نے ان سے طریق استخارہ سیکھ کر استخارہ کیا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''دوسرے روز رات کے دو بجے ابھی میں استخارہ کی دعا پڑھ کر سویا ہی تھا کہ رؤیا میں مجھے کسی شخص نے کہا کہ آپ اٹھ کر دوزانو بیٹھیں کیونکہ آپ کے پاس حضرت رسول کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور مجھے بھی زینے سے کسی شخص کے چڑھنے کی آواز آئی۔ چنانچہ میں رؤیا ہی میں دوزانو بیٹھ گیا۔اتنے میں میں نے دیکھا ایک نہایت متبرک انسان سفید لباس میں آیا ہے اور اس نے ایک بازو سے حضرت مرزا صاحب کو پکڑ کر میرے سامنے لا کھڑا کر دیا اور فرمایا:

ھذا الرجل خلیفۃ اللّٰہ واسمعوا و اطیعوا

پھر وہ واپس چلا گیا۔اور حضرت صاحب میرے پاس کھڑے ہو گئے اور اپنی ایک انگلی اپنی چھاتی پر مار کر کہا

''ایہو رب خلیفہ کیتا اِس نُوں مہدی جانو''

پھر ایک رباعی بھی پڑھی لیکن میں بھول گیا ہوں۔اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ میں مسیح موعود ہوں۔پھر میں بیدار ہو گیا۔صبح میں سکول جانے کی بجائے قادیان روانہ ہو گیا''۔

بٹالہ میں گاڑی شام کو پہنچی۔نماز مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔اڈہ کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ آپ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔لوگوں نے پوچھا۔آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے۔آپ نے صاف صاف سب کچھ بیان کر دیا۔اس پر ان لوگوں نے حضرت اقدس کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور آپ کو قادیان جانے سے روکا۔مگر آپ نے فرمایا کہ ''میں قادیان

ضرور جاؤں گا'' اس پر انہوں نے آپ کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ آپ اڈہ پر تشریف لے گئے۔ کچھ لوگ آپ کو قادیان جانے سے روکنے کیلئے اڈہ تک بھی پیچھے گئے اور یہ لالچ بھی دیا کہ تم طالب علم ہو۔ ہم تمہیں یہاں بڑے میاں کے پاس بٹھا دیں گے اور تمہاری رہائش اور لباس کا بھی انتظام کر دیں گے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ آپ پہلے ہی لاہور میں پڑھ رہے ہیں۔ یہاں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان باتوں کے بعد آپ رات ہی کو قادیان کی طرف چل پڑے۔ مگر اندھیرا بہت تھا۔ راستہ سے بھی ناواقفیت تھی۔ اس لئے کچھ راستہ طے کرنے کے بعد غلطی سے چراغ کی لَو دیکھ کر مسانیاں چلے گئے۔ وہاں عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ لیکن ایک آدمی ابھی مسجد میں ذکر الٰہی کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ قادیان تو یہاں سے دور ہے اور راستہ بھی مخدوش ہے۔ اس لئے رات یہاں سو رہو۔ صبح چلے جانا۔ چنانچہ صبح چار بجے کے قریب جب چاند نکلا تو وہ شریف آدمی آپ کو وڈالہ تک چھوڑ گیا۔ آپ نے نماز فجر نہر پر پڑھی اور سورج نکلنے کے قریباً ایک گھنٹہ بعد آپ قادیان پہنچ گئے۔ قادیان کے چوک میں جا کر ایک شخص سے پوچھا کہ بڑے مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ سامنے کی بڑی حویلی میں تخت پوش پر بیٹھے حقّہ پی رہے ہیں۔ آپ نے جب آگے بڑھ کر دیکھا تو اس شخص کی ہیئت کذائی دیکھ کر سخت افسوس ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ کاش میں یہاں نہ آتا۔ ابھی واپس لوٹے ہی تھے کہ حضرت حافظ حامد علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کس جگہ سے تشریف لائے ہیں اور کسے ملنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے جس کو ملنا تھا مل لیا ہے اور اب واپس جا رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تو آپ حضرت مرزا صاحب کو ملنے کے لئے آئے ہیں تو وہ یہ مرزا نہیں ہے وہ اور ہیں۔ اور میں آپ کو ان سے ملا دیتا ہوں ان کی یہ بات سن کر آپ کی جان میں جان آئی۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ آپ ایک رقعہ لکھ دیں۔ میں حضور کی خدمت میں اندر بھجوا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے رقعہ میں لکھا کہ ''میں طالب علم ہوں۔ لاہور سے آیا ہوں۔ زیارت چاہتا ہوں اور آج ہی واپس جانے کا ارادہ ہے'' حضور نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ''مہمان خانہ میں ٹھہریں اور کھانا کھائیں۔ ظہر کی نماز کے وقت ملاقات ہوگی۔ اس وقت میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں اور اس کا مضمون میرے ذہن میں ہے۔ اگر میں اس وقت ملاقات کے لئے آیا تو وہ مضمون میرے ذہن سے اتر جائے گا۔ اس واسطے آپ ظہر کی نماز تک انتظار کریں'' مگر اس جواب سے آپ کی تسلی نہ ہوئی اور آپ نے دوبارہ لکھا کہ ''میں تمام رات

مصیبت سے یہاں پہنچا ہوں اور زیارت کا خواہشمند ہوں۔ مجھے اسی وقت شرفِ زیارت سے سرفراز فرمائیں''۔

یہ رقعہ پہنچنے پر حضور نے مائی دادی کو کہا کہ ان کو مسجد مبارک میں بٹھاؤ۔ میں ان کی ملاقات کے لئے آتا ہوں۔ آپ کو وہاں کوئی پندرہ منٹ بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد حضور نے مائی دادی کو کہا کہ ان کو اس طرف بلاؤ۔ حضرت صاحب اپنے مکان سے گلی میں آ گئے۔ آپ بھی اس گلی میں پہنچ گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

''دور سے میری نظر جو حضرت صاحب پر پڑی تو رؤیا میں جو شخص مجھے دکھایا گیا تھا بعینہٖ وہی حلیہ تھا۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں عصا بھی تھا۔ پگڑی بھی تھی۔ گویا تمام وہی حلیہ تھا۔ جو میں پہلے رؤیا میں دیکھ چکا تھا۔ میں حضرت صاحب کی طرف چل رہا تھا اور حضور میری طرف آ رہے تھے۔ گول کمرہ سے ذرا آگے میری اور حضرت صاحب کی ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت صاحب کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ خواب والے بزرگ ہی ہیں اور سچے ہیں۔ چنانچہ میں حضور سے بغلگیر ہو گیا اور زار زار رونے لگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ رونا مجھے کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ مگر میں کئی منٹ تک روتا ہی رہا۔ حضور مجھے فرماتے تھے۔ صبر کریں۔ صبر کریں۔ جب میرا رونا ذرا تھم گیا اور ہوش قائم ہوئی تو حضور نے مجھے فرمایا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ حضور میں لاہور سے آیا ہوں۔ فرمایا کیوں آئے؟ عرض کیا حضور! زیارت کے لئے۔ فرمایا کوئی خاص کام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ صرف زیارت ہی مقصد ہے حضور نے فرمایا۔ بعض لوگ اپنے مقاصد کے لئے دعا کرانے آتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی کوئی ایسی ضرورت درپیش ہے؟ میں نے عرض کیا۔ مجھے کوئی ایسی ضرورت درپیش نہیں۔ تب حضور نے فرمایا کہ مبارک ہو۔ اہل اللہ کے پاس بے غرض آنا بہت مفید ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ حامد علی صاحب کے ساتھ مہمان خانہ جائیں۔ ظہر کے وقت میں پھر ملاقات کروں گا۔''

آپ فرماتے ہیں:

''میں مہمان خانہ میں چلا گیا۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ ظہر کی اذان ہوئی۔ مجھے پہلے

ہی حافظ حامد علی صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ پہلی صف میں جا کر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ میں اسی ہدایت کے باعث پہلی صف میں قبل از وقت جا بیٹھا۔ حضور تشریف لائے۔ نماز پڑھی گئی۔ نماز کے بعد حضور میری طرف مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا کہ آپ کب جانا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ حضور ایک دو روز ٹھہروں گا۔ فرمایا کم از کم تین دن ٹھہرنا چاہیئے۔ دوسرے روز ظہر کے وقت میں نے بیعت کے لئے عرض کی۔ فرمایا کہ ابھی نہیں۔ کم از کم کچھ عرصہ یہاں ٹھہریں۔ ہمارے حالات سے آپ واقف ہوں۔ اس کے بعد بیعت کریں۔ مگر مجھے پہلی رات ہی مہمان خانہ میں ایک رؤیا ہوئی جو یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک نور نازل ہوا اور وہ میرے ایک کان میں داخل ہوا اور تمام جسم میں سے ہو کر دوسرے کان سے نکل کر آسمان کی طرف چلا گیا۔ اس میں کئی قسم کے رنگ تھے۔ سبز تھے' سرخ تھے' نیلگوں تھے' اتنے تھے کہ گنے نہیں جا سکتے۔ قوس وقزح کی طرح تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام دنیا روشن ہے۔ اس وقت مجھے اس قدر سرور اور راحت تھی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے صبح اٹھتے ہی محسوس ہوا کہ اس رؤیا کا مطلب یہ ہے کہ آسمانی برکات سے مجھے وافر حصہ ملے گا۔ اس لئے مجھے بیعت کر لینی چاہیئے۔ چنانچہ اسی رؤیا کے اثر سے میں نے دوسرے روز بیعت کے لئے عرض کی جو منظور نہ ہوئی۔ حضور نے تین دن کی شرط کو برقرار رکھا۔ چنانچہ تیسرے روز ظہر کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے انشراح صدر ہو گیا ہے۔ للہ میری بیعت قبول فرمائیں اس پر حضور نے میری بیعت قبول فرمائی اور میں رخصت حاصل کر کے لاہور آ گیا۔

''چوتھے روز جو سکول گیا تو مجھے ایک شخص مرزا رحمت اللہ صاحب سکنہ ڈسکہ ملازم انجمن حمایت اسلام نے بلا کر پوچھا کہ تم چار دن کہاں تھے؟ میں نے صاف صاف کہا کہ قادیان گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ بیعت کر آئے ہو؟ میں نے کہا۔ ہاں! انہوں نے کہا کہ یہاں کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میں بھی احمدی ہوں۔ یہ لوگ بڑے تنگ دل ہیں' ستائیں گے۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ چاہے کچھ ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے قرآن و حدیث کے استاد مولوی زین العابدین سے جو مولوی غلام رسول قلعہ والوں کے بھانجے تھے' ذکر کر دیا۔ جس پر وہ بہت بگڑے اور میرے ساتھ سختی کرنا شروع کر دی۔ جب ان کی گھنٹی

آتی تو آتے ہی مجھے کہتے ''اومرزائی بنچ پر کھڑا ہو جا'' میں ان کے حکم کے مطابق بنچ پر کھڑا ہو جاتا اور پوچھتا کہ میرا کیا قصور ہے؟ وہ کہتے ۔ یہی قصور ہے کہ تم مرزائی ہو اور کافر ہو۔ کچھ عرصہ ان کی اس تکلیف دہی کو برداشت کر کے ایک روز میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں جا کر شکایت کر دی کہ بعض استاد مجھے اس وجہ سے مارتے ہیں کہ میں احمدی ہوں۔ اس پر انہوں نے ایک سرکلر جاری کر دیا کہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے کوئی مدرس کسی لڑکے کو سزا نہ دے چنانچہ اس آرڈر کے بعد مولوی زین العابدین صاحب اور ان کے ہم خیال استاد ڈھیلے پڑ گئے اور مجھ پر جو سختی ہوا کرتی تھی اس میں کمی آ گئی۔

''حضرت صاحب کی خدمت میں بھی جب کبھی حاضر ہونے کا موقعہ ملتا تو میں حضور کی خدمت میں اپنی تکالیف کا ذکر کرتا۔ حضور فرماتے ۔کوئی بات نہیں ۔خدا تعالیٰ فضل کرے گا۔ اس اثناء میں مڈل کا امتحان ہوا جس میں میں فیل ہو گیا۔ اس پر میرے مخالف استادوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ مرزے کی برکت ہے۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور لوگ مجھے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بیعت کی وجہ سے تم فیل ہو گئے ہو۔ یہ تمہیں مرزائی ہونے کی سزا ملی ہے۔ حضور نے مسکرا کر کہا کہ یہ کوئی بات نہیں ۔ رزق کا پاس اور فیل ہونے سے کوئی تعلق نہیں ۔ خدا بہتر کرے گا۔ پس میں لاہور چلا آیا اور یہاں کچھ ٹیوشنز کا کام شروع کر دیا۔ اور پھر مجھے ایک جگہ ملازمت بھی مل گئی۔ اس کے بعد مجھے ایک جگہ شادی کا خیال ہو گیا۔ وہ میرے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ حضور نے فرمایا۔ دعا کروں گا۔ چنانچہ میں اکثر دعا کے لئے لکھتا رہا۔ چنانچہ حضرت اقدس پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا کہ یہ رشتہ اس کے لئے مناسب نہیں اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے لکھوا بھی دیا کہ اس رشتہ کا خیال چھوڑ دو اور ایک تمثیل بھی لکھوائی کہ سید عبدالقادر جیلانی فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص باغ کے اندر سیر کے لئے داخل ہو اور پہلے ہی پودے کو دیکھ کر یہ خیال کرے کہ اس سے بہتر اور نہیں ہو گا تو وہ باقی باغ کی سیر سے محروم رہے گا۔ چنانچہ اس اصول پر حضور نے مجھ سے عہد لکھوایا کہ آئندہ اس رشتے کے واسطے کبھی خواہش نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ

عہد لکھ دیا۔لیکن میں پھر بھی اس جذبہ سے باز نہ رہ سکا اور اپنے عہد کے خلاف پھر حضور کی خدمت میں اس رشتہ کی بابت دعا کروانے کے لئے خط لکھنا شروع کر دیا کہ اللہ قادر ہے۔ اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ممکن ہے کوئی ذریعہ ایسا نکل آئے جس سے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ میں حضور کو روزانہ کئی سال تک خط لکھتا رہا۔آخر میں ایک خط میں نے حضور کو لکھا کہ جو پیر اپنے مرید کو اس دنیا میں جہنم سے نہیں نکال سکتا۔ وہ آخرت میں کیا فائدہ دے گا۔حضور اگر وہ عورت مجھے نہیں دلا سکتے تو کم از کم اس جہنم سے تو مجھے نکالیں۔جس میں میں پڑا ہوا ہوں اور میرا دل اس سے پھر جائے۔ اس خط کے جواب میں مولوی عبدالکریم صاحب کا کارڈ میرے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ آج رات میں محبوب عالم کے لئے دعا کر رہا تھا کہ مجھے الہام ہوا ''دل پھیر دیا گیا'' یا تو یہ عورت آپ کو مل جائے گی یا پھر آپ کو اس کا خیال ہی نہیں آئے گا۔

''اس سے قبل ایک رات مجھے بھی رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ میرے اور اس عورت کے رشتہ داروں کے درمیان ایک دیوار ہے جو زمین سے لے کر آسمان تک کھنچی ہوئی ہے اور میں اُدھر نہیں جا سکتا۔ اور وہ اِدھر نہیں آ سکتے اور مجھے بتایا گیا کہ یہ دیوار قہقہہ ہے جس کا مطلب مجھے یہ سمجھ آیا کہ اس کو عبور نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس دن سے مجھے اس کا کبھی خیال پیدا نہیں ہوا۔

''اس رؤیا سے ایک دن قبل میں نے حضور کو لکھا کہ اگر شرعاً جائز ہو اور حضور اجازت دیں تو میں اس عورت کو نکال کر ہمراہ لا سکتا ہوں۔ جب یہ کارڈ میں پوسٹ کر چکا تو رات بھر مجھے نیند نہیں آئی اور بے کلی رہی اور صبح کو ہی میں نے قادیان کا رخ کیا۔قادیان پہنچ کر حضور کی خدمت میں اطلاع کروائی۔حضور فوراً ننگے سر باہر تشریف لائے۔فرمایا۔ وہ عورت کہاں ہے؟ میں نے عرض کی۔حضور! میں اس کو ساتھ تو نہیں لایا کیونکہ حضور کی طرف سے مجھے کوئی جواب نہیں گیا۔حضور نے فرمایا۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ زنا سے بچ گئے۔اس طرح سے کسی عورت کا نکال کر لانا نکاح نہیں ہوسکتا بلکہ زنا ہی رہتا ہے کیونکہ یہ امر مومن کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لے۔ قرآن میں

صاف لکھا ہے۔ فانکحو ھُنَّ باذن اھلھن

''نیز حضور نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں۔ دعا قبول نہیں ہوتی۔ آج رات میں نے سوائے آپ کے اور کوئی دعا نہیں کی اور میری دعا ہی آپ کو یہاں کھینچ لائی ہے اور آپ اس گناہ سے بچ گئے ہیں۔ اور اب آپ چھ ماہ تک قادیان میں ہی ٹھہریں۔ چنانچہ میں قادیان میں ٹھہر گیا اور ضیاء الاسلام پریس میں حضرت صاحب کی کتابیں چھپوانے پر میری ڈیوٹی لگ گئی۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب پریس مین تھے اور میں ان کا نگران تھا۔ حضرت صاحب کو صاف اور ستھری کتابیں چھپوانے کا از حد خیال تھا۔

۲۔ ''ایک دفعہ مرزا اسماعیل بیگ صاحب نے میری شکایت کی کہ یہ بے جا تنگ کرتے ہیں اور چھاپنے نہیں دیتے۔ حضور نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کیا بات ہے؟ میں نے وہ کاغذ جو رڈی چھپے ہوئے تھے پریس سے لاکر پیش کر دیئے۔ حضور ایک ایک کاغذ کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ مرزا اسماعیل بیگ یہ تو خراب ہے۔ یہ چھپائی تو واقعی خراب ہے۔ آپ ان کے کہنے پر کام کریں اور میں نے ان کو رکھا ہی اس لئے ہے کہ کتاب صاف اور ستھری چھپے۔ چھ ماہ تک میں نے مطبع میں کام کیا۔ جب چھ ماہ گذر گئے تو میں نے حضور سے اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا آج نہ جاؤ کل چلے جانا مگر میں نے اپنے اجتہاد سے کام لیا کہ اب اجازت ہو گئی ہے۔ اب آج کیا اور کل کیا۔ آج ہی چلو۔ چنانچہ میں گاؤں والے راستہ سے چل پڑا۔ عصر کا وقت تھا۔ اچانک بادل اٹھا اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اس کثرت سے بارش ہوئی کہ الامان والحفیظ! بڑی مشکل سے نہر پر پہنچا۔ سورج غروب ہو گیا۔ بارش اور ہوا کا تیز ہونا' کپڑوں کا گیلا ہونا' پیدل چلنا اور رستہ میں کیچڑ اور پانی کا بکثرت ہونا' یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ جن کو دیکھ کر مجھے حضور کے ارشاد کی قدر معلوم ہوئی اور میں نے سمجھا کہ میں نے بہت غلطی کی ہے۔ چنانچہ میں نے رات دس بجے برلب سڑک درختوں کے اندر بٹالہ میں جو ایک چھوٹی سی مسجد ہے' وہاں پہنچ کر کپڑے نچوڑے اور مسجد کے اندر بیٹھ رہا۔ ساری رات وہیں پڑا رہا۔ چار بجے صبح کو گیلے کپڑے پہن کر گاڑی پر سوار ہوا اور لاہور پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ایک بائیسکل کی دوکان پر ملازم ہو گیا۔ تھوڑا عرصہ میں

نے ملازمت کی۔ پھر میں قادیان چلا گیا اور حکیم فضل دین صاحب بھیروی کے پاس ملازم ہو گیا کیونکہ مطبع کے منتظم اعلیٰ وہی تھے۔ سات روپے ماہوار میری تنخواہ مقرر ہوئی۔ اس پر حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مبارکباد دی کہ تم نے فضل دین سے سات روپے ماہوار کی نوکری لی ہے۔ یہ تو کسی منشی کو پانچ روپے سے زیادہ نہیں دیا کرتے۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں ان کی ملازمت میں رہا۔ اس عرصہ میں پھر لاہور سے جس دکان پر میں ملازم تھا۔ اس کے مالک نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ آپ کا مرید محبوب عالم ہمارا ملازم تھا۔ نوکری چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ آپ اس کو ہدایت فرماویں کہ واپس آ جائے کیونکہ وہ دیانتدار آدمی ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب کو جب یہ خط ملا تو حضور نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ آپ فوراً لاہور چلے جائیں۔ اس دکاندار نے آپ کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اس واسطے ہمارا خیال ہے کہ آپ ان کے پاس پہنچ جائیں۔ چنانچہ میں لاہور آ گیا اور بیس روپے ماہوار پر ملازم ہو گیا۔ دو سال کے بعد اس پروپرائٹر دکان نے جس کا نام الہ بخش تھا میاں محمد موسیٰ کو اپنی تجارت میں حصہ دار بنا لیا۔ اب میں بجائے ایک شخص کے دو کا ملازم ہو گیا۔ مگر قدرت خداوندی سے الہ بخش علیحدہ ہو گیا اور میاں محمد موسیٰ دکان کا واحد مالک ہو گیا۔ اور مجھے مینیجر رکھ لیا۔ اب میں نے میاں محمد موسیٰ صاحب کو تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ ان کو قادیان بھیجا۔ مگر وہ شامت اعمال سے قادیان سے بغیر بیعت کے واپس آ گئے۔ بعد ازاں میں ان کو کبھی کبھی اخبار بدر سناتا رہا۔ پھر میں نے ان کو ایک دن ایک حدیث سنائی کہ ایک دن ایک بدوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسولؐ ہوں۔ تب اس بدوی نے بیعت کر لی اور اپنے قبیلہ کی بھی بیعت کروادی۔ جب یہ واقعہ میں نے میاں محمد موسیٰ صاحب کو سنایا تو ان پر بڑا اثر ہوا۔ اور انہوں نے اسی وقت ایک کارڈ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ یہ کارڈ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب

کوحکم دیا کہ لکھ دو۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا وعدہ آنحضرت ﷺ نے اس امت کو دیا تھا۔ اس کارڈ میں مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے بھی ایک دو فقرے لکھ دیئے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے خدا کے مسیح کو قسم دی ہے۔ اب آپ یا تو ایمان لائیں یا عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔ وہ کارڈ جب پہنچا تو میاں محمد موسیٰ صاحب نے اپنی اور اہل وعیال کی بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس طرح سے میں اب اکیلا نہ رہا۔ بلکہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ نے ان کو بھی شامل کر دیا۔

۳۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو عجائب گھر چھوڑ کر حضور ہماری دکان پر تشریف لائے۔ میں نے حضور کی خدمت میں دکان کے اندر آنے کی التجا کی۔ حضور نے فرمایا۔ نبی دکانوں میں نہیں بیٹھا کرتے۔ کرسی باہر لے آئیں یہیں بیٹھیں گے۔ چنانچہ میں نے کرسی دکان کے باہر کھلی جگہ میں بچھائی۔ حضور تشریف فرما ہوئے اور پانی طلب فرمایا۔ میں نے دودھ کی لسّی پیش کی۔ حضور نے میری طرف دیکھا اور مسکرائے۔ فرمایا میں نے تو پانی مانگا تھا۔ غالبًا ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے نزلہ کی شکایت ہے یا زکام ہے اس لئے میں لسّی نہیں پیتا۔ میرے اصرار پر ایک گھونٹ نوش فرما کر برکت دی۔ پھر میں نے پانی منگوا دیا۔ حضور نے پیا اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس کا نام محمد امین تھا۔ وہ بوٹوں کی دکان کیا کرتا تھا۔ مجمع کو دیکھ کر کہنے لگا کہ کیا ہے؟ کون ہے؟ ان لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ مرزا صاحب قادیان والے ہیں۔ چنانچہ وہ آگے بڑھا۔ مجمع کو چیرتے ہوئے سامنے کھڑا ہو گیا اور نہایت گستاخی اور بے باکی سے یا دجال یا کافر کہہ کر السلام علیکم کہا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ دجال بھی اور السلام علیکم بھی۔ یہ دو متضاد باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ اس پر حضور نے ایک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ میں اپنے الفاظ میں لکھواتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کی انتہائی بدنصیبی ہے کہ ان کے درمیان دجال پیدا ہو گیا جب کہ ان کو ضرورت تھی کسی مصلح کی! اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں ان پر رحم فرمایا جب کہ ان کی حالت پراگندہ تھی اور شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ بدقسمتی سے ایک ہادی کو دجال سمجھ رہے ہیں۔ حضور

نے اس موضوع پر کوئی آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ وہ بہت شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔ پھر حضور عجائب گھر تشریف لے گئے۔

۴۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں قادیان میں تھا۔۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد۔ان ایام میں حضور قادیان سے باہر قیام پذیر تھے۔حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اس مکان میں تھیں جو باغ میں ہے اور حضور ایک خیمہ میں تھے۔حضرت ام المومنین نے میر مہدی حسین صاحب کو شیشے کا ایک مرتبان دے کر فرمایا کہ شہر جا کر عرق لے آؤ۔اس مرتبان کے اوپر ایک چٹ لگی ہوئی تھی ''عطیہ از محبوب عالم جے پور'' یہ شخص قاضی محمد اسلم صاحب کا بھائی تھا۔ میر صاحب نے فرمایا کہ آؤ۔ دونوں چلیں۔ میں بھی ساتھ ہو گیا۔ جب ہم مرزا سلطان احمد صاحب کے باغ میں پہنچے تو میر صاحب نے مجھے کہا کہ لو یہ مرتبان پکڑو۔ چنانچہ میں نے ان سے مرتبان لے لیا۔ جب وہ مرتبان میرے ہاتھ میں آیا تو جونہی میں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا تو اوپر کا حصہ میرے ایک ہاتھ میں رہ گیا اور نیچے کا دوسرے ہاتھ میں۔ گویا دو ٹکڑے ہو گئے۔ میں حیران ہو گیا کہ یہ کیا ہو گیا۔سید مہدی حسین صاحب نے مجھے کہا کہ یہ حضرت ام المومنینؓ نے مجھے دیا ہے اور اب آپ کو ان کے پاس جوابدہی کے لئے چلنا ہوگا چنانچہ ہم دونوں حضرت ام المومنینؓ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اتفاق سے حضرت ام المومنینؓ ہی اندر سے بولیں کہ کیا ہے؟ کون ہے؟ مہدی حسین نے کہا کہ حضور۔ مہدی حسین ہوں۔فرمایا کیا بات ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ وہ مرتبان جو حضور نے عرق لانے کے لئے دیا تھا محبوب عالم نے توڑ ڈالا ہے۔فرمایا۔ ان کو حضرت صاحب کے پاس لے جاؤ۔ وہاں سے ہم خیمہ کی طرف آئے۔عصر کا وقت تھا۔حضور کرسی پر تشریف فرما تھے۔السلام علیکم کے بعد حضور نے اندر آنے کی اجازت دی۔اب میں ڈرتے ڈرتے اندر گیا اور دل میں میرے کئی قسم کے خیالات تھے کہ معلوم نہیں اب کیا سرزنش ہوگی۔ بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا۔خوف سے دم خشک ہو رہا تھا۔ جب حضور کی خدمت میں پیش ہوئے۔اور سید مہدی حسین صاحب نے اپنا وہی بیان دیا کہ محبوب عالم نے مرتبان توڑ ڈالا ہے۔ میرا خیال تھا کہ حضور پوچھیں گے کس طرح توڑا ہے' کیسے ٹوٹا ہے؟ تو میں ساری

حقیقت بیان کر دوں گا۔ مگر حضور نے کچھ نہیں فرمایا۔ صرف اتنا کہا کہ ’’بہت ہی اچھا ہوا مرتبان ٹوٹ گیا۔ اگر یہ برتن ٹوٹیں نہیں تو ہمارے گھر میں اس کثرت سے جمع ہو جائیں کہ ہمارے رہنے کے لئے کہیں جگہ ہی نہ رہے‘‘ میں حضور کے اس جواب سے اس قدر خوش ہوا کہ میرا تمام رنج وفکر کافور ہوگیا اور مجھے کچھ عرض کرنے کی دلیری ہوگئی۔ چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں کل یا پرسوں تک لاہور جانے والا ہوں۔ ایک مرتبان حضور کے واسطے خرید کر بھیج دوں گا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ یہ شرعاً منع ہے۔ تاوان لینا شریعت میں جائز نہیں ہاں اگر (کوئی) تحفۃً بھیج دے ہم قبول کر لیتے ہیں۔ پس حضور سے یہ مسئلہ اس وقت ہم نے سیکھا ہم خوشی خوشی وہاں سے الوداع ہو کر واپس آ گئے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے بھی یہی طریق رکھا کہ اگر کسی ملازم سے کوئی چیز ٹوٹ جائے تو اس سے تاوان کبھی نہیں لیا۔

۵۔ اب پھر گذشتہ بات کا ذکر کرتا ہوں کہ میں بیس روپیہ ماہوار پر ملازم ہوا تھا مگر بعد میں ترقی کر کے ۱۱۰ روپے لینے لگ گیا۔ قریباً پچیس سال تک اس دوکان میں ملازمت کی اور جتنے لوگوں نے میرے ساتھ مڈل پاس کیا تھا اور سرکاری ملازمتیں حاصل کی تھیں۔ وہ جب کبھی مجھے ملتے تو یہی کہتے کہ آپ مزے میں ہیں ہمیں تو بڑی مصیبت ہے۔ غرض حضور کی دعا سے میرا زمانہ ملازمت نہایت ہی امن سے گذرا۔ چنانچہ حضرت نانا جان مجھے فرمایا کرتے تھے کہ تم ملازم نہیں مالک ہو۔ ملازمت کے دوران میں ہمارے رشتہ داروں میں سے ایک صاحب صدرالدین نام نے جو پولیس میں ملازم تھے۔ مجھے پیغام بھیجا کہ اگر آپ ہمارے ہاں شادی کرنا منظور کریں تو ہم تمہیں بخوشی رشتہ دے دیں گے۔ بشرطیکہ آپ مرزائیت سے توبہ کر لیں۔ میں نے ان کو کہا یہ ناممکن بات ہے۔ شادی کے لئے تو میں تیار ہوں۔ مگر احمدیت سے توبہ نہیں کر سکتا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے جواب دیا کہ آپ اس جگہ شادی کرنے کی کوشش کریں اور اگر کوئی مشکل پیش آوے تو ہمیں لکھیں اور اگر نقدی کی ضرورت ہو تو ہم مدد بھی دیں گے۔ میں نے یہاں سلسلہ شروع کیا۔ ان کی طرف سے یہ اصرار ہوتا تھا کہ احمدیت سے توبہ کرو۔ مگر والدہ ان لڑکوں کی اس شرط کے

خلاف تھی ۔ میں نے انہیں یہ لکھ کر دے دیا کہ میرا یہی مذہب ہے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے نبی، مہدی موعود اور محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں ۔ میں ان کی بیعت میں ہوں ۔ چنانچہ بعد ازاں وہ بھی مان گئے اور یہ شرط اڑادی۔ وہاں میرا نکاح ہوگیا۔حضور کی خدمت میں بھی میں نے اطلاع کر دی۔حضور نے لکھا کہ یہ عورت آپ کے لئے بہت مبارک ہے۔ چنانچہ میری اس اہلیہ سے بیس بچے پیدا ہوئے جن میں سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں زندہ ہیں اور بیوی بھی زندہ موجود ہے اور سب احمدیت کے فدائی اور سچے خادم ہیں ۔ ۱۹۲۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے عہد مبارک میں مجھے میاں محمد موسیٰ صاحب نے ملازمت سے الگ کر دیا۔ میرے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کیلئے لکھا۔حضور نے دعا فرمائی۔ چنانچہ حضور کی دعاؤں کی برکت سے میرے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ سرمایہ مہیا ہو گیا۔ پھر میرے کاروبار میں بھی خدا تعالیٰ نے برکت دی ۔اب چودہ سال ہوگئے ہیں (۱۹۳۹ء میں مؤلف) کہ اپنی دوکان کر رہا ہوں ۔

۶ ۔ جب حضور آخری بار لاہور تشریف لائے تو ہر روز شام کو حضرت ام المومنینؓ کے ہمراہ فٹن پر سیر کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور میں سائیکل پر حضور کی اردل میں ہوتا تھا۔ایک روز شام کے وقت جب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر سیر سے واپس پہنچے تو فٹن والا زیادہ کرایہ مانگتا تھا۔مگر حضرت نانا جان کچھ کم دیتے تھے حتّٰی کہ جھگڑا ہو گیا۔ جب جھگڑے کی آواز حضرت صاحب تک پہنچی تو حضور بنفس نفیس باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ یہ لوگ بڑے بے ایمان ہوتے ہیں ۔کرایہ زیادہ مانگتے ہیں ۔ہم نے جو مناسب تھا دے دیا ہے۔حضور نے اس فٹن والے کو چوان کو بلا کر فرمایا کہ اور کیا چاہتے ہو۔اس نے کہا۔حضور ایک روپیہ مجھے اور ملنا چاہے۔حضور اندر گئے اور ایک دو منٹ کے بعد ایک روپیہ لا کر اسے دے دیا اور میر صاحب سے فرمایا کہ مزدوری سے کم نہیں دینا چاہئے ۔ یہ سن کر وہ کوچوان بہت خوش ہوا اور حضور کے اخلاق کی تعریف کرتا ہوا چلا گیا۔

۷ ۔ میں چونکہ حضرت صاحب کو روزانہ خط لکھا کرتا تھا اس واسطے حضرت اقدس کو بھی

میرے ساتھ بہت محبت ہوگئی۔ جب کبھی میں قادیان پہنچتا حضور خود ہی مجھے شرفِ ملاقات بخشتے۔ کبھی مجھے اندر بلاتے کبھی خود باہر تشریف لاتے۔ ایک دفعہ جب میں گیا تو حضور مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ یہاں بیٹھ جائیں۔ میں آپ کے لئے کچھ کھانا لاتا ہوں۔ چنانچہ میں کھڑکی کے آگے بیٹھ گیا۔ ابھی بمشکل پندرہ بیس منٹ گذرے ہوں گے کہ حضور سوّیوں کی ایک پلیٹ ہاتھوں میں تھامے ہوئے تشریف لے آئے۔ اور فرمایا یہ ابھی آپ کے لئے اپنے گھر والوں سے پکوا کر لایا ہوں۔ میں بہت شرمسار ہوا کہ حضور کو تکلیف ہوئی مگر دل میں خوش بھی ہوا کہ حضرت اقدس کے دست مبارک سے مجھے یہ پاکیزہ غذا میسر آئی ہے۔ چنانچہ میں نے سوّیاں کھا کر خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ پھر رات کو حضور نے مجھے فرمایا کہ آج آپ یہیں سو جائیں۔ چنانچہ مسجد کے ساتھ والے کمرہ میں مَیں اکیلا سویا مگر رات بھر نیند نہیں آئی۔ میں جاگتا ہی رہا اور دعائیں کرتا رہا اور دل میں خیال کرتا تھا کہ میرا یہاں سونا کہیں غفلت کا موجب نہ ہو اور حضرت کو روحانی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ میں سویا ہوں اسی خوف سے میں جاگتا رہا اور درود شریف پڑھتا رہا اور دعائیں کرتا رہا۔ جب چار بجے تو حضور خود میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ جاگیں اب نماز کا وقت ہونے والا ہے۔ میں تو پہلے سے ہی جاگتا تھا' اٹھ کھڑا ہوا اور مسجد مبارک میں آ گیا۔ اتنے میں اذان ہوئی۔ حضرت اقدس بھی تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

۸۔ ایک دفعہ میں لاہور سے گیا۔ میں نے اپنے پہنچنے کی اطلاع حضرت اقدس کو لکھ دی اور آپ حضرت حکیم الامت کی مجلس میں آ بیٹھا۔ اتنے میں مائی دادی آئی اور کہا کہ محبوب عالم جو لاہور سے آیا ہے اس کو حضرت صاحب بلا رہے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے میری طرف دیکھا اور تبسم فرما کر کہا کہ کام بن گیا ہے' جایئے۔ جب میں چلا تو میرے پیچھے پیچھے حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی بھی چلے آئے۔ حافظ صاحب نے سمجھا پردہ تو ہوگا ہی میں بھی ملاقات کر لوں گا۔ چنانچہ میں جب حضرت صاحب کے پاس اندر چلا گیا تو میرے پیچھے ہی حضرت حافظ صاحب بھی پہنچ گئے۔ حضرت اقدس نے السلام علیکم کے بعد حضرت حافظ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ بلا اجازت تشریف لائے ہیں جو قرآن

شریف کی تعلیم کے خلاف ہے۔اس پر حافظ صاحب بہت نادم ہوئے۔حضرت اقدس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ منشی صاحب! آپ نے میرا نیا بیت الدعا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا۔حضورنہیں دیکھا۔فرمایا وہ سامنے ہے جا کر دیکھ لیں۔میں بیت الدعا کے اندر چلا گیا اور وہاں دونفل نماز پڑھی۔اتنے میں حافظ صاحب اپنی بات چیت کر کے فارغ ہو گئے۔میں بھی دعا سے فارغ ہو گیا۔حافظ صاحب کو تو حضرت نے رخصت کر دیا مگر میں حضور کی خدمت میں بیٹھ گیا۔حضرت صاحب صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔میں پاؤں دبانے لگ گیا۔حضور میرے ساتھ محو گفتگو رہے۔وہ باتیں رشتہ کے متعلق ہی تھیں۔کوئی آدھ گھنٹہ سے زیادہ میں نے حضرت صاحب سے باتیں کیں۔

۹۔ایک مرتبہ حضرت اقدس حضرت ام المومنین کے ہمراہ شالا مار باغ سے سیر کر کے واپس آرہے تھے۔حضور فٹن پر سوار تھے اور میں سائیکل پر ساتھ ساتھ آرہا تھا۔حضور نے اپنا سر مبارک فٹن سے باہر نکال کر تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ سائیکل پر سوار انسان ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کتے پر سوار ہے اس زمانہ میں فٹن بہت اونچی ہوا کرتی تھی۔دو گھوڑے آگے ہوا کرتے تھے۔تانگہ کا رواج نہیں تھا۔

۱۰۔جب حضور آخری بار لاہور تشریف لائے تو حضور کا حکم تھا کہ جب ہم سیر کے لئے جائیں تو کوئی نہ کوئی سائیکل سوار ساتھ رہے۔کیونکہ بعض دفعہ کوئی فوری ضرورت پیش آجاتی ہے۔چنانچہ میں اکثر یہ خدمت بجا لاتا تھا۔مجھے یاد ہے۔ایک مرتبہ حضور حضرت ام المومنین کے ساتھ لارنس گارڈن میں سیر کیلئے تشریف لے گئے۔حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے۔حضرت اقدس نے مجھے فرمایا کہ کہیں سے دودھ اور برف مل سکتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور! سب کچھ مل سکتا ہے چنانچہ میں سائیکل پر لارنس گارڈن سے باہر دکان پر گیا۔معلوم ہوا دودھ اور برف تو موجود ہے مگر برتن نہیں۔پاس ہی باغ میں ایک کنواں تھا۔وہاں مالی سے میں نے ایک ٹنڈ لینے کی اجازت لی اس نے مجھے ''مھل'' سے کھول کر دی۔میں وہ ساتھ لے گیا اور اس میں دودھ اور برف لایا۔حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت ام المومنین نے بھی پیا اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔فرمایا۔

آپ کو یہ ٹنڈ کہاں سے ملی؟ عرض کیا حضور! اس کوئیں کے مالی سے مانگ کر لایا ہوں۔ فرمایا۔ اب اس کو واپس دے آؤ۔ چنانچہ میں گیا اور اس کو واپس دے آیا۔ یہ آخری بار آنے کی بات ہے۔

۱۱۔ اسی سفر کا ایک اور واقعہ ہے بلکہ بالکل آخری واقعہ! عصر کا وقت تھا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ چلو سیر کو چلیں۔ میں باہر برآمدے میں کھڑا سن رہا تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ چند سطریں رہ گئی ہیں پھر ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور کوئی آدھ گھنٹے کے بعد فارغ ہو گئے۔ اور جب باہر تشریف لائے تو ایک صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آج ہم نے اپنا کام ختم کر دیا ہے۔ پھر فٹن پر سوار ہو کر سیر کو تشریف لے گئے۔ ٹھنڈی سڑک سے ہو کر انارکلی میں تشریف لائے۔ مجھے حکم دیا کہ کیسری کی دوکان پر فٹن کھڑی کرنا۔ چنانچہ کیسری کی دوکان پر جب ہم پہنچے (کیسری ایک ہندو کا نام تھا۔ انارکلی میں اس کی سوڈا واٹر کی مشہور دکان تھی لوہاری دروازہ سے باہر جب انارکلی میں داخل ہوں تو دس بارہ دکانوں کے بعد بائیں طرف وہ دکان تھی۔ حضرت اقدس بازار ہی میں فٹن کھڑی کر کے سوڈا منگوایا کرتے تھے دوکان کے اندر نہیں جاتے تھے۔ مؤلف) فٹن کھڑی کر کے حضور نے فرمایا کہ لیمن کی دو بوتلیں تھوڑی سی برف ڈال کر لائیں۔ چنانچہ میں نے دو بوتلیں معہ برف حضرت کی خدمت میں پیش کیں۔ ایک حضرت نے اور دوسری ام المومنین نے نوش فرمائی۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ وہ دہلی والا کچوریاں بنا رہا ہے اس سے دو آنہ کی کچوریاں لائیں۔ چنانچہ میں گیا اور کچوریاں لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کیں۔ پھر وہاں سے لوہاری دروازے سے ہوتے ہوئے ریلوے روڈ پر سیر کرتے ہوئے خواجہ کمال الدین کے مکان پر مغرب کے وقت کے بعد پہنچ گئے۔ میں گھر چلا گیا اور صبح کو سیدھا دکان پر چلا گیا۔ جب چٹھی رساں ڈاک لایا تو اس نے کہا کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ وہاں بہت خلقت جمع ہے۔ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ میں اس سے بہت ناراض ہوا اور سخت سست کہا۔ اس کی بات سے مجھے کوئی یقین نہ آیا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے آ کر کہا کہ تمہارا مرزا فوت ہو گیا ہے۔ تب میں نے اس کو بھی شرمندہ کیا اور کہا کہ تم لوگ ہمیشہ جھوٹ بولنے کے عادی ہو۔ مگر ان دونوں

پیغاموں سے میرا دل تشویش میں پڑ گیا۔ میں نے ایک اپنا خاص ملازم سائیکل سوار بھیجا کہ جاؤ! خبر لاؤ کیا بات ہے؟ میرا آدمی جا چکا تھا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس معہ خواجہ کمال الدین صاحب کے میری دکان پر ٹانگے میں پہنچ گئے اور کہا کہ حضرت صاحب کا وصال ہوگیا ہے۔تب میرا دل پژمردہ ہوگیا اور میں سکتہ کی حالت میں ہوگیا اور دل میں کہا کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے۔ میں نے بھی بائیسکل اٹھائی اور بھاگا۔ جب وہاں پہنچا تو غیر احمدیوں کا بے شمار ہجوم باہر نعرے لگا رہا تھا اور بکواس کر رہے تھے۔ میں جب اندر گیا۔حضرت مولوی نورالدین صاحب بیٹھے تھے اور وفات کا ذکر ہو رہا تھا۔ پھر مجھے یقین ہوا کہ واقعی وفات ہوگئی ہے۔

بعد ازاں میں اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سڑک پر کھڑے تھے کہ ایک مخالف شخص جو وہ بھی ڈاکٹر تھا اور اس کا نام سعید تھا۔اس نے کہا کہ مرزا فوت ہوگیا ہے۔اب بتاؤ۔تمہاری پیشگوئیاں کہاں گئیں اور وہ کس طرح پوری ہوں گی ۔ میں حیران تھا کہ میں کیا جواب دوں مگر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے جواب دیا کہ وہ پیشگوئیاں اب ہمارے ذریعے پوری ہوں گی ۔ مجھے ان کے اس جواب سے بہت فائدہ پہنچا۔پھر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب سول سرجن کو بلا لائے ۔اس نے آ کر نعش مبارک کا ملاحظہ کیا اور سرٹیفکیٹ دیا۔ پھر بعد اس کے خاکسار ۔نور محمد (جو بعد میں جماعت سے الگ ہوگیا) اور خلیفہ رجب الدین صاحب اور چند اور دوستوں نے ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکان میں نیچے غسل دیا اور کفنایا۔اتنے میں خلیفہ رجب الدین کو خیال آیا کہ باہر لوگ مشہور کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہاتھ پاؤں میں (نعوذ باللہ) کوڑھ ہوگیا ہے اور یہ بات بعد میں آنے والوں کے لئے پریشانی کا موجب ہوگی۔ ہم کیوں نہ لوگوں کو زیارت کرائیں۔ چنانچہ میں نے خلیفہ رجب الدین صاحب کی اس بات سے اتفاق کیا۔ میں اور خلیفہ صاحب سڑک پر چلے گئے اور جا کر آواز دی کہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں جو شخص زیارت کرنا چاہے بلا تمیز مذہب وملت زیارت کر سکتا ہے۔ چنانچہ چالیس چالیس، پچاس پچاس لوگ اکٹھے آتے تھے اور ہم نے حضرت صاحب کے پاؤں اور ہاتھ اور منہ کھلے

رکھے ہوئے تھے۔لوگ زیارت کر کے جاتے تھے۔ ہندو لوگ میّت کو دیکھ کر ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو زندہ ہی لیٹے ہوئے ہیں ان کے چہرہ پر موت کا کوئی نشان نہیں ہے۔اس روز ہم نے دوپہر کے وقت لوگوں کو پے درپے زیارت کرائی۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے باہر سڑک پر جمگھٹا لگایا ہوا تھا اور لوگوں کو کہتا تھا کہ مرزا صاحب کو (نعوذ باللہ) جذام ہو گیا ہے۔کبھی کہتا تھا کہ ہیضہ سے مر گئے ہیں۔لوگوں نے اس کی باتوں سے متاثر ہو کر شہر میں ایک جلوس نکالا۔ایک آدمی کا منہ کالا کر دیا۔اس کو میّت بنا کر چارپائی پر لٹا دیا اور بازاروں میں گھوم کر کہنا شروع کر دیا کہ ''ہائے ہائے مرزا مر گیا'' اور بھی کئی قسم کی بیہودہ آوازیں نکالتے تھے۔

غرض جب لوگ زیارت کر چکے تو خلیفہ رجب الدین صاحب نے اپنی کنگھی جیب سے نکالی اور حضرت اقدس کی داڑھی مبارک میں کنگھی کی تاکہ بال سیدھے ہو جائیں اور جو بال اس میں سے کنگھی کے ساتھ نکلے وہ انہوں نے اپنے پاس رکھ لئے۔اس کے بعد حضرت صاحب کا جنازہ اٹھا کر صندوق میں برف ڈال کر بند کر دیا گیا۔اوپر روئی رکھ دی گئی اور گاڑی پر بٹالہ تک لے گئے۔ میں اس ڈبہ میں بیٹھا تھا جس میں نعش مبارک تھی۔ایک دو اور آدمی بھی تھے جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں۔

۱۲۔شیخ رحمت اللہ صاحب نے جب اپنے بھائی شیخ محبوب علی صاحب سے دکان الگ کی اور ٹھنڈی سڑک پر لے گئے تو ان ایام میں حضرت اقدس لاہور میں تھے۔انہوں نے حضرت صاحب کو دعوت دی اور دکان میں سے گذار کر دکان کے پیچھے جو کمرہ تھا اور نشست گاہ کا کام دیتا تھا اس میں لے جانے کی کوشش کی۔مگر حضرت صاحب نے دکان سے گذر کر جانا منظور نہ کیا۔کسی دوسرے راستہ سے گذر کر وہاں پہنچے۔فرمایا کہ ہم دکان سے گذر کر نہیں جائیں گے۔میں بھی حضرت صاحب کے ساتھ ہی اس کمرہ میں گیا تھا۔باتیں ہوتی رہیں۔ شیخ صاحب نے بمبئی کے سرخ کیلوں کا ایک گچھا پیش کیا۔حضور نے فرمایا مجھے زکام ہے میں نہیں کھا سکتا۔انہوں نے بہت اصرار کیا کہ حضور ایک تو کھائیں۔حضور نے ان کے اصرار پر ایک کیلا اپنے ہاتھ میں لیا اور چھیل کر تناول فرمایا۔جس سے حضور کو کچھ تکلیف ہوئی اور فرمایا

کہ کیلے کی وجہ سے ریزش زیادہ ہوگئی ہے۔ پھر حضور وہاں سے باہر کی طرف سے ہی تشریف لے آئے دکان کے اندر سے نہیں گزرے۔

۱۳۔ گورداسپور دورانِ مقدمات میں حضرت صاحب نے وہیں رہنا شروع کر دیا تھا۔ ایک دن کسی ریڈر نے خواجہ صاحب کے کان میں کہہ دیا کہ کل فیصلہ سنایا جائے گا اور مجسٹریٹ مرزا صاحب کو سزا دینے کا خیال رکھتا ہے۔ آپ کوئی بندوبست کریں۔ چنانچہ خواجہ صاحب گھبرائے ہوئے حضرت صاحب کے اس مکان میں تشریف لائے جہاں حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ میں بھی خواجہ صاحب کے پیچھے ہولیا۔ جب ہم داخل ہوئے تو حضرت صاحب چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم پاس بیٹھ گئے۔ خواجہ صاحب نے وہ تشویشناک بات حضرت صاحب کو سنائی کہ مجسٹریٹ کا ارادہ قید کرنے کا ہے یا کہا کہ جسمانی سزا دینے کا ہے جونہی حضرت صاحب کے کان میں یہ آواز پہنچی۔ حضور اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے:

''خواجہ صاحب! کیا وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالے گا؟ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ خدا نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میں تیری حفاظت کروں گا''۔

ہم مطمئن ہوگئے اور باہر آگئے۔

دوسرے دن ڈپٹی کمشنر کے کمرہ کے باہر کسی اہلکار نے آکر ہمارے سامنے بیان کیا کہ مجسٹریٹ نے فیصلہ حضرت صاحب کے خلاف کیا تھا۔ یعنی اس نے قید کرنے کا فیصلہ لکھا تھا۔ مگر جب ڈپٹی کمشنر نے وہ فیصلہ پڑھا تو کہا کہ نہیں نہیں۔ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہے۔ اگر جرم ثابت ہے تو صرف جرمانہ کی سزا ہوگی۔ چنانچہ مجبوراً اس نے پانچ سو روپیہ جرمانہ کر دیا اور فیصلہ پونے چار بجے شام سنایا اور دن بھی ہفتے کا تھا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ اتوار کا دن تو قید رہیں۔ مگر پہلے سے روپے کا انتظام کیا گیا تھا جو فوراً اس کے حوالے کر دیا گیا مگر عدالت عالیہ سے اپیل پر واپس مل گیا۔

۱۴۔ میرے پیٹ میں بائیں طرف رسولی ہوگئی۔ میں ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے پاس ہی رہا کرتا تھا۔ (ڈاکٹر صاحب ۲۶ اور ۲۷۔ اپریل ۱۹۳۹ء کی درمیانی رات کو دس بجے

وفات پا گئے۔مؤلف) انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ اس کا جلدی آپریشن کرائیں۔ میں نے ان کو کہا کہ میں حضرت صاحب سے پوچھ کرآپریشن کراؤں گا۔ چنانچہ میں قادیان چلا گیا۔حضرت اقدس مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ میں نے رونی شکل بنائی۔ مایوس تو پہلے ہی تھا۔عرض کیا کہ حضرت ! میں تو اب بہت خوفزدہ ہوں۔ڈاکٹر میرا پیٹ چاک کریں گے' پتہ نہیں نتیجہ کیا نکلے گا۔تب حضور نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا۔حضور کی آنکھوں سے محبت کا اظہار ہو رہا تھا۔فرمایا کہاں ہے رسولی؟ حضور نے اپنا دست مبارک تین چار دفعہ اس پر پھیرا۔اور فرمایا۔تین چار سال تک کوئی آپریشن نہ کرائیں۔بعض رسولیاں بڑھا نہیں کرتیں۔اگر اس عرصہ کے بعد ضرورت ہوئی تو آپریشن کرا لینا۔ چنانچہ اس بات کو اب ۳۶ سال کا عرصہ گذر رہا ہے مگر وہ وہاں کی وہاں ہے۔آگے نہیں بڑھی۔

۱۵۔ جب حضرت اقدس لیکچر کے ارادہ سے لاہور تشریف لائے تو کسی شخص نے ایک کارڈ لکھا کہ جب آپ باہر نکلیں گے تو میں آپ کا پیٹ چاک کر دوں گا۔حضور نے اس کو معمولی بات سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کی۔مگر یہ بات کہیں باہر نکلتے نکلتے پولیس کے محکمے میں پہنچ گئی۔ وہاں سے کوئی افسر دریافت کرنے کے لئے آ گیا کہ کیا کوئی ایسا کارڈ آیا ہے؟ حضور نے فرمایا۔ ہاں کارڈ آیا ہے۔اس کے طلب کرنے پر حضور نے وہ کارڈ اس کے حوالہ کر دیا۔وہ کارڈ لے گیا۔دو دن کے بعد ڈپٹی کمشنر نے کہلا بھیجا کہ حضور اگر پسند فرمائیں تو اس لیکچر کو لیٹ کر دیں تا کہ گورنمنٹ حفظ امن کے لئے انتظام کر لے۔ چنانچہ حضور نے اس کو دوسرے ہفتے تک ملتوی کر دیا۔جس دن حضور کا لیکچر تھا۔میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان میں حضور تشریف فرما تھے۔ یہاں سے لیکر منڈوہ (عقب داتا گنج بخش) تک جو لیکچر گاہ تھی۔ پولیس' فوج' رسالہ کا کافی انتظام تھا۔چھڑکاؤ کا بڑا انتظام تھا۔کوتوال شہر رحمت اللہ خاں کے نام آرڈر تھا کہ حضرت اقدس کو قیام گاہ سے لے کر جلسہ گاہ تک پہنچانا اور جلسہ گاہ سے لے کر پھر قیام گاہ تک پہنچانا تمہارے ذمہ ہے۔ چنانچہ وہ باوردی آ گئے۔اور مجھ سے ہی آ کر پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا۔حضرت اوپر ہیں۔اس نے کہا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔حضور نے فرمایا۔اوپر آ

جائیں۔ وہ اوپر آ گئے۔ بعد سلام عرض کی کہ حضور تشریف لے چلیں۔ حضرت صاحب اس کے ساتھ نیچے اتر آئے اور فٹن میں بیٹھ گئے۔ وہ بائیں طرف بیٹھ گیا۔ میں باہر فٹن کے فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا کوئی ایک دو دوست آگے بھی کھڑے ہو گئے کوئی پیچھے بھی کھڑے ہو گئے۔ فٹن آہستہ آہستہ چل پڑی۔ فٹن کے آگے ایک رسالہ تھا اور سڑک کے دونوں طرف پولیس کافی تعداد میں کھڑی تھی۔ سوار بھی پھر رہے تھے اور گوروں کی پلٹنیں اس کے علاوہ تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ مرزا ہے یا کٹک آ گیا ہے (کٹک کے معنی فوج ہی فوج کے ہیں) جب منڈوہ پہنچے تو اس کے اردگرد بھی گورا پلٹنیں تھیں اور کچھ فاصلہ پر پولیس کا انتظام بھی کافی تھا۔ جب اندر داخل ہوئے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے لیکچر پڑھنا شروع کیا۔ ہزار ہا آدمیوں کا مجمع تھا۔ سناٹا چھایا ہوا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز تھی کہ حشر تھا۔ بعض گورے کہتے تھے کہ اتنا لاؤڈ بولنے والا ہم نے اپنی لائف میں نہیں دیکھا۔ منڈوہ کے باہر بھی فرلانگ فرلانگ تک مولوی صاحب کی آواز جاتی تھی اور صحیح سنی جاتی تھی۔ جب لیکچر ختم ہوا تو لوگوں کے اصرار پر حضرت صاحب بھی کھڑے ہوئے کیونکہ وہ حضور کی زبان مبارک سے کچھ سننا چاہتے تھے۔ حضرت صاحب نے چند منٹ تقریر فرمائی۔

سولہ دن حضور کا قیام لاہور میں رہا۔ کھانے کا انتظام جن احباب کے سپرد تھا ان میں میں بھی شامل تھا۔ غالباً خلیفہ رجب دین صاحب نے کسی مہمان کو کہہ دیا کہ پانی بھی ساتھ پیو۔ یہ بات کسی طرح سے حضرت اقدس کے حضور بھی پہنچ گئی کہ مہمانوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور کھانا خاطر خواہ نہیں ملتا۔ حضور باہر تشریف لائے اور دروازہ میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ کون منتظم ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ حضور! ہم حضور کے خادم ہیں۔ فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ مہمانوں کو کھانا اچھا نہیں ملتا اور بعض کو کہا جاتا ہے کہ بازار سے کھاؤ۔ کیا یہ صحیح بات ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ حضرت بے تکلفی میں کسی نے کہہ دیا ہے ورنہ انتظام سب ٹھیک ہے۔ فرمایا۔ نہیں! ہم اپنے لنگر کا انتظام خود کریں گے۔ مہمان ہمارے ہیں اور لنگر کا انتظام بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ بعض دوستوں نے مل کر معافی کی درخواست کی اور آئندہ احتیاط کا وعدہ کیا۔ حضور نے معاف فرما دیا اور لنگر جماعت لاہور کی طرف سے جاری رہا۔

۱۶۔ جلسہ سالانہ کا موقعہ تھا اور یہ مہمان خانہ (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والا مکان) نیا بنا ہی تھا خواجہ کمال الدین صاحب کو خیال تھا کہ آج شب دیگ پکائیں۔شب دیگ کیا ہوتی ہے کہ ایک بکرا ذبح کروا کر اس میں شلجم آدھے آدھے کروا کر اور کافی مقدار میں گھی ڈال کر دیگ چولہے پر چڑھا دی جاتی ہے اور وہ ساری رات چولہے پر رہتی ہے۔خواجہ کمال الدین صاحب نے لنگر خانہ میں یہ آرڈر دے دیا کہ ایک بکرا ذبح کر کے فوراً لاؤ اور کافی مقدار میں شلجم اور گھی لاؤ اور شام کے وقت باورچی کو بلا کر کہا کہ دیگ چولہے پر رکھ دو۔دسمبر کا مہینہ تھا۔گوشت بھون کر اس میں شلجم ڈال کر چولہے پر رکھ دیا گیا۔ وہ پک رہا تھا اور خواجہ صاحب تو کسی اور جگہ ٹھہرے ہوئے تھے مگر میں اس مہمان خانہ میں ہی تھا۔آدھی رات کے وقت مجھے سیڑھیوں میں سے کسی کے اترنے کی آواز آئی۔میں چوکنا ہو گیا۔جب دیکھا تو حضرت صاحب اپنے مکان سے نیچے اتر رہے تھے۔میں تو حضور کو دیکھ کر سہم گیا۔حضور نے فرمایا۔کیا پک رہا ہے؟ میں نے کہا۔حضور یہ شب دیگ ہے۔فرمایا۔ شب دیگ کیا ہوتی ہے؟ میں نے اس کی تفصیل عرض کر دی۔فرمایا۔کس نے پکوائی ہے؟ میں نے عرض کیا۔حضور یہ خواجہ صاحب نے پکوائی ہے۔حضور یہ سن کر خاموش ہو گئے مگر حضور کا چہرہ کسی قدر متغیر ہو گیا۔میں وہاں لیٹا ہوا تھا۔رات کا کافی حصہ گذر گیا۔آگ بجھ گئی۔تین چار کتے آئے۔انہوں دیگ کو نیچے پھینکا اور گوشت کھانے لگ گئے۔جب سحری کا وقت ہوا اور ہم نے دیکھا کہ دیگ نیچے پڑی ہے تو ہم نے خواجہ صاحب کو بلایا۔وہ بھی تشریف لے آئے۔دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔فرمانے لگے۔یہ باقی جو بچ گئی ہے اس کا کیا کیا جائے۔آپ ہی فرمانے لگے۔حضرت صاحب سے نماز کے بعد مسئلہ پوچھیں گے کہ آیا چوہڑے کو دے دی جائے۔کیا جائز ہے؟ جب حضور سے پوچھا گیا تو حضور نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے پہلے چوہڑے کو پوچھ لینا چاہئے کہ آیا وہ کتے کا جھوٹا کھانا پسند کریں گے؟ اس کے بعد حضور نے کچھ ایسے الفاظ فرمائے جن کا مفہوم یہ تھا کہ یہ اسراف ہے۔جب دن نکلنے پر چوہڑے کو پوچھا گیا تو اس نے کہا۔میاں آپ ہی کھاؤ ہم نہیں کھاتے۔

۱۷۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور میں دوپہر کے وقت قادیان

پہنچے۔حضور نے ہم سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ ہم نے عرض کیا حضور! ہم روزہ دار ہیں۔حضور اندر تشریف لے گئے۔ پانی لائے اور ہمارے روزے افطار کروا دیئے۔فرمایا کہ سفر میں روزہ کیسا؟ اسی روز دوسری گاڑی سے شیخ رحمت اللہ صاحب پہنچے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔آپ کو روزہ ہے؟ شیخ صاحب نے عرض کی۔ ہاں حضور! روزہ ہے۔فرمایا۔اب تو تھوڑا دن رہ گیا ہے آپ روزہ پورا کرلیں چنانچہ شیخ صاحب نے روزہ پورا کرلیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔عصر کا وقت تھا اور گرمیوں کا موسم تھا۔

حضرت منشی محبوب عالم صاحب راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد کے مالک تھے۔آپ جب آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو آپ کے بڑے صاحبزادہ محترم قاضی محمود احمد صاحب نے آپ کی بہت خدمت کی۔ بلکہ آخری چند ماہ میں تو آپ کے لئے مسجد دارالذکر کی سفید زمین میں تبدیلی آب وہوا کے لئے ایک کمرہ تیار کروایا تھا۔ چنانچہ وہیں آپ کی وفات ہوئی اور آپ ۱۹۔ جولائی ۱۹۵۲ءکو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔جنہوں نے ۱۹۰۶ء میں بیعت کی اور ۲۵ فروری ۱۹۶۰ءکو ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد: محمود احمد‘ مسعود احمد مرحوم‘ رشید احمد‘ ناصر احمد‘ امۃ العزیز بیگم اہلیہ مولوی محبّ الرحمٰن صاحب‘ آمنہ صدیقہ بیوہ مرزا مولا بخش صاحب مرحوم‘ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ احمد حسن صاحب‘ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک محمد خان صاحب‘ نصرت جہاں بیگم صاحبہ اہلیہ ملک سعادت احمد صاحب

محترم شیخ عبدالکریم صاحب گنج مغلپورہ

ولادت: بیعت: ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء

خاکسار کے اس سوال پر کہ آپ کب اور کس طرح احمدی ہوئے؟ محترم شیخ عبدالکریم صاحب آف گنج مغلپورہ نے فرمایا:

میں وزیر چک نزد فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کا باشندہ ہوں۔ ۱۸۹۷ء میں قادیان حصول تعلیم کیلئے گیا اور تیسری جماعت میں داخلہ لیا۔ اس کے سال ڈیڑھ سال بعد بیعت

کی۔قادیان میں نویں کلاس میں پڑھتا تھا کہ بیمار ہو گیا اور تعلیم چھوڑنا پڑی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۴ء میں لیکچر دینے کیلئے تشریف لائے تو میں بھی ساتھ آ گیا۔ مجھے حافظ حامد علی صاحب سید مٹھا کے حکیم فضل الٰہی صاحب کے پاس لے گئے (حکیم صاحب بھی احمدی تھے) اور کہا کہ اس بچے کو کہیں ملازم کروا دیں۔حکیم صاحب مجھے دلباغ رائے کے پاس لے گئے وہ البرٹ پریس پرانی انارکلی کے مالک تھے۔ چنانچہ میں نے اس پریس میں کمپوزیٹر کا کام سیکھا۔میرے والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بابو غلام محمد صاحب فورمین کو خط لکھوایا کہ وہ مجھے کہیں ملازم کروا دیں۔ چنانچہ حضور نے لکھا کہ ''حامل ہذا کے بچے عبدالکریم کو ملازم کروا دیں'' یہ حضور کے خط کا مفہوم ہے۔اصل خط بھی کہیں محفوظ ہوگا۔ بہرحال جب وہ خط بابو صاحب کو ملا تو انہوں نے مجھے ریلوے میں ملازم کروا دیا۔ جہاں سے میں ۳۶ سال کی ملازمت کے بعد ریٹائر ہوا۔ایک سال گھر رہا۔ پھر دفتر والوں نے بلا لیا اور ایک سال دس ماہ ملازم رکھا۔

اولاد: عبدالقدیر۔سلیمہ بیگم۔امۃ اللہ۔سعیدہ بانو۔فہمیدہ۔لئیقہ۔درشہوار۔بشریٰ ثمین۔عبدالحی

حضرت میاں معراج دین صاحب پہلوان

ولادت: ۱۸۸۰ء بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۲۲۔مارچ ۱۹۶۵ء

حضرت میاں معراج دین صاحب پہلوان حلقہ بھاٹی گیٹ محلّہ پٹ رنگاں لاہور بہت پرانے بزرگ ہیں۔ پہلوانی میں مصروف رہنے کی وجہ سے زیادہ علمی کام نہیں کر سکے۔ باوجود معمر ہونے کے اب بھی جسم خاصا مضبوط ہے۔اندرون بھاٹی میں اپنے بھائی محترم حکیم سراج الدین صاحب کے ساتھ محلّہ پٹ رنگاں میں رہتے ہیں۔فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے استاد کے کاغذات لے کر محلّہ وچھووالی میں پنڈت لیکھرام کے پاس جایا کرتا تھا۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ آپ کی احمدیت کا باعث کیا ہوا۔فرمایا کہ

میاں عبدالعزیز صاحب مغل ہمارے محلّہ میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ پنڈت لیکھرام کے قتل کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔تمام شہر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی

کے پورا ہونے کا چرچا رہتا تھا کہ ۱۸۹۸ء میں حضور ہمارے بازار بھاٹی دروازہ میں سے گذرے۔حضور کے ساتھ کوئی تیس کے قریب آدمی تھے۔ مجھے اور میاں مولا بخش صاحب دکاندار کو جب علم ہوا ہم بھی حضور کی زیارت کیلئے بازار میں پہنچے۔میاں مولا بخش صاحب نے حضور کو دیکھ کر پہلے ایک اچھا سا کلمہ کہا جو مجھے یاد نہیں۔اور پھر کہا۔سبحان اللہ! یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہوسکتا۔مولا بخش صاحب احمدی نہیں ہوئے مگر مخالفت بھی کبھی نہیں کی۔

ایک شخص مولوی ٹاہلی (ٹاہلی پنجابی میں شیشم کے درخت کو کہتے ہیں۔ناقل) کے نام سے مشہور تھا۔ یہ میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے مکان کے سامنے شیشم کے درخت پر چڑھ کر بکواس کیا کرتا تھا۔ ہم نے اسے دیکھا کہ وہ ایسا ذلیل ہوا کہ بالکل مخبوط الحواس ہوکر پرانے کپڑوں کی گانٹھ پیٹھ کے پیچھے اٹھائے پھرتا تھا اور سر پر بھی چیتھڑے ہوتے تھے اور پاگلوں کی طرح پھرا کرتا تھا۔اسی حالت میں مَر گیا۔

ایک شخص پیر بخش نام ہوا کرتا تھا۔رسالہ تائید الاسلام کا ایڈیٹر تھا۔ایک دفعہ اس نے ہماری دوکان پر کہا کہ تم کہا کرتے ہو **انی مھین من اراد اھانتک** مرزا صاحب کا الہام ہے۔ میں ایک لمبے عرصے سے توہین کر رہا ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ عطاء اللہ صاحب نے ہمیں کہا کہ آج کی تاریخ نوٹ کرلو۔ یہ شخص پکڑا گیا ہے۔ بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کا لڑکا حکومت افغانستان کی طرف سے ولایت میں ایک مشینری خریدنے گیا ہوا تھا کہ وہاں ہی مَر گیا۔ جب اس کی وفات کی خبر پیر بخش کو پہنچی تو وہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ چنانچہ اسے فالج ہوگیا اور اسی مرض میں مبتلا ہوکر وہ مَر گیا۔

افسوس حضرت میاں معراج الدین صاحب پہلوان کل مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء کو صبح دس بجے چند روز بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔آج مورخہ ۲۳۔ مارچ ۱۹۶۵ء کو بھاٹی دروازہ کے باہر ایک بہت بڑے مجمع میں جس میں محترم جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت لاہور بھی موجود تھے۔خاکسار کو ان کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔اسی وقت نعش بہشتی مقبرہ ربوہ میں صالحین جماعت احمدیہ کے ساتھ دفن کرنے کے لئے ربوہ لے جائی گئی۔ **انا للّٰہ ونا الیہ راجعون**۔

اولاد: ظہور دین مرحوم، بختاور، سلیمہ۔

محترم صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف (غیر مبائع)

ولادت: بیعت: ۱۸۹۷ء وفات:

میاں احمد دین صاحب ڈوری باف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں غالباً ۱۸۹۷ء سے قبل بیعت کی تھی۔ موتی بازار میں دکان کرتے تھے۔ تبلیغ کا بھی شوق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ ملہم ہونے کا بھی دعویٰ تھا۔ عجیب عجیب باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں وفات پائی۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

نوٹ: بعض احباب سے زبانی دریافت کرنے پر پتہ چلا تھا کہ میاں احمد دین صاحب ڈوری باف نے ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ بیعت کی تھی۔ اس لئے ۱۸۹۸ء کے صحابہ میں ان کے حالات درج کئے گئے۔ لیکن جب ۱۸۹۷ء کے صحابہ کے حالات کی کتابت ہو چکی تھی تو اتفاقاً حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی کتاب ''احمد صادق'' کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ میاں احمد دین صاحب ۱۸۹۷ء سے بھی پہلے کے احمدی تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:

> ''لاہور میں ایک احمدی بھائی صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف ایک غریب ان پڑھ مخلص احمدی تھے۔ ۱۸۹۷ء میں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چند اور خدام کے ساتھ ایک شہادت کے واسطے ملتان تشریف لے گئے تھے تو راستہ میں لاہور میں ایک دو روز ٹھہرے۔ صوفی احمد دین صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے گھر میں جا کر کھانا کھائیں اور محبت کے جوش میں جلدی سے یہ بھی کہہ دیا کہ بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ دعوت کرتا ہوں۔ اگر حضور مجھے غریب جان کر نا منظور کریں گے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور دعوت قبول کی اور ان کے مکان پر تشریف لے گئے جو ایک غریبانہ تنگ سا مکان تھا اور اس کی دیواروں پر ہر طرف سے پاتھیاں تھپی ہوئی تھیں''۔ ۳۵؎

محترم میاں محمد امین صاحب

ولادت:　　　　بیعت: ۱۸۹۸ء یا اس سے قبل　　　　وفات:

محترم میاں محمد امین صاحب ڈنگہ ضلع گجرات کے باشندہ تھے۔ ریلوے ایگزامینر دفتر لاہور میں ملازم تھے۔ لاہور کے کسی حلقہ کے سیکرٹری مال بھی تھے۔ تین بھائی تھے۔ میاں گل حسن، غلام حسن اور میاں محمد امین۔ تینوں صحابی تھے۔ ان کے والد محترم بھی صحابی تھے۔ میاں محمد امین صاحب ملازمت سے فارغ ہوکر قادیان چلے گئے تھے۔ وہیں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

نوٹ: رسالہ ''واقعہ ناگزیر'' مشتمل برحالات حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس مصنفہ حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے صفحہ ۲۷۔ ۲۸ پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا ایک خط درج ہے جس پر تاریخ ۱۱۔ستمبر ۱۸۹۸ء لکھی ہے۔ اس خط میں احباب لاہور کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے اس فہرست میں میاں گل حسن اور میاں غلام حسن☆ کے نام بھی درج ہیں۔ یہ خط اس امر کا ثبوت ہے کہ ان حضرات کی بیعت بہرحال ۱۸۹۸ء کی یا اس سے پہلے کی تھی۔

محترم میاں محمد سلطان صاحب درزیؓ

ولادت: ۱۸۸۰ء　　　　بیعت: ۱۸۹۸ء سے قبل　　　　وفات:

لاہور کے ایک صحابی حضرت میاں محمد سلطان صاحب درزی کا ذکر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی کتاب ''احمد صادق'' کے صفحہ ۸۴ پر آتا ہے۔ اس میں حضرت مفتی صاحبؓ نے لکھا ہے کہ میاں محمد سلطان صاحب لاہور میں درزی کا کام کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۸۹۹ء میں جب کہ حضرت اقدس کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' لکھ رہے تھے۔ ذکر کیا کہ وہ ایک دفعہ افغانستان گئے تھے اور وہاں ایک قبر☆☆ دیکھی تھی جو لامک نبی کی قبر کے نام سے مشہور تھی۔ اس پر حضرت نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ

☆ محترم ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ غلام حسن نہیں غلام حسین تھا۔ بھائی کا نام بے شک گل خان تھا۔

☆☆ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر جاتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام افغانستان میں کسی جگہ چند روز ٹھہرے ہیں اور وہاں کے لوگوں نے یادگار کے طور پر قبر بنالی ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔ (مؤلف)

کسی عبرانی لغت سے لامک کے معنی دیکھئے۔مفتی صاحب نے لغت دیکھ کر بتایا کہ ''لامک'' کے ایک معنی ''جمع کرنے والا'' ہیں۔اور حضرت مسیح بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کیلئے آئے تھے۔ یہ سن کر حضرت اقدس کو بہت خوشی ہوئی اور سجدہ بھی کیا۔

حضرت چوہدری الہ بخش صاحبؓ مالک سٹیم پریس قادیان

ولادت: ۱۸۸۷ء بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۶۔اکتوبر ۱۹۵۷ء عمر: ۷۰سال

حضرت چوہدری الہ بخش صاحب رضی اللہ عنہ کو خاکسار اس وقت سے جانتا ہے جب کہ وہ قادیان میں سٹیم پریس کے ذریعہ سے سلسلہ کا لٹریچر شائع کیا کرتے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میری پہلی کتاب ''سیدالانبیاء'' بھی استاذی المکرّم حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلالپوری سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے انہی کے پریس سے شائع کروائی تھی۔ اس زمانہ میں ان کا پریس محلّہ دارالفضل قادیان میں تھا۔حضرت چوہدری صاحب چھوٹے قد کے تھے مگر جسم خوب مضبوط تھا۔تقسیم ملک کے بعد لاہور میں آ گئے۔ ان کی مالی حالت کمزور ہو چکی تھی۔ کشمیری بازار میں بیٹھ کر سُرمہ فروخت کیا کرتے تھے مگر جب بھی ملاقات ہوتی تھی نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ میں نے کم از کم ان کی زبان سے کبھی ایک حرف بھی شکوہ روزگار پر مشتمل نہیں سنا۔آپ بہت پرانے صحابی تھے۔۱۸۹۸ء میں بیعت کی اور ۶۔اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ستّر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد: عطاء اللہ۔عبدالمنان۔عنایت اللہ۔نعمت اللہ۔صبغت اللہ۔عصمت اللہ۔حمید اللہ۔ حفیظ اللہ۔فقیر اللہ۔امۃ الرحمٰن۔امۃ المنان۔امۃ الکریم مرحومہ۔

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ

ولادت: ۱۸۸۶ء بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۱۷۔مارچ ۱۹۶۱ء عمر: ۷۵سال

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ ملیاں ضلع امرتسر کے باشندہ تھے۔ان کے والد محترم کا نام حضرت میاں محمد بخش صاحب تھا۔وہ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔حضرت منشی صاحب قادیان میں مڈل پاس کرنے کے بعد پٹواری ہو گئے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کی زمینوں پر سندھ میں بطور مینیجر کام کرتے رہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانخانہ میں

بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ ہجرت کے چند سال بعد حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت لیہ میں زمینوں کے انتظام کیلئے گئے اور پھر نواں کوٹ لاہور میں رہائش اختیار کی اور یہیں وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

اولاد: سردار بیگم اہلیہ چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک' حمیدہ بیگم' کوکب ایوانی مرحوم

محترم مولوی محبّ الرحمٰن صاحب

ولادت: ۲۔جولائی ۱۸۸۹ء **بیعت:** ۹۹۔۱۸۹۸ء

محترم مولوی محبّ الرحمٰن ولد میاں حبیب الرحمٰن صاحب دہلی دروازہ لاہور نے فرمایا:

میری بیعت ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء کی ہے۔ خاکسار اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء میں دارالامان حاضر ہوا۔ شام کا کھانا مسجد مبارک کی چھت پر حضور کے ہمراہ کھایا۔ ان دنوں خاکسار پرہیزی کھانا کھاتا تھا۔ اس لئے حضرت اقدس نے خاص طور پر خاکسار کے متعلق دریافت فرمایا کہ محبّ الرحمٰن کے واسطے کھانا آیا ہے۔

خاکسار نے دیکھا کہ لوگ حضور کے آگے سے پس خوردہ اٹھا لیتے ہیں جس میں میرے والد صاحب بھی شریک تھے تو اس وقت کی عمر کے لحاظ سے مجھے یہ بات ناگوار گذری اور خلاف تہذیب معلوم ہوئی کیونکہ حضور نے ابھی کھانا ختم نہ فرمایا تھا۔

والد صاحب کا معمول تھا کہ ہر روز صبح کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت اقدس اس کمرہ میں جو مسجد مبارک کے ساتھ والی کوٹھری کے پہلو میں بڑا دالان ہے جس میں حضور بیٹھ کر تصنیف کا کام کرتے تھے۔ پردہ کرا کر بلا لیتے تھے۔ خاکسار بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت والد صاحب حضرت اقدس کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ایک دن حضرت والد صاحب نے دوران گفتگو میں عرض کیا کہ آیا زیور پر بھی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ فرمایا زکوٰۃ تو نہیں مگر اچھا ہے کہ کسی غریب کو کسی ضرورت کے موقعہ پر عاریۃً دے دیا جائے۔

اسی طرح حضرت والد صاحب نے تصویر کے متعلق پوچھا۔حضور نے تعجب سے فرمایا کہ اچھا ہمارے دوستوں نے بھی تصویریں خریدی ہیں۔ ہماری غرض یہ تو نہ تھی کہ دوست اپنے پاس رکھیں۔اگر آپ نے خریدی ہے تو کہیں ڈال چھوڑیں۔

بٹالہ سے والد صاحب ایک یکہ میں آئے تھے۔ایک ساتھ والے یکہ میں شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور بھی تھے۔ ہمارا یکہ جب مہمان خانہ کے دروازہ پر پہنچا تو والد صاحب نے حافظ حامد علی صاحب کو آواز دی اور یکہ میں سے خلاف معمول کود کر حضرت مسیح موعود کی طرف بھاگتے ہوئے چلے گئے۔خاکسار کو کوچوان نے اتار دیا اور اسباب یکہ سے نکال دیا۔ میں اس بات کو دیکھ کر حیران کھڑا تھا کہ حافظ حامد علی مہمانخانہ سے باہر آئے اور پوچھا کہ یہ اسباب میاں حبیب الرحمٰن صاحب کا ہے اور اٹھا کر اندر لے گئے اور خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کر کے واپس تشریف لائے۔ ہمارے لئے قیام کی جگہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے مطب کے اوپر کے کمرہ میں تھی اور اس جگہ چند یوم قیام کر کے واپس چلے گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب والد صاحب نے مجھے پیش کیا تو عرض کی کہ حضور اسے بیعت کروانے کے لئے لایا ہوں۔حضور نے فرمایا۔اس کی تو بیعت ہی ہے یا یہ کہ یہ تو بیعت میں ہی ہے۔ بیعت کرانے کی کیا ضرورت ہے۔لیکن والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور بیعت میں داخل ہو کر دعاؤں میں شامل ہو جائے گا اس پر حضور نے فرمایا کہ آج شام کو بیعت کر لیں گے۔ چنانچہ شام کو بعد نماز مغرب خاکسار نے بیعت کی۔اس وقت اور لوگوں نے بھی بیعت کی تھی۔

مسجد مبارک میں خاکسار نمازوں میں شامل ہوتا تھا۔اس وقت خراس موجود تھا لیکن اوپر چھت نہ تھی اور خراس کی عمارت اور گول کمرہ کے پردہ کی دیوار کے درمیان کچھ دیوار بنی ہوئی تھی۔جس کی وجہ سے ہمیں چکر کاٹ کر مسجد میں جانا پڑتا تھا۔ میں نے والد صاحب سے دریافت بھی کیا تھا کہ یہ دیوار کیوں بنی ہوئی ہے؟ اگر یہ دیوار نہ ہو تو راستہ سیدھا ہے۔ والد صاحب نے جو جواب دیا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

ایک دن حضور سیر کے لئے باہر تشریف لائے تو والد صاحب کے ہمراہ خاکسار بھی چوک میں حضور کا انتظار کر رہا تھا۔ حضور نے آتے ہی والد صاحب سے دریافت کیا کہ چائے پی لی ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں عادی نہیں۔ لیکن حضور واپس اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم کے ہاتھ ایک خوان لے کر واپس تشریف لائے اور والد صاحب کو فرمایا کہ چائے پی لیں۔ والد صاحب نے معذرت بھی کی لیکن حضور نے اصرار فرمایا۔ اس پر میں اور والد صاحب اوپر چلے گئے اور چائے پی۔ حضرت والد صاحب کو یہ احساس تھا کہ حضور نیچے انتظار فرما رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جلدی جلدی چند گھونٹ پیئے اور نیچے اتر آئے۔ مگر خاکسار آہستہ آہستہ چائے پیتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد والد مرحوم بھاگتے ہوئے آئے اور جلد چائے پینے کو کہا۔ اس پر میں نے بھی چائے ختم کی اور نیچے آ گیا۔ پھر حضور سیر کیلئے روانہ ہوئے۔ مگر تھوڑی دور جا کر خاکسار کو واپسی کا حکم دیا کہ تم تھک جاؤ گے۔ اس پر خاکسار کا دل اگرچہ واپس آنے کو نہ چاہتا تھا۔ مگر تعمیل ارشاد میں واپس آ گیا۔ چند دن والد صاحب کے ہمراہ وہاں رہ کر واپس حاجی پورہ چلا گیا۔

خاکسار ۱۹۰۱ء سے لیکر ۱۹۰۳ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں چھٹی اور ساتویں اور آٹھویں جماعت میں تعلیم پاتا رہا۔ ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء میں بھی خاکسار کو دارالامان میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ حضور کے ساتھ پہلو بہ پہلو بہت سی نمازیں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور کی تقاریر سننے اور ایک بار حضور کے یاد کرنے پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ محترم مولوی صاحب نے خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ کے زمانہ میں جماعت لاہور میں بہت قابل قدر کام کیا ہے۔ آپ کی اصل رہائش ریاست کپورتھلہ میں پھگواڑہ کے قریب ایک گاؤں حاجی پورہ میں تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت میاں حبیب الرحمٰن صاحب اوّل درجہ کے مخلصین میں سے تھے۔ بغرض ملازمت آپ ۱۹۱۰ء میں لاہور تشریف لائے اور جنرل پوسٹ آفس میں ملازمت اختیار کر لی۔ پہلے چند روز پرانی انارکلی میں اپنے کسی عزیز کے ہاں قیام فرمایا۔ مگر پھر جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے شوق میں احمدیہ بلڈنگس میں ایک چوبارہ کرایہ پر لے لیا۔ خلافت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ جماعت میں اتفاق و اتحاد تھا۔ وفود کی شکل میں احباب تبلیغ کے لئے شہر میں

پھیل جایا کرتے تھے۔مولوی صاحب بھی اس تبلیغ میں بڑے ذوق شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے وصال پر جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو مبائعین کا مرکز حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک بن گیا۔آپ فرماتے تھے کہ

اس زمانہ میں حضرت سید دلاور شاہ صاحب اور حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل تبلیغ سلسلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔سید دلاور شاہ صاحب خطبات بھی دیتے تھے۔مباحثے بھی اور تقریریں بھی کرتے تھے۔محترم شیخ عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر مالیات کا کام کرتے تھے اور حضرت قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والے سلسلہ کے لئے چندوں میں اور غرباء کی امداد میں بیش بہا حصہ لیا کرتے تھے۔مولوی صاحب موصوف کو اپنے عرصہ قیام لاہور میں ربع صدی کے قریب خدمت کا موقعہ ملا۔اس عرصہ میں آپ سیکرٹری تبلیغ، سیکرٹری تعلیم وتربیت، سیکرٹری ضیافت، ناظم مسجد دہلی دروازہ اور امام الصلوٰۃ کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔

اولاد: امۃ الحیٔ۔مطیع الرحمٰن۔امۃ المجیب۔سعیدہ فرخ۔امۃ الباسط۔راشدہ نسرین۔حامد عزرا۔الطاف الرحمٰن۔

حضرت حکیم احمد دین صاحب شاہدرہ

ولادت: بیعت:۱۸۹۹ء وفات:دسمبر ۱۹۳۸ء

آپ فرماتے تھے کہ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ کا ذکر ہے ہم قادیان گئے۔حضور کا کوئی مقدمہ تھا اور دھاریوال میں پیش ہونا تھا۔حضور معہ اصحاب چل پڑے۔راستہ میں ایک گاؤں آیا۔جس کی مالکہ ایک سکھ عورت تھی۔گاؤں کے ساتھ ایک کنواں تھا۔حضرت اقدس کے حکم سے ہم وہاں ٹھہر گئے تاکہ ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھ لیں۔چنانچہ حضرت اقدس کی اقتداء میں ہم لوگوں نے ظہر وعصر کی نمازیں پڑھیں۔حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اگلے گاؤں میں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔اور وہاں ہی شب باشی کا انتظام تھا اور وہ گاؤں میل دومیل آگے تھا۔حضور کا ارادہ تھا کہ نمازیں جمع کر کے ہم بھی اس گاؤں میں پہنچ جائیں گے۔مگر اس گاؤں کی مالکہ ایک سردارنی نے اپنے ایک مسلمان کارمختار کے ہاتھ کھانڈ کا شربت بھیجا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آپ

اسی جگہ شب باش ہوں۔ حضور نے فرمایا کل ہماری دھاریوال میں تاریخ ہے اور ہمارے کھانے وغیرہ کا انتظام فلاں گاؤں میں پہلے سے ہے اس لئے مجبوری ہے۔ مگر سردارنی نے بہت آزردہ خاطر ہوکر عرض کی کہ میرا دل آپ نے توڑ دیا ہے محض اس لئے کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ اگر آج میرے سردار زندہ ہوتے تو آپ ایسا نہ کرتے کیونکہ ہمارے خاندان اور آپ کے خاندان کے آپس میں ہر طرح تعلقات تھے۔ تنبول وغیرہ اور باہمی شادیوں اور غموں میں شرکت وغیرہ۔ یہ باتیں سن کر حضرت نے فرمایا۔ اچھا ہم رات یہاں ہی رہیں گے اور اگلے گاؤں میں ایک آدمی بھیج دیا کہ مولوی صاحبان اور وکیل کو بلا لائے۔ چنانچہ وہ سب رات کو آ گئے اور حضور رات بھر کا غذات متعلقہ مقدمہ کی دیکھ بھال میں معہ وکلاء اور مولوی صاحبان لگے رہے اور صبح دھاریوال پہنچ گئے۔

جب ہم نے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کیں تو پانچ بجے کا وقت ہوگا۔ جب سردارنی نے شربت بھیجا تو ہم میں سے بعض نے عذر کیا کہ ہم روزہ سے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ سفر میں روزہ جائز نہیں۔ بعض نے عذر کیا۔ حضور ہمیں اس مسئلہ کا علم نہ تھا۔ فرمایا۔ روزہ چھوڑ دو اور شربت پی لو۔ ایک شخص نے عرض کی حضور دن تو قریب الغروب ہے۔ فرمایا یہ روزہ پھر بھی آپ کو رکھنا پڑے گا۔ یہ کلمہ سنتے ہی ہم سب نے روزے چھوڑ کر شربت پی لیا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ میرے بھائی محترم محمد دین صاحب بھی صحابی تھے۔

۱۹۰۰ء کے قریب کا ذکر ہے کہ جلسہ سالانہ نئے مہمان خانہ میں ہوا جو بعد میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا مکان بنا۔ حضرت اقدس کی تقریر بہت لمبی ہوگئی تھی حتّٰی کہ ایک بج گیا۔ جمعہ کا روز تھا۔ حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ایک بج گیا ہے۔ مہمانوں نے کھانا بھی کھانا ہے۔ اس لئے خطبہ جمعہ بالکل مختصر اور قرأت میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ یہ سن کر مہمان کچھ متذبذب سے ہو گئے کیونکہ سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضور نے یہ محسوس کر کے فرمایا۔ اچھا۔ اوّل طعام بعد کلام۔ پہلے کھانا کھالو۔ پھر جمعہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کی ایک ہی بچی تھی جسے حکیم صاحب کی وفات کے بعد ان کی بیوہ اپنے میکے لے گئی تھی۔ پھر اس کا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا کیا بنا۔ حضرت حکیم صاحب ''طب جدید'' کے موجد تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کئی ایک تصنیفات بھی ہیں۔

حضرت حاجی محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر

ولادت: بیعت: ۱۹۰۱ء سے قبل

حضرت حاجی محمد اسماعیل صاحب نے تعلیم سے فارغ ہو کر ریلوے میں ملازمت اختیار کی اور ایک لمبا عرصہ اسٹیشن ماسٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور دھرم پورہ میں مقیم ہیں۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بذریعہ خط بیعت کی تھی لیکن رخصت نہ مل سکنے کی وجہ سے حضور کی زندگی میں حضور کی زیارت نہ کر سکے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ مریم بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ انہوں نے ۱۹۰۱ء میں بیعت کی تھی اور ۱۱۔فروری ۱۹۶۵ء کو ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کی گئیں۔

اولاد: فضل حق غازی، فضل الرحمٰن غازی مرحوم، سکینہ بیگم، طاہرہ بیگم، ناصرہ بیگم، نصیرہ بیگم

حضرت میاں عبدالرشید صاحب

ولادت: ۱۸۸۴ء   بیعت: ۱۹۰۰ء   بمقام قادیان

حضرت میاں عبدالرشید صاحب ابن حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ رئیس لاہور فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۳ء میں جب میں سکول آف آرٹس میں طالبعلم تھا اور آخری سال کی تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ محلّہ وچھووالی کا ایک مسلمان لڑکا آریہ خیالات کے زیر اثر آ کر اسلام سے سخت متنفر ہو رہا تھا حتّٰی کہ اس نے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ رشتہ دار اسے بیگم شاہی مسجد کے امام عبدالقادر کے پاس لے گئے۔ اس مسجد پر ایک بورڈ بھی آویزاں تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس مسجد میں کوئی مرزائی یا وہابی نماز نہ پڑھے۔ خیر جب اسے مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا گیا تو مولوی صاحب اسے دلائل سے سمجھانے کی بجائے اسے گالیاں دینے لگ گئے اور غصّہ میں آ کر اس لڑکے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکا اسلام سے اور متنفر ہو گیا۔ انہی ایام میں اس کا گذر موتی بازار سے ہوا۔ وہاں ایک احمدی مسمّی احمد دین صاحب ڈوری باف کی دکان تھی احمد دین صاحب کو جب اس کے حالات کا علم ہوا تو وہ اس کا گھر

دیکھنے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ بعدازاں انہوں نے مجھے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ ہم نے اس لڑکے کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔ اور ایسٹر کی رخصتوں میں مَیں اسے قادیان لے گیا۔ حضرت خلیفہ اوّل اپنے مطب میں تشریف فرما تھے اور درس تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ میں نے اس لڑکے کو کہا کہ یہاں آپ اپنا کوئی سوال کریں۔ مگر وہ حضرت مولوی صاحب کے علم اور رعب اور ساتھ ہی سادگی کو دیکھ کر مبہوت ہو رہا تھا۔ جب اسے سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی تو میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں اس کے حالات عرض کئے اور کہا کہ آریہ خیالات سے متاثر ہو کر اس نے گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب جب مطب سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے گھر سے دال مونگ جو غالباً پہلے ہی تیار تھی مہمان خانہ میں بھجوادی اور مجھے کہا کہ اپنے اس دوست کو کھانے کے لئے یہ دال پیش کرنا۔ اس کے بعد ظہر کی نماز کے لئے ہم دونوں مسجد مبارک میں گئے مگر اس میرے دوست نے نماز نہیں پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ بعض دوستوں نے آریوں کے سوالات ہی حضور کی خدمت میں پیش کئے جن کے حضور نے جوابات دیئے۔ میرا دوست ان جوابات کو بڑے غور سے سنتا رہا۔ میں نے اسے بھی کہا کہ آپ بھی کوئی سوال کریں مگر اس نے اس مرتبہ بھی کوئی سوال نہ کیا۔ اس کے بعد عصر کی نماز ہوئی۔ عصر کے بعد حضرت خلیفہ اوّل کے درس میں ہم شامل ہوئے۔ اس درس سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اسے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ قرآن مجید کی تعلیم ہے جو بیان کی جارہی ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ حضرت مولوی صاحب کے اپنے خیالات ہیں۔ جب آپ درس سے فارغ ہوئے تو اس میرے دوست نے حضرت مولوی صاحب سے سوال کیا کہ جب خدا تعالیٰ کی صفت رحمٰن رحیم ہے تو ایک جانور کو ذبح کر دینا یہ کہاں کی رحمانیت اور رحیمیت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اسی رحمٰن اور رحیم خدا نے ایسے جانوروں کو بھی پیدا کیا ہے جو دوسرے چھوٹے جانوروں کو اپنا لقمہ بنا لیتے ہیں۔ کیا ایسے جانور رحمٰن اور رحیم خدا کی مخلوق نہیں؟ وغیرہ وغیرہ

اس قسم کے جوابات سے اس پر بڑا اثر ہوا۔ مغرب وعشاء کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس عرفان میں شامل ہوئے۔ دوسرے روز پھر حضرت خلیفہ اوّل کے مطب

میں جا بیٹھے اور جب نماز ظہر کیلئے میں نے وضو کرنا شروع کیا تو پہلی مرتبہ اس نے بھی وضو کیا اور نماز میں شریک ہوا۔ نماز کے بعد اس نے بیعت بھی کر لی۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک**

حضرت میاں صاحب نے ایک لمبا زمانہ امرتسر میں بسلسلہ ملازمت گذارا۔ وہاں آپ چیف مکینیکل ڈرافیٹس مین کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

آٹھ دس آدمی جنہوں نے مجھ سے کام سیکھا وہ سارے کے سارے احمدی ہو گئے۔ محترم جناب چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک بھی انہی شاگردوں میں سے تھے جن کا مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اسی طرح مولوی ثناء اللہ صاحب کی مسجد کے ایک امام مولوی نظام الدین صاحب نام تھے ان کے دونوں لڑکے احمدی ہو گئے۔ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگوں نے احتراز کیا۔ جب مولوی ثناء اللہ صاحب سے فتویٰ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں۔ احمدی تو ان کے بچے ہوئے ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے؟ مگر تھوڑے عرصہ کے اندر اندر امام صاحب بھی احمدی ہو گئے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب موصوف کے ایک لڑکے چوہدری محمد ابراہیم صاحب بہت ہی مخلص احمدی ہیں۔ کرشن نگر لاہور میں رہتے ہیں۔ ان کی اولادیں تو ساری ہی نیک ہے مگر ایک لڑکا عزیزم محمد سلیم تو سلسلہ کا فدائی ہے۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک**

۱۹۳۹ء میں ایک مرتبہ میں امرتسر گیا۔ حضرت میاں صاحب کے ہاں قیام تھا۔ آپ نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کہ

ہمارے گھر کے سامنے ایک پہلوان رہا کرتا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ نعوذ باللہ آپ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ چند دن کی بات ہے۔ رات نہانے کے بعد گیلا کپڑا سکھانے کے لئے اس نے اپنے مکان کی دوسری منزل پر کھڑے ہو کر سامنے کے درخت پر کپڑا ڈالنا چاہا مگر پاؤں جو پھسلا تو دھڑام سے گلی کے فرش پر گرا۔ صبح جب میں دفتر جانے لگا تو پولیس پہنچ چکی تھی۔ جب چار بجے واپس آیا تو تفتیش مکمل ہونے کے بعد میرے سامنے اس کی لاش پر سے کپڑا اٹھا گیا یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سخت گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے سارا جسم کیڑوں

سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت میاں عبدالرشید صاحب نے بیان کیا کہ:

لنگے منڈی میں ہمارے مکانوں کے سامنے جو چھوٹی سی مسجد ہے اس وقت حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی مسجد کہلاتی تھی۔ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب نے کابل جاتے ہوئے اسی مسجد میں قیام فرمایا تھا۔ آپ سارا دن اور ساری رات عبادت میں مشغول رہتے۔ جب انہیں ہمارے والد صاحب کہتے کہ آپ آرام بھی کیا کریں تو آپ فرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس نے مجھے اس انسان کی زیارت کرنے کا موقعہ عطا فرمایا جس کی انتظار صدیوں سے ہو رہی تھی۔ جب آپ لاہور سے کابل کی طرف جانے لگے تو گھوڑا گاڑی کے پائیدان پر قدم رکھ کر نیچے کر لیا اور فرمایا کہ کابل کی زمین میرے سر کی پیاسی ہے۔ حضرت والد صاحب نے آپ کو گلے سے لگا لیا اور رو پڑے۔ آپ نے فرمایا یہ تو خوشی کا مقام ہے رونے کا مقام نہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا:

قادیان میں آریہ سماج کا کوئی جلسہ تھا۔ میرے آریہ دوستوں نے مجھے کہا کہ تم بھی چلو۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا! قادیان جانے میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ خیر آریہ لیکچراروں نے اپنے جلسہ میں اسلام پر بہت اعتراضات کئے۔ ایک لیکچرار نے تو یہاں تک کہا کہ اگر مرزا صاحب میں طاقت ہے تو میری زبان بند کر دیں۔ جب حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو حضور نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب سے سارے اعتراضات منگوا لئے اور باوجود بیماری کے راتوں رات ان کا جواب لکھ کر صبح شائع کر کے کتابی صورت میں اس کی متعدد کاپیاں آریوں کے جلسہ میں پہنچا دیں۔ پنڈت رام بھجدت جو ان کا لیڈر تھا وہ طبع شدہ مضمون دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے کہا کہ میں کل مرزا صاحب کو مل کر آیا ہوں۔ وہ تو بیمار تھے۔ مگر دیکھو ان کے دل میں اپنے مذہب کے بارے میں اس قدر جوش اور غیرت ہے کہ انہوں نے ایک رات کے اندر ہمارے اعتراضات کے جوابات لکھ کر شائع بھی کروا لئے ہیں۔ وہ مضمون حضرت صاحب کی کتاب ''نسیم دعوت'' کے آخر میں درج ہے۔

جس آریہ نے یہ کہا تھا کہ اگر مرزا صاحب میں طاقت ہے تو میری زبان بند کریں۔ اس کی زبان اسی وقت بند ہوگئی۔ اسے بٹالہ ہسپتال لے جایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرے ساتھی بھی اس کے ساتھ بٹالہ چلے گئے میرا کرایہ چونکہ ان کے پاس جمع تھا اس لئے میں قادیان سے بٹالہ تک پیدل گیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے میری رقم دے دی اور کہا کہ یہاں احمدیوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہو چکا ہے بہتر ہو کہ آپ سرائے میں جا کر رات گذار لیں۔ چنانچہ میں سرائے میں چلا گیا اور رات وہاں گذار کر صبح لاہور پہنچ گیا۔

اولاد: عبدالمالک مرحوم۔ عبدالسلام مرحوم۔ عزیز احمد۔ محمود احمد۔ رشیدہ۔ زبیدہ۔ امینہ۔ خورشیدہ۔عزیزہ۔رفیعہ۔اختر۔محمودہ

حضرت قاضی سید حبیب اللہ صاحبؓ آف شاہدرہ

ولادت: ۱۸۷۱ء بیعت: ۱۹۰۰ء وفات: ۴۔مارچ ۱۹۶۴ء عمر: ۹۳ سال

حضرت قاضی حبیب اللہ صاحب سکنہ شاہدرہ بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ والد ماجد کا نام نتھے شاہ تھا۔ کثرت کے ساتھ لوگ آپ کی خدمت میں دعا کروانے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ تبلیغ کا بھی آپ کو بہت شوق تھا۔ کئی کئی دن دیہات میں تبلیغ احمدیت کے لئے نکل جاتے تھے جب تک چلنے پھرنے کی طاقت رہی آپ شاہدرہ سے ہر جمعہ کو نماز کے لئے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جب بہت کمزور ہو گئے تو پھرآنا ترک کر دیا۔ نماز تہجد عمر بھر باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ آپ اپنے رؤیا و کشوف بھی کثرت کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

جب جلسہ مہوتسو ہوا جو جلسہ اعظم مذاہب کے نام سے مشہور ہے تو ان ایام میں میری رہائش لاہور چھاؤنی میں تھی۔ ہم روزانہ اس جلسہ کی روئداد پڑھا کرتے تھے۔ اور جو لوگ اس جلسہ میں شامل ہوا کرتے تھے ان سے بھی حالات سنا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام کی لاج مرزا صاحب نے رکھ لی ہے ورنہ دوسرے علماء نے تو لٹیا ڈبو ہی دی تھی۔

ایک احمدی محمد حسین نامی مجھے تبلیغ بھی کیا کرتے تھے اور میں بھی ان کی خدمت کیا

کرتا تھا مگر ان کی تبلیغ سے میری تسلی نہیں ہوتی تھی ۔ آخر میں نے دعا کرنی شروع کی اور تین خواب دیکھے۔☆ ان خوابوں سے میری تسلی ہوگئی اور حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ رشتہ داروں نے شدید مخالفت کی ۔ میں میاں محمد حسین صاحب مذکور کے پاس گیا وہ میڈیکل ڈپو میں ملازم تھے۔ مجھے وہ اپنے پاس لے گئے چند دنوں کے بعد میں وہیں ایک دکان کرایہ پر لے کر اس میں رہنے لگ گیا۔

جن ایام میں حضور جہلم تشریف لے گئے تھے میں ان دنوں میاں میر چھاؤنی میں ملازم تھا۔ جب حضور کی گاڑی میاں میر پہنچی تو میں بھی حضور کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ رات میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر تمام مہمان فروکش ہوئے۔ میں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو کہا کہ میرا بستر حضرت اقدس کے بالکل قریب کیا جائے ۔ میں حضور کو رات نفل پڑھتے دیکھنا چاہتا ہوں ۔انہوں نے حضرت کی چارپائی کے ساتھ ہی میرا بستر کروا دیا۔ دو بجے رات کو میں اٹھا اور وضو کرنے کے لئے باہر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے بستر پر کھڑا نفل پڑھ رہا ہے۔ میں نے ایک دوست سے کہا کہ دیکھو کوئی اور دوست میری جگہ پر آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ حالانکہ میں نے بڑی مشکل سے یہ جگہ حاصل کی تھی ۔ جب اس دوست نے سلام پھیرا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت اقدس تھے۔ سلام پھیرتے ہی حضور نے فرمایا۔ ’’آیئے آپ اپنی جگہ پر بیٹھ جایئے‘‘ اس پر میں نے بہت معذرت کی مگر حضور علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر اس جگہ پر کھڑا کر دیا۔ اور آپ دوسری جگہ تشریف لے گئے ۔ جب حضور نفل پڑھ چکے تو حضرت مفتی صاحب نے عرض کی۔ حضور یہ قاضی حبیب اللہ صاحب ہیں ۔ فرمایا۔ میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ آپ انہیں میری تازہ تصنیف ’’مواہب الرحمٰن‘‘ دیں۔ جب میں نے کتاب حاصل کر لی تو حضور نے فرمایا۔ قاضی صاحب! اسے ضرور پڑھیں ۔ اس میں چند نئی پیشگوئیاں ہیں۔ میں نے عرض کی۔ بہت اچھا۔ حضور میں اسے ضرور پڑھوں گا وہ کتاب میرے پاس اب تک موجود ہے۔

نوٹ: سلسلہ کے لٹریچر میں بعض جگہ حضرت قاضی صاحب کی رہائش مزنگ میں بھی درج ہے

☆ ان خوابوں اور حضرت قاضی صاحب کی روایات کیلئے دیکھئے ۔ الحکم ۱۴۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء

کیونکہ کسی زمانہ میں آپ مزنگ میں بھی رہا کرتے تھے۔

اولاد: ہاجرہ بیگم۔نصرت بیگم۔سائرہ بیگم۔فہمیدہ بیگم۔منصور شاہ۔اقبال بیگم۔ناصرہ بیگم

محترم ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت

ولادت:　　　بیعت: اندازاً ۱۹۰۰ء　　　وفات:

محترم ڈاکٹر نور محمد صاحب دندان ساز مالک کارخانہ ہمدم صحت سلسلہ احمدیہ کے نہایت ہی مخلص احباب میں سے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب بھی موقع ملتا فوراً قادیان پہنچتے۔غیر احمدی اور غیر مسلم احباب کو اپنے خرچ پر قادیان لے جایا کرتے تھے۔چنانچہ مشہور آسٹریلین نومسلم محمد عبدالحق صاحب کو بھی آپ اور حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ اپنے ساتھ قادیان لے گئے تھے۔[۳۶]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۴ء میں ''اس ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام'' کے موضوع پر جو لیکچر مزار حضرت داتا گنج بخشؒ کے عقب میں منڈوہ میلا رام میں دیا تھا اسے بھی مندرجہ بالا دونوں بزرگوں نے انہی ایام میں اپنے خرچ پر شائع کر دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو وفد حضرت بابا نانک صاحبؒ کی ''پوتھی'' کی تحقیق کیلئے گورو ہرسہائے ضلع فیروز پور میں بھیجا تھا اس کے ایک ممبر حکیم صاحب موصوف بھی تھے۔[۳۷]

پھر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نکاح کے موقع پر جو احباب لاہور سے قادیان تشریف لے گئے تھے ان میں ڈاکٹر صاحب موصوف شامل تھے۔آپ کے علاوہ لاہور سے حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور، حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی، حضرت بابو غلام محمد صاحب، حضرت مستری محمد موسیٰ صاحب، حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب، محترم جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور محترم جناب خلیفہ رجب الدین صاحب وغیرہ احباب بھی تشریف لے گئے تھے۔

ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک نشان کا ذکر فرمایا ہے۔حضور فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ ڈاکٹر نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت کا لڑکا سخت بیمار ہو گیا۔اس کی والدہ بہت بیتاب تھی۔اس کی حالت پر رحم آیا اور دعا کی تو الہام ہوا:

اچھا ہو جائے گا

اسی وقت یہ الہام سب کو سنایا گیا۔ جو پاس موجود تھے۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا خدا کے فضل سے تندرست ہو گیا''۳۸

حکیم صاحب مرحوم کی رہائش لوہاری اور شاہ عالمی دروازوں کے درمیان کوچہ چڑ یماراں میں تھی تھڑے (چبوترے) والا مکان تھا۔

خلافت ثانیہ کے شروع میں آپ غیر مبائعین کے زیر اثر آ گئے تھے۔ آخر عمر میں ظہیر الدین صاحب اروپی کے ہم خیال ہو گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد میں وفات پائی۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

ان کے ایک لڑکے کا نام نذیر احمد تھا جو پولیس میں ہیڈ کنسٹیبل تھا۔ انارکلی کے ایک چوبارے میں ڈاکٹر سلطان احمد صاحب دندان ساز کی دکان ہے یہ بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لڑکے ہیں مگر ان کا جماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حضرت شیخ کریم بخش صاحب بٹ

ولادت: بیعت: ۱۹۰۱ء سے قبل وفات: ۱۹۰۶ء

حضرت شیخ کریم بخش صاحب محترم بابو شمس الدین صاحب بٹ کے والد ماجد اور مشہور پنجابی شاعر بابا ہدایت اللہ صاحب کے ماموں زاد بھائی تھے۔ دونوں نے ۱۹۰۱ء سے قبل اکٹھے بیعت کی تھی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ احمد بخش صاحب تھا۔ حضرت شیخ صاحب گھوڑوں کے سوداگر تھے۔ کاروبار فیروز پور چھاؤنی میں شروع کیا تھا مگر پھر آخر عمر میں لاہور آ گئے تھے اور مستی دروازہ میں ایک اصطبل کرایہ پر لیا تھا۔ جو اب تک احاطہ شیخ کریم بخش کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی تھے۔ جب قادیان جایا کرتے تھے تو اپنے بیٹے بابو شمس الدین صاحب کو بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بابو صاحب کا بیان ہے کہ لاہور سے کافی وزن میں گنڈیریاں تیار کروا کر اور خوشبو لگا کر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بٹالہ سے پیدل ہم لوگ وہ گنڈیریاں کندھوں پر اٹھا کر قادیان جایا کرتے تھے اور حضور مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ آپ بڑے مضبوط آدمی تھے۔ افسوس کہ ۱۹۰۶ء میں چالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اولاد: بابو شمس الدین صاحب بٹ۔ غلام محمد مرحوم۔ ایک لڑکی بھی تھی۔

حضرت حافظ عبدالجلیل خان صاحب شاہجہانپوری

ولادت: مئی ۱۸۹۳ء   بیعت: ۱۹۰۰ء

حضرت حافظ عبدالجلیل صاحب شاہجہانپوری اندرون موچی گیٹ لاہور نے فرمایا کہ میرے والد صاحب کا نام حافظ قدرت اللہ خان تھا۔ پولیس میں سب انسپکٹر کے عہدہ پر متعین تھے۔ مگر چونکہ بہت نیک طبیعت تھے اس لئے رشوت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ ادھر افسران بالا چاہتے تھے کہ ان کی نقدی وغیرہ سے خدمت کی جائے۔ یہ حالات دیکھ کر انہوں نے ملازمت سے استعفاء دے دیا تھا۔ شاہجہان پور میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب کے ساتھ ان کے بہت تعلقات تھے۔ حافظ صاحب انہیں زبانی بھی تبلیغ کرتے تھے اور کتابوں کے ذریعہ بھی۔

ہماری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے والد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھتے تو اکثر آبدیدہ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ میں غریب آدمی ہوں۔ روپیہ پیسہ سے سلسلہ کی خدمت نہیں کر سکتا دل چاہتا ہے کہ اگر کوئی میرے بچوں کو خرید لے تو میں وہ روپیہ حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دوں اور حضور اسے اشاعت اسلام میں خرچ کر لیں۔

۱۹۰۰ء میں وہ معہ اہل وعیال ہجرت کر کے قادیان میں آ گئے تھے اور بیعت کر کے سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ حضور نے انہیں لنگر خانہ کے لئے اردگرد کے دیہات سے ایندھن خرید کر لانے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ میں حضرت صاحب کے گھر میں ہی رہتا تھا۔ جب حضرت صاحب کا وصال ہوا تو میری عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی اور آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا۔ نویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ والد صاحب فوت ہو گئے اور میں تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ محترم ڈاکٹر عبداللہ صاحب نومسلم سے میں نے بہت حد تک کمپونڈری کا کام سیکھ لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مجھے اپنے ساتھ لاہور لائے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس چھوڑ گئے۔ چند دن میں نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے مکان پر گذارے اور پھر ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ فارغ اوقات میں ڈاکٹر صاحب کی ڈسپنسری پر کام بھی کرتا رہا۔ یہ عرصہ کوئی آٹھ دس ماہ کا ہی ہوگا۔ اس کے بعد میں

نے ۱۹۱۸ء میں یہیں موچی دروازہ کے اندر ہی اپنی الگ ڈسپنسری کھول لی تھی۔ مگر پہلے چند سال لال کھوہ کے پاس دکان تھی۔ بعد ازاں ۱۹۲۲ء سے موجودہ دکان میں کام رہا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جب ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے تو آپ نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی حافظ قرآن بھی ہیں۔ انہیں نے عرض کی کہ حضور! ایک چھوٹا سا حافظ ہے۔ فرمایا۔ اسے بلاؤ۔ جب میں حاضر ہوا تو حضور مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ خدا تمہیں برکت دے گا۔ پھر فرمایا۔ نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ تین دن حضور نے میرے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان ایام میں مجھے بیس پارے یاد تھے۔ بعد ازاں میں نے سارا قرآن یاد کر لیا۔☆ اور غالباً ایک مرتبہ اختلاف سے قبل احمدیہ بلڈنگس میں اور پھر دہلی دروازہ میں حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک میں اور پھر مسجد کی تکمیل کے بعد مسجد میں کئی سال تک نماز تراویح پڑھاتا رہا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں مبلغ تھے۔ ان کی غیر حاضری میں نمازیں بھی میں ہی پڑھاتا تھا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن کریم کا ترجمہ بھی پڑھا تھا۔

حضرت حافظ صاحب کی روایات درج ذیل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

۱۔ جب میں حضرت صاحب کے گھر میں رہتا تھا تو کئی مرتبہ میں نے دیکھا۔ حضرت پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ موم بتی، قلم دوات، کاغذ بھی ساتھ پڑے ہیں۔ حضرت اٹھتے اور کاغذ پر کچھ لکھ کر پھر لیٹ جاتے۔ اس وقت تو پتہ نہیں لگتا تھا کہ کیا لکھتے ہیں مگر بعد میں پتہ لگا کہ تازہ الہامات لکھتے تھے۔

۲۔ مجھے متعدد مرتبہ اندرون خانہ سے مہمانوں کے لئے حضرت صاحب کے کھانے میں سے تبرک لانے کا موقعہ ملا۔ مجھے یاد ہے لاہور میں ایک دوست منشی تاج الدین صاحب ریلوے

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جب واپس قادیان تشریف لے گئے تو آپ کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے لاہور میں جا کر یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تمہارے لڑکے نے قرآن یاد کر لیا ہے۔ ایک اور خوشی کا بھی ذکر فرمایا تھا مگر وہ حضرت حافظ صاحب بھول گئے۔

اکونٹنٹ تھے۔محلّہ کوٹھیداراں لاہور میں ان کی رہائش تھی۔انہوں نے بھی کئی مرتبہ قادیان میں مجھ سے فرمائش کی کہ میں انہیں حضور کے کھانے کا تبرک لاکردوں۔ چنانچہ میں نے انہیں اوران کے ساتھیوں کو پس خوردہ لاکردیا۔ بعد میں جب میں یہاں لاہور میں آ گیا تو کئی دفعہ ان کے گھر میں بھی جانے کا موقعہ ملا۔ بہت ہی مخلص اورفدائی احمدی تھے۔ان کی اولاد میں سے ایک لڑکا مظفرالدین تھا جو بڑاہونہار تھا۔ وہ پشاور میں چندسال جماعت کا امیر بھی رہ چکا ہے۔

۳۔ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے مجھے ایک دوادی اورساتھ ایک روپیہ بھی اورفرمایا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں روپیہ پیش کر کے اس دوا پر دَم کرواکر لاؤ۔حضرت اقدس اندر کمرہ میں بیٹھ کر کچھ لکھ رہے تھے۔ میں نے دروازہ کو دستک دی۔ حضور نے دروازہ کھولا اورفرمایا۔کیا ہے؟ میں نے عرض کی۔حضور! مفتی صاحب نے یہ دوا دی ہے اور روپیہ بھی اورفرمایا ہے کہ حضرت صاحب سے دم کروا کے لاؤ۔ فرمایا۔ مفتی صاحب بھی عجیب آدمی ہیں۔ پھرفرمایا۔اچھا لاؤ۔ یہ کہہ کر دوا کی شیشی مجھ سے پکڑ لی۔اور کچھ پڑھ کراس پر پھونک ماری اور مجھے دے کرفرمایا لے جاؤ۔

۴۔ایک مرتبہ جب کہ مسجد مبارک ابھی چھوٹی تھی۔ میں ایسے وقت میں نماز پڑھنے لگا جونماز کا وقت نہیں تھا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اوپر رہتے تھے۔اتفاق سےلکڑی کی سیڑھیوں سے نیچے اترے۔ مجھے دیکھ کرفرمایا۔اومنڈیا! کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی۔نماز پڑھتا ہوں۔فرمایا یہ کوئی نماز کا وقت ہے۔اس کے بعدفرمایا۔ بھاگ جاؤیا دوڑ جاؤ۔ چنانچہ میں چلا گیا۔

۵۔ایک مرتبہ جب میں حضرت صاحب کے گھر میں نیچے بیٹھ کر پڑھ رہا تھا۔حضور اوپر سے نیچے اترے اورفرمایا۔ بچے ایک لوٹا پانی کا لے کر میرے پیچھے چلو۔ چنانچہ میں نے لوٹا لے لیا۔زنانہ جلسہ گاہ کے پاس ڈھاب کے کنارے پرایک بَڑ کا درخت تھا اورساتھ ہی کافی گڑھے بھی تھے۔ وہاں مجھ سے لوٹا لے لیا اورایک گڑھے میں بیٹھ کر رفع حاجت کی۔ بعدازاں مجھے لوٹا دے کرفرمایا کہ تم جاؤ۔ میں پُل کے پاس کھڑا ہوکر حضور کو دیکھتا رہا کہ حضور کہاں جاتے ہیں۔بہشتی مقبرہ ان ایام میں بالکل نیا بنا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور بہشتی

مقبرہ کی طرف تشریف لے گئے۔

۶۔ ۱۹۰۳ء میں جب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب قادیان تشریف لائے تو میں بھی ان کی ملاقات کے لئے مہمان خانہ گیا۔ اس وقت میں تیسری یا چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ وہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ مجھے ہاتھ سے بیٹھنے کا ارشارہ کیا۔ دو چار منٹ کے بعد فارغ ہوکر مجھ سے پوچھا کہ صاحبزادے! کیا کام کرتے ہو میں نے عرض کیا۔ پڑھتا ہوں۔ فرمایا۔ کتنے بھائی ہو؟ والد کیا کام کرتے ہیں؟ وغیرہ۔ اس قسم کے چند سوالات کئے پھر میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ جاؤ! خدا تمہیں برکت دے گا۔

اولاد: عبدالکریم۔ آمنہ۔ صادقہ۔ مبارکہ۔ خورشیدہ۔ نفیسہ

حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر

ولادت: ۱۸۶۹ء بیعت: ۱۹۰۰ء بذریعہ خط وفات: ۲۶۔ فروری ۱۹۵۴ء

حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب ہندوستان کے مشہور سیاسی لیڈران مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان کے برادر اکبر تھے۔ ۱۸۶۹ء میں بمقام رام پور ضلع مراد آباد (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں ''ریاض الاخبار'' (گورکھ پور) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط الیگزنڈر رسل ویب سفیر امریکہ فلپائن کے نام شائع ہوا تھا جسے دیکھ کر خاں صاحب کو پہلی مرتبہ حضرت اقدس سے غائبانہ تعارف حاصل ہوا۔ ۱۹۰۰ء میں ''ازالہ اوہام'' کا مطالعہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور فوراً بیعت کا خط لکھ دیا۔ حضرت اقدس کی زیارت پہلی مرتبہ ۱۹۰۴ء میں بمقام گورداسپور کی جب کہ حضور بسلسلہ مقدمات کرمدین وہاں قیام پذیر تھے۔ ۱۹۲۰ء میں مستقل طور پر قادیان میں ہجرت کر کے آگئے۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جن بارہ خدام کو اپنے ساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد احمدیہ لندن کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے یورپ لے گئے تھے ان میں خاں صاحب ذوالفقار علی خاں بھی بحیثیت چیف سیکرٹری شامل تھے۔

آپ نے ایک لمبا عرصہ مرکز میں ناظر امور عامہ اور ناظر اعلیٰ کی حیثیت سے قابل قدر کام کیا۔ قادیان میں ہجرت کر کے آنے کے ایک عرصہ بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اجازت

سے بہت تھوڑی مدت کے لئے آپ پھر رامپور تشریف لے گئے تھے۔ان ایام میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور خاکسار راقم الحروف کسی دورہ کے سلسلہ میں رامپور گئے اور چند یوم حضرت خاں صاحب کے ہاں قیام کیا۔وہاں خاں صاحب جس شفقت ومہربانی سے ہمارے ساتھ پیش آئے یہ انہی کا حصہ تھا۔ریاست میں آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت رسوخ حاصل تھا۔رامپور میں آپ کا تشریف لے جانا غالباً والی رامپور کی خواہش کا نتیجہ تھا۔مگر وہاں آپ کا دل نہیں لگا اور جلد ہی واپس قادیان چلے آئے۔آپ بے حد خلیق اور ملنسار انسان تھے۔ہمدرد بھی اس قدر تھے کہ خاکسار کو قادیان گئے ابھی چند ہی سال ہوئے اور خاکسار مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا کہ بیمار ہو گیا۔نور ہسپتال میں زیر علاج تھا۔خاں صاحب وہاں تشریف لے گئے یہ دیکھ کر کہ ہسپتال میں کھانے کا انتظام اچھا نہیں مجھے اپنے گھر لے گئے اور چند ماہ وہاں رکھا۔ان دنوں اخویم محترم مولانا عبدالمالک خاں صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ابن حضرت خاں صاحب اور خاکسار ایک ہی کلاس کے طالب علم تھے۔

مجھے یاد ہے حضرت خاں صاحب کی ملاقات کے لئے ان کے چھوٹے بھائی جناب مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان جو علی برادران کے نام سے مشہور تھے قادیان جایا کرتے تھے۔

تقسیم ملک سے قبل کراچی میں کسی کانگریسی لیڈر نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے دو چھوٹے بھائیوں نے تو ملک کی آزادی کیلئے مسٹر گاندھی کے ساتھ مل کر جدوجہد کی مگر آپ نے اس کوشش میں کوئی حصہ نہیں لیا۔آپ نے جواب دیا

''میں بڑا بھائی تھا اس لئے میں نے اپنے ذمہ بڑا کام لیا۔اس نے پوچھا۔کونسا؟ فرمایا۔ساری دنیا شیطان کی غلامی میں پھنسی ہوئی ہے اور ساری دنیا کو آزاد کرانا ہندوستان کی آزادی سے بڑا کام ہے۔اس لئے میں اس تحریک میں شامل ہوں اور اس کا سپاہی ہوں جس تحریک کا یہی مقصد ہے یعنی تحریک احمدیت''۔[۳۹]

تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنے بچوں کے ہمراہ لاہور میں سکونت اختیار کی اور یہیں ۲۶۔فروری ۱۹۵۴ء کو ۸۵ سال کی عمر پا کر انتقال فرمایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں مدفون ہوئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اولاد: ممتاز علی خان مرحوم۔ہادی علی خان مرحوم۔عبداللہ۔رضا علی۔اسماعیل۔سلیمہ بیگم اہلیہ کرنل

اوصاف علی خاں۔ حبیب اللہ خاں پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ عبدالمالک خاں مربی سلسلہ احمدیہ۔ زبیدہ بیگم اہلیہ حکیم خلیل احمد مونگھیری۔ محمد اسحٰق۔ عبدالرحمٰن۔ سعیدہ بیگم۔ محمودہ بیگم۔ رشیدہ بیگم۔ راضیہ بیگم

حضرت ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلویؓ

ولادت: ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۹۰۰ء وفات: ۲۵۔اگست ۱۹۵۵ء

(ازقلم محترم میاں مسعود احمد خاں صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل)

حضرت ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی مرحوم دہلی کے ایک نامی بزرگ اور سلسلہ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت حافظ وزیر محمد خاں محبّ اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور مخلص صحابی حضرت مولوی محمود الحسن خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ ۱۸۹۰ء میں جس سال آپ کے والد بزرگوار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اسی سال بمقام پٹیالہ آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ پیدائشی احمدی تھے۔ بعد میں آپ کو گیارہ سال کی عمر میں خطبہ الہامیہ کے وقت قادیان حاضر ہونے اور حضور علیہ السلام کی زیارت اور ارشادات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا اور اس طرح آپ کو بھی صحابہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے پٹیالہ میں ہی تعلیم حاصل کی اور بہت اچھے نمبروں میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ فارسی کی تعلیم اپنے والد محترم سے گھر پر حاصل کی۔ چنانچہ اس میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں اپنے وطن دہلی واپس آ گئے اور پھر قیام پاکستان تک دہلی میں ہی رہے اور قیام پاکستان کے بعد بقیہ عمر لاہور میں بسر کی۔ اردو کے صاحب طرز ادیب اور انشاپرداز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تحریر اور تقریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ گفتگو اس قدر دلنشین اور مسحور کن ہوتی تھی کہ مخالف سے مخالف بھی رام ہوئے بغیر نہ رہتا۔ مطالعہ بہت وسیع تھا اور حافظہ بھی بلا کا ودیعت ہوا تھا۔ آپ نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کو خدمت دین کے لئے وقف رکھا اور تبلیغ میں ان سے خوب ہی فائدہ اٹھایا۔ مخالفینِ اسلام کے ساتھ صدہا نہایت کامیاب مناظرے کئے اور جماعت میں اور جماعت سے باہر مختلف جلسوں اور مجلسوں میں سینکڑوں ہی لیکچر دیئے۔ شاید ہی کوئی اتوار ایسی آتی تھی جس میں آپ کا کوئی نہ کوئی مناظرہ یا لیکچر نہ

ہوتا ہو۔بعض اوقات دن میں مختلف مقامات پر کئی کئی لیکچر ہو جاتے تھے۔تبلیغ کا شوق جنوں کی حد کو پہنچا ہوا تھا۔سخت نڈر اور دین کے معاملہ میں بہت باغیرت واقع ہوئے تھے۔اس کی صد ہا مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں۔اعلیٰ علمی طبقہ میں بھی تبلیغ کا خاص شوق تھا۔چنانچہ یونیورسٹی کے نامور پروفیسروں اور دیگر دانشوروں سے انفرادی ملاقاتیں کر کے بھی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیویوں سے گیارہ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔بیٹوں کو آپ نے خدمت دین کیلئے وقف کر دیا تھا۔اس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے اس جذبہ کو تمام جماعت کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ قرار دیا۔آپ کے چار فرزندوں کو زندگی وقف کرنے اور خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔محمود احمد خاں صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی وزعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ راولپنڈی

۲۔مسعود احمد خاں دہلوی اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ومدیر ماہنامہ ''انصاراللہ'' ربوہ

۳۔مقصود احمد خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کنری ضلع تھرپارکر

۴۔مولود احمد خاں صاحب سابق مبلغ انگلستان وامام مسجد احمدیہ لندن

۵۔سعود احمد خاں صاحب ایم۔اے ٹیچر احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی۔غانا مغربی افریقہ

۶۔مرغوب احمد خاں صاحب حال مقیم لندن

۷۔محبوب احمد خاں صاحب اوورسیر کراچی

۸۔مشہود احمد خاں صاحب راولپنڈی

۹۔داؤد احمد خاں صاحب واہ کینٹ

۱۰۔مودود احمد خاں صاحب کراچی

۱۱۔ودود احمد خاں صاحب متعلم فرسٹ ایئر تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۱۲۔صالحہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم مختار احمد صاحب پسر محترم بابو نذیر احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ دہلی

۱۳۔بشریٰ خاتون متعلمہ نصرت گرلز سکول ربوہ

محترم میاں محمد دین صاحبؓ

ولادت:　　　　بیعت: ۱۹۰۰ء　　وفات: ۱۹۵۰ء

مکرم ومحترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ جماعت احمدیہ مقیم سنگاپور نے اپنے بزرگوں کے مختصر سے حالات الفضل ۲۸۔مارچ و ۳۰۔مارچ ۱۹۶۵ء میں لکھے ہیں۔اس میں آپ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے تقریباً ۱۹۰۰ء میں خاکسار کے تین بزرگوں نے یعنی مکرم میاں جمال دین صاحبؓ مکرم میاں محمد دین صاحبؓ اور مکرم میاں کرم دین صاحبؓ نے ملتان سے جہاں کہ وہ چند ماہ کے لئے اپنے گاؤں بھڈیار (تحصیل اٹاری ضلع امرتسر۔ناقل) سے کسبِ معاش کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔بذریعہ خطوط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور بعد میں حضور کے ملتان تشریف لے جانے پر وہیں حضور سے ملاقات کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا''۔☆

محترم میاں محمد دین صاحب جن کا ذکر یہاں مقصود ہے۔ان کا بیان ہے کہ انہوں نے ملتان میں ایک بزرگ عالم میاں الٰہی بخش صاحب سے سنا کہ قادیان میں کسی بزرگ نے مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔چنانچہ انہوں نے مولوی صاحب موصوف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب نورالقرآن ہر دو حصہ لے کر پڑھی۔اس کتاب کے ابھی چند ہی صفحات پڑھے تھے کہ ان کو انشراح صدر ہو گیا۔تاہم اسی وقت اٹھ کر نفل پڑھنے شروع کئے اور سجدہ میں دعا کی کہ

''اے مولیٰ کریم یہ تو سچا معلوم ہوتا ہے۔اگر واقعی یہ تیرا مرسل اور برگزیدہ مسیح موعود ہے تو اے مولیٰ تو ہمارے سارے خاندان کو اسے قبول کرنے اور اس کی جماعت میں شامل ہونے کا شرف عطا فرما''۔۴۰

☆ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ملتان کا سفر ۱۹۰۰ء کے بعد نہیں بلکہ ۱۹۰۰ء سے تین سال قبل اکتوبر ۱۸۹۷ء میں ہوا ہے۔(حیاۃ طیبہ ایڈیشن اوّل صفحہ ۲۳۵) لہٰذا ان بزرگوں کی بیعت نصف آخر ۱۸۹۷ء کی معلوم ہوتی ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس بزرگ سے محترم مولوی صاحب نے یہ واقعہ سنا انہیں سن کے متعلق سہو ہوا ہے۔مگر حضور کے ملتان تشریف لے جانے کا تعلق چونکہ ایک واقعہ سے ہے اور واقعات عموماً یاد رہتے ہیں۔اس لئے صحیح امر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی بیعت ۱۸۹۷ء کی ہے۔واللّٰہ اعلم بالصواب. یہاں ۱۹۰۰ء میں ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ۱۸۹۹ء تک کے صحابہ کے حالات کی کتابت ہو چکی ہے۔(مؤلف)

آپ نے محترم میاں کرم دین صاحب اور محترم میاں جمال دین صاحب کو بھی حضرت اقدس کی کتاب نور القرآن دکھائی اور باہمی مشورہ سے تینوں بزرگوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کے خط لکھ دیئے۔ محترم میاں محمد دین صاحب ۱۹۵۰ء میں گنج مغلپورہ میں فوت ہوئے اور یہیں اماناً دفن کئے گئے۔ [۱۴۱]

محترم مستری جان محمد صاحبؓ

محترم مستری جان محمد صاحب ابن حاجی گلاب دین صاحب بھی موضع بھڈ یار ضلع امرتسر کے باشندہ ہیں۔ آپ کی بیعت کا صحیح سن معلوم نہیں ہو سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیعت بھی ۱۸۹۷ء کے بعد کی ہے۔ آپ اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ باغبانپورہ لاہور میں اپنے اکلوتے فرزند میاں دین محمد صاحب ایم۔اے ایل۔ایل۔بی کے ہاں قیام پذیر ہیں۔ اور آپ کی عمر ۸۴۔۸۵ سال ہے۔

آپ کو بھی متعدد بار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قادیان جانے اور حضور کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ نیز اٹاری سٹیشن پر بھی جماعت بھڈ یار کے ساتھ حضور سے شرفِ مصافحہ اور ملاقات نصیب ہوئی۔

محترم مستری صاحب نے بیان کیا کہ وہ بھڈ یار ضلع امرتسر سے اندازاً ۱۹۲۱ء میں امرتسر چلے گئے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں مغلپورہ گنج میں آ کر آباد ہو گئے۔

محترم میاں محمد اسماعیل صاحبؓ

محترم میاں محمد اسماعیل صاحبؓ نے بھی ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ جماعت بھڈ یار ضلع امرتسر کے ساتھ بیعت کی اور متعدد مرتبہ قادیان میں اور اٹاری سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ آپ نے باغبانپورہ لاہور میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ فانا للّٰہ وانا الیه راجعون.

محترم میاں دین محمد صاحب

محترم میاں دین محمد صاحب محترم جناب میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ کے برادر اکبر ہیں۔ آپ بچپن کے احمدی ہیں۔ بہت نڈر، بیباک، صاف گو اور مخلص۔ عمر ۷۵ سال کے

لگ بھگ ہوگی۔ پہلے لوکو ورکشارپ میں ملازم تھے۔ وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعداب گنج مغلپورہ میں ہی کریانہ کی دوکان کرتے ہیں۔

اولاد: ایمنہ۔عبدالستارقمر۔نذیراں۔بشیراں

حضرت حکیم جلال الدین صاحبؓ گنج مغلپورہ

ولادت: اندازاً ۱۸۵۴ء بیعت: ۱۹۰۰ء وفات: ۱۹۴۴ء عمر: ۹۰ سال

محترم مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ نے بیان کیا کہ

حضرت حکیم جلال الدین صاحبؓ میرے پھوپھا تھے۔ ان کو تبلیغ میرے والد صاحب مستری جمال الدین صاحب نے کی تھی اور ان ہی کی تبلیغ سے حضرت حکیم صاحبؓ نے بیعت کی تھی۔ حکیم صاحب دراصل موضع لبانوالہ (جو لاہور سے ۱۰۔۱۵ میل کے فاصلہ پر نارووال لائن کے پاس ہے) کے باشندہ تھے اور بچپن ہی سے لاہور میں آمدورفت تھی۔ یہاں ہی کسی زرگر سے زرگری کا کام سیکھا تھا اور پھر یہاں ہی رہائش اختیار کر لی تھی۔ پہلے ''پرانے گنج'' میں رہائش تھی۔ پھر جب موجودہ گنج بنا تو یہاں آ گئے۔ پرانے گنج میں بھی انہوں نے اپنا مکان بنالیا تھا اور اس گنج میں بھی۔ لاہور کے بازار محلّہ تیزابیاں میں زرگری کی دکان تھی مگر یہاں آ کر حکمت کی دکان کر لی۔ اور آخر وقت تک حکمت ہی کرتے رہے۔ ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

آپ بڑے بزرگ آدمی تھے۔ جب فوت ہو کر نعش قادیان لے جانے کیلئے تیار کی گئی تو غیر احمدیوں نے کہا کہ اس بزرگ کی تو یہاں خانقاہ بنانی چاہیئے تھی تا ہر خاص وعام زیارت کرتا۔ آپ غرباء کو مفت دوا دیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات شربت اور خوراک وغیرہ کے لئے نقدی بھی دے دیا کرتے تھے۔ بڑے عبادت گذار تھے۔ آپ نے وصیت اپنی وفات سے چار ماہ قبل کی تھی۔

حکیم صاحب کے بڑے بھائی عبداللہ صاحب بھی صحابی تھے اور ان کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ بیعت دونوں بھائیوں نے ایک ہی زمانہ میں کی تھی۔ وہ دسمبر ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئے تھے اور یہاں ہی دفن ہوئے۔ وہ ترکھانہ کام کیا کرتے تھے۔ ایک ان کے تیسرے بھائی تھے مگر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بیعت نہیں کی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں بیعت کی تھی اور

چند سال بعد فوت ہو گئے۔

اولاد: عمر حیات۔ عائشہ بی بی۔ خدیجہ بی بی۔ مریم۔ رحمت بی بی

حضرت بابا ہدایت اللہ صاحبؓ

ولادت: ۲۶۔ جولائی ۱۸۳۲ء بیعت: ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء وفات: ۱۲۔ جنوری ۱۹۲۹ء عمر: ۹۶ سال

حضرت بابا ہدایت اللہ صاحبؓ پنجابی کے مشہور شاعر ہو گذرے ہیں۔ آپ کی سی حرفیاں آج بھی زباں زد خلائق ہیں۔ اگلے دن میں انارکلی کے قریب ایک پنجابی کتابوں کی دکان سے گذر رہا تھا تو اچانک میری نظر ایک چھوٹے سے رسالے پر پڑی۔ جب بغور دیکھا تو وہ بابا ہدایت اللہ صاحب کی سہ حرفیوں کا مجموعہ تھا اور سرورق پر حضرت بابا صاحب کے خیالی تصور تھی جو ہاتھ سے بنائی گئی تھی اور آگے حقہ رکھا ہوا تھا۔ حالانکہ بابا ہدایت اللہ صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلص صحابی تھے اور حقہ بالکل نہیں پیتے تھے۔ مگر پتہ نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ سمجھتے ہیں حقہ یا شراب کا استعمال نہ کرنے والا اعلیٰ درجہ کا شاعر ہی نہیں ہو سکتا۔

بہرحال حضرت بابا صاحب کی بیعت ۱۹۰۰ء۔ یا ۱۹۰۱ء کے لگ بھگ کی ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ جب حضور مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھیں ضلع جہلم کے ساتھ مقدمات کے سلسلہ میں گورداسپور میں قیام فرما تھے تو ان دنوں بھی بابا صاحب گورداسپور تشریف لے گئے تھے۔ محترم بابا قادر بخش صاحب کی روایت ہے کہ باباجی بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا تھا کہ بابا ہدایت اللہ صاحب بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کی چارپائی کے پاس ایک لوٹا پانی کا رکھ دیا جائے تا رات کے وقت پانی کی تلاش میں انہیں تکلیف نہ ہو۔

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ فورمین بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم ۱۹۰۷ء میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب متولی گمٹی مسجد لاہور کی نعش لے کر قادیان گئے تو ہم چاہتے تھے کہ انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے مگر معتمدین نے اعتراض کیا کہ ان کی وصیت کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ان کے اس اعتراض کا علم ہوا تو حضور نے فرمایا۔ ''ان کی وصیت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو مجسم وصیت ہیں۔ یہ ہوئے، خلیفہ ہدایت اللہ صاحب لاہوری ہوئے، ایسے لوگوں کی وصیت کی کیا ضرورت ہے۔''

یہ بات بیان کر کے حضرت بابو صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ

''خلیفہ ہدایت اللہ صاحب کے متعلق مجھے افسوس ہے کہ ان کے ورثاء نے ان کو یہاں دفن کر دیا ہے ان کے لئے کوئی صندوق نہیں بنوایا گیا تھا ورنہ میں اپنے خرچ پر ان کی نعش کو قادیان لے جاتا۔ ایک تیسرے شخص کا نام بھی حضور نے لیا تھا مگر مجھے ان کا نام یاد نہیں رہا۔''☆

حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب کے والد کا نام مرزا عبداللہ بیگ تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۲۶۔ جولائی ۱۸۳۳ء (۱۲۔ جمادی الاوّل ۱۲۵۳ھ) ہے۔ آپ چار سال کی عمر کے تھے کہ آپ کے والد صاحب فوت ہو گئے۔ چنانچہ تعلیم معمولی ہی حاصل کر سکے۔ آپ کی قوم مغل برلاس تھی۔ سکھ حکومت کے آخری ایام میں لاہور کے قلعہ میں کچھ عرصہ ملازمت بھی کی۔ آپ درزی کا کام کرتے تھے۔

آپ پنجابی کے بڑے مشہور شاعر تھے۔ مگر آپ کی شاعری کا آغاز ایک شدید صدمہ کی وجہ سے ہوا جو کہ آپ کو اپنے ایک پہلے خوبصورت لڑکے عمر ۵ سال کی وفات پر ہوا۔ جس کو آپ نے اس شعر

''بہت حسین سی یار میرا　　　　وانگ پھل گلاب دے رنگ سیو''

سے شروع کیا:۔

آپ نے پنجابی زبان میں کئی ایک سی حرفیاں لکھی ہیں جو کہ پنجاب کے دیہات میں اب بھی زبان زد عام ہیں۔ اسی طرح ایک سی حرفی آپ نے حضرت اقدس کے دعویٰ کی تائید میں لکھی۔ آپ نے خود نوشت یادداشت والی کاپی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ وفات پر ایک قطعہ کہا جو درج ذیل ہے:

مسیح تصنیف دے موتی پرو کے　　　　عدو مارے ندامت وچہ ڈبو کے
او گئے تبلیغ کر بہہ کے کھلو کے　　　　دسی یاد خدا بس جاگ سو کے
دلاں وچہ نیکیاں دا بیج بو کے　　　　دعائیں منگیاں مولا تو رو کے
سنو تاریخ کہی ہاتف نے جو کے　　　　خدا ولے مسیح گئے فوت ہو کے

آپ کی صوفیانہ شاعری اور نیکی کی وجہ سے مسلمانوں کے علاوہ کئی ہندو اور سکھ بھی آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ آپ کے ایک سکھ شاگرد لوہارا سنگھ جب بھی حاضر ہوتے آپ کے پاؤں پر سجدہ کرنے

☆ دیکھیئے حالات حضرت مولوی غلام حسین صاحب رضی اللہ عنہ

کی کوشش کرتے مگر آپ کے منع فرمانے پر بھی وہ اصرار کرتے کہ میرے مذہب میں چونکہ جائز ہے اس لئے مجھے آپ منع نہیں کر سکتے۔

آپ شروع میں اہلحدیث کے خیالات سے متفق تھے اور مسجد چینیاں والی (جو کہ اہلحدیث کی مسجد ہے) میں عموماً نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو مشرکانہ رسومات وغیرہ سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے گھر ایک اسی طرح کا واقعہ ہوا۔ کہ گھر کے ایک کمرہ کی دیوار میں پرانی طرز کی کلیاں (کھونٹیاں) لگی ہوئی تھیں۔ ہمسائیوں سے آنے جانے والی عورتیں کمزوری ایمان اور توہمات کی وجہ سے اس کھونٹی پر ہار ڈالتیں اور تیل کے دیئے جلاتی رہتیں جیسے عموماً کمزور لوگ قبروں پر کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن اس کمرے میں آپ کا اتفاقاً جانا ہوا۔ تو آپ یہ دیکھ کر بڑے خفا ہوئے کہ میرے گھر میں یہ مشرکانہ رسومات کیسے داخل ہوئیں۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے غصہ میں وہ کھونٹی اکھاڑ کر آگ میں جلا دی۔ اسی رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص آپ سے اس کھونٹی کے اتارنے پر جھگڑا کر رہا ہے اور اس نے آپ کی دونوں انگلیاں جن سے اتاری تھی پکڑ کر مروڑ دیں۔ صبح کو آپ اٹھے تو آپ کی وہ دونوں انگلیاں سن ہو رہی تھیں۔ آپ نے صبح کی نماز کے بعد یہ خواب مولوی غلام رسول صاحب جو چینیاں والی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے کو سنایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ لاحول پڑھو یہ شیطان کا آخری حملہ تھا۔ انگلیوں پر پھونک ماری اور اسی وقت ٹھیک ہو گئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے روابط حضور کے دعویٰ نبوت سے کافی پیشتر سے تھے۔ یہ علم نہیں ہو سکا کہ کس سن سے آپ کی واقفیت حضور سے قائم ہوئی۔ بہرحال آپ سے یہ سنا گیا ہے کہ حضور جب کبھی دعویٰ سے پہلے لاہور تشریف لاتے تو مسجد چینیاں والی میں کبھی کبھار تشریف لاتے۔ آپ کی ملاقات بھی حضور سے اسی مسجد میں شروع ہوئی تھی۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے مسجد میں ملاقات کے دوران فرمایا کہ چلو مرزا صاحب آپ کا مکان بھی دیکھ لیں۔ چنانچہ بابا جی بتایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس آپ کے مکان تک تشریف لائے اور ایک منٹ کے قریب مکان کے تھڑے تک تشریف لا کر نظر ڈال کر واپس تشریف لے گئے۔

بابا جی کی بیعت کی تاریخ کا علم نہیں۔ جہاں تک قرائن سے معلوم ہوتا ہے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۹۰۰ء سے پہلے حضور کی بیعت کر لی تھی۔

آپ بڑے مستعد اور بروقت نماز روزہ کے پابند تھے۔ بڑے دعا گو اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ لوگ آپ کے پاس تکالیف اور بیماریوں وغیرہ میں دعا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات لوگوں کو تعویذ بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کی ساری اولاد بفضلہٖ تعالیٰ احمدیت کی شیدائی تھی اور ہے۔ آپ اپنی آخری عمر کے دو تین سال پیشتر تک باقاعدہ مسجد میں جو کہ آپ کے جدی مکان کے ساتھ ملحق تھی نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی میں تو کسی کو اس مسجد کی طرف نظر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ مگر آپ کی وفات کے بعد ہی چند شر پسند مخالفین نے اس مسجد پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں شروع کر دیں۔ کئی سالوں کے لڑائی جھگڑے اور عدالتوں کے فیصلہ کے بعد احمدیوں نے خود ہی اس مسجد کو چھوڑ دیا کیونکہ عدالتی فیصلہ کی رو سے ہر فریق کو نماز ادا کرنے کا حقدار ٹھہرایا گیا تھا۔ مگر یہ ایک مستقل لڑائی جھگڑے کی بنیاد تھی۔ جو نمازوں کی حرمت کے خلاف تھی۔

خلافت ثانیہ کے اوائل میں آپ پیغامی جماعت کی طرف مائل رہے کیونکہ اکابرین لاہور سے آپ کے بڑے تعلقات تھے۔ مولوی محمد علی صاحب و دیگر اکابرین گاہے بگاہے آپ کی خبر گیری کیا کرتے تھے تا کہ آپ کے دل میں وسوسے پیدا کرتے رہیں۔ آپ بذات خود سادہ طبیعت کے تھے۔ ویسے بھی بڑھاپے کا زمانہ تھا۔ ۸۰ سال سے زیادہ عمر ہو چکی تھی۔ ایک دو مواقع پر مولوی محمد علی صاحب اور شاید ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آپ کی تیمارداری کی غرض سے گھر پر تشریف لائے تھے۔ مگر آپ کے دونوں فرزند خلافت ثانیہ کی بیعت میں شامل تھے۔ ان کے دریافت کرنے پر فرمایا کرتے تھے کہ ان سے تو صرف میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ ورنہ بیعت کے لحاظ سے میں اپنے بچوں کے ساتھ ہی ہوں۔ چنانچہ وفات سے کئی سال پہلے آپ نے باقاعدہ بذریعہ خط اور بذریعہ الفضل اعلان فرما کر خلافت ثانیہ کی بیعت کا اعادہ فرما دیا۔ تا کہ دوستوں میں غلط فہمی نہ رہے۔ آپ نے ۹۶۔۹۷ سال کی عمر میں ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔ محلّہ کے ایک ڈھنڈورچی سائیں فیروز نے اسی وقت اپنے طور پر سارے شہر میں آپ کی وفات کی منادی کر دی۔ کیونکہ اسے بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ ایک جم غفیر آپ کے جنازہ کے ساتھ شامل ہوا۔ پھر آپ کی وفات پر آپ کے فرزند مرزا قدرت اللہ صاحب نے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں آپ کی وفات اور تدفین وغیرہ کی اطلاع خود حاضر ہو کر دی تو حضور نے فرمایا کہ آپ انہیں قادیان کیوں نہیں لے کر آئے؟ جب بتایا گیا کہ آپ

موصی نہیں تھے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ حضور کی اجازت پر آپ کا ایک کتبہ مقبرہ بہشتی میں نصب کروادیا گیا۔

آپ کی اولاد حسب ذیل تھی۔

۱۔ پہلے لڑکے کا نام کریم اللہ تھا جو ۵ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔

۲۔ مرزا ولی اللہ۔ ۱۱۔ جنوری ۱۸۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ ماسٹر ولی اللہ کے نام سے موسوم تھے۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۳۔ مرزا عنایت اللہ۔ سن پیدائش ۱۲۔ جون ۱۸۷۱ء اور وفات ۱۸۔ ستمبر ۱۹۰۳ء ہے۔ ۳۲ سال کی عمر پائی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۴۔ مرزا قدرت اللہ۔ ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے اور ۲۰۔ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ۶۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے بفضلہٖ تعالیٰ بہت سے بچے پیدا ہوئے جن میں سے کچھ کم عمری اور کچھ جوانی میں بھی فوت ہوئے۔ بفضل خدا تین لڑکے اور تین لڑکیاں بقیدِ حیات ہیں۔

۵۔ مرزا عطاء اللہ۔ ۲۱۔ اپریل ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے اور ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو ساڑھے چھہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کے کل چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ جن میں سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ ہیں۔

۶۔ عائشہ بیگم۔ آپ کی یہی ایک لڑکی تھی جو ۱۲۔ ستمبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئی اور عین جوانی میں ۲۶ سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء کو فوت ہوگئی تھی۔☆

محترم مرزا عطاء اللہ صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: ۲۱۔ اپریل ۱۸۸۸ء   بیعت: بچپن میں

وفات: ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء   عمر: ساڑھے چھہتر سال

آپ کا سن پیدائش ۲۱۔ اپریل ۱۸۸۸ء ہے۔☆☆ آپ کے والد کا نام مرزا (بابا) ہدایت اللہ

☆، ☆☆ یہ حالات مکرم مرزا عزیز احمد صاحب مکان نمبر ۲۴ زبیر سٹریٹ اسلامیہ پارک لاہور نے ۱۱ جولائی ۱۹۶۵ء کو لکھ کر دیئے تھے۔ (مؤلف)

صاحب ہے جو پنجابی کے ایک مشہور شاعر تھے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ آپ بچپن سے احمدی تھے۔ ویسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف بھی ۱۳ سال کی عمر میں حاصل ہوا۔

ایک واقعہ آپ سنایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس جب کبھی لاہور میاں چراغ دین و میاں معراج دین صاحبان کے مکانات میں آ کر ٹھہرا کرتے تھے تو لاہور کے ایک مخلص صحابی لیلاری (رنگریز) حضورؑ کی خدمت میں لاہور کا فالودہ پیش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے فالودہ مرزا صاحب کے ہاتھ (جب کہ آپ ابھی بچہ ہی تھے) حضور کی خدمت میں بھجوایا۔ آپ بتایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب پاس بیٹھے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیالہ رکھ دو۔ پیالہ ایک پلیٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے حسبِ ارشاد قریب ہی رکھ دیا اور نیچے اتر آئے۔ عموماً دستور تھا کہ حضور تھوڑا سا فالودہ پی لیا کرتے تھے اور باقی نیچے ارسال کر دیتے تھے۔ دوست اسی انتظار میں رہتے تھے اور تھوڑا تھوڑا تبرک سب چکھ لیتے تھے۔ مگر اس دن حضور نے بغیر کچھ پینے کے سارا پیالہ نیچے واپس کر دیا کہ طبیعت آج نہیں چاہتی۔ جب پیالہ نیچے آیا تو ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک مکھی گری ہوئی ہے۔ سب حیران ہوئے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ذرا سی بھی مشتبہ چیز کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا۔ مگر وہ صحابی اپنے دل میں بہت افسردہ ہوئے کہ میری ذرا سی کوتاہی کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوئی ہے۔

آپ نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد محکمہ تعلیم میں ۱۹۰۷ء میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہاں آپ نے ۳۵ سال سے بھی زیادہ عرصہ ملازمت کی۔ اس محکمہ میں آپ کو مسلمانوں کی خدمت کرنے کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ آپ اپنی سروس کے دوران بڑے بااصول اور باقاعدگی رکھنے والے تھے۔ آپ بڑے صائب الرائے اور ہمدرد انسان تھے۔ آپ کے سب عزیز و اقارب آپ کی رائے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آپ کے والد مرزا ہدایت اللہ صاحب کی وفات کے بعد جو شر پسند عناصر نے مکان کے ساتھ ملحقہ مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اس کے دوران آپ نے بڑی مستعدی سے دوستوں کے ساتھ مل کر مقابلہ کیا۔ مقدمات کے دوران مالی مدد کا زیادہ بار آپ ہی نے اٹھایا۔ پانچ چھ سال تک یہ جھگڑا چلتا

رہا۔اس عرصہ میں کئی دفعہ مسجد میں لڑائی جھگڑا بھی ہوا۔آپ نے بڑی دلیری سے بغیر کسی خوف کے ان شریروں کا مقابلہ کیا۔دشمن نے محلّہ کے ایک آدمی کو پانچ سو روپیہ کا لالچ دے کر آپ اور آپ کے بڑے بھائی مرزا قدرت اللہ صاحب کے قتل کیلئے اکسایا مگر اس شخص نے اپنے محلّہ اور پرانی ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ راز مرزا صاحب پر ظاہر کر دیا تاکہ آپ محتاط رہیں۔ایسا نہ ہو کہ اس کے انکار پر دشمن کسی اور شخص کو نامزد کر دے۔بہرحال دشمن ایسی کوششوں میں ناکام رہا۔البتہ مقدمہ کے اس فیصلہ پر کہ ہر فریق نماز پڑھنے کا حقدار ہے احباب حلقہ نے اس مستقل جھگڑے سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا۔

آپ کو سیر کرنے اور شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔عموماً کئی کئی میل ہر روز پیدل سیر کرنے چلے جایا کرتے تھے۔آخری دنوں تک پیدل چل لیا کرتے تھے۔اور عزیز و اقارب کی خبر گیری ہمیشہ کرتے رہتے تھے۔بچوں کو بھی نصیحت کرتے تھے کہ رشتہ داروں سے ملتے رہنا چاہئے۔کیونکہ تعلقات استوار رہتے ہیں اور تبلیغ و نصیحت کا موقعہ ملتا ہے۔

محکمہ تعلیم سے ۱۹۴۲ء میں فارغ ہونے کے بعد آپ نے قادیان جا کر محلّہ دارالرحمت میں مولوی ارجمند خان صاحب کا مکان کرایہ پر لے کر رہائش اختیار کی۔پانچ بچے ابھی چھوٹے اور زیر تعلیم تھے۔ پنشن میں اخراجات بمشکل پورے ہوتے تھے۔اس لئے کچھ عرصہ بعد ۱۹۴۳ء میں ملٹری اکونٹس کے محکمہ میں دوبارہ عارضی ملازمت اختیار کر لی۔خود تو لاہور واپس آ گئے مگر بیوی بچوں کو قادیان ہی میں رکھا۔ آخر ایک سال بعد بچوں کو پھر لاہور میں لے آئے۔سی ایم اے کے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فوڈ پرچیز اکاؤنٹ آفس میں دسمبر ۱۹۴۷ء سے فروری ۱۹۵۰ء تک ملازمت کی۔

پنشن کے موقعہ پر آپ نے اپنے بڑے بھائی مرزا قدرت اللہ صاحب سے جو کہ پہلے ہی قادیان ہجرت کر گئے ہوئے تھے بذریعہ خط مشورہ کیا کہ آیا میں اپنی آدھی پنشن کمیوٹ کروالوں تاکہ وہ روپیہ کسی تجارتی ادارے میں لگا دیا جائے۔آپ کے بھائی صاحب نے حضرت اقدس سے دعا اور مشورہ کے لئے عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ انہیں کہیں کہ کمیوٹ نہ کرائیں۔اللہ تعالیٰ انہیں لمبی عمر عطا فرمائے گا۔چنانچہ آپ نے ۲۱ سال تک پنشن حاصل کی۔

آپ کو وفات سے چند سال پیشتر پیشاب کی سخت تکلیف ہو گئی تھی۔جس کی وجہ سے گھر سے باہر جانے میں بڑی رکاوٹ محسوس کرتے تھے۔آخر ۱۹۶۳ء کے شروع میں یہی فیصلہ کیا کہ پراسٹیٹ گلینڈز

(Prostrate Glands) کا اپریشن کروا لیا جائے۔ تا یہ ہر وقت کی تکلیف دور ہو جائے۔
چنانچہ پہلا اپریشن کامیاب رہا اور ایک ٹیوب کے ساتھ پلاسٹک کی بوتل لگا دی گئی۔ گاہے بگاہے یہ سب کچھ ہسپتال سے صاف کرانا پڑتا تھا۔ اس دوران آپ کمزور کچھ زیادہ ہو گئے۔ مگر پھر بھی ہمت کر کے عزیز و اقارب کی خبر گیری کے لئے چلے جاتے تھے۔ چار ماہ بعد اکتوبر میں دوسرا بڑا اپریشن ہوا۔ خط و کتابت کے آپ اتنے پابند تھے کہ ہسپتال کے عرصہ میں بھی اپنا پیڈ' لفافے اور قلم ساتھ رکھتے تھے اور وہیں سے اپنے بچوں اور عزیزوں کو جولاہور سے باہر ہیں' اطلاع کرتے رہتے تھے اس اپریشن کے بعد آپ دو دن زندہ رہے۔ خون اور گلوکوز وغیرہ ہر طرح دی گئی مگر آخر ۲۷۔ اکتوبر کی صبح کو آٹھ بجے کے قریب جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

آپ کی اولاد مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فہمیدہ بیگم۔ ولادت ۲۷ جولائی ۱۹۱۰ء وفات ۱۹۳۶ء۔ شیخ عنایت اللہ صاحب ولد شیخ عطاء اللہ صاحب کے عقد میں آئیں جن سے دو بچے پیدا ہوئے۔

۲۔ مرزا عزیز احمد۔ ولادت ۲۰ دسمبر ۱۹۱۳ء پہلی شادی مرزا محمد شفیع صاحب مرحوم محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی دختر امۃ الرشید سے ہوئی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے اور نومبر ۱۹۴۸ء میں فوت ہوگئی۔ دوسری شادی منیر اختر دختر نذر محمد خاں صاحب سے ہوئی۔ اس سے ایک لڑکی ہے۔

۳۔ صالحہ منہاس۔ ولادت ۱۰۔ جولائی ۱۹۲۷ء۔ نصیر احمد منہاس ابن بشیر احمد صاحب رحمانی سے شادی ہوئی جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی۔ چھ بچے ہیں۔ یہ صدمہ مرزا صاحب کیلئے بہت سخت تھا۔

۴۔ ناصرہ بیگم۔ ولادت ۲۲۔ دسمبر ۱۹۲۹ء شادی کامیاب ثابت نہیں ہوئی۔

۵۔ رشید بیگم۔ ولادت ۲۰۔ نومبر ۱۹۳۰ء۔ ان کی شادی عزیز کیپٹن ڈاکٹر صلاح الدین ابن ملک معراج الدین صاحب آف عراق سے ہوئی۔ ایک بچی ہے۔

۶۔ مرزا خلیل احمد۔ ولادت ۱۷۔ اگست ۱۹۳۲ء۔ لاہور میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہے۔ غیر شادی شدہ۔

۷۔ مرزا ناصر احمد۔ ولادت ۴۔ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ آدم جی جیوٹ مل ڈھاکہ میں بعہدہ مینیجر ملازم ہیں۔ ان کی شادی عذرا بنت نسیم احمد انصاری صاحب سے ہوئی۔ ایک بچی ہے۔

۸۔ مرزا سعید اللہ بیگ۔ ولادت ۲۰ جنوری ۱۹۴۰ء ڈھاکہ جیوٹ مل میں بطور سپروائزر ملازم ہے۔ غیر شادی شدہ ہے۔

محترم مرزا قدرت اللہ صاحب

ولادت: ۲۳۔اکتوبر ۱۸۸۰ء بیعت: ۱۹۰۰ء وفات: ۲۰۔ستمبر ۱۹۴۸ء

محترم مرزا قدرت اللہ صاحب پنجابی کے مشہور شاعر بابا ہدایت اللہ صاحب کے صاحبزادے تھے اور دفتر ایکزامینر میں ملازم تھے۔صحابی تھے۔ بڑے ہی دعا گو تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد قادیان چلے گئے تھے۔حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ وہیں فوت ہوکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

اولاد: کافی اولاد ہوئی مگر کچھ بچپن میں اور کچھ جوانی میں فوت ہوگئی۔اب تین لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ ہیں۔

حضرت سید سردار احمد صاحب

ولادت: ۱۸۸۵ء بیعت: ۱۹۰۰ء

حضرت سید سردار احمد صاحب سکنہ شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ ۱۲۹۹ ہجری میں بمقام لاہور اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور محکمہ ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ دسہرہ کی رخصتوں میں قادیان گئے اور حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔

آپ فرماتے ہیں کہ

میرا قادیان جانا کسی خاص تحریک کا نتیجہ نہ تھا بلکہ از خود ہی میرے قلب میں ڈالا گیا کہ قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب کو ضرور دیکھنا چاہئے۔ والدہ اور نانی صاحبہ کو بھی میں نے بتایا کہ میں قادیان جا رہا ہوں۔ قادیان پہنچ کر مسجد مبارک میں گیا۔ ابھی پہنچا ہی تھا کہ حضرت اقدس تشریف لے آئے اور حضور کی نظر مجھ پر پڑی۔ ادھر میں نے بھی حضور کو دیکھا۔پس ایک برقی رُو تھی جس نے میرے قلب پر اثر کیا اور مجھے اطمینانِ قلب ہوگیا۔اسی شام کو بیعت کی اور دو روز رہ کر واپس چلا آیا۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

بیعت کے بعد چونکہ میری طبیعت میں ایک روحانی انقلاب پیدا ہو گیا تھا اس واسطے جلد ہی میری والدہ' نانی صاحبہ اور دوسرے رشتہ داروں کو معلوم ہو گیا کہ یہ احمدی ہو گیا ہے۔ تھوڑا عرصہ انہوں نے میری مخالفت کی۔مگر چونکہ میں قرآن وحدیث سے کسی حد تک واقف تھا اس لئے مجھ پر ان کا کوئی داؤ نہ چل سکا بلکہ میری والدہ صاحبہ نے بھی بیعت کر لی اور ۱۹۰۷ء میں بمقام لاہور فوت ہوئیں۔ فانا لللہ و انا الیه راجعون۔

میں نے کئی مرتبہ تبلیغی جہاد کرتے ہوئے ماریں بھی کھائیں اور طعن وتشنیع کا نشانہ بھی بنا مگر حضرت اقدس کی ہتک مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی اور میں اسی وقت ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا۔حضور کی خدمت میں سال میں تین چار مرتبہ جایا کرتا تھا۔حضور اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر آیا کرواور زیادہ دیر ٹھہرا کرو۔حضور میری چھوٹی عمر کا لحاظ کر کے بہت ہی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ بیعت خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے فوراً شامل ہو گیا اور ایک دن کا بھی توقف نہیں کیا۔

اپنے خاندانی حالات بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مورث اعلیٰ سید عبداللہ شاہ صاحب مرحوم بخارا کی طرف سے ہندوستان آئے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ یا اس سے پہلے یا بعد میں۔ پہلے گجرات کاٹھیاوار میں کسی جگہ فروکش ہوئے۔اور بعد میں جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے وہاں سے دہلی چلے گئے۔ راستے میں ہمارے ایک بزرگ کا مزار ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ایک شیر کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے مار دیا تھا۔ پھر اسی جگہ خود بھی فوت ہو گئے۔ دہلی سے شہنشاہ جہانگیر کے وقت لاہور تشریف لائے۔شاہِ وقت نے ان کے گذارہ کیلئے کچھ زمین دی۔ یہ زمین آخر کار محکمہ ریلوے نے خرید لی۔انارکلی میں کچھ دکانیں بھی تھیں اور ایک احاطہ چونہ منڈی میں تھا۔مگر یہ ساری جائیداد فروخت ہو گئی۔اب ہمارے پاس قریباً چار مربعہ زمین موضع شاہ مسکین شمولہ موضع تھابل ضلع شیخوپورہ میں ہے وہاں پر ہمارا اپنا زمیندارہ ہے۔

اپنی ملازمت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ

میں محکمہ انہار میں ملازم تھا۔عہدہ ہیڈ کلرکی سے پنشن پر ہوں۔آدھی پنشن کا روپیہ چونکہ میں نے لے لیا تھا اس لئے اب نصف یعنی چالیس روپیہ پنشن مل رہی ہے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب میانہ قد کے وجیہ اور مضبوط انسان ہیں۔ آپ کی رہائش ''شاہ مسکین'' میں ہے۔ کبھی کبھی پنشن لینے کے لئے لاہور تشریف لایا کرتے ہیں۔ تبلیغ کا آپ کو ساری عمر شوق رہا ہے۔ چند سال کی بات ہے خاکسار بھی جلسہ سالانہ شاہ مسکین پر گیا ہوا تھا۔ اور جلسہ شاہ مسکین کے معاً بعد بھینی شرقپور میں جلسہ تھا اور فاصلہ آٹھ نو میل کا تھا۔ شاہ صاحب میرے ساتھ چل پڑے۔ میں سمجھا کہ میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر پختہ سڑک ہے اور ہر وقت بسیں آتی رہتی ہیں۔ کسی بس پر سوار ہو کر چلے جائیں گے۔ مگر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت شاہ صاحب نے یہ سارا سفر بڑھاپے میں پیدل کیا اور آپ کے ساتھ مجھے بھی پیدل چلنا پڑا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۳ سال ہے مگر صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے ساتھ خاص دوستی رہی۔ حکمت کا بھی شوق ہے۔ آپ کے بعض نسخے بے حد مفید ہیں۔

اولاد: یار محمد۔ مختار احمد۔ سلطان محمود شاہد۔ امۃ الحفیظ۔ امۃ الرشید۔ زبیدہ

حضرت صوفی فضل الٰہی صاحبؓ

ولادت: ۱۸۸۶ء بیعت: بچپن میں وفات: ۴۔ جنوری ۱۹۶۳ء عمر: ۷۷ سال

حضرت صوفی فضل الٰہی صاحب ولد صوفی کرم الٰہی صاحب صحابی ابن صحابی تھے۔ اندرون دہلی دروازہ گلی درزیاں میں رہا کرتے تھے۔ نماز کے لئے باقاعدہ مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں آیا کرتے تھے۔ میرٹھ اور شملہ میں بسلسلہ ملازمت رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد لاہور آ گئے۔ ۴۔ جنوری ۱۹۶۳ء کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی صوفی بشیر احمد صاحب بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ چند سال قبل وفات پائی۔

اولاد: شریف احمد، عزیز احمد، خلیل احمد، ناصر احمد، رضیہ سلطانہ، صفیہ سلطانہ

حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر

از قلم محترمہ حمیدہ صابرہ صاحبہ دختر حضرت ڈاکٹر صاحبؓ

ولادت: ۱۲۹۳ ہجری بیعت: اندازاً ۱۹۰۰ء وفات: ۱۴۔ جنوری ۱۹۵۵ء

میرے والد ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر صحابی ایک نو مسلم خاندان سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے

احسنات کے اعتراف کے تحت حضرت دادا جان کا ذکرِ خیر بھی ضروری ہے۔حضرت دادا جان سردار روپ سنگھ ایک متمول اور کٹر خیالات رکھنے والے سکھ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ سترہ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔امرتسر میں جائیداد وغیرہ بہت تھی۔حسن اتفاق سے اس مکان میں مسلمان کرایہ دار آ بسے جس کی بالائی منزل میں آپ لوگ رہتے تھے۔ان کا آنا سونے پر سہاگہ کا کام کر گیا۔ حضرت دادا جان کا اسلام کی طرف رجحان دیکھ کر وہ نیک فطرت آدمی انہیں اسلام سے روشناس کرواتا رہا۔رمضان المبارک کے دن آ گئے۔روزوں کی حکمت و برکت سے انہیں آگاہ کیا۔آپ نے بھی روزے رکھنے کی خواہش ظاہر کی اور اسلام لانے سے قبل ہی اپنے خاندان کی لاعلمی میں رمضان کے روزے رکھے۔چونکہ آپ بالائی منزل میں رہتے تھے۔رات کو سوتے وقت ایک رسی سے پاؤں کے انگوٹھے کو باندھ لیتے تھے۔اس کا دوسرا سرا نیچے لٹکا دیا جاتا۔سحری کے وقت مسلمان کرایہ دار اسے ہلاتا تو آپ بیدار ہو کر نیچے اتر آتے۔ان کے ساتھ سحری کھا کر روزہ رکھ لیتے اور تمام دن اپنا روزہ پوشیدہ رکھتے ....رفتہ رفتہ اسلام کی محبت گھر کر گئی۔باپ نے غصہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو جائیداد سے عاق کر دیا۔...........اور جب بہن بیاہی گئی تو ان کے شریف طبع خاوند نے ان کے دل میں بھائی کی محبت کی تڑپ دیکھ کر انہیں اس شرط پر اپنے بھائی سے ملنے کی اجازت دی کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ سے کچھ کھائیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کام کو کون سمجھ سکتا ہے۔ادھر وہ دنیاوی مال و دولت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ انہیں دولتِ اسلام سے مالا مال کر دیتا ہے اور پھر ان کے خاندان پر مزید فضل یہ کرتا ہے کہ انہیں نورِ احمدیت سے بھی منور کر دیتا ہے۔**الحمد للّٰہ علی ذالک**

اس طرح پر سردار روپ سنگھ سترہ برس کی عمر میں مسلمان ہو کر مولوی عبدالغنی بن گئے۔آپ بڑے عالم گذرے ہیں۔انبالہ سکول میں عربی فارسی کے معلم رہے۔پچاسی سے کچھ اوپر عمر پائی۔

آپ کی اولاد میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی جن کے نام تاریخی ہیں۔

۱۔ڈاکٹر اظہر علی	۱۲۹۰ھ ہجری	(ان کا نام منارۃ المسیح پر کندہ ہے)
۲۔ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر	۱۲۹۳ھ ہجری	
۳۔مظہر علی طالب	۱۲۹۷ھ ہجری	

۴۔منظر علی ۱۳۰۰ھ ہجری

۵۔مراد خاتون ۱۳۰۲ھ ہجری (زوجہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ)

۶۔ڈاکٹر اقبال علی غنی ۱۳۰۴ھ ہجری

حضرت دادا جان کی وفات کے بعد حضرت تایا جان اور حضرت والد صاحب کم عمری میں ہی ملازمت کے سلسلہ میں افریقہ تشریف لے گئے۔ حضرت والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ہم دونوں بھائی کچھ فاصلہ پر کام کرتے تھے۔ میں ان دنوں خوب فیشن ایبل تھا اور دین کی طرف کم ہی دھیان تھا۔ رخصت لیکر بڑے بھائی صاحب کو ملنے آیا تو انہیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ان کے اندر نمایاں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ خوبصورت چہرہ پر ایک چھوٹی سے داڑھی عجب بہار دکھا رہی تھی اور نماز وعبادت سے شغف بڑھ گیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ مکرم ڈاکٹر رحمت علی صاحب (برادر حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ و بہنوئی حضرت مولوی غلام رسول صاحب وزیرآبادیؓ) کی تبلیغ سے احمدی ہو چکے ہیں۔ میں چونکہ اپنے بھائی کا بہت احترام کرتا تھا۔ اس لئے ان میں یہ تغیر دیکھ کر میں نے بھی بیعت کا خط لکھا دیا۔ پھر قادیان آ کر دستی بیعت بھی کی۔

حضرت والد صاحب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو بڑی مشکل سے قادیان لائے۔ حضرت دادی جان تو اس شرط پر رضا مند ہوئیں کہ انہیں (حضرت) مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے گھر جانے پر مجبور نہ کیا جائے۔

قادیان آنے پر وہ ایک دفعہ ہمسایہ عورتوں کے ساتھ مل کر اپنی مرضی سے حضرت اماں جان کی ملاقات کو تشریف لے گئیں اور اس قدر گرویدہ ہوئیں اور ایسا تعلق قائم کرلیا کہ مرتے دم تک نہ چھوڑا۔ انہیں سب ''بو بو جی'' کہتے تھے۔

حضرت والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے لنگر خانہ کے مہتمم کے طور پر بھی کام کیا۔...... اخبار ''البدر'' ...... کے ابتدائی نمبروں میں آپ کا نام بطور مہتمم درج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور الہام **رب کُلّ شئی خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی** بھی انہی دنوں ''البدر'' میں شائع ہوا تھا۔

آپ کا عالم جوانی کا ایک فوٹو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر صحابہ کرام کی معیت

میں ہے جو کہ حضرت صاحب زادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ہمیں تحفۃً دیا ہوا ہے۔ **جزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیراً**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قلم مبارک سے میرے والد صاحب کے نام خط لکھا۔ اور پھوپھی جان کا رشتہ حضرت خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب کے لئے مانگا۔ جس میں لکھا تھا کہ میری خواہش ہے کہ آپ یہ رشتہ کر دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری سفر لاہور میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت خراب ہونے پر صدقہ کے جو بکرے منگوائے گئے۔ آپ انہیں خرید کر لائے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے انہیں کہا کہ آپ ہی انہیں ذبح کریں کیونکہ آپ بھی اہلبیت میں سے ہیں۔ واپسی پر بٹالہ سے قادیان تک جسد مبارک کو قادیان لے جانے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔

۱۲۔ ۱۹۱۱ء میں بسلسلہ ملازمت بہاولپور تشریف لے گئے اور کئی برس تک ملٹری ہاسپٹل بہاولپور کے میڈیکل آفیسر رہے۔ آپ حد درجہ کے مہمان نواز اور سخی تھے۔ بیماروں کا نہ صرف ہمدردی سے علاج کرتے تھے بلکہ نقدی، کپڑوں اور غذا سے بھی مدد فرمایا کرتے تھے۔ تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا۔ سلسلہ کی کتب خریدتے اور غیر احمدی احباب میں تقسیم کر دیتے بڑے متوکل انسان تھے۔ ''اللہ مالک ہے'' تکیہ کلام تھا۔ قرآن کریم کا معتد بہ حصہ زبانی یاد تھا۔ حضرت اقدس کے اُردو اور فارسی اشعار بہت سے یاد تھے۔ ہم بچوں کے اندر یہ ذوق پیدا کرنے کیلئے اکثر ہمارے ساتھ بیت بازی ہوتی۔ بچوں کی ذہانت پر خوش ہو کر انہیں انعام بھی دیتے۔

خود بھی شعر کہہ لیتے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب پہلی مرتبہ دورہ یورپ پر تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپ کی نظم

''مشرق و مغرب کو آپس میں ملائے قادیان''

الفضل میں چھپی تھی جو بہت مقبول ہوئی۔ حضرت ام المومنین کی وفات پر بھی آپ نے قطعہ تعزیت لکھا تھا۔ جو مصباح میں چھپ چکا ہے۔ تاریخ وفات تھی۔

۱۳۱۷ھ

مادر شفیقہ نصرت جہاں بیگم

تقسیم ملک کے بعد آپ ماڈل ٹاؤن لاہور میں ۱۹۴۷ء سے لے کر دسمبر ۱۹۵۴ء تک مقیم رہے۔ یہاں آپ نے رسالہ ’’نامۂ پاکستان‘‘ کے چند نمبر نکالے جو ملک کی نامور ہستیوں کو بھیجے گئے اور بہت پسند کئے گئے۔مشہور اخبار ’’نوائے وقت‘‘ نے بھی اپنی ایک اشاعت میں ’’نامۂ پاکستان‘‘ شائع کیا اور اس پر تبصرہ بھی لکھا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جب حصہ جائیداد کی ادائیگی کی تحریک فرمائی تو آپ نے خاصی کوشش کر کے اپنی وصیت کی رقم ادا فرمادی۔

اولاد: ڈاکٹر احسان علی۔ سردار رحمت اللہ۔ سردار عبدالرحمٰن ۔حمیدہ صابرہ۔ امۃ الحفیظ بیگم۔ سردار عبدالمنان ۔سردار عبدالسلام ۔سردار عبدالحمید۔سردار عبدالرشید

۴۶ پوتے‘پوتیاں‘نواسے‘نواسیاں

۲۴ پڑپوتے اور پڑپوتیاں

۱۴۔جنوری ۱۹۵۵ء بروز جمعہ ایک بجے بعد دوپہر حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے مولا حقیقی کو جا ملے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

حضرت مولانا راجیکیؓ نے تاریخ وفات ’’غفران مآب‘‘ لکھی اور مقبرہ بہشتی ربوہ میں قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحبؓ

ولادت: ۱۸۷۸ء **بیعت:** ۱۹۰۰ء **وفات:** ۲۳۔اگست ۱۹۴۹ء

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب کے والد محترم کا نام حضرت شیخ عمر بخش صاحب تھا۔ آپ گورنمنٹ کنٹریکٹر بننے سے قبل ریلوے میں کلرک تھے۔ دہلی دروازہ کے باہر آپ نے جماعت احمدیہ کی طرف سے دیواروں پر ایک پوسٹر لگا ہوا دیکھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا ذکر کر کے قبول

احمدیت کی دعوت دی گئی تھی ۔ یہ اشتہار پڑھ کر آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت پیدا ہوگئی اور آپ صداقت احمدیت کے قائل ہو گئے ۔ چنانچہ آپ اور آپ کی اہلیہ صاحبہ حضرت سکینہ بیگم دونوں نے ۱۹۰۰ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

اس کے بعد سلسلہ کے ساتھ جوں جوں واقفیت بڑھتی گئی آپ ایمان اور عرفان میں ترقی کرتے چلے گئے ۔حتّٰی کہ طاعون کی شدت کے زمانہ میں جب کہ عام موتا موتی لگ رہی تھی اور لوگوں پر خوف و ہراس طاری تھا اور لاہور کی ہر گلی کوچہ میں لوگ اکٹھے ہوکر یہ مشہور فقرہ پڑھا کرتے تھے۔

توبہ، تسبیح ، استغفار اسیں بندے گناہگار

آپ دیوانہ وار تبلیغ میں مصروف تھے۔ان ایام میں آپ اندرون بھاٹی دروازہ لاہور محلّہ پٹ رنگاں میں ایک چوبارے پر رہا کرتے تھے اور نیچے اور لوگ رہتے تھے۔ جب وہ سب ایک ایک کر کے طاعون کا شکار ہو گئے حتّٰی کہ ان کا کتا بھی طاعون سے مر گیا تو آپ کو لوگوں نے کہا کہ شیخ صاحب آپ کی نچلی منزل کے سارے لوگ طاعون سے مر گئے ہیں۔آپ مہربانی فرما کر یہ چوبارہ خالی کر کے کسی اور مکان میں چلے جائیں یہ جگہ خطرناک ہے۔اس پر آپ فرمایا کرتے تھے کہ طاعون کے کیڑے احمدیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ چنانچہ ’’کشتی نوح‘‘ سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پیش کر کے لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم بھی طاعون سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو آؤ! احمدیت قبول کر لو۔

قرآن کریم سے آپ کو اس قدر عشق تھا کہ اکثر تر آنکھوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

بارہا فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ قرآن کریم کا طواف کروں ۔قرآن کریم کے اندر خوشبودار پھول رکھا کرتے تھے اور تلاوت کرتے وقت قرآن کریم کو چُومنا ان کی عادت میں داخل تھا۔

آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ گوجرانوالہ کی رہائش کے ایام میں آپ وہاں سیکرٹری تبلیغ تھے۔ چنانچہ سیکرٹری تبلیغ کی حیثیت میں آپ نے متعدد تبلیغی پمفلٹ لکھے۔

میاں بیوی دونوں بے حد مہمان نواز تھے۔ جب آپ نے سرکاری ملازمت ترک کر کے پشاور

میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا تو وہ خلافت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کی اطلاع ملی تو پشاور میں سب سے پہلے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت بذریعہ تار کی۔ اور بعد ازاں جب قادیان سے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب' حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت علامہ محمد اسماعیل صاحب حلالپوری پر مشتمل وفد پشاور پہنچا تو اس کا قیام بھی آپ ہی کے ڈیرہ پر رہا۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کے ساتھ مناظرہ قرار پایا تھا اور حضرت مولوی صاحب نے اپنی طرف سے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کو مناظر مقرر کیا تھا۔ چنانچہ خلافت ثانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ کے دوران ہی حضرت قاضی صاحب قادیان پہنچے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت کر لی جس پر حضرت شیخ صاحب کو بہت خوشی ہوئی۔

حضرت شیخ صاحب سلسلہ کے سارے اخبارات منگوایا کرتے تھے۔ کتابیں بھی کافی تعداد میں جمع کر رکھی تھیں اور بعض کتب کے تو کئی کئی نسخے زیر تبلیغ افراد میں تقسیم کرنے کیلئے خرید لاتے تھے۔

ذیل میں آپ کی چند روایات درج کی جاتی ہیں جو آپ نے خود خاکسار سے بیان کیں۔

۱۔ ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ سالانہ جلسہ کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ نماز ظہر کا وقت تھا اور نمازی جمع تھے۔ حضور نماز ادا کرنے کے بعد تقریر فرما رہے تھے اس وقت ایک شخص باہر سے آیا اور وہ دوستوں کے سر سے پھاندتا ہوا حضور کے قریب چلا گیا اس کی اس جدوجہد میں ایک دوست کی پگڑی اُتر گئی اور اس نے حضور کو شکایتی رقعہ لکھ دیا۔ حضور اس کو پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کی کھڑکی کے پاس پہنچ کر حضرت مولانا نورالدین صاحب کو بلایا اور کھڑکی کے پاس چند باتیں کر کے اندر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب واپس آ کر کھڑے ہو گئے اور تقریر شروع کی۔ تقریر تو دس پندرہ منٹ فرمائی تھی جو گو مجھے ساری یاد نہیں لیکن اس کے شروع کے الفاظ مجھے آج بھی مِن وعَن یاد ہیں۔ فرمایا۔ دیکھو! آج میں تمہیں ایک خوفناک بات سناتا ہوں۔ خود نہیں بلکہ مامور کیا گیا ہوں کہ تمہیں بتاؤں کہ آج ہمارا امام دعا کر رہا ہے کہ ''خشک ڈالی مجھ سے کاٹی جاوے۔ تم دوسروں کا سر کچل کر خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتے قرب الٰہی اس کے فضل سے ملتا ہے''۔

۲۔ حضور کی وفات سے چند روز پہلے ایک رئیس دہلی حافظ عبدالکریم صاحب نے مجھ سے خواہش کی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کی ملاقات کروا دوں۔ اس وقت حضور لاہور میں تشریف

لائے ہوئے تھے اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں فروکش تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میاں فضل حسین صاحب جو بعد میں ''سَر'' کہلائے اور میاں شاہ نواز صاحب بیرسٹر' خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکانات ...... کے درمیان کی گلی میں ایک چار پائی پر بیٹھے تھے اور حضور سے ملاقات کی درخواست کر رکھی تھی۔ ہمارے پہنچنے پر حضور معاً باہر تشریف لے آئے۔ ایک چار پائی خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان کی کھڑکی کے نیچے گلی میں بچھائی گئی اور ایک چار پائی ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکان کے ساتھ اور تیسری چار پائی سڑک کی جانب بچھائی گئی پہلی چار پائی پر حضور جلوہ افروز ہوئے۔ دوسری بالمقابل چار پائی پر میاں فضل حسین صاحب اور میاں شاہنواز صاحب بیٹھ گئے۔ تیسری چار پائی پر میں اور حافظ عبدالکریم صاحب دہلوی بیٹھ گئے خواجہ کمال الدین صاحب تشریف لائے اور وہ حضور کی چار پائی کی پائنتی پر بیٹھ گئے اور سلسلہ کلام یوں شروع ہوا:

میاں فضل حسین: حضور! مسلمانوں میں پھوٹ پڑ رہی ہے۔

حضور علیہ السلام: ہاں ہمیں بھی یہی غم کھا گیا ہے کہ جس گھر میں پھوٹ پڑی ہوئی ہو۔ دشمن کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

میاں صاحب: حضور! آپ نے بھی تو جماعت کو الگ کر دیا ہے۔

حضور: ہم نے جماعت کو الگ نہیں کیا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے ہم پر کفر کا فتویٰ لگایا اور بڑی تکلیف اٹھا کر ہندوستان میں سفر کر کے علماء سے اس پر مہریں لگوائیں۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ لوگ اس پر عمل نہ کریں مگر میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہیں چھوڑ سکتا۔

میاں فضل حسین: حضور! فتویٰ لگانے والے علماء مر گئے۔

حضور! ہاں۔ بہت مر گئے۔ ابھی کچھ زندہ ہیں۔

میاں صاحب: حضور! سب مر گئے۔

حضور علیہ السلام نے اس موقعہ پر تبسم فرما کر کہا کہ

اچھا ہم نے مان لیا کہ سب مر گئے مگر موجودہ علماء میں سے دو چار سے آپ یہ شائع کروا دیں کہ ہم مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتے تو میں جماعت کو حکم دے دوں گا کہ وہ مل کر نمازیں پڑھیں

اور اگر اس طرح مجھے قابو میں لانا چاہیں کہ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ تو میں قابو میں نہیں آ سکتا۔

پھر میں حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا تو فضل حسین نے اس بات کو چھوڑ کر سوال کیا۔

میاں فضل حسین: حضور کا خیال معراج کے متعلق کیا ہے؟

حضور: مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْ اَرَیْنَاکَ

میاں صاحب: شق القمر کے متعلق حضور کا کیا خیال ہے؟

حضور: لطیف ترین کشوف میں سے تھا۔

اس کے بعد وہ رئیس چونکہ مولوی صاحب سے بھی ملنا چاہتے تھے اور حضرت مولوی صاحب اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب کے کمرہ میں مطب کر رہے تھے۔ہم وہاں چلے گئے......

میاں فضل حسین صاحب اور حضور کی گفتگو کو خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بذریعہ اشتہار شائع کیا تھا۔اور اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دستخط بھی کروائے تھے۔مگر افسوس کہ آخری حصہ گفتگو کا جس میں حضور علیہ السلام نے قرآن کی آیت کو ان پر چسپاں کیا تھا اس کو چھوڑ دیا۔

حضرت شیخ صاحب کئی سال تک متواتر جمعہ وعیدین کے خطبات پڑھتے رہے۔

اولاد: شیخ نذیر احمد صاحب مرحوم گورنمنٹ کنٹریکٹر سیالکوٹ چھاؤنی۔ شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ و سابق جج ہائیکورٹ مغربی پاکستان۔شیخ محمد اسلم صاحب مرحوم گورنمنٹ کنٹریکٹر۔شیخ محمد اسحاق صاحب۔ہاجرہ بیگم۔سلیمہ بیگم مرحومہ۔آمنہ بیگم۔محمودہ بیگم

حضرت خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب

ولادت: ۱۸۸۸ء بیعت: ۱۹۰۱ء

حضرت خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور ولد حضرت میاں ہدایت اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پنجاب سول سیکرٹریٹ لاہور مزنگ نے فرمایا

ا۔حضرت جب جہلم تشریف لے گئے۔میں اس زمانہ میں طالبعلم تھا۔مجھے یاد ہے کہ حضور نے

ایک ڈبہ ریزرو کروایا ہوا تھا۔ جب گاڑی جہلم پہنچی تو وہ ڈبہ ٹرین سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔ بے شمار لوگ جہلم ریلوے اسٹیشن پر جمع تھے اور یہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ حضور ریلوے اسٹیشن سے دو گھوڑے والی بند گاڑی میں سوار ہوئے تھے اور دریا کے کنارے ایک کوٹھی میں فروکش ہوئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے وہاں بیعت کی تھی۔ قبلہ والد صاحب وہاں جماعت کے سیکرٹری تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب اور بہت سے بزرگ حضور کے ہمراہ تھے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو مجھے یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی حضور کے ہمراہ کوٹھی میں فروکش تھے۔ لمبا چوغہ پہنا ہوا تھا (آپ اب بھی وضو فرماتے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔)

جب حضور نے مستورات کی بیعت لی تو خاکسار بھی وہاں موجود تھا۔ حضور ایک اونچی جگہ پر تشریف فرما تھے اور مستورات کو کپڑا پکڑایا ہوا تھا جس کے ساتھ انہوں نے بیعت کی تھی۔ دوسری عورتوں نے ان عورتوں کے ساتھ ہاتھ لگائے ہوئے تھے۔

۲۔ پیشی مقدمہ کے لئے جب حضور گورداسپور گئے تھے تو ایک مرتبہ میں بھی وہاں گیا تھا۔

۳۔ قادیان کی مسجد مبارک میں بھی جب کہ وہ بالکل چھوٹی تھی، نمازیں پڑھنے کا موقع ملا ہے۔

آپ نے ۱۹۰۱ء میں بیعت کی جب کہ آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی۔ آج کل آپ کی رہائش ۲۸۱ فیروز پور روڈ لاہور میں ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب جب راولپنڈی میں سول سپلائز آفیسر تھے تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میں ریٹائر ہونے والا ہوں اگر اجازت ہو تو توسیع ملازمت کیلئے کوشش کروں کیونکہ مجھے توسیع مل سکتی ہے مگر حضور نے فرمایا کہ خدمت دین کیلئے قادیان آ جاؤ۔ چنانچہ آپ چند سال پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ آج کل کئی سال سے آپ لاہور کی جماعت کے نائب امیر ہیں۔ حلقہ ماڈل ٹاؤن کے پریذیڈنٹ بھی ہیں اور باوجود بوڑھا ہونے کے دونوں کام نہایت ہی محنت اور ذوق شوق سے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے۔ آمین۔ بہت پایہ کے بزرگ ہیں۔

اولاد: محمد داؤد میاں۔ محمد یحیٰ میاں۔ محمد احمد میاں۔ محمد سلیمان میاں مرحوم۔ محمد سعید میاں۔ محمد ادریس میاں۔ محمد یونس میاں۔ محمد شعیب میاں۔ محمودہ بیگم۔ مسعودہ بیگم۔ امینہ بیگم مرحومہ۔ تنویر بیگم۔

حضرت مولوی محمد دین صاحب

ولادت: ۴ دسمبر ۱۸۸۱ء　　　　بیعت: ۱۹۰۱ء

حضرت مولوی محمد دین صاحب لاہور کے باشندہ ہیں۔ ۴ دسمبر ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ شروع ۱۹۰۳ء میں ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان چلے گئے۔ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو وقف زندگی کی تحریک فرمائی تو جن احباب نے اپنے آپ کو وقف زندگی کیلئے پیش کیا ان میں آپ بھی تھے۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک آپ قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ جنوری ۱۹۲۳ء سے لے کر دسمبر ۱۹۲۵ء تک امریکہ میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۲۸ء تک دوبارہ ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک گرلز ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر رہے اور اب ربوہ میں ایک عرصہ سے ناظر تعلیم ہیں۔ آج کل آپ بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ بہت ہی نیک دل اور سادہ طبیعت بزرگ ہیں۔ ایسے پرانے بزرگوں میں سے اب خال خال ہستیاں ہی باقی ہیں۔

اولاد: احمد دین مرحوم۔ محمد عبداللہ مرحوم۔ آمنہ قمر۔ رشیدہ

حضرت میاں محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت:　　　　بیعت: ۱۹۰۱ء

میاں محمد علی صاحب ولد میاں حسین بخش صاحب شاہ عالمی دروازہ لاہور نے فرمایا کہ

۱۔ جب میں نے بیعت کی تو میں تھیئیٹر یکل کمپنی میں ملازم تھا۔ بیعت کے چند روز بعد میں نے عرض کی کہ حضور مجھے اس ملازمت سے کراہت سی پیدا ہوگئی ہے اس لئے میرا ارادہ ملازمت چھوڑ دینے کا ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہ چھوڑنا۔ روزگار منجانب اللہ ہوتا ہے۔ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مجھے پرنٹنگ پریس میں بدل دیا گیا کیونکہ خاکسار کمپوزیٹر کے کام سے واقف تھا۔ اور تھیئیٹر بھی سرکاری تھا اور پریس بھی سرکاری۔ یہ واقعہ ریاست

جموں کا ہے۔

۲۔ ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ حضور سود کھانا تو ناجائز ہے مگر کیا رشوت دینا بھی ناجائز ہے؟ کیونکہ ہمارے افسر رشوت کے بغیر کام ہی نہیں کرتے۔ فرمایا۔ اپنا حق لینے کیلئے کتے کے منہ میں ہڈی ڈال دینا جائز ہے۔

حضرت شیخ محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت:　　　　بیعت: ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء　　　　وفات: ۱۹۵۱ء

محترم شیخ محمد حسین صاحب ولد شیخ غلام رسول صاحب پنشنر سب جج اسلامیہ پارک لاہور نے فرمایا کہ:

۱۔ میری بیعت ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء کی ہے۔ میں نے حضور کو بیعت سے قبل بھی دیکھا اور بیعت کے بعد بھی زیارت کرتا رہا۔ حضور کے جنازے پر بھی موجود تھا۔

ایک دفعہ جب کہ حضور لاہور میں میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر فروکش تھے، جنوری کا مہینہ تھا سن یاد نہیں۔ رات دس بجے کے قریب کا وقت تھا۔ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ حضور دعا کریں۔ بارش ہو۔ کیونکہ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ حضور نے نہ دعا کی نہ کوئی جواب دیا اور باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اس نے یا کسی اور صاحب نے بارش کے لئے دعا کو کہا۔ مگر پھر بھی حضور نے کوئی توجہ نہ کی۔ کچھ دیر کے بعد پھر تیسری دفعہ کسی نے دعا کے لئے کہا۔ اس پر حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی۔ اس وقت چاند کی چاندنی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا۔ مگر حضور کا ہاتھ اٹھتے ہی ایک چھوٹی سی بدلی نمودار ہوئی اور بارش کی بوندیں پڑنی شروع ہوگئیں۔ ادھر حضور نے دعا ختم کی ادھر بارش تھم گئی۔ بارش صرف چند منٹ ہی ہوئی اور آسمان صاف ہوگیا۔ یہ واقعہ میری موجودگی میں ہوا۔

۲۔ ایک دفعہ بٹالہ کی سرائے میں ہم لوگ اور حضرت صاحب رات کو سوئے ہوئے تھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ حضور کسی سے باتیں کر رہے ہیں مگر وہاں آدمی کوئی نہیں تھا۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں۔

میرا نام حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۶ پر نمبر ۱۵ پر درج ہے۔

محترم چوہدری مظفر علی صاحب سیکشن آفیسر سیکرٹریٹ نے بیان کیا کہ

محترم شیخ صاحب نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ اور باشرح چندہ دیا کرتے تھے۔ نرینہ اولاد نہیں تھی۔ مگر لڑکیاں کئی ایک تھیں۔ جن میں سے دو کی شادی یکے بعد دیگرے محترم ضیاء اللہ صاحب ابن حضرت بابو اکبر علیؓ صاحب سے ہوئی۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا دردانگیز ہے۔ آپ کے ایک ملازم نے دو اور لٹیروں کے ساتھ مل کر آپ کے گھر میں ڈاکہ ڈالنا چاہا مگر شیخ صاحب مزاحم ہوئے جس پر اس نے گولی چلا دی۔ زخم کاری لگا۔ جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ ایک لڑکی نے بھی مزاحمت کی اسے بھی چوٹیں لگیں مگر بچ گئی۔ مقدمہ چلا جس کے نتیجہ میں ملازم اور ایک ساتھی کو پھانسی کی سزا ملی اور تیسرے کو عمر قید کی۔

حضرت میاں کریم بخش صاحب پہلوان رضی اللہ عنہ

ولادت: بیعت: اندازاً ۱۹۰۲ء وفات:

حضرت میاں کریم بخش صاحب بڑے خوبصورت اور وجیہ انسان تھے۔ اندرون لوہاری دروازہ رہا کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں لاہور میں پہلوانی کا بڑا رواج تھا۔ انہوں نے بھی اس فن میں مہارت پیدا کی اور ایک عرصہ تک ریاست اندور میں ملازم رہے۔ بڑھاپے میں لاہور آ گئے۔ بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ سفید پوش اور خوشبو کے دلدادہ تھے۔ شادی انہوں نے ریاست میں ہی کی تھی۔ بیوی نومسلم مگر بڑی سمجھدار تھی۔

ان کا ایک لطیفہ مشہور ہے کہ آخر عمر میں اکھاڑے میں ہی فالج کا حملہ ہوا۔ بے ہوش ہو گئے۔ زبان پر بھی اثر تھا۔ آپ کے ساتھی غیر احمدی پہلوانوں اور شاگردوں نے نعش پر قبضہ کرنے کے لئے یہ مشہور کر دیا کہ میاں کریم بخش صاحب نے ہمیں وصیت کی تھی کہ میری نعش کو اپنے انتظام کے ماتحت دفن کرنا۔ مگر خدا کی قدرت کہ وہ بے ہوشی جاتی رہی اور جب آپ کو پتہ لگا کہ غیر احمدی پہلوانوں نے آپ کے متعلق یہ بات مشہور کر دی تھی تو ان پر بڑے سخت ناراض ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس ابتلاء سے محفوظ رکھا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد آپ فوت ہو گئے اور بہشتی مقبرہ قادیان

میں دفن ہوئے۔

محترم پہلوان نبی بخش صاحبؓ

ولادت: ۱۸۴۸ء بیعت: ۱۹۰۲ء وفات: ۱۹۳۸ء عمر ۹۰ سال

محترم پہلوان نبی بخش صاحب بھی ایک مخلص صحابی تھے اندرون لوہاری میں رہا کرتے تھے۔ پہلوان کریم بخش کے ساتھ خاص تعلقات تھے۔احمدیت کیلئے غیرت رکھتے تھے۔

آپ کی اولاد میں صرف ایک لڑکا ہے جس کا نام لعل دین ہے۔آپ ۱۹۳۸ء میں نوے سال کی عمر پاکر فوت ہوئے۔

محترم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی

ولادت: ۲ جولائی ۱۸۹۲ء بیعت: ۱۹۰۲ء بمقام قادیان

محترم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسیٰ کے فرزند اکبر اور حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے پوتے ہیں۔آپ کی والدہ محترمہ کا نام حیات بیگم تھا اورنانا کا نام میاں فیروزالدین صاحب۔ یہ وہی میاں فیروزالدین ہیں جنہیں میاں محمد سلطان صاحب نے اپنا متبنّٰی بنایا تھا۔آپ نے اپنے بچپن کے ابتدائی آٹھ سال اپنے نانا بزرگوار کے پاس گذارے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ آپ کی نانی اماں جن کا نام امام بی بی تھا۔آپ سے بہت پیار کیا کرتی تھیں۔ آپ نے عربی کا ابتدائی بغدادی قاعدہ اپنی نانی اماں سے پڑھا اور بیس تک ہندسے بھی انہی سے سیکھے تھے۔بچپن میں آپ اپنی خالہ اماں کی ایک لڑکی کے ساتھ مل کر مولوی محمد یٰسین صاحب کی بیوی ''فضیلت'' کے پاس پڑھنے کیلئے جایا کرتے تھے جو آپ کو اُردو، سیپارہ اور حساب پڑھایا کرتی تھیں۔

آپ کی روایات حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔۱۹۰۴ء میں جب حضور لاہور تشریف فرما ہوئے اور حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان میں قیام فرمایا تو ایک دن ایک ملاّ ڈپھل (مولوی محمد بخش ایڈیٹر اخبار ہنٹر لاہور) شیشم (ٹاہلی) کے ایک درخت پر چڑھ کر حضرت اقدس کو گالیاں دے رہا تھا اور اچھل اچھل کر بکواس کر رہا تھا۔

حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر نے ایک چھڑی ہاتھ میں پکڑی اور قریب تھا کہ اسے پکڑ کر سخت سزا دیتے۔ مگر آپ نے دیکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں اطلاع کر دی۔ حضور نے فرمایا۔ میاں معراج دین کو فوراً بلا لاؤ۔ چنانچہ آپ گئے اور میاں صاحب موصوف کو بلا کر واپس لے آئے۔ حضور نے میاں صاحب کو فرمایا کہ اس مولوی کو کچھ نہ کہو۔

۲۔ امرتسر کے ایک منڈوہ میں جب حضرت صاحب کا لیکچر ہوا تو آپ بھی اپنے والد محترم کے ہمراہ امرتسر گئے تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا ایک خادم نے چائے کی پیالی پیش کر دی۔ حضور نے انگلی کے اشارے سے منع بھی فرمایا مگر وہ شائد سمجھا نہیں۔ اس نے پیالی آگے رکھ ہی دی۔ اس پر اس قدر اینٹ پتھر اور کنکروں کی بارش ہوئی اور شور وغوغا بلند ہوا کہ الامان والحفیظ! حضور کو بند بگھی میں سوار کرا کر جائے قیام میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

> ''میرا سر بھی پھٹا اور قمیص کا گریبان خون سے تر ہو گیا۔ ڈیرہ پر پہنچ کر حضرت والد صاحب نے حضرت اقدس سے خیریت پوچھی اور کہا کہ حضور! میرے لڑکے کا سر بھی پھٹا ہے۔ حضور نے مجھے بلا لیا اور آہستہ آہستہ اپنا دستِ مبارک میرے سر پر پھیرتے رہے اور باتیں کرتے رہے دو تین منٹ کے بعد ہم سب لوگ دوسرے کمرے میں آ گئے''۔

۳۔ ۱۹۰۸ء میں جب حضور احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں ٹھہرے تو میں اپنے والد صاحب اور دادا صاحب کے ہمراہ زیارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ جس روز حضور کا وصال ہوا ہے اس روز بھی میں والد صاحب کے ہمراہ حضور کے لئے کھانا لے کر گیا تھا۔ یہ کھانا حضور کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور نے انگلی سے چکھ کر واپس فرما دیا۔ والد بزرگوار نے مجھے کھانا گھر پر چھوڑ آنے کو کہا۔ میں نے بہت جلدی سے حکم کی تعمیل کی اور واپس احمدیہ بلڈنگس پہنچ گیا۔ اس وقت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے ساتھ ایک انگریز ڈاکٹر غالباً کرنل سدرلینڈ مکان کے باہر کھڑے تھے۔

اس واقعہ کے ایک یا دو گھنٹے کے بعد حضور کا وصال ہو گیا۔ اس وقت میری عمر ۱۵۔۱۶ سال کی تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں تین چار مرتبہ حضرت اقدس کی بیعت کی تھی۔ میں نے حضور کے چہرہ مبارک کو ہمیشہ نورانی اور ہشاش بشاش دیکھا۔ خفگی کے آثار کبھی نہیں دیکھے۔ حضور دن کے وقت مضمون

عموماً ٹہل ٹہل کر لکھا کرتے تھے۔ پوسٹ کارڈ...... بھی میں نے حضور کو کھڑے ہو کر لکھتے دیکھا۔

۴۔حضور کھانے پینے کی اشیاء میں کبھی نقص نہ نکالتے تھے۔ چنانچہ حضور معہ خدام ایک دفعہ ہمارے مکان واقعہ دہلی دروازہ پر تشریف فرما ہوئے۔ دادا میاں نے ۱۵ سیر دودھ چائے کے لئے منگوایا۔اور بڑے مسّی حمام میں یہ چائے تیار کی گئی۔ ہمارے چچا میاں عبدالعزیز صاحب مغل نے سب سے پہلے ایک پیالی حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضور نے یہ چائے نوش فرما لی۔ جب دوسرے احباب کو یہ چائے ملی تو معلوم ہوا کہ اس میں نہ چینی ہے نہ نمک۔ ہر طرف سے چینی کا مطالبہ ہونے لگا۔اس پر چائے میں چینی ڈالی گئی اور حضرت اقدس کی خدمت میں بھی پھر ایک پیالی معذرت کے ساتھ پیش کی گئی جو حضور نے قبول فرما لی۔

۵۔حضور مسکراتے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔حضور نماز کی امامت بہت کم کرایا کرتے تھے۔ بوٹ پہننے کی عادت نہیں تھی۔عموماً دیسی جوتا ہی پسند فرماتے تھے۔ جب باہر تشریف لاتے تو ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ ہر روز صبح سیر فرمایا کرتے تھے۔ چلنے میں...... تیز قدم تھے۔حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سیر میں بہت پیچھے رہ جاتے تھے۔حضور ان کی خاطر چلتے چلتے ٹھہر جایا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب کو آنے دو۔

۶۔حضرت اقدس کو اگر کوئی شخص کچھ ہدیہ پیش کرتا تو حضور اسے قبول فرما لیتے تھے۔ میں نوجوان لڑکا تھا حضور خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں تشریف فرما تھے اور احباب مصافحہ کیلئے آ رہے تھے۔ ہر احمدی حضور کی خدمت میں کچھ نہ کچھ نذرانہ پیش کرتا تھا۔میری جیب میں ایک دونی چاندی کی تھی جو بہت ہی چھوٹی سی ہوا کرتی تھی۔ میں نے بھی مصافحہ کرتے وقت وہ حضور کے ہاتھ میں دے دی۔ جسے حضور نے قبول فرما لیا۔

۷۔ایک دفعہ ہمارے مکان پر کسی نے حضور سے کچھ مانگا۔حضور نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ رقم نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔اس پر کسی عورت نے کہا۔حضور! یہ تو غیر احمدی ہے۔حضور مسکرا کر خاموش ہو رہے۔سبحان اللہ!

۸۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے...... کہ میاں کالو نانبائی نے لنگر خانہ کے عملہ کے ایک آدمی کو آٹا چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا۔احاطہ کے اندر شور برپا ہوا۔حضرت اقدس نے پوچھا۔کیا بات ہے؟ جب حضور کو

اصل واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا کہ تم اسے مزدوری کم دیتے ہوگے۔غریب آدمی ہے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ ایک روٹی کیلئے دو دفعہ جہنم میں جھانکتا ہے۔ یہ آٹا اسی کو دے دو اور اس کی مزدوری زیادہ کر دو اور اسے طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔

۹۔میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے پاس حضرت اقدس کا عصا اور میاں عبدالعزیز صاحب کے پاس حضور کا ایک گرم کوٹ اور گھڑی تھی۔ میاں عبدالعزیز صاحب کے بٹوے میں ایک روپیہ ملکہ وکٹوریہ والا رکھا رہتا تھا جو حضرت صاحب نے میاں صاحب کو اپنے ہاتھ سے عنایت فرمایا تھا۔ یہ روپیہ آخر تک ان کے پاس رہا۔میاں معراج دین صاحب کے پاس حضرت کی ایک کتاب کا مسودہ بھی تھا۔ حضرت والد صاحب کے پاس حضرت اقدس کی ایک پگڑی تھی جو نوزائیدہ بچوں کے کرتے بنا بنا کر ختم کر دی۔ان میں سے ایک کرتہ میرے بچے عبدالوحید کو بھی ملا تھا جو مجھ سے بعد میں ضائع ہوگیا۔

۱۰۔حضرت والد بزرگوار کو بھی طبی معلومات کا شوق تھا اور مجھے بھی۔اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے طبّی نوٹ کچھ محفوظ رہے اور بہت سے ضائع ہوگئے۔ جو باقی تھے وہ میاں عبدالوہاب صاحب دس روپے برادرم محمد عیسیٰ کو دے کر سب کے سب لے گئے۔اس بات کا جب مجھے علم ہوا تو مجھے بے حد دکھ ہوا کیونکہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے طبّی نوادرات اور رموز کا ایک بیش بہا خزانہ تھا۔اب صرف حضرت کے الفاظ اور طبّی نسخے چند ایک میرے پاس موجود ہیں۔محترم ڈاکٹر صاحب کی رہائش آج کل ۶۸۔سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہے۔

اولاد: عبدالوحید مرحوم، عبدالسلیم ، عبدالقدیر، آفتاب احمد، ناصر احمد، بسم اللہ بیگم، بلقیس مبارکہ مرحومہ، بلقیس مطہرہ، سارہ جبیں، مریم، امۃ الرؤف مرحومہ، طوبیٰ ثمین مرحومہ، طوبیٰ قدسیہ۔

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحبؓ نیلہ گنبد

ولادت: ۱۸۷۲ء بیعت: ۱۹۰۲ء بذریعہ خط وفات: دسمبر ۱۹۴۵ء

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب نیلہ گنبد لاہور نے فرمایا کہ

۱۔ بیعت کرنے سے چھ سات ماہ پہلے میں قادیان گیا۔اس وقت میرے رشتہ داروں نے وہاں جانے کی سخت مخالفت کی تھی اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں وہاں جا کر حضرت مرزا صاحب کے گھر کا

کھانا نہ کھاؤں اور نہ بیعت کروں۔ اس وقت میرے ساتھ میری اہلیہ کے بھائی بھی تھے۔ جن کا نام شہاب الدین تھا۔ قادیان میں جا کر مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا اور حضور علیہ السلام کی ملاقات بھی ہوئی اور حضور سے مصافحہ کیا اور کچھ باتیں بھی کیں جواَب یاد نہیں۔ تین نمازیں بھی حضور کے ہمراہ مولوی عبدالکریم صاحب کی اقتداء میں پڑھیں۔ مجھ پر اس وقت آپ کی صداقت کا بہت اثر ہوا۔ گو میں نے اپنے رشتہ داروں سے وعدہ کرنے کی وجہ سے بیعت نہ کی۔ اس وقت مجھ پر حضور کی محبت کا جو اثر تھا اس کو دیکھ کر میرے نسبتی بھائی نے مجھ سے کہا کہ آپ تو اپنے وعدہ کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور آپ کی حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور پھنس جائیں گے۔ اس عرصہ میں میری کچھ گفتگو حافظ مولوی محمد ابراہیم صاحب نابینا کے ساتھ ہوئی جس کا مجھ پر خاص اثر ہوا۔ پھر ہم لوگ واپس آ گئے۔ اور چھ سات ماہ کے بعد میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ عام لوگوں کے لئے آپ کی صداقت کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ قسم کھا کہ تحریر فرما دیں کہ آپ وہی مسیح موعود ہیں جن کی دنیا کو انتظار ہے اس پر حضور نے اس لفافہ کی پشت پر تحریر فرمایا کہ میں وہی مسیح ہوں جن کا وعدہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ و **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین**. خاکسار مرزا غلام احمد بقلم خود۔

یہ خط جب یہاں پہنچا تو مجھے منشی محبوب عالم صاحب نے آواز دے کر کہا کہ آپ کا خط آ گیا ہے۔ میں وہ خط لے کر اپنے گھر کے اندر گیا اور اپنے اہل وعیال کو صاف صاف کہہ دیا کہ میں اب بیعت کرنے لگا ہوں۔ اگر کسی کو عذر ہو تو وہ اس وقت بیان کر دے یا وہ علیحدہ ہو جائے۔ چنانچہ میری بیوی اور بچوں سب نے اس وقت بیعت منظور کر لی اور میں نے سب کی طرف سے خط لکھ دیا۔ میری والدہ صاحبہ زندہ موجود تھیں مگر وہ اس وقت لاہور میں نہ تھیں۔ انہوں نے پھر بعد میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بیعت کا خط لکھنے کے قریباً ایک ہفتہ بعد جب میں قادیان گیا تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے میری عصر کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ نے وہ حدیث پوری کی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر یہ سوال کیا تھا کہ آپ خدا کی قسم کھا کر بتائیں کہ کیا آپ وہی رسولؐ ہیں جن کا تورات میں وعدہ دیا گیا ہے اور حضور نے اس وقت قسم کھا کر بیان کیا تھا کہ ہاں میں وہی ہوں جس پر اس نے وہاں پر ہی بیعت کر لی تھی۔ اس

موقعہ پر میں قادیان میں چند دن ٹھہرا تھا اور حضور علیہ السلام کی دستی بیعت بھی کی۔ روزانہ صبح آپ سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ میں بھی ہمراہ ہوتا تھا۔ آپ کی رفتار عام لوگوں سے کچھ تیز ہوتی تھی۔ ان ایام میں آپ ننگل کی طرف تشریف لیجاتے تھے۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے قریشی محمد حسین صاحب کو خط لکھا کہ آپ پوستین کا نرخ دریافت کر کے لکھیں کہ تا پتہ لگے کہ آیا میں خرید بھی سکتا ہوں یا نہیں۔ قریشی صاحب نے وہ خط میرے سامنے پڑھا۔ اسی دن میں نے پوستین خریدی جس کی قیمت قریباً ۴۵ روپے تھی اور دوسرے دن قادیان جا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت حضور باغ میں تشریف فرما تھے۔

۳۔ چند بار آمد و رفت ہو جانے کی وجہ سے میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ارادہ نکاح ثانی کرنے کا ہے۔ ابھی میں یہ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حضور دعا فرماویں کہ حضور نے فوراً فرمایا۔ ہاں بہت مبارک ہے میں دعا کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے دوسرا نکاح کیا اور یہ رشتہ بہت بابرکت ثابت ہوا۔ میری یہ اہلیہ بہت ہی متقی تھی اور موصیہ بھی۔ اب بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہے۔

۴۔ جب بہشتی مقبرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت حضور نے اس کی تجویز فرمائی تو میں ان دنوں قادیان میں ہی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جو شخص اس قبرستان میں دفن ہو گا وہ ضرور بہشتی ہو گا۔ ہوسکتا ہے کہ جو اس کے باہر دفن ہو وہ بھی بہشتی ہو مگر اس میں جو دفن ہو گا وہ ضرور بہشتی ہو گا۔ اس کے بعد حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس کا نقشہ آپ تجویز کریں۔ چنانچہ میں نے یہ نقشہ بنا کر حضور کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی یہ خواہش کی کہ جس جگہ حضور کی اب قبر مبارک ہے اس جگہ میری قبر ہو۔ اس موقعہ پر حضور نے فرمایا کہ یہ خدا کے علم میں ہے کہ اس جگہ کون دفن ہو گا۔ حضور نے قرآن کی آیت بھی پڑھی جو مجھے یاد نہیں رہی۔ اس کے بعد اس قبرستان کے نقشہ میں حضرت نانا جان نے ترمیم بھی کی تھی اور سڑکیں وغیرہ بنائی تھیں۔

۵۔ پہلے میرا وصیت نمبر ۱۶ تھا مگر اس کے بعد پُل کا چندہ چونکہ دیر سے بھیجا گیا تھا اس لئے موجودہ نمبر ۶۵ ہو گیا۔

۶۔ ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری دکان واقع نیلہ گنبد میں تشریف لائے۔ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد دکان سے باہر ہی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ پانی

لاؤ۔ منشی محبوب عالم صاحب اور کئی اور احباب سوڈا واٹرلسی اور دودھ وغیرہ لائے مگر حضور نے فرمایا کہ ہم پانی پئیں گے جس پر پانی لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ میں نے اس موقعہ پر آپ کی خدمت میں ایک پونڈ پیش کیا۔ جسے حضور نے دو دفعہ عذر کرنے کے بعد قبول فرمالیا۔

۷۔ میں نے ایک دفعہ حضور کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھایا ہے۔حضور کھانا بہت ہی کم کھایا کرتے تھے۔

۸۔حضور کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات دستار مبارک کے پیچ بالکل بےترتیب سے ہوتے تھے۔ یہی حال قمیض اور کوٹ کے بٹنوں کا ہوتا تھا۔یعنی جو بٹن اوپر کا ہوتا تھا وہ نیچے کے کاج میں لگا ہوتا تھا اور نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں۔

۹۔اس زمانہ میں میرا کئی سال تک یہ دستور العمل رہا کہ بٹالہ اسٹیشن پر ایک جمعدار کے پاس ایک سائیکل ٹھوس ٹائروں والا رکھا ہوتا تھا۔ جمعہ کے روز میں لاہور سے بٹالہ تک گاڑی میں اور وہاں سے سائیکل پر سوار ہوکر قادیان جاتا۔ جمعہ کی نماز کے بعد واپس سائیکل پر بٹالہ آ جاتا۔ جہاں سے گاڑی پر سوار ہوکر لاہور آ جاتا۔

۱۰۔ میں نے قادیان میں ریل گاڑی جاری کرنے کے متعلق بہت کوشش کی۔ ۱۹۱۵ء سے لیکر ۱۹۲۴ء تک میں نے یہ کوشش جاری رکھی۔اس عرصہ میں میں نے ایک دفعہ ڈنڈوت کالری کی لائن کی نیلامی میں بولی دی جو بارہ میل کی لائن تھی۔ایسا ہی ایک دفعہ آگرہ کی طرف بولی دی۔اس کے بعد ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے پاس بھی کئی دفعہ گیا۔اور وہاں پر اس کے متعلق سوال اٹھایا۔ سری گوبند پور تک جاکر اس کے متعلق سروے بھی کی۔اس کے لئے ایک انجینئر کو ساتھ لیا اور باقاعدہ نقشہ تیار کروایا۔ایک تجویز یہ بھی تھی کہ ایک کمپنی جاری ہو جس کے کئی حصہ دار ہوں اور وہ اس ریلوے کو جاری کردے۔آخر جب اس قسم کی درخواست ریلوے بورڈ میں دی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس ریل کو خود تیار کریں گے اور اس کا نمبر ۷ مقرر کر دیا گیا۔اس کے بعد ہم خاموش ہو گئے کیونکہ ہمارا مقصد منافع کمانا نہ تھا۔ بلکہ ریل کا جاری کروانا تھا۔ چنانچہ تین سال بعد ریل جاری ہوگئی۔ جب امرتسر سے پہلی گاڑی چلنے لگی تو اس سے کچھ وقت پیشتر پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ آج تمہاری کوشش کامیاب ہوئی۔اس کوشش میں میرا قریباً بارہ

تیرہ ہزار روپیہ صرف ہوا۔

۱۱۔ ایک دفعہ میرے لڑکے عبدالمجید نے جس کی عمر اس وقت چار برس کی تھی۔ اس بات پر اصرار کیا کہ میں نے حضرت صاحب کو چمٹ کر (جپھی ڈال کر) ملنا ہے (یعنی ملاقات کرنا ہے۔ ناقل) اس نے مغرب کے وقت سے لے کر صبح تک یہ ضد جاری رکھی اور ہمیں رات کو بہت دق کیا۔ صبح اٹھ کر پہلی گاڑی سے میں اسے لے کر بٹالہ پہنچا اور وہاں سے ٹانگہ پر ہم قادیان گئے اور جاتے ہی حضرت صاحب کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ عبدالمجید آپ کو جپھی پا کر ملنا چاہتا ہے۔ حضور اس موقعہ پر باہر تشریف لائے اور عبدالمجید آپ کی ٹانگوں کو چمٹ گیا اور اس طرح اس نے ملاقات کی اور کہا کہ ''ہن ٹھنڈ پے گئی اے ☆'' اس وقت عبدالمجید کی عمر لگ بھگ چالیس سال کے ہے۔ ☆☆

۱۲۔ آخری ایام میں جب حضور لاہور میں تشریف لائے تو میں حضور کے ہمراہ ہر روز عصر کے بعد سیر کو جایا کرتا تھا۔ آپ فٹن پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور میں آپ کے ساتھ سائیکل پر جاتا تھا۔ ان ایام میں ایک روز حضرت ام المومنینؓ کے کہنے پر میں نے ایک دوست سے حضور کے لئے موٹر مانگی۔ (ان ایام میں سارے لاہور میں دو یا تین موٹر کار تھے) جب حضور کو پتہ لگا تو فرمایا کہ بیوی صاحبہ موٹر کار پر چلی جائیں، میں نہیں جاؤں گا۔ ان ایام میں دوسرے اوقات میں بھی میں حضور کے ہمراہ اکثر رہتا۔ آپ نے ان دنوں میں یہ بھی فرمایا کہ محمد موسیٰ! آپ نے دین کی بہت خدمت کی ہے۔

۱۳۔ میرے ایک چچا زاد بھائی عبداللہ صاحب میری دوکان پر ملازم تھے جو کہ نہایت مخالف تھے۔ آخری ایام میں جب حضور لاہور تشریف لائے تو کئی روز میں نے ان سے تقاضا کیا کہ آپ جا کر دیکھ تو آئیں۔ مگر وہ انکار ہی کرتے چلے گئے۔ آخر ایک روز میرے اصرار پر کہنے لگے۔ کہ دہاڑی (یومیہ مزدوری) چھوڑ کر کون جائے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو دہاڑی نہیں کاٹتا۔ آپ چلے جائیں۔ چنانچہ جب وہ گئے تو اس کے بعد میں بھی گیارہ بجے وہاں گیا اور میں نے دیکھا کہ ان پر حضور کی صحبت کا بہت نیک اثر پڑا ہے۔ چنانچہ ان کی حالت بدل چکی تھی اور وہ بیعت پر آمادہ تھے۔ میں نے کہا آپ تو اس قدر مخالف تھے ذرا ٹھہر جائیں۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ اب تو بیعت کرنے سے رک نہیں سکتا۔ عصر کے بعد بھی ایسا ہی کہا اور میں ان کو روکتا رہا کہ سوچ لو۔ آخر دوسرے

☆ یعنی اب تسلی ہوگئی ہے۔ ☆☆ یعنی ۱۹۳۹ء میں جب کہ یہ روایات لکھی گئیں (مؤلف)

دن جمعہ کے وقت انہوں نے کہا کہ اب آپ چاہے روکیں میں بیعت ضرور کروں گا۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔

۱۴۔ میاں فیروز الدین صاحب جو میاں محمد سلطان صاحب کے متبنّٰی تھے (میاں محمد سلطان صاحب نے لاہور کا اسٹیشن بنایا تھا اور گورنمنٹ کو کئی لاکھ روپیہ کا بل چھوڑ دیا تھا) کو گھٹنوں کی درد کی بہت شکایت تھی۔ دو آدمی پکڑ کر ان کو اٹھایا کرتے تھے۔ مگر حضرت صاحب سے ان کو بہت محبت تھی اور وہ حضور کے پاس روزانہ آیا کرتے تھے۔ ان ایام میں امریکہ کے ایک صاحب اور میم یہاں پر آئے۔ اور ان سے حضور نے گفتگو فرمائی۔ اس موقعہ پر میاں فیروز الدین بھی وہیں بیٹھے تھے۔ حضور نے ان کو فرمایا کہ میاں فیروز الدین کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ حضور درد بہت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اٹھو! اٹھو!! انہوں نے کہا کہ حضور کہاں اٹھ سکتا ہوں۔ لیکن حضور نے بڑی تیزی سے فرمایا کہ اٹھو۔ اٹھو! جس پر وہ خود بخود اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی درد بالکل زائل ہو گئی۔ اس کے بعد گھٹنوں کی درد ان کو مرتے دم تک نہیں ہوئی۔ چار پانچ سال وہ اس کے بعد زندہ رہے۔

۱۵۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آخری ایام میں ایک اشتہار شائع فرمایا جس پر ایک لکڑی کی مہر

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

کھدوا کر اشتہار پر لگوائی تھی۔ وہ مہر اب تک میرے پاس موجود ہے۔

۱۶۔ میں نے ایک دفعہ حضور کی خدمت میں یہ درخواست کی تھی۔ چونکہ جماعت کو مال کی بڑی ضرورت ہے۔ کیا قربانی کی بجائے روپے نہ قادیان بھجوا دیئے جائیں؟ فرمایا۔ نہیں۔ شعائر اللہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔

۱۷۔ ایک دفعہ میں قادیان گیا۔ بستر ہمراہ نہ لے گیا تھا۔ حضور کے خادم حافظ حامد علی صاحب نے حضور کو اطلاع دی کہ لاہور کے ایک صحابی محمد موسیٰ کے پاس بستر نہیں ہے۔ اس پر حضور نے اپنی رضائی مجھے بھیج دی۔ چنانچہ اس رات میں حضور کی رضائی اوڑھ کر سویا۔

۱۸۔ ایک دفعہ مولوی کرم الدین صاحب مرحوم جو کہ بھڈیار متصل اٹاری کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مچھلی پکڑ کر دی کہ یہ حضرت صاحب کی خدمت میں لے جاؤ۔ چنانچہ میں وہ مچھلی حضور کی خدمت میں لے کر گیا۔ حضور بہت خوش ہوئے۔

۱۹۔ مجھے کئی مرتبہ حضور کو مٹھی چاپی کرنے کا موقعہ ملا۔

۲۰۔ میں ایک دفعہ قادیان گیا۔ حضور کا ایک کمرہ بن رہا تھا۔ اس کی نگرانی کے لئے حضور نے مجھے مقرر کیا۔ ایک مرتبہ دوپہر کے بعد حضور وہاں خود بھی تشریف لائے۔ ان ایام میں حضور کوئی کتاب بھی تصنیف فرما رہے تھے۔ غالباً براہین احمدیہ حصہ پنجم تھی۔ حضور کے لکھنے کا طریق یہ تھا کہ صحن یا کمرہ کے دونوں طرف دواتیں رکھی ہوتی تھیں اور ہاتھ میں کاغذ اور قلم لئے ہوتے تھے ایک طرف کی دوات سے روشنائی لے کر لکھتے لکھتے دوسری طرف چلے جاتے پھر ادھر سے روشنائی لے کر اس طرف چلے آتے۔ اس اثنا میں ایک معمار نے حضور کو کہا کہ حضور فلاں مزدور نمازی نہیں۔ فرمایا۔ ہم نے اس سے نفل نہیں پڑھوانے۔

۲۱۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نکاح کے موقعہ پر حضور نے لاہور کے جن چند احباب کو بلایا۔ ان میں مَیں بھی شامل تھا۔

۲۲۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ رحمت بی بی بھی صحابیہ تھیں۔ ان کی ولادت ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ بیعت کرنے کا شرف ۱۹۰۴ء میں حاصل ہوا۔ اور وفات ۱۷۔ مارچ ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔ ۸۲ سال کی عمر پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔ **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

اولاد: میاں محمد حسین صاحب، میاں عبدالمجید صاحب، میاں عبدالماجد صاحب، میاں محمد احمد صاحب، میاں محمد یحییٰ صاحب، میاں مبارک احمد صاحب، مریم بی بی صاحبہ زوجہ عبدالخالق صاحب، عائشہ بی بی صاحبہ مرحومہ، زینب بی بی صاحبہ زوجہ عبدالعزیز صاحب۔

نوٹ: اوّل الذکر دونوں اصحاب صحابی ہیں۔

میاں محمد حسین صاحب کی پیدائش دسمبر ۱۸۹۴ء میں ہوئی اور بیعت انہوں نے ۱۹۰۵ء میں قادیان جا کر کی۔ ان کی اولاد کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

محمد عبداللہ، محمد عبدالقادر، محمد ادریس، امۃ الرحیم، ناصر بتول۔

میاں عبدالمجید صاحب کی پیدائش جنوری ۱۹۰۱ء میں ہوئی اور بیعت انہوں نے ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں قادیان جا کر کی۔

انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب کے متعلق ایک روایت یہ بیان کی

کہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی کام کے لئے ساری جماعت کے سامنے ایک ہزار روپیہ چندہ کی تحریک فرمائی۔ جس میں سے سات سو روپے والد محترم نے حضور کی خدمت میں پیش کئے اور تین سو روپے باقی احباب نے۔

محترم میاں عبدالجید صاحب کی اولاد کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

عبدالقیوم' بشارت احمد' عبدالرؤف' عبدالکریم' مظفر احمد' مجیدہ بیگم' حمیدہ بیگم' رشیدہ بیگم' امۃ السلام' صدیقہ بیگم' امۃ القیوم مرحومہ۔

محترم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب (غیر مبائع)

ولادت: ۱۸۷۸ء بیعت: ۱۹۰۲ء وفات: ۲۶۔اپریل ۱۹۳۹ء

محترم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا وطن موضع کالا چیچی تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور تھا۔ آپ ۱۸۷۸ء میں موضع لکی مروت ضلع بنوں میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم خان بہادر سید عالم شاہ صاحب اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر کے عہدہ پر کام کر رہے تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے سیالکوٹ میں حاصل کی۔ بعدہ میڈیکل کالج لاہور سے ایل۔ایم۔ایس کا امتحان ۱۸۹۹ء میں پاس کیا۔

غالباً ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں جب کہ آپ پلیگ ڈیوٹی پر گورداسپور میں لگے ہوئے تھے۔ آپ کو محترم سید امیر شاہ صاحب نائب تحصیلدار قادیان لے گئے۔ اس وقت تو آپ نے صرف حضور کی زیارت ہی کی۔ اور واپس آ گئے۔ مگر بعد میں اکیلے جا کر بیعت کر لی۔ اس کے بعد آپ کو لاہور میں مستقل ملازمت مل گئی اور آپ کے محترم خواجہ کمال الدین صاحب' محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور محترم شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ احمدی احباب کے ساتھ تعلقات اخوت پیدا ہو گئے۔ اور آپ نے ان کے ساتھ قادیان آنا جانا شروع کر دیا۔ آپ نے سلسلہ کی مالی خدمات اور تبلیغ احمدیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہمدردی مخلوق کے ضمن میں سالملی سینی ٹوریم کا قیام آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

۱۹۱۴ء میں جب جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے وغیرہ نے بیعت خلافت سے انحراف کیا اور لاہور میں انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی تو محترم شاہ صاحب بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور

زندگی بھران کے ساتھ ہی رہے۔ غالباً ۱۹۲۴ء میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری سے مسئلہ کفر و اسلام پر مری میں (جہاں آپ بسلسلہ ملازمت مقیم تھے) چند معززین کے سامنے تبادلہ خیالات کیا جس سے آپ پر مولانا موصوف کی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اسی تبادلہ خیالات کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب ''حیاتِ نور'' میں کیا ہے۔ اس تبادلہ خیالات کے نتیجہ میں محترم مولانا کے ساتھ آپ زندگی بھر بہت عزت و احترام سے پیش آتے رہے۔ مجھے یاد ہے ۱۹۳۱ء میں جب محترم مولانا اپنی مشہور کتاب ''تفہیمات ربانیہ'' کی تصنیف کے سلسلہ میں مری تشریف لے گئے تھے تو خاکسار راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ ایک مرتبہ سیر کے دوران میں محترم ڈاکٹر صاحب ہمیں رستہ میں بڑے ہی تپاک سے ملے اور دوسرے روز اپنی کوٹھی پر چائے کی دعوت دی۔ غرض مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے مگر غصیلے ہونے کی وجہ سے بعض اوقات مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں ایسے کلمات بھی کہہ جاتے تھے جن سے ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام کی کسر شان ہوتی تھی۔

آپ کی وفات ۲۶۔ اپریل ۱۹۳۹ء کو مسلم ٹاؤن لاہور میں ہوئی نماز تہجد کے دوران میں آپ بے ہوش ہو گئے اور اسی شام سوا آٹھ بجے اکسٹھ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔[۴۲] فانا لله و انا اليه راجعون.

محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (غیر مبائع)

ولادت: ۳۔ اکتوبر ۱۸۷۲ء بیعت: ۱۹۰۲ء وفات: ۲۱۔ اپریل ۱۹۴۳ء

محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ۱۹۰۲ء میں بیعت کی اور نیکی اور اخلاص میں بہت ترقی کی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے گھوڑے سے گرنے کے بعد کئی روز تک آپ حضور کے علاج کے سلسلہ میں قادیان میں مقیم رہے۔ بسلسلہ ملازمت جہاں بھی رہے۔ قرآن کریم کا درس باقاعدگی کے ساتھ دیتے رہے۔ آپ بھی خلافت ثانیہ کی ابتداء میں جناب مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے ''مجدد اعظم'' خاص طور پر مشہور ہے۔ اگر اس کتاب میں سے اس حصہ کو نکال دیا جائے جو جماعت احمدیہ قادیان اور سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی عداوت میں لکھا گیا ہے تو کتاب فی الجملہ بہت اچھی ہے۔

آپ نے نومبر ۱۹۳۳ء کے پیغام صلح میں اپنے حالات زندگی خود تحریر فرمائے تھے۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے بزرگ حنفی المذہب تھے۔مگر آپ چونکہ ہر وقت سچائی کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ اس لئے جلد ہی آپ اہلحدیث گروہ میں شامل ہو گئے۔ سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں پڑھتے تھے۔ جہاں پادری ینگ سن سے بحث و مباحثہ رہتا تھا۔مگر حیات مسیحؑ کے عقیدہ کی وجہ سے سخت زَک اٹھانا پڑتی تھی۔جس کی وجہ سے اسلام پر شبہات پیدا ہو گئے تھے۔بعض مرتبہ یہ بھی خیال آتا تھا کہ کیوں نہ آریہ بن جائیں۔طبیعت کی اس بے چینی کے زمانہ میں آپ کے دادا صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''فتح اسلام'' دکھائی اور فرمایا کہ دیکھو چودھویں صدی کا کرشمہ کہ ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ کتاب اس نے شائع کی ہے۔آپ نے جو اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو جب تک ختم نہ ہوئی اسے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔خصوصاً وفات مسیحؑ کا مسئلہ تو دل میں ایسا اثر کر گیا کہ آپ خوشی سے اچھل پڑے۔کچھ دنوں بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے اور حضرت حکیم حسام الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔حضرت کو دیکھتے ہی دل اس یقین سے بھر گیا کہ یہ منہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔حضور کی اقتداء میں عصر کی نماز بھی پڑھی۔مختلف مسائل اسلامیہ پر گفتگو بھی سنی۔مگر حضور کے تشریف لے جانے کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے صدر سیالکوٹ کی جامع مسجد میں ایسی گمراہ کن تقریر کی کہ آپ کا روحانی سکون برباد ہو گیا۔اب گو آپ نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے پیچھے نمازیں پڑھنا شروع کیں مگر پہلا خطبہ سن کر ہی آپ کی طبیعت منغض ہوگئی۔ان ایام میں آپ کو ایک چشتیہ صابریہ خاندان کے صوفی منش بزرگ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ان سے آپ نے بہت سے اوراد و وظائف سیکھے مگر طبیعت کو سکون نصیب نہ ہوا۔انہی ایام میں ایک فوجی احمدی حضرت مولوی جلال الدین صاحب مرحوم سے ''براہین احمدیہ'' مل گئی۔اسے پڑھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوئی اور یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی صداقت کے دلائل صرف آپ ہی بیان کر سکتے ہیں۔ لاہور میں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' والا مضمون سن کر اس خیال کو اور بھی تقویت پہنچی۔اس کے بعد آپ کچھ عرصہ کے لئے بسلسلہ ملازمت افریقہ چلے گئے۔ وہاں بھی بعض احمدیوں سے ملاقات رہی۔ جب واپس آئے تو پہلے ظفروال ضلع سیالکوٹ میں اور پھر شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین

ہوئے۔اہل وعیال امرتسر میں تھے۔ایک روز جو یہ اطلاع ملی کہ آپ کا لڑکا ممتاز احمد جواس وقت دو سال کا تھا بعارضہ ٹائیفائیڈ فیور سخت بیمار ہے تو آپ گھبرا گئے۔ایک ہفتہ کی رخصت لے کر گھر پہنچے۔مگر رخصت ختم ہوئی اور بچے کے بخار میں ذرہ بھر افاقہ نہ ہوا۔بیگم صاحبہ نے کہا گورداسپور تو جانا ہی ہے قادیان میں جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا ہی کروالو۔کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ فضل کر دے۔بیوی کے یہ الفاظ سن کر قادیان کی راہ لی۔دو بجے رات قادیان پہنچے۔دیکھا کہ مسجد مبارک تہجد گذار لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور حضرت اقدس اندر تہجد پڑھ رہے ہیں۔یہ کیفیت دیکھ کر بے حد اثر ہوا۔اپنے پرانے رفیق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے آپ کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔پس حضور کو دیکھتے ہی سارے شکوک وشبہات کافور ہو گئے علیحدگی میں ملاقات کی۔وظیفہ پوچھا تو فرمایا ''یہی نمازیں سنوار سنوار کر پڑھو اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو'' حضور کی یہ تلقین سن کر دل پر خاص اثر ہوا۔بچے کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔حضور نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا فرمادی۔بیعت کر کے ڈیوٹی پر شکر گڑھ پہنچے۔تیسرے روز خط ملا جس میں لکھا تھا کہ لڑکا بالکل اچھا ہے ہرگز کوئی فکر نہ کریں۔رخصت لے کر گھر پہنچے۔پتہ چلا کہ جس روز صبح حضرت اقدس سے دعا کروائی تھی اس روز حالت بہت خراب تھی مگر پچھلی رات اچانک بخار اتر گیا۔معالج ڈاکٹر کو جب اطلاع ہوئی تو وہ مانتا ہی نہ تھا مگر جب اس نے خود آ کر ٹمپریچر لیا اور نبض دیکھی تو حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو کوئی اعجازِ مسیحائی ہے کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

آپ نے ۲۱۔اپریل ۱۹۴۳ء کو بمقام بمبئی وفات پائی۔جہاں آپ اپنے بیٹے میاں این۔اے فاروقی کے ہاں مقیم تھے۔فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

محترم بابو شمس الدین صاحب بٹ

ولادت: ۳۔فروری ۱۸۹۰ء   بیعت: ۳۔۱۹۰۲ء

محترم بابو شمس الدین صاحب بٹ کا بیان ہے کہ

میرے والد صاحب بزرگوار میاں کریم بخش سوداگر اسپان اور پنجاب کے مشہور ومعروف پنجابی شاعر بابا ہدایت اللہ آپس میں حقیقی ماموں اور پھوپھا زاد برادر تھے۔لہٰذا میرے والد صاحب نے

حضور سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت اس زمانہ میں کی جب میرے تایا بابا جی شاعر نے کی جو غالباً ۱۹۰۰ء یا اس سے پیشتر کی ہے۔ میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں قادیان دارالامان جلسہ میں شمولیت کے لئے گیا تھا۔ بٹالہ سٹیشن پر اتر کر ہم سب دس' گیارہ میل پیدل چل کر جایا کرتے تھے۔ سردی میں بستر وغیرہ اٹھاتے اور حضور اقدس کی نظمیں پڑھتے جاتے تھے۔ جب ۱۹۰۴ء میں حضور اقدس کی تقریر لاہور میں ہوئی تو تقریر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھی۔ گوروں کا پہرہ تھا۔ بے شمار خلقت تھی۔ لیکن جب حضرت مولانا صاحب نے اپنی دلکش آواز میں تقریر کرنا شروع کی تو تمام احباب ہمہ تن گوش ہو کر تقریر سنتے رہے۔ میری عمر اس وقت چودہ برس کی تھی۔ میں نے تمام تقریر سنی۔ ۱۹۰۵ء میں والد صاحب بیمار ہو گئے اور ۱۹۰۶ء میں رحلت فرما گئے۔ میرا برادر خورد غلام محمد بھی ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گیا۔ میں بالکل پریشان ہو گیا۔ ۱۹۰۸ء میں حضور سیدنا مسیح موعودؑ بھی رحلت فرما گئے۔ میں نے حضور اقدس کا جنازہ بخوبی دیکھا۔ لاہور کے لوگوں نے بے پناہ شورش کی گالیاں نکالتے تھے اور بکواس کرتے تھے۔

۱۹۰۸ء میں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ میں نے بھی بیعت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بھی ۱۹۱۴ء میں رحلت فرما گئے۔

پھر جب سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفہ مقرر ہوئے تو میں نے بھی ایک ہفتہ کے بعد (خدا بھلا کرے میاں سعدی مرحومؓ کا جن کے ذریعہ مجھے بیعت کرنے کی توفیق ملی) بیعت کر لی۔ پھر خدا کے فضل و کرم کے ماتحت جب موجودہ خلیفہ کو مصلح موعود ہونے کا الہام ہوا تو حضور نے اس کا اعلان فرمانے کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں میں تقریریں کیں۔ میں ہر ایک جلسہ میں موجود تھا۔ دہلی والے جلسہ میں از حد شورش ہوئی۔ شورہ پشت لوگ بار بار عورتوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ میرے ہمراہ میاں معراج الدین صاحب پہلوان پہرہ پر تھے۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہنگامہ ختم ہو گیا اور جلسہ بھی خوش اسلوبی سے ختم ہو گیا۔

ملکانہ تحریک میں مجھے موضع کھڑ وائی ضلع آگرہ میں بھیجا گیا۔ جناب ملک ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب بھی میرے بعد وہاں پہنچ گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں وہاں خوب کام کرنے کا موقعہ ملا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو غیر مسلم بننے سے محفوظ رکھا۔

خداوند کریم کا خاص الخاص فضل جو مجھ غریب پر ہوا وہ یہ ہے کہ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب پسر خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے مجھے لوہے کی ایک بڑی وزنی الماری دی۔ یہ الماری حضور نے خواجہ صاحب کے گھر میں رکھی ہوئی تھی۔ جب حضور سیدنا مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے تو اپنے کاغذات اور کتابیں اس میں بند کیا کرتے تھے۔ یہ الماری مجھے مل گئی۔ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تصدیق کی کہ یہ وہی الماری ہے جو حضور نے خواجہ صاحب کے گھر میں رکھی ہوئی تھی اور اس میں حضور اپنی کتابیں اور کاغذات رکھا کرتے تھے۔

اولاد: کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب بٹ' ولایت بیگم مرحومہ' رانی' خالدہ مجید ڈاکٹر۔

اہلیہ صاحبہ محترم ڈاکٹر فیض علی صاحبؓ صابر

(از قلم محترمہ حمیدہ صابرہ صاحبہ بنت محترم ڈاکٹر صاحبؓ)

ولادت: اندازاً ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۹۰۳ء وفات: ۲۔دسمبر ۱۹۶۴ء

میری والدہ ماجدہ حضرت غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر (دختر ملک کمال الدین صاحب تلہ گنگ) صحابیہ تھیں۔ آپ ایک سال کی تھیں کہ آپ کے والد وفات پا گئے اور آپ اور آپ کی دو بہنیں اپنے خالہ زاد بھائی حضرت بابو امام الدین صاحب جہلمی ریلوے گارڈ کی کفالت میں آ گئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ انہوں نے اپنی بہنوں کی خوب پرورش کی۔

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ میں چھوٹی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے۔ ایک کمرہ میں حضور علیہ السلام کی بیعت کرنے کیلئے خواتین جمع تھیں۔ میں دروازے پر کھڑی تھی جب حضور علیہ السلام بیعت کے الفاظ ادا فرماتے تو میں بھی ساتھ ساتھ دوہراتی جاتی۔

۱۳' ۱۴ برس کی عمر میں آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ قادیان تشریف لے آئیں۔ حضرت دادی جان اپنی بہو کو لے کر حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت ممدوحہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بار بار تعریف فرمائی اور دستور کے مطابق شگن بھی ڈالا اور اس محبت و پیار کا سلسلہ تازیست قائم رکھا۔ **اللّٰھم نوّر مرقدھا** ۔حضرت سیدہ ام ناصر احمد سے بھی ہم عمری کی وجہ سے پیار و

محبت میں حقیقی بہنوں سے بڑھ گئیں۔ان کی اس مثالی دوستی کے گہرے نقوش ہمارے دلوں پر بھی ثبت ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس بات میں بھی مماثلت پیدا کر دی کہ آپ کو اولاد بھی برابر دی۔یعنی سات بیٹے اور دو بیٹیاں۔

حضرت آپا جان اور خاندان مبارک کے دیگر افراد انہیں ''بہن جی'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں رہنے کا شرف بھی میرے پیارے والدین کو حاصل ہے۔آپ نے دارالمسیح کے گول کمرہ میں حضرت پھوپھا جان ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب کی معیت میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔فرمایا کرتی تھیں۔حضور علیہ السلام سے ملاقات کا روزانہ موقع ملتا۔عمر کے لحاظ سے فطری حیاء اس قدر غالب تھی کہ سلام کرنے کے علاوہ کوئی اور بات کرنے کی ہمت نہ پڑتی۔حضور پُرنور از راہ شفقت خود ہی حال احوال دریافت فرمالیا کرتے۔

آپ بہت مرتبہ حضرت اقدس علیہ السلام اور حضرت اماں جان کے ہمراہ اور خواتین کے ساتھ سیر کے لئے جایا کرتیں۔اوائل میں آپ کا جسم دبلا پتلا تھا۔بڑے بھائی جان ڈاکٹر احسان علی صاحب ایک صحت مند بچہ تھے۔آپ انہیں گود میں اٹھا کر چلنے سے تھک جایا کرتی تھیں اور واپسی پر بخار وغیرہ کی شکایت ہو جاتی۔سیر کے دوران حضرت سیدہ ام ناصر احمد یا کوئی اور خاتون مبارکہ کوشش کرتیں کہ بھائی جان ان کی گود میں آ جائیں اور بسا اوقات انہیں زبردستی گود میں اٹھا کر بہت آگے نکل جاتیں تا بچہ والدہ کی نظروں سے اوجھل ہو کر بہل جائے۔ایک دفعہ حضرت اقدس نے والدہ صاحب کو فرمایا کہ آپ کا جسم سیر کی کوفت برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

۱۹۰۵ء میں جب حضور علیہ السلام اور دوسرے احباب شہر چھوڑ کر باغ میں تشریف لے گئے تو چونکہ حضرت والدہ صاحبہ کی طبیعت علیل تھی۔اس لئے آپ نے کچھ عرصہ بعد حضرت والد صاحب کو فرمایا کہ آپ انہیں شہر اپنے مکان میں لے جائیں۔جب بھائی جان کی پیدائش کی اطلاع دی گئی تو فوراً پوچھا کہ شہر چلی گئی ہیں۔حضرت والد صاحب نے عرض کی۔حضور کل ہی ہم گھر واپس آئے ہیں۔فرمایا۔بچہ کا نام ''احسان علی'' رکھیں۔پھر فرمایا۔علی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کیا ہے۔

حضرت والدہ صاحبہ نے ۱۹۰۹ء میں وصیت کی۔آپ کا وصیت نمبر ۳۱۷ ہے۔آپ حد درجہ

ہمدرد دل رکھتی تھیں ۔ پابند صوم وصلوٰۃ' دعا گو اور تہجد گزار تھیں ۔ بچوں کو اس رنگ میں تنبیہ فرماتیں کہ اس کا اثر دل پر رہ جاتا ۔ مجھے یاد ہے میری بھتیجی امۃ الہادی سلمہا کی پیدائش پر خواتین مبارکہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعوتِ عصرانہ پر ہمارے ہاں مدعو تھیں ۔ میں ان دنوں نویں جماعت میں پڑھتی تھی ۔ غیر معمولی کام کی وجہ سے تھکاوٹ کے زیر اثر ان خواتین کے تشریف لے جانے کے بعد مغرب کے وقت ہی میں سوگئی اور صبح☆ کی نماز نہیں پڑھی ۔ صبح اٹھی تو پوچھا کہ رات نماز پڑھی تھی ۔ میں نے کہا ۔ نہیں ۔ فرمایا ۔ خوشی کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے ہیں یا بھول جاتے ہیں ۔ ان کی یہ ہلکی سی سرزنش میری زندگی سدھار گئی ۔

آپ سائل کی آواز سن کر بیکل ہو جایا کرتی تھیں ۔ اس غرض کے لئے آپ نے اپنی الماری میں ایک برتن رکھا ہوا تھا جس میں ریز گاری ڈالتی رہتیں ۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے بچے فقیر کی صدا سنتے ہی اس برتن کا رخ کرتے اور اس میں سے پیسے نکال کر سائل کو دے آتے ۔ سفر کرتے وقت بھی اس غرض کے لئے کچھ رقم الگ رکھ لیتیں ۔ اڑوس پڑوس کے غرباء بھی آپ کی مدد سے محروم نہیں تھے ۔ آپ ہمیشہ ان کی دودھ دہی اور چھاچھ سے مدد فرماتیں ۔ اگر کسی وقت وہ خود لینے کے لئے نہ آتے تو اپنے بچوں کے ہاتھ بھجوا دیتیں ۔ حد درجہ مہمان نواز تھیں ۔

حضرت والد صاحب اور ان کے خاندان کی بھی نہایت درجہ خدمت گزار تھیں ۔ کھانا پکانا' سینا پرونا' گوٹے کا کام نہایت اچھا کرتیں ۔ محلّہ کی اکثر لڑکیوں نے آپ سے کپڑے کاٹنے اور سینے سیکھے ۔ سلسلہ کے کاموں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتیں تھیں ۔ قادیان میں بھی اور ہجرت کے بعد ماڈل ٹاؤن میں بھی برابر محصلّہ کا کام کرتی رہیں ۔ ربوہ میں جلسہ سالانہ کے دوران خواتین کے ماتحت شعبہ تقسیم سالن کو متعدد مرتبہ سنبھالا ۔

حضرت اماں جان اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت' پیار اور عقیدت تھی ۔ گھر میں پھل دار پودے اور درخت لگانے کا بھی بہت شوق تھا اور پہلا پھل ہمیشہ حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتی تھیں ۔ قادیان میں ہمارے گھر کے صحن میں ایک اچھی قسم کا آم کا درخت تھا جس کے آم حضرت اماں جان کو بہت پسند تھے ۔ ایک دفعہ موسم سرما میں حضرت اماں جانؓ سیر سے

☆ سہو کاتب ہے غالباً عشاء ہونا چاہئے ۔

واپسی پر ہمارے ہاں تشریف لائیں (آپ اکثر اس شرف سے ہمیں نوازا کرتی تھیں) میری والدہ ماجدہ نے حضرت اماں جانؓ کی دستی چھڑی سے سنگترے توڑے حضرت اماں جانؓ نے خود جھک جھک کر سنگترے اٹھائے اور فرماتی رہیں اے بیٹی بس بھی کرو کیا سارے سنگترے مجھے توڑ کر دے دوگی؟ بچوں کیلئے بھی رہنے دو۔ اسی طرح چنبیلی اور موتیا کے جب پھول ہوتے تھے تو آپ انہیں چنتیں اور حضرت اماں جانؓ کو بھیجتیں۔

حضرت اماں جانؓ بھی میری والدہ سے اپنے بچوں جیسا سلوک کرتی تھیں۔ ان کی ہر خوشی کو اپنے بابرکت وجود کی شمولیت سے بڑھایا۔ بچوں کے بیاہوں پر اپنے دست مبارک سے تحفے دیئے اور نوازا اور اکثر فرماتیں۔ بیٹی میں تمہارے لئے، تمہارے میاں اور بچوں کے لئے بہت دعائیں کرتی ہوں۔

حضرت اماں جانؓ کو میری والدہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بہت پسند تھا خاص کر کریلے۔

ایک دن حضرت والدہ صاحبہ حضرت ام ناصر صاحبہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت اماں جان تشریف لے آئیں۔ کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا بیٹی میری رضائی لوگی۔ والدہ صاحبہ نے عرض کی۔ اماں جان! اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے۔

ایک دفعہ ڈلہوزی سے واپس تشریف لانے پر جب میری والدہ حضرت ممدوحہ سے ملنے گئیں تو آپ انہیں اپنے سامان کے کمرہ میں لے گئیں۔ ایک صندوق میں دو قمیضوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔ فرمایا جو کپڑا پسند ہے لے لو۔ اس پر حضرت والدہ صاحبہ نے قمیض کا ایک کپڑا لے لیا۔

دہلی سے واپسی پر میری بہن امۃ الحفیظ سلمہا نے حضرت والدہ صاحبہ کے ہاتھ حضرت اماں جان کے لئے ایک دہلی کی جوتی تحفہ بھیجی۔ جب حضرت والدہ صاحبہ نے پیش کی تو اتفاق سے آپ کو اس جوتی کا ڈیزائن زیادہ پسند آیا جو والدہ صاحبہ نے پہنی ہوئی تھی۔ فرمایا۔ دوسری عورتیں دوپٹے بدل کر بہنیں بنتی ہیں آؤ ہم جوتیاں بدل کر بہنیں بن جائیں اور ان کی جوتی خود پہن لی اور اپنی جوتی انہیں پہنا دی۔ اللہ اللہ! کیا پیار و محبت تھی ان بزرگ ہستیوں میں۔ حضرت اماں جانؓ اکثر مزاح میں میری والدہ صاحبہ کو بلایا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر کی بیوی، ڈاکٹر کی ماں، ڈاکٹر کی بھاوج، ڈاکٹر کی سالے ہار!

آپ کو پچیس برس سے شکر آنے کی تکلیف تھی مگر فارغ نہیں بیٹھتی تھیں۔ کسی نہ کسی کام میں ہمیشہ لگی رہتیں۔ نوکروں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ رمضان المبارک میں ان کے لئے گھی، دودھ الگ کر کے رکھ

دیتیں تا وہ روزے اچھی طرح رکھ سکیں۔

حضرت والد صاحب کی وفات اور پھر حضرت ام ناصر صاحبہ کا ساتھ چھوٹ جانے سے ان کی صحت پر برا اثر ہوا۔ اور کمزور ہوتی گئیں اور آخر ۲۔ دسمبر ۱۹۶۴ء کو وفات پا گئیں۔ **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون. اللھم نور مرقدھا و ادخلھا فی اعلی علیین**

اولاد: سات بیٹے۔ دو بیٹیاں۔ ۴۲ پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں۔ ۲۴ پڑ پوتے پڑ پوتیاں۔

محترم ملک مظفر احمد صاحب

ولادت: ۱۸۸۹ء۔ ۱۸۸۸ء　　　　بیعت: ۱۹۰۳ء

محترم ملک مظفر احمد صاحب کے والد ماجد کا نام شیخ علی محمد صاحب تھا۔ قوم ککے زئی اور دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ ملک مظفر احمد صاحب کی پیدائش بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد پٹواری تھے شیخ فقیر اللہ صاحب آپ کے دادا کا نام تھا وہ بھی بدوملہی میں ہی پٹواری رہے تھے۔ حضرت شیخ علی محمد صاحب بھی صحابی تھے۔ پہلے انہوں نے تحریری بیعت کی اور پھر ۱۹۰۶ء میں قادیان حاضر ہوکر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا اور ۴۔ جنوری ۱۹۰۸ء کو مختصر علالت کے بعد تقریباً ۴۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور بدوملہی میں ہی دفن ہوئے۔

محترم ملک مظفر احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم بدوملہی میں ہی حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے ایبٹ آباد میں اپنے چچا محترم شیخ نور احمد صاحب وکیل کے پاس چلے گئے اور وہاں پڑھتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں اپنے والد کے حکم سے قادیان گئے اور چھٹی جماعت میں داخلہ لیا۔ بیعت بھی ۱۹۰۳ء میں ہی کی۔ ۱۹۰۷ء میں وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر ۱۹۰۸ء میں والد محترم کی وفات کی وجہ سے کالج چھوڑنا پڑا۔

۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۳۱ء تک ایبٹ آباد کے ایک فوجی دفتر میں بطور کلرک ملازم ہوکر بعہدہ انڈین آفیسر ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں پھر آپ کو فوج میں بلا لیا گیا اور وہاں سے بعہدہ لیفٹیننٹ جنوری ۱۹۴۹ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ نے یکے بعد دیگرے شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور کی دو نواسیوں کے ساتھ شادی کی۔ آپ نے تقسیم ملک کے بعد حلقہ سول لائنز لاہور میں کئی

سال تک بطور سیکرٹری امور عامہ قابل قدر کام کیا۔ حفاظت مرکز میں بھی جبکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا دفتر لاہور میں تھا۔ آپ نے کئی سال تک حضرت صاحبزادہ صاحب کا ہاتھ بٹایا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا آپ میرے ملٹری سیکرٹری ہیں کیونکہ میں فوجی درویشوں کی پنشن وغیرہ کے سلسلہ میں ڈرافٹ لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

والد صاحب کے چار اور بھائی تھے اور پانچوں ہی صحابی تھے۔ سب سے بڑے شیخ حسین بخش صاحب منٹگمری سے بعہدہ نائب تحصیلدار ریٹائر ہوئے۔ اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ وفات کے بعد قادیان دارالامان میں بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے والد صاحب کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ بدوملہی میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ تیسرے شیخ غلام حسین صاحب بدوملہی میں پٹواری تھے۔ وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ چوتھے شیخ غلام احمد صاحب نے نومبر ۱۹۰۸ء میں بھوپال میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے آپ کے والد ماجد اور یہ دونوں بھی صاحب الہام وکشف تھے۔ پانچویں سب سے چھوٹے شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد خلافت ثانیہ کے قیام کے بعد لاہوری جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ جنوری ۱۹۲۱ء میں لاہور میں وفات پائی اور لاہور میں ہی دفن ہوئے۔

آپ تین بھائی تھے۔ بڑے کا نام شیخ علی احمد تھا۔ وہ گرداور قانونگوئی تھے۔ صحابی بھی تھے۔ چند ماہ ۱۹۰۳ء میں تعلیم الاسلام کالج قادیان میں داخل رہے اور پھر تعلیم چھوڑ کر گرداور قانونگوئی کے طور پر ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۲۱ء میں مردم شماری کے سلسلہ میں لودھیانہ میں دارالبیعت میں قیام کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہیں جولائی ۱۹۲۱ء میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ تیسرے بھائی محمود احمد صاحب تھے۔ ٹی۔ آئی ہائی سکول قادیان میں نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ کہ ۱۹۲۴ء میں گرمیوں کی رخصتوں میں دھرمکوٹ آئے اور وہیں وفات پائی۔ اخبار فاروق نے ان کی وفات پر ایک نوٹ بھی لکھا تھا۔ جس میں عزیز مرحوم کے اخلاق کی بہت تعریف کی تھی۔

محترم ملک مظفر احمد صاحب موصی ہیں اور حلقہ سول لائنز میں رہائش رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ احباب جماعت کے لئے بہت عمدہ نمونہ ہیں۔

اولاد: قمر النساء۔ ممتاز احمد۔ منور احمد۔ اعجاز احمد۔ ذکاء احمد۔ ضیاء النساء۔ سلیم احمد

محترم بابو محمد منظور الٰہی صاحب (غیر مبائع)

ولادت: بیعت: وفات:

محترم بابو محمد منظور الٰہی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے۔ بڑے خاموش طبع اور انتھک کارکن تھے۔ ٹیلیگراف آفس میں کام شروع کیا اور ٹیلیگراف انسپکٹر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ کئی ایک کتب انگریزی اور اردو میں تالیف کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کا ابتدائی حصہ اور حضور کے الہامات و مکاشفات جمع کر کے شائع کروائے۔ دیگر ممالک کی لائبریریوں میں سلسلہ کا لٹریچر بھیجنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔ بحری جہازوں کی لائبریریوں میں بھی لٹریچر بھیجا۔ کافی عرصہ ہوا۔ آپ وفات پا چکے ہیں۔

محترم بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر

ولادت: ۱۸۸۴ء بیعت: جون ۱۹۰۳ء

محترم جناب بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر ولد چوہدری نبی بخش صاحب قوم چوہان سکنہ موضع گوندل تحصیل رنبیر سنگھ پورہ ریاست جموں فروری ۱۸۸۴ء میں بمقام راولپنڈی پیدا ہوئے۔ تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ جہاں میٹرک کا امتحان مارچ ۱۹۰۱ء میں پاس کیا۔ امتحان ختم ہوتے ہی پٹیالہ میں اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ وہاں دس سال ملازمت کی۔ کلرک بھرتی ہوئے تھے۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں سپرنٹنڈنٹ ہو گئے اور بعد ازاں گزیٹڈ آفیسر بن گئے۔ بعدہ ایک خاص کام کی خاطر آپ کا تبادلہ ریلوے آڈٹ آفس لاہور میں کر دیا گیا اور چونتیس سال کی ملازمت کے بعد اپنی درخواست پر ۱۰۔ اپریل ۱۹۳۵ء کو ریٹائر ہو کر پنشن حاصل کر لی۔ اور اسی دن جیمز کری اینڈ کمپنی ریلوے آڈیٹر لاہور میں ملازم ہو گئے۔ کمپنی کی طرف سے جنرل ولسن نے آپ کی تقرری کی منظوری ۱۹۳۴ء

میں دے دی تھی۔ مگر باوجود درخواست کے آپ کو پہلی ملازمت سے یوم درخواست سے سولہ ماہ بعد اپریل ۱۹۳۵ء میں ریٹائر کیا گیا۔ ۱۰۔اپریل ۱۹۳۵ء ہی کو آپ اس کمپنی میں حاضر ہو گئے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک کام کر رہے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کرتے چلے جائیں گے۔

آپ کے والد بزرگوار چوہدری نبی بخش صاحب قوم چوہان سکنہ موضع گوندل تحصیل رنبیر سنگھ پورہ ریاست جموں کے باشندہ تھے۔ موضع مذکور سیالکوٹ سے نومیل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ چھاؤنی میں مقیم رہے پہلے کرایہ کے مکان میں تھے کچھ عرصہ بعد اپنا مکان بنا لیا۔ پندرہ سولہ مکانات کرایہ پر دینے کے لئے بھی بنالئے جو مستقل ماہوار آمد کا ذریعہ بن گئے۔

والدہ مکرمہ میرٹھ کی رہنے والی ہندوستانی تھیں جو غالباً غدر کے بعد اپنے والدین کے ساتھ میرٹھ سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آ گئی تھیں۔ یہیں ان کی شادی ہوئی اور ۸۰ سال سے زیادہ عمر پا کر ۲۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو سیالکوٹ ہی میں وفات پائی۔ **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

آپ کے والد صاحب بھی ۹۰ سال کی عمر پا کر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں سیالکوٹ میں ہی فوت ہوئے۔ محترم بابو صاحب کے دو بھائی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حافظ عبدالعزیز صاحب اور مکرم عبدالحکیم صاحب۔ عبدالحکیم صاحب تو لاولد فوت ہو گئے البتہ حافظ عبدالعزیز صاحب کثیر الاولاد ہوئے۔ الحاج چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔اے واقف زندگی وکیل المال تحریک جدید آپ ہی کے فرزند ہیں۔ شبیر صاحب محترم بابو صاحب کے بھتیجے بھی ہیں اور داماد بھی۔ محترم بابو صاحب کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں بقید حیات ہیں۔ محترم چوہدری عبدالمجید صاحب کارکن دفتر محاسب ربوہ آپ ہی کے فرزند ہیں۔

آپ کے خاندان میں سب سے پہلے محترم حافظ عبدالعزیز صاحب نے جنوری ۱۸۹۶ء میں بیعت کی۔ آپ بھی اپنے آپ کو اسی وقت سے احمدی سمجھتے تھے۔ مگر باقاعدہ بیعت آپ نے جون ۱۹۰۳ء میں کی۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے بھائی عبدالحکیم صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کی والدہ مرحومہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں اور والد مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے زمانہ میں بیعت کی۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک**

آپ اپنے بھائی حافظ عبدالعزیز صاحب کی بیعت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

وہ پہلے پیر جماعت علی شاہ صاحب کے مرید تھے۔ایک دن انہوں نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ وہ کوڑا ہے یعنی **نعوذ باللہ من ذٰلک** جھوٹا ہے۔جب حافظ صاحب نے اس کی دلیل دریافت کی تو شاہ صاحب نے کہا کہ مرشد سے بحث نہیں کیا کرتے۔اس پر آپ خاموش ہوگئے۔مگر چند دن کے بعد حافظ صاحب نے شاہ صاحب کی دعوت کر دی اور حضرت مولوی مبارک علی صاحب جو اس وقت صدر سیالکوٹ میں اکیلے احمدی تھے ان کو بھی بلا لیا۔ چند اور دوست بھی شریک دعوت ہوئے۔پیر صاحب اور مولوی صاحب آپس میں حیات و وفات مسیح علیہ السلام پر بحث کرتے رہے۔محترم بابو صاحب فرماتے ہیں۔میں نے بھی بڑے غور سے یہ بحث سنی۔میں گو اس وقت زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔مگر میرا تاثر یہی تھا کہ پیر صاحب کے دلائل کمزور ہیں۔چنانچہ اس بحث کے دوسرے ہی دن اخویم حافظ صاحب اور مولوی عبدالواحد صاحب میرٹھی حال کراچی نے بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے محترم بابو صاحب نے بھی ۱۹۰۳ء میں بذریعہ خط بیعت کر لی۔چنانچہ ''الحکم'' نمبر ۲۳ جلد ۷ مورخہ ۱۷۔اگست ۱۹۰۳ء میں آپ کی بیعت کا اعلان بھی شائع ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت آپ نے پہلی مرتبہ مارچ ۱۹۰۶ء میں قادیان جا کر کی۔ خلافت اولیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے آپ کو صدر انجمن کا آنریری طور پر آڈیٹر مقرر کیا اور اسی زمانہ میں آپ نے حضور کی اجازت سے خطباتِ نور کے دو حصے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائری ۱۹۰۱ء کی شائع کی۔خلافت ثانیہ میں آپ کو خدمت سلسلہ کا بہت موقعہ ملا۔ جماعت لاہور میں بھی اور صدر انجمن میں بھی۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پٹیالہ میں کچھ عرصہ ملازمت کے بعد آپ کا تبادلہ لاہور میں ہوگیا۔لاہور میں آپ دسمبر ۱۹۱۰ء میں تشریف لائے۔آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں لاہور میں سرگرم کارکن صرف حضرت قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والے تھے۔مگر جب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب امیر مقرر ہوئے تو آپ کو سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ان ایام میں دو ہی عہدے تھے۔پریذیڈنٹ اور سیکرٹری۔لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زمانہ میں جب نظارتیں قائم ہوئیں تو پھر ہر نظارت کے لئے الگ الگ سیکرٹری مقرر کئے گئے۔

محترم بابو صاحب جناب چوہدری صاحب کی عدم موجودگی میں امارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے جیسا کہ ذیل کی چٹھیوں سے ظاہر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب امیر صاحب نے آپ کو جولائی کے آخر تک اپنی جگہ قائمقام امیر مقرر کیا ہے اور آپ کی جگہ شیخ عبدالمالک صاحب کو فنانشل سیکرٹری۔ اطلاعاً عرض ہے۔ آپ مہربانی کر کے محاسب کا کام شیخ صاحب موصوف کے سپرد کر دیں۔ والسلام

خاکسار (ڈاکٹر) عبیداللہ خاں عفی اللہ عنہ

۱۴۔ جولائی ۱۹۲۶ء (سیکرٹری مجلس عاملہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور

30-7-1926

مکرمی بابو صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں غالباً ۲۔ اگست کو پھر باہر چلا جاؤں گا اور انشاء اللہ العزیز ۱۵۔ اگست کو واپس آؤں گا۔ آپ میری غیر حاضری میں امارت کے فرائض سرانجام دیتے رہیں۔ **جزاک اللہ احسن الجزاء**

والسلام

خاکسار ظفر اللہ خان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اکتوبر ۱۹۴۰ء میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ کا آڈیٹر مقرر فرمایا۔ تقسیم ہند تک آپ یہ کام کرتے رہے۔ جیسا کہ ذیل کی چٹھیوں سے ظاہر ہے۔

۱۔ ا۔ از نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان

نمبر ۸۴۲/۴ مورخہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء

بخدمت مکرم بابو عبدالحمید صاحب آڈیٹر لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ نے آپ کو تمام نظارتوں، دفتر محاسب، پرائیوٹ سیکرٹری کے لئے آنریری آڈیٹر مقرر فرمایا ہے آپ جب چاہیں تشریف لاکر دفاتر کے حسابات کا معائنہ فرمائیں۔ والسلام

فتح محمد سیال ناظر اعلیٰ قادیان

۲۔خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ کام آپ محض حصول ثواب کی خاطر بجالاتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور سے قادیان آمد و رفت کا کرایہ بھی صدر انجمن سے وصول نہیں کرتے تھے۔جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ کی حسب ذیل چٹھی سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

مورخہ ۲۹۔جولائی ۱۹۴۲ء

مکرم شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنی تحریر مورخہ ۲۴۔جولائی ۱۹۴۲ء میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ آئندہ آڈٹ کے کام کے لئے کوئی سفر خرچ نہ لیں گے۔ مجھے آپ کی اس تحریر سے اطلاع ہوئی۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

یہ بھی درست ہے کہ یکم مئی ۱۹۴۲ء سے آپ نے کوئی بل سفر خرچ کا نہیں دیا۔اللہ تعالیٰ آپ کی قربانی قبول فرمائے۔اور زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے۔والسلام

خاکسار فتح محمد سیال ناظر اعلیٰ قادیان

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مشاورت ۱۹۳۲ء میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر فرمایا۔جس کے سات ممبر تھے۔صدر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور سیکرٹری محترم بابو عبدالحمید صاحب۔اس اہم کام کو بھی آپ تقسیم برصغیر تک برابر سرانجام دیتے رہے۔

مجلس شوریٰ میں لجنہ اماء اللہ کی آراء پیش کرنے کی خدمت بھی عرصہ تک آپ کے سپرد رہی۔جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت حکیم قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والے خاص خدمات بجالاتے تھے اور حضرت اقدس کی ضرورت کی چیزیں خرید کر قادیان پہنچایا کرتے تھے۔اسی طرح خلافت ثانیہ میں ایک عرصہ تک یعنی ۱۹۲۱ء سے لے کر ۱۹۲۹ء تک یہ خدمت

آپ کے سپرد رہی۔ لاہور آنے کی صورت میں خاندان مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ کا قیام بھی عموماً آپ ہی کے مکان پر ہوا کرتا تھا۔ دیگر معززین جماعت کی مہمان نوازی بھی اکثر آپ ہی کیا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ یوں تو اس زمانہ میں ہر احمدی تبلیغ کرتا تھا مگر جماعتی رنگ میں ذیل کے احباب ہی نمایاں حصہ لیتے تھے۔ سید دلاور شاہ صاحب۔ مرزا محمد صادق صاحب۔ ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب۔ ملک خدا بخش صاحب۔ میاں عبدالعزیز صاحب مغل اور بابو صاحب موصوف خود۔

اس ضمن میں بھی ذیل کی چٹھیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مکرمی بابو عبدالحمید صاحب السلام علیکم

آپ کی تبلیغی کوششوں کی رپورٹ پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل فرمائے اور ان دوسرے دوستوں پر بھی جو اس کام میں حصہ لے رہے ہیں۔ ایک لمبا عرصہ تک نومسلموں کا خیال رکھنا اور پختہ کرنا ضروری ہوگا۔

محمد یوسف کی بیوی میرے نزدیک اسلام پر زیادہ پختہ ہے۔ وہی انہیں کھینچ کر قادیان لائی تھی۔ **و اللّٰہ اعلم**

ایک صاحب مرزا گستاپ بی۔اے غالباً جہلم ضلع کے احمدی تھے۔ پھر مسیحی ہو گئے۔ لاہور میں کالج یا سکول میں ملازم تھے۔

ان کی اگر اصلاح کی کوشش کی جائے تو بہت ثواب کا کام ہے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

۲۔ مکرمی بابو عبدالحمید صاحب السلام علیکم

آپ کی تبلیغی کوششوں سے آپ کے تازہ خطوط سے اطلاع ملی۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ سنتا ہوں مسیحیوں میں سخت گھبراہٹ ہے اور غیر احمدیوں پر بھی اچھا اثر ہے۔ اگر یہ تحریک عقل اور فکر سے جاری رکھی جائے اور جلدی اور لاپرواہی سے کام نہ لیا جائے تو امید ہے بہت مفید ہو۔ جاوی لڑکوں کا معاملہ ناظر متعلقہ کے پاس گیا ہے۔ چونکہ مالی حالت سخت کمزور ہے اس لئے ہر کام میں سوچ بچار ضروری ہوگئی ہے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

اولاد: بلقیس بیگم۔ثریا بیگم۔عبدالمجید۔عبدالباری۔سلمٰی بیگم۔بشریٰ بیگم۔عبدالنور۔

حضرت میاں محمد صاحبؓ

ولادت: بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۱۹۴۵ء

حضرت میاں محمد صاحبؓ میاں فیملی کے رشتہ داروں میں سے تھے۔محترم سید سردار احمد شاہ صاحب شاہ مسکین والوں کے ماموں تھے۔پٹیالہ الہ آباد شملہ اور لائلپور میں بسلسلہ ملازمت رہے۔اوورسیئر تھے۔آخر میں میوسکول آف آرٹس لاہور میں بطور ورک اوورسیئر کام کرتے رہے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔اگرچہ سروس لگا تار نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچاس روپیہ سے زیادہ پنشن مل گئی۔

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کا نقشہ انہوں نے ہی تیار کیا تھا اور تعمیر کی نگرانی کا کام بھی انہیں کے سپرد تھا۔بڑے مخلص بزرگ تھے۔شاہ مسکین کے سالانہ جلسہ پر ہر سال بڑی باقاعدگی کے ساتھ جایا کرتے تھے۔

اولاد: میاں ولایت محمد ☆ ۔میاں نذیر احمد۔حسین احمد۔عزیز احمد۔اقبال بیگم۔سراج بیگم۔آمنہ بیگم۔

محترم محمد اقبال صاحب

ولادت: ۱۸۸۷ء بیعت: ۱۹۰۴ء

محترم محمد اقبال صاحب حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور کا بیان ہے کہ

۱۹۰۴ء میں جب حضرت اقدس لاہور میں تشریف لائے تو میں لوکو شاپ میں کام کر رہا تھا۔تین آنے روز لیتا تھا۔میں نے اپنے افسر کو کہا کہ مجھے ایک ضروری کام ہے رخصت دے دیں۔اس نے

☆ میاں ولایت محمد مرحوم نے مسجد احمدیہ لائل پور کا نقشہ تیار کیا تھا۔تعمیر کی نگرانی کا کام بھی آپ ہی نے کیا۔(مؤلف)

رخصت دے دی اور میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ اور ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے کپڑے کالے تھے۔تیل پٹک رہا تھا۔ یہی میری بیعت ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس کی زندگی میں ہی دو مرتبہ قادیان گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی زندگی میں تو کئی مرتبہ جانے کا موقعہ ملا۔

اولاد: محمد اشرف۔ محمد صادق۔ محمد شریف۔ مبارک احمد۔ چانن بیگم۔ممتاز بیگم۔محمودہ بیگم۔ سراج بیگم صاحبہ مرحومہ۔

حضرت میاں احمد دین صاحبؓ

ولادت: ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۹۰۴ء وفات:

حضرت میاں احمد دین صاحب نہایت ہی مخلص اور فدائی تھے۔ ۱۹۰۴ء میں جب کہ آپ کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ کوچہ چوغطیاں اندرون موچی دروازہ میں رہائش تھی۔ محکمہ ریلوے کے اکاؤنٹس آفس میں ملازم تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد دن رات تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے ایک مخلص اور ہونہار لڑکے میاں عبدالرحمٰن صاحب ایم۔اے انجنیئرنگ کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ انہیں بھی تبلغ کا بے حد شوق تھا۔ وہ بوڑھے باپ کی موجودگی میں وفات پا گئے۔ جس کا انہیں بہت صدمہ ہوا۔ بوڑھے اور کمزور تو تھے ہی' اس صدمہ کی وجہ سے رہی سہی طاقت بھی جاتی رہی اور جلد ہی وفات پا گئے۔ **فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

اولاد: عبدالرحمٰن۔ مسعودہ بیگم۔ بلقیس۔ عزیز الرحمان۔ طاہرہ۔ ساحرہ۔ بشریٰ۔ خلیل۔

محترم میاں نور محمد صاحب گنج مغل پورہ

ولادت: ۱۸۸۹ء بیعت: ۱۹۰۴ء بمقام لاہور

محترم میاں نور محمد صاحب ۱۸۸۹ء میں بمقام بھڈیار ضلع امرت سر میں پیدا ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۷ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ملتان میں ایک شہادت دینے

کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پر ہمارے دو بڑے بھائی مولوی جمال الدین صاحب اور مولوی کرم الدین صاحب اپنے کاروباری سلسلہ میں رہائش پذیر تھے۔ ان دونوں نے وہاں حضور کی دستی بیعت کی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے گاؤں بھڈیار میں واپس تشریف لائے تو انہوں نے سارے خاندان کو جمع کر کے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں ہمارا سارا خاندان بھی احمدی ہو گیا اور ہمارے والد صاحب کے جو لوگ زیر اثر تھے۔ ان میں سے بھی دو خاندان احمدی ہو گئے۔ سب نے بذریعہ ڈاک بیعت کی۔

اس کے بعد ہم ہر جلسہ پر اور آگے پیچھے بھی بڑی محبت اور اخلاص کے ساتھ قادیان جاتے رہے۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۴ء میں لاہور تشریف لائے تو اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی وہاں میں نے بھی حضور کی بیعت کر لی۔ **فالحمدللّٰہ علی ذلک**۔ جس مکان میں ہم نے بیعت کی وہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کا مکان مبارک منزل تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جو آخری جلسہ سالانہ ہوا اس میں بھی میں گیا تھا۔ مجھے یاد ہے حضور سیر کیلئے ریتی چھلہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ وہاں پر بڑ کے درخت کے نیچے ہم سب نے حضور سے مصافحہ کیا تھا۔

جب حضور جہلم ☆ تشریف لے جا رہے تھے تو ہماری جماعت نے حضور کے لئے کھانا تیار کر کے اٹاری کے اسٹیشن پر حضور کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کھانے میں کھیر بھی تھی۔ اس وقت میرے بڑے بھائی جان محمد اور محمد اسمٰعیل حضور کے ساتھ والے ڈبہ میں بیٹھ گئے اور میانمیر کے اسٹیشن پر برتن اتار لئے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ محترم میاں نور محمد صاحب مکرمی مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے والد بزرگوار ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے کئی سال تک سیرالیون مغربی افریقہ میں خدمت اسلام سرانجام دی اور آج کل آپ سنگاپور میں تبلیغ احمدیت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آپ کو

☆ الحکم نمبر ۳۹/۳۸ جلد ۸ مورخہ ۱۰/۱۷۔ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳، ۴ پر احمدی دوستوں کا اٹاری کے اسٹیشن پر کھیر وغیرہ پیش کرنے کا واقعہ سفر سیالکوٹ سے متعلق درج ہے سفر جہلم کے دوران اس قسم کے واقعہ کا کوئی ذکر نہیں۔ غالباً میاں نور محمد صاحب محترم کو سہو ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتب)

بیرون پاکستان تبلیغ کرتے ہوئے پچیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

محترم میاں نور محمد صاحب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی صحت کے لئے پنجابی زبان میں ایک دعائیہ نظم بھی لکھی ہے جسے آپ چھ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔

اولاد: مولوی محمد صدیق صاحب مبلغ سنگاپور۔ امۃ الرشید۔ امۃ الحفیظ۔ رحمت بی بی۔ بشریٰ صادقہ۔ محمد لطیف۔

محترم میاں نذیر حسین صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۹۴ء **بیعت:** بچپن میں

محترم میاں نذیر حسین صاحب ولد حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے بیان فرمایا کہ میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب (جو ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے) امام مسجد گمٹی بازار سے قرآن کریم پڑھا کرتا تھا۔ مولوی صاحب موصوف قرآن کریم پڑھاتے ہوئے ہمیں وفات مسیح کے دلائل بھی سکھایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی امتحان بھی لیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ بچہ اب غیروں کے سامنے بھی دلائل پیش کر سکتا ہے تو فرمایا کہ تم غیر احمدی مولوی صاحبان کے پاس جایا کرو اور ان سے لوگوں کے سامنے پہلے وضو ٹوٹنے اور نماز فاسد ہونے کے مسائل پوچھا کرو۔ پھر وفات مسیح سے متعلق قرآنی آیات پیش کر کے ان کا مطلب دریافت کیا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ بھاٹی دروازہ کے اندر بازار حکیماں سے پہلے ایک اونچی مسجد میں گیا۔ اس مسجد کے مولوی کو لوگ خلیفہ جی کہا کرتے تھے۔ ان سے جب میں نے چند مسائل دینیہ پوچھے اور پھر آیت **فلما توفیتنی** پیش کر کے اس کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مرزائی ہے اس کو مارو۔ چنانچہ مجھے لوگوں نے مارنا شروع کر دیا۔ اور مار پیٹ کر مسجد کے حوض میں پھینک دیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ اس واقعہ کے بعد جب میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس مسجد کی مار پیٹ کا حال سنایا تو حضور نے مجھے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو خدا نے تمہیں معجزانہ طور پر بچا لیا۔ اس پر میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا جب آپ کا باپ اور دادا سب احمدی ہیں تو تم بھی احمدی ہو بیعت کی ضرورت نہیں مگر میرے اس اصرار پر کہ لوگ کہتے ہیں والدین کی وجہ سے یہ

احمدی ہے بڑا ہو کر خود بخود ٹھیک ہو جائے گا میں حضور کے ہاتھ پر خود بھی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضور نے میری بیعت لے لی۔

۱۹۰۴ء میں جب حضور لاہور میں تشریف لائے تو حضرت میاں چراغ دین صاحب کے مکان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو ٹھہرایا اور حضور نے خود حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ لیکچر لاہور بھی حضور نے یہاں ہی لکھا تھا۔ ان دنوں ایک شخص برقعہ پہن کر آیا کرتا تھا۔ اور کوشش کرتا تھا کہ موقعہ ملے تو اوپر جا کر حضور پر قاتلانہ وار کرے۔ میری والدہ حیات بیگم صاحبہ مرحومہ نے لاہور کے قیام میں حضرت مسیح موعودؑ سے اجازت لی ہوئی تھی کہ حضور کی خوراک وہ اپنے ہاتھ سے تیار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا کرے۔ ان دنوں بھی میری والدہ حضور کا کھانا اور ناشتہ خود تیار کر کے میرے ہاتھ بھیجا کرتی تھی۔ ایک دن دوپہر کا کھانا جو میں حضور کی خدمت میں پیش کر کے واپس اپنے گھر پہنچا تو میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں حضور کے مکان کی سیڑھیوں پر پہرہ دوں۔ ابھی میں پہنچا ہی تھا کہ وہ برقعہ پوش شخص سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے آواز دی کہ یہ کون عورت ہے؟ اوپر آنے کی اجازت نہیں۔ مگر وہ آتا ہی گیا اور میرے قریب آ کر مجھے دھکا دے کر اوپر چڑھنا چاہا۔.......... اس کے پاس تیز لمبا چھرا تھا جس کا سرا میرے پیٹ میں آ لگا۔ میں نے شور مچایا اور وہ بھاگ گیا۔ والد صاحب دوڑے آئے اور مجھے زخمی دیکھ کر اٹھا لیا۔ اتنے میں حضرت اقدس کو بھی معلوم ہو گیا۔ حضور نے مجھے اوپر طلب فرما لیا اور خون بہتا دیکھ کر اپنی پگڑی کا سرا پھاڑ کر اسے ایک گول سا گیند بنا کر میرے پیٹ کے زخم پر رکھ دیا اور اس کے اوپر اپنی پگڑی لپیٹ دی اور مجھے اپنی چارپائی پر لٹا دیا۔ بارہ بجے کا سویا ہوا میں پانچ بجے عصر کے وقت جاگا۔ اٹھ کر تیمّم سے نماز پڑھی۔ حضور نے مجھ سے حال پوچھا۔ پھر والد صاحب مجھے اٹھا کر گھر لے آئے۔ خدا کی قدرت کہ وہ زخم بہت جلد مندمل ہو گیا۔ میرے والد صاحب اور دوسرے دوستوں نے چاہا کہ اس کی رپورٹ پولیس میں کی جائے مگر حضور نے فرمایا۔ خدا خود اس سے بدلہ لے گا۔

ان ایام میں حضور نے موجودہ مسجد احمدیہ کے بالمقابل جو احاطہ میاں چراغ دین کہلاتا تھا۔ اس میں کئی ایک تقریریں فرمائیں جو بعد میں ''تقریروں کا مجموعہ'' کے نام سے شائع کی گئیں۔

۱۹۰۸ء میں جب حضور آخری مرتبہ لاہور تشریف لائے تو اس سے قبل قادیان میں خواجہ کمال

الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب عرض کر چکے تھے کہ حضور! ہم نے باہر کھلے میدان میں مکان بنوائے ہیں۔ اب کی مرتبہ حضور ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ حضور نے فرمایا۔ لاہور میں ہمارا گھر تو میاں چراغ دین والا گھر ہے اگر میاں چراغ دین صاحب آپ کو اجازت دیں تو ہم آپ کے ہاں ٹھہر جائیں گے حضرت میاں چراغ دین صاحب بہت حلیم الطبع اور رقیق القلب انسان تھے ان کے زور دینے پر مان گئے۔ جب حضور کو اطلاع ہوئی تو حضور نے احمدیہ بلڈنگس میں قیام کرنا منظور فرمالیا۔ مگر حضور جب تک لاہور میں مقیم رہے۔ میری والدہ حیات بیگم مرحومہ حضور کا کھانا خود اپنے ہاتھ سے تیار کر کے دونوں وقت بھیجتی رہیں اور ناشتہ بھی۔

اولاد: ڈاکٹر بشارت احمد۔ صالحہ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ ڈاکٹر خورشید بیگم۔ رضیہ بیگم۔ حلیمہ بیگم۔

حضرت شیخ محمد حسین صاحب ڈھینگڑہ

ولادت: ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۹۰۴ء

محترم شیخ محمد حسین صاحب ڈھینگڑہ سکنہ گوجرانوالہ حال لاہور حلقہ سلطان پورہ حضرت اقدس علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ کے صاحبزادہ ہیں۔ حضرت شیخ صاحبؓ نے ۱۸۹۱ء میں بیعت کی تھی۔ محترم شیخ محمد حسین صاحب فرماتے ہیں کہ

میں بچہ ہی تھا جب میری والدہ صاحب وفات پا گئیں۔ والد صاحب بسلسلہ کاروبار یا ملازمت جہاں بھی جاتے تھے مجھے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں والد صاحب پشاور میں تھے۔ وہاں مجھے انہوں نے سکول میں داخل کیا۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری اور حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری کے صاحبزادے میاں عبداللہ جان اور میاں حمید اللہ جان بھی اسی سکول میں پڑھتے تھے اور ہر طرح میرا خیال رکھتے تھے۔

۱۹۰۴ء میں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا لاہور میں لیکچر ہوا تو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی کوشش سے خاکسار کو بھی حضور کے قریب جگہ مل گئی۔ میں نے قاضی صاحب کو کہا کہ میرے والد صاحب احمدی ہیں کیا میں بھی حضور کی بیعت کروں؟ انہوں نے فرمایا کر لو۔ اور مجھے پکڑ کر حضور کے قدموں میں بٹھا دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے حضور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد

بہت سے لوگوں نے اوپر ہاتھ رکھے پھر بعض نے پیٹھوں پر اور بعض نے پگڑیاں لمبی کر کے ان کو پکڑ کر بیعت کی۔ یہ بیعت حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان کی بیٹھک میں ہوئی تھی اور یہ وہ جگہ تھی جہاں اب حبیب بنک ہے اور مسجد احمدیہ کی گلی کے سرے پر ہے۔

اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں بھی قادیان جانے کا موقعہ ملا۔ پھر ۱۹۰۸ء میں جب حضور کا وصال ہوا تو خاکسار سکول سے ایک دن کی رخصت حاصل کر کے لاہور پہنچا مگر حضور کا جنازہ قادیان جا چکا تھا۔ صبح ہونے پر میں اپنے چچا حضرت شیخ صاحب دین صاحبؓ کے ہمراہ قادیان روانہ ہوا۔ اور ہم عین اس وقت قادیان پہنچے جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تقریر فرما رہے تھے اور حضور کا جنازہ پاس رکھا ہوا تھا۔ تقریر کے بعد احباب کے اصرار پر حضور نے حاضر الوقت احباب کی بیعت لی۔ پھر حضرت اقدس کا جنازہ پڑھایا۔ بعد ازاں جنازہ باغ والے مکان میں رکھا گیا اور احباب کو آخری دیدار کا موقعہ دیا گیا احباب ایک دروازہ سے داخل ہوتے تھے اور حضور کا چہرہ مبارک دیکھ کر دوسرے سے نکل جاتے تھے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل نے اس وقت میرے چچا شیخ صاحب دین صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ شیخ صاحب صدیق ثانی ہو گیا ہے آئندہ عمر ثانی ہوگا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ

۱۹۳۲ء میں مکرم مولوی عبدالغفور صاحب فاضل اور اخوند محمد اکبر خاں صاحب کی تحریک سے میں نے ۱/۱۰ کی وصیت کی۔ وصیت کا نمبر ۳۷۵۸ ہے اور یہ وہ نمبر ہے جو منظوری سے قبل مجھے رؤیا میں بتایا گیا تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ۱/۹ حصہ کی توفیق بھی دیدی۔

محترم شیخ صاحب نے فرمایا کہ

جب میں نے گوجرانوالہ میں میٹرک پاس کر کے لاہور کے ایف۔سی کالج میں داخلہ لیا تو ان ایام میں کالج کے پروفیسروں میں ''سراج الدین'' بھی تھا۔ جس کے سوالات کے جوابات میں حضرت اقدسؑ نے وہ مشہور معروف رسالہ لکھا تھا جس کا نام ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ہے۔ سراج الدین انجیل بھی پڑھاتا تھا اور تاریخ بھی۔ میں اس پر سوالات کرتا تھا۔ شروع شروع میں تو وہ سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر بعد ازاں میں جب بھی سوال کرنا چاہتا تو وہ کہتا آپ بیٹھ جائیں۔ اس کا دوسرے لڑکوں پر بہت اچھا اثر پڑتا۔ مجھے خوشی ہوتی اور فخر محسوس کرتا کہ یہ

پادری حضرت اقدس کے ایک ادنیٰ غلام کے مقابلہ میں آنے سے بھی ڈر محسوس کرتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ۱۹۱۰ء میں اکونٹنٹ جنرل لاہور کے دفتر میں ملازم ہوئے اور ۱۹۱۹ء میں کاروبار کرنے کے ارادہ سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۲۵ء سے لے کر ۱۹۴۵ء کے شروع تک بسلسلہ کاروبار ملتان رہے۔ وہاں جماعت میں بطور جنرل سیکرٹری کام کرنے کی توفیق ملی۔ ۱۹۴۵ء سے لے کر اب تک لاہور میں ہیں۔ درمیان میں دو سال مارچ ۱۹۵۸ء تا مارچ ۱۹۶۰ء ڈھاکہ اور چٹا کانگ میں رہنے کا موقعہ ملا۔ وہاں بھی جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔

اولاد: رشید احمد۔ لطیف احمد۔ حمید احمد۔ نعیم احمد۔ زبیدہ خاتون۔ رضیہ سلطانہ۔ بشریٰ ممتاز۔ انیسہ فرحت۔

محترم چوہدری غلام قادر خاں صاحب آف لنگڑوعہ

ولادت: اندازاً ۱۸۸۸ء　　بیعت: اپریل ۱۹۰۴ء

محترم چوہدری غلام قادر خاں صاحب ولد چوہدری خیرو خاں صاحب سکنہ لنگڑوعہ تحصیل نوانشہر ضلع جالندھر حال مکان نمبر ۲۱ دیالہ سٹریٹ نمبر ۱۱ محلّہ راجگڑھ چوبرجی لاہور سے ان کے خاندانی اور تعلیمی حالات دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک معزز راجپوت خاندان کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں۔ ہمارے گاؤں اور علاقہ میں اکثریت راجپوتوں کی تھی۔ میرے والد ماجد کا نام چوہدری خیرو خاں تھا جو کہ ایک صاحب علم۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند رئیس آدمی تھے۔ میں ابھی چھٹی جماعت ہی میں تھا کہ آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ میرے بڑے بھائی چوہدری محمد امیر خاں میری سرپرستی کرتے تھے۔ پلیگ کے ایام میں میرے بہنوئی ڈاکٹر دوست خاں مجھے اپنے پاس امرتسر لے گئے۔ وہاں میں نے ۱۹۰۳ء میں فرسٹ ڈویژن لے کر میٹرک پاس کیا۔ اس وقت میری عمر ۱۹۔ ۲۰ سال کی تھی۔ ۱۹۰۳ء ہی کا واقعہ ہے کہ بورڈنگ ہاؤس میں جہاں میں رہا کرتا تھا ایک احمدی بورڈرلڑکے کریم اللہ نامی سکنہ فیض اللہ چک ضلع گورداسپور نے بیان کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آج جہلم جانے کیلئے امرتسر سے گزریں گے۔ پیشتر اس کے حضرت حاجی غلام احمد صاحب سکنہ کریام قادیان سے واپس آ کر مجھے امرتسر بورڈنگ ہاؤس میں تشریف لا کر بتلا گئے تھے کہ انہوں نے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔ ان کی بیعت کی وجہ سے میرے دل میں بھی اس بات کی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ میں کم از کم ایسے شخص کی زیارت تو کرلوں۔ چنانچہ ہم کئی لڑکے اکٹھے ہوکر حضور کی زیارت کے لئے امرتسر اسٹیشن پر پہنچے۔ امرتسر کی جماعت نے حضور کے لئے چائے وغیرہ کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ جب گاڑی آ کر اسٹیشن پر ٹھہری تو نا معلوم کیا کشش تھی کہ ہم نے بھی درود شریف پڑھتے ہوئے اور کشاں کشاں بڑھتے ہوئے حضور سے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھا جو بہت نورانی تھا۔ چنانچہ جو طالب علم زیارت کے لئے گئے بعد ازاں ان میں سے کئی ایک کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ ازاں جملہ ایک طالب علم عطر دین صاحب بھی تھے جو بعد ازاں ڈاکٹر عطر دین مشہور ہوئے اور آج کل قادیان میں درویشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخلہ لیا۔ اور جب موسمی تعطیلات میں اپنے گاؤں واپس گیا تو میرے ایک چچازاد بھائی چوہدری جیوے خاں صاحب بھی احمدی ہو چکے تھے اور ارد گرد کے دیہات کریام۔ سڑوعہ۔ کاٹھ گڑھ اور بنگہ وغیرہ میں جماعتیں قائم ہو چکی تھیں۔

تعطیلات کے ایام میں چوہدری جیوے خاں صاحب مذکور مجھے چوہدری غلام احمد صاحب سکنہ کریام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں لا لا کر دیا کرتے تھے۔ جن کو میں نے خوب پڑھا۔ چنانچہ مجھ پر احمدیت کی صداقت ظاہر ہوگئی اور میں نے اپریل ۱۹۰۴ء میں قادیان جا کر حضور کی بیعت کر لی۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔**

ایف۔ اے کا امتحان دینے کے بعد ۱۹۰۵ء میں قادیان شریف میں ایک مکان کرایہ پر لیا اور ایک سال لگا تار نمازوں۔ درسوں اور جلسوں میں شامل ہوکر حضور کی صحبت سے مستفیض ہوتا رہا۔

جب حضور نے رسالہ الوصیت لکھا تو خاکسار نے بھی تھوڑا عرصہ بعد ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۶ء کو اپنی جائیداد غیر منقولہ کی وصیت زیر نمبر ۱۵۲ کی اور پھر اس سلسلہ میں حصہ آمد کی وصیت ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو کی۔

جن ایام میں طاعون زوروں پر تھی۔ ہمارا ایک تایا زاد بھائی چوہدری حمایت خاں طاعون میں گرفتار ہوگیا۔ ایک ڈاکٹر نعمت خاں نامی کو ہم نے علاج کے لئے بلایا۔ اس نے ملاحظہ کے بعد کہا کہ اس کے پھیپھڑے خراب ہو گئے ہیں اور یہ ہرگز بچ نہیں سکتا۔ خواہ مرزا صاحب بھی اس کے لئے دعا کریں اس کا طاعون سے خلاصی پانا ناممکن ہے۔ یہ بھی کہا کہ اگر یہ شخص طاعون کا شکار ہونے سے بچ جائے تو میں بھی

احمدی ہو جاؤں گا۔ ڈاکٹر صاحب کے چلے جانے کے بعد پہلے تو ہم سب احمدی احباب نے مریض کی شفایابی کے لئے مل کر دعا کی اور صدقہ کیا۔ پھر میں نے نواں شہر جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے تار دیا۔ خدا کی قدرت کہ تار دینے کی دیر تھی کہ مریض کی حالت سدھرنے لگی اور تھوڑے دنوں میں وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ گویا مردہ زندہ ہو گیا۔ یہ نشان دیکھ کر چوہدری حمایت خاں صاحب نے تو بیعت کر لی اور مخلص احمدی بن گئے مگر ڈاکٹر صاحب اپنے قول سے پھر گئے۔

محترم چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ

میرے بڑے بھائی صاحب میری شادی کا انتظام ہمارے غیر احمدی مالدار اور صاحب جائیداد رشتہ داروں میں کرنا چاہتے تھے۔ مگر میرا دل کسی احمدی رشتہ کی تلاش میں تھا۔ سو اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مخالف حالات کے باوجود میری شادی محترم بابو عبدالحی خاں صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹر سکنہ کاٹھ گڑھ کی حقیقی ہمشیرہ اور مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی کی چچازاد ہمشیرہ سے ہو گئی اور اس طرح سے آئندہ نسل خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات پر جب غیر مبائعین نے انجمن اور خلافت کا فتنہ کھڑا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا سراسر فضل و احسان ہے کہ مجھے اس نے خلافت کی تائید میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ کتاب ''حیات نور'' میں میرا نام بھی اعلان خلافت کرنے میں غلام قادر آف لنگڑوعہ سیکرٹری جماعت احمدیہ لنگڑوعہ کے نام سے درج ہے۔

میں نے ملکانہ تحریک شدھی میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک پر تین ماہ اپنے خرچ پر تبلیغی کام سرانجام دیا اور جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو میں محکمہ سپلائی میں ملازم ہو کر بصرہ۔ بغداد نجف وغیرہ میں گیا اور وہاں پر بکثرت سلسلہ کا لٹریچر تقسیم کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے ہر مالی قربانی میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ میں نے منارۃ المسیح قادیان میں ۱۰۰ روپیہ، مسجد فرینکفورٹ میں ۱۰۰ روپیہ، تعمیر دفتر انصار اللہ میں ۱۰۰ روپیہ، حصہ جائداد وصیت میں اب تک ۲۵۰۰ روپیہ دیا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حلقہ راج گڑھ کے احباب مسجد نہ ہونے کی وجہ سے محترم چوہدری صاحب کے مکان پر ہی نمازیں پڑھتے ہیں۔ چوہدری صاحب حلقہ کے بہت سرگرم کارکن

ہیں۔ چنانچہ حلقہ ہذا میں آپ نے بطور سیکرٹری اصلاح وارشاد' سیکرٹری امور عامہ اور زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔آخر الذکر عہدہ کے فرائض آپ اب بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

اولاد: عبدالجبار خاں۔عبدالوہاب خاں۔عبدالحکیم خاں۔عائشہ بیگم۔

محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے

ولادت: ۱۸۹۲ء **بیعت:** جب سے ہوش سنبھالی

محترم ملک غلام فرید صاحب نے میٹرک تک تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ بی۔اے کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں زندگی وقف کی۔اس کے بعد قریب زمانہ میں ہی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو جو انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے نائب ایڈیٹر تھے۔مزید دینی تعلیم کے حصول کے لئے عارضی طور پر فارغ کر دیا تو محترم ملک صاحب اس اہم کام پر مقرر کئے گئے۔مگر ابھی کام کرتے ہوئے چند ماہ ہی گذرے تھے کہ سخت مالی مشکلات کی وجہ سے کارکنان سلسلہ میں تخفیف کا سوال پیدا ہو گیا۔محترم ملک صاحب کے لئے یہ تجویز ہوا کہ انہیں کلکتہ میں بطور مبلغ بھجوا دیا جائے۔آپ نے بوساطت ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ سلسلہ کے اموال کی بچت یوں بھی ہوسکتی ہے کہ انہیں رخصت دے کر ایم۔اے کرنے کی اجازت دے دی جائے۔حضور نے فرمایا کہ دو شرائط کے ساتھ اجازت ہے ایک یہ کہ باقاعدہ کالج میں داخلہ لیں۔ دوسرے ایم۔اے انگریزی میں کریں۔

محترم ملک صاحب کا رجحان ''تاریخ'' میں ایم۔اے کرنے کا تھا مگر حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت انگریزی میں ایم۔اے کرنے کے لئے کالج میں داخلہ لے لیا۔اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ حضرت اقدس کی دعاؤں اور توجہ سے ایم۔اے انگریزی کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر ''ریویو آف ریلیجنز'' اور ''سن رائز'' کے کئی سال تک کامیاب ایڈیٹر رہے۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب جو انگریزی قرآن مجید کے مترجم تھے' وفات پا گئے تو آپ جو پہلے بطور معاون کام کر رہے تھے اس کام کے انچارج مقرر کئے گئے اور یہ امر باعث

خوشی و اطمینان ہے کہ آپ نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ اس مشکل اور اہم کام کو جاری رکھا جو اب بہت جلد اختتام کو پہنچ رہا ہے۔فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک.

محترم ملک صاحب بہت سادہ طبیعت رکھتے ہیں۔لباس بھی سادہ ہوتا ہے یعنی پگڑی، قمیض، لمبا کوٹ اور شلوار پہنتے ہیں۔گندمی رنگ، میانہ قد، پتلا دبلا جسم مگر بے حد محنتی اور مضبوط ارادہ کے مالک ہیں آج کل آپ کی رہائش محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ وسابق امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی ۱۳۔ٹمپل روڈ کے عقب کی ایک کوٹھی میں ہے۔

اولاد: مبارک احمد۔منصور احمد۔محمود احمد۔مبشر احمد۔منور احمد۔کرشن احمد۔منصورہ بیگم۔راشدہ بیگم۔زاہدہ بیگم مرحومہ۔

محترم منشی سربلند خان صاحبؓ

ولادت: ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۹ دسمبر ۱۹۶۵ء

محترم جناب منشی سربلند خان صاحب سے جب پرسوں مورخہ ۱۰۔مئی ۱۹۶۵ء کو بعد نماز مغرب جودھامل بلڈنگ کے نماز کے کمرہ میں خاکسار نے یہ بات دریافت کی کہ آپ نے احمدیت کیسے قبول کی؟ تو آپ نے فرمایا کہ دل سے تو میں ۱۹۰۲ء ہی میں احمدی ہوگیا تھا مگر بیعت میں نے ۱۹۰۴ء میں کی تھی۔احمدیت کی طرف راغب ہونے کا ذریعہ یہ بنا کہ میرے چچا حضرت منشی علی گوہر صاحب احمدی تھے اور ملتان کے علاقہ میں رہتے تھے۔میں بھی مڈل پاس کر کے ان کے پاس ملتان چلا گیا۔ان کے ہاں اخبار ''الحکم'' آتا تھا۔حضرت اقدس کی کتابیں بھی ان کے پاس تھیں اور مجھے مطالعہ کا شوق تھا۔میں اخبار اور کتابوں کا مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یقیناً سچے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں پٹوار کا کام سیکھنے کے لئے میری ڈیوٹی موضع ببری ننگل نزد دھاریوال ایک مسلمان پٹواری کے ساتھ لگی۔میں چونکہ احمدیت کا اس کے ساتھ ذکر کرتا تھا اس لئے وہ میرا مخالف ہوگیا تھا۔پھر میں ایک ہندو پٹواری کے پاس موضع چھینا چلا گیا۔اس نے مجھے خوب کام سکھایا چھینا میں طاعون کی بیماری زوروں پر تھی۔اس لئے اس پٹواری کے مشورہ سے میں نے اپنی رہائش موضع شیر پور میں اختیار کر لی۔ ہرسیاں گاؤں ساتھ تھا۔وہاں محترم مولوی عبدالغفور صاحب فاضل مرحوم کے والد میاں فضل محمد صاحب

رہتے تھے‘ ان کی صحبت حاصل ہوگئی اور میں نے بھی ان کے ساتھ ہر جمعہ کو قادیان جانا شروع کر دیا۔ سیکھواں کی جماعت کے احباب بھی باقاعدہ جمعہ پڑھنے قادیان جایا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے حضرت میاں امام الدین صاحب نے کہا کہ میاں! تم نے بیعت کی ہے یا نہیں؟ میں نے کہا۔ ابھی نہیں کی۔ فرمایا۔ جلدی کرو۔ کیا دیکھ رہے ہو؟ اس پر میں نے بیعت کر لی۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ ایک اور آدمی بھی ساتھ تھا۔ میں نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور ہم دونوں نے بیعت کر لی۔

۱۹۰۴ء میں کام سیکھ کر میں واپس ملتان چلا گیا اور پھر وہاں سے کئی مرتبہ قادیان آیا۔ ہر جلسہ پر بھی اور جلسہ کے علاوہ بھی۔ حضرت اقدس کے وصال پر بھی پہنچ گیا تھا۔

اولاد: نور احمد کارکن بیت المال۔ محمد اسلم۔ محمد اکرم۔ محمد افضل۔ محمد اجمل صاحب مربی سلسلہ۔ محمد ارشد۔ اقبال بیگم۔ سعیدہ بیگم۔ رفیقہ بیگم

افسوس کہ حضرت منشی صاحب ۹ دسمبر ۱۹۶۵ء کو وفات پا گئے اور ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء کو آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کیا گیا۔ فانا اللّٰہ و انا الیہ راجعون.

محترم مرزا محمد صادق صاحب

ولادت: ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۹۰۴ء وفات:

محترم مرزا محمد صادق صاحب ولد مرزا امیر الدین صاحب گجراتی ملٹری کے دفتر میں اکونٹنٹ تھے۔ سلسلہ کے بہت فدائی تھے۔ آپ نے سلسلہ کی تائید میں ’’آئینہ صداقت‘‘ وغیرہ کئی ایک کتابیں لکھیں۔ جو بہت مقبول ہوئیں۔ آپ کی روایات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس نے اس مقام پر جہاں اب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ ہے‘ کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بے شک عیدین اور جمعہ مومنوں کے لئے خوشی کے دن ہیں لیکن سب سے بڑھ کر انسان کے لئے خوشی کا دن وہ ہے جس میں اس کے گناہ معاف ہو جائیں۔

۲۔ ایک مرتبہ مقدمہ کرم دین کے دوران میں گورداسپور گیا اور سات روز وہاں رہا۔ گورداسپور میں جو سب انسپکٹر پولیس تھا وہ گجرات کا ایک ہندو تھا۔ اس کالڑکا میرا کلاس فیلو تھا۔ اس نے مجھے تحکمانہ لہجہ میں کہا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں قید نہیں ہوں گا مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ وہ قید ہو جائیں گے۔

۳۔ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت میاں چراغ دین صاحب مرحوم نے اپنے مکان پر بیٹھے ہوئے فرمایا کہ ہمارے دفتر میں ایک بنگالی کلرک تھا جو مسمریزم کا ماہر تھا اور بسا اوقات صندوقچہ میں پڑے ہوئے یا جیب میں پڑے ہوئے خط کا مضمون بھی بتادیا کرتا تھا اور اس کی اس قوت سے چیف انجنیئر تک بھی متاثر تھے اور ڈرتے تھے۔ ایک دفعہ اس بنگالی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیر کرتے ہوئے متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ اگر وہ میرے سامنے ہوں تو پھر تم کو ان کی حیثیت معلوم ہو جائے۔ میں اس کے اس چیلنج کے مدنظر اسے ایک مرتبہ قادیان لے گیا۔ جب ہم قادیان پہنچے تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم دونوں مسجد کی تنگ سیڑھیوں کے راستہ سے مسجد میں داخل ہوئے۔ میں اس کے آگے آگے تھا۔ جب میں مسجد مبارک کے اندر پہنچ گیا تو وہ بنگالی بدحواس ہو کر پیچھے کی طرف بھاگا اور میں اس کے اس فعل پر حیران ہوا۔ اور اس کے پیچھے سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہاں تو کمرے میں دو شیر تھے جن کے خوف کی وجہ سے میں وہاں ٹھہر نہیں سکا۔ کیا آپ نے وہ شیر نہیں دیکھے؟

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ جس وقت (۱۹۳۹ء میں) مرزا محمد صادق صاحب نے یہ روایت مسجد احمدیہ میں جمعہ کی نماز (۲۸۔ ستمبر ۱۹۳۹ء) کے بعد بیان کی اس وقت حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل نے فرمایا کہ جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت میاں چراغ دین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ دو تین سیڑھیاں نیچے بھی گر گیا تھا۔

اولاد: تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔

محترم میاں عزیز دین صاحب زرگر

ولادت: ۱۸۹۶ء　　　بیعت: ۱۹۰۴ء

محترم میاں عزیز الدین صاحب زرگر پیدائشی احمدی ہیں۔ گو آپ نے ۱۹۰۴ء میں بیعت بھی کر لی تھی۔ آپ کی رہائش ڈبی بازار مکان حویلی کابلی مل لاہور میں ہے۔

اولاد: رشید احمد۔ رفیق احمد۔ مبارک احمد۔ منیر احمد۔ نصیر احمد۔

محترم سید محمد اشرف صاحب

ولادت: بیعت: ۱۹۰۴ء زیارت: ۱۹۰۳ء وفات: ۵۔جولائی ۱۹۵۲ء

محترم سید محمد اشرف صاحب ولد مولوی سید علی احمد صاحب لاہور کی حسب ذیل روایات ہیں:

۱۔ جب میں ۱۹۰۳ء میں حضور کی زیارت کرنے کے لئے قادیان گیا تو اس وقت میں اور حکیم غلام نبی صاحب زبدۃ الحکماء حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مہمان تھے۔حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہمارا تعارف کروایا۔ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی کتاب لکھ رہے تھے جس کا حضور نے ذکر کیا۔حکیم صاحب نے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کتاب چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کروں مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں ہماری جماعت ہی یہ کام کرے گی۔

۲۔۱۹۰۴ء میں بیعت کرنے کے بعد میں اکثر قادیان جایا کرتا تھا۔ایک دفعہ میں اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم قادیان گئے۔رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ہم نے حضور کی خدمت میں اطلاع کروائی۔حضور نے ہمیں اسی وقت اپنے کمرہ میں بلا لیا۔وہاں دو پلنگ پڑے تھے جن پر بستر بچھے ہوئے تھے۔حضور نے وہ دونوں پلنگ ہمارے لئے خالی کر دیئے۔اور آپ دوسرے کمرہ میں تشریف لے گئے۔خواجہ صاحب نے کہا کہ آج ہم اتفاق سے یہاں سوئے ہیں۔یہ کمرہ بیت الدعا☆ کہلاتا ہے۔بہتر ہے کہ آج صبح تہجد میں اٹھ کر دعا کریں۔میں تہجد کے لئے اٹھا اور دعا کی۔اس کے بعد اذان ہو گئی۔ہم نے مسجد میں باجماعت نماز پڑھی۔میں رات کی کمخوابی کی وجہ سے پھر لیٹ گیا اور مجھے پھر نیند آ گئی۔میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے ہیں اور حضور نے کچھ بات کی ہے مگر میں اسے نہیں سمجھا۔آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ میری بات سمجھ گئے۔میں نے کہا نہیں۔پاس حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ حضرت مولوی صاحب کھڑے تھے۔حضور نے ان کو فرمایا۔مولوی صاحب! آپ سمجھ گئے ہیں۔آپ نے عرض کیا۔ہاں حضور سمجھ گیا ہوں۔اس کے بعد حضور نے کچھ مٹھائی جلیبی کی قسم کی مجھے کھانے کو دی۔میں نے یہ خواب خواجہ صاحب کو سنایا مگر

☆ غالباً بیت الفکر مراد ہے۔بیت الدعا اتنا بڑا کمرہ نہیں کہ اس میں دو پلنگ بچھائے جاسکیں۔

آپ نے کہا کہ اس کی تعبیر مسیح موعود سے ہی پوچھیں۔اس کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے۔اندر سے بھی ہمارے لئے چائے لائے اور لنگر سے بھی منگوائی۔چائے پینے کے بعد میں نے خواب سنایا۔ حضور نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو ترقی ملے گی۔

جب میں قادیان سے واپس لاہور آیا تو میرے دفتر کے ایک ہندو افسر نے کہا کہ شاہ صاحب! مبارک ہو۔افسر نے آپ کی ترقی کی سفارش کی ہے۔میں نے کہا کہ اس بات کا تو مجھے تین روز سے علم ہے۔اس نے کہا۔یہ کیسے؟ میں نے کہا کہ میں نے قادیان میں خواب دیکھا تھا۔چنانچہ وہ خواب اور اس کی تعبیر بھی سنائی۔وہ کہنے لگا کہ آپ کو مرزا صاحب کے کہنے پر اتنا اعتبار ہے؟ میں نے کہا۔ہاں۔ اس نے کہا۔اگر آپ اجازت دیں تو میں دوسرے آدمی کی ترقی کے لئے کوشش کروں۔میں نے کہا۔ ہاں بے شک کریں۔اس نے بہت کوشش کی مگر آخر کار ترقی مجھے ہی ملی اور وہ ہندو مان گیا۔

۳۔ایک مرتبہ میں صدر انجمن کا آڈیٹر مقرر ہو گیا اور دو سال تک برابر یہ کام کرتا رہا۔حضرت میر ناصر نواب صاحب نے ان ایام میں میرے پاس ایک بل بھیجا جس میں کچھ مزدوروں کی اجرت اور کچھ اینٹیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خریدی گئی تھیں۔میں نے کہا کہ حضرت میر صاحب! مہربانی فرما کر مزدوروں کی برآورد پیش کریں جس پر ان کے انگوٹھے ثبت ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رسید لے کر پیش کریں۔اس پر حضرت نانا جان بہت خفا ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا کر کہنے لگے کہ یہ شخص مرید ہو کر ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔مگر حضور نے فوراً رسید لکھ دی اور باقی برآورد کے لئے فرمایا کہ بنا کر پیش کرو۔

آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی صحابیہ تھیں جن کی ولادت ۱۸۷۹ء کو ہوئی اور ۸۵ سال کی عمر پا کر ۶۔فروری ۱۹۶۴ء کو وفات پائی۔انا للّٰہ و نا الیہ راجعون.

اولاد: سید محمد احمد شاہ۔سید محمد انور شاہ۔ممتاز بیگم۔آمنہ بیگم۔کلثوم آرا بیگم

حضرت سید دلاور شاہ صاحبؓ

ولادت: ۱۸۹۳ء بیعت: ۲۶۔مئی ۱۹۰۴ء وفات: ۶۔جون ۱۹۴۴ء

محترم سید دلاور شاہ صاحب ولد سید حسین شاہ صاحب کا بیان ہے کہ

ا۔۱۹۰۴ء کا جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان میں ہوا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب سیڑھیوں کے پاس حضور کے انتظار میں کھڑے تھے۔ حضور نے سیڑھی سے نیچے اترتے ہی فرمایا۔ کیا وقت ہے؟ شیخ صاحب نے اپنی گھڑی دیکھ کر عرض کی کہ حضور دس بج چکے ہیں۔

حضور کے ہاتھ میں عصا تھا۔ حضور نے اس کے سہارے کھڑے ہو کر تقریر شروع فرمائی جو قریباً چھ گھنٹے جاری رہی۔ چنانچہ تقریر کے بعد ظہر وعصر کی نمازیں جمع ہوئیں اور پھر شام کا کھانا کھایا گیا۔ بعدہ مغرب وعشاء کی نمازیں جمع ہوئیں اور احباب اپنے کمروں میں جا کر سورہے۔

۲۔ جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے واپس لاہور پہنچا تو گھر میں کسی شخص نے میری مخالفت نہیں کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولوی محمد غوث صاحب جو میرے نانا تھے وہ حضرت اقدس کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔ مجھ سے حضور کی کتابیں پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ حضرت اقدس کی بعض تحریریں سنکر ان کے آنسو نکل آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں۔ نانا صاحب نے حضور کی بیعت بھی کر لی تھی۔ آپ چینیاں والی مسجد کے متولی تھے۔ ☆

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سید دلاور شاہ صاحب بخاری ایک نہایت ہی مخلص اور پُر جوش احمدی تھے۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے ساتھ ان کی خاصی دوستی تھی۔ جس زمانہ میں آپ ''مسلم آؤٹ لک'' کے ایڈیٹر تھے راجپال نامی ایک آریہ نے آنحضرت ﷺ کے خلاف ''رنگیلا رسول'' کے نام سے ایک نہایت ہی دلآزار کتاب شائع کی تھی جس کی بناء پر اسے زیر دفعہ ۱۵۳۔ الف تعزیرات ہند چھ ماہ قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا بصورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ مزید قید کی سزا ہوئی تھی۔ راجپال نے پنجاب ہائیکورٹ میں اپیل دائر کی۔ جسے سن کر ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے اسے بری کر دیا۔ دلیپ سنگھ کے اس فیصلہ کے خلاف سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے ۱۴۔ جون ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں ''مستعفی ہو جاؤ'' کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس کی بناء پر پنجاب ہائیکورٹ کی طرف سے اخبار کے ایڈیٹر (یعنی سید دلاور شاہ صاحب) اور اس کے مالک وطابع (مولوی نور الحق صاحب) کے خلاف توہین عدالت کے جرم میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اور آپ کو چھ ماہ قید محض

☆ محترم ڈاکٹر عبیداللہ صاحب کا بیان ہے کہ ملا محمد غوث صاحب نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔ مگر بیعت کے بعد اکثریت کی مخالفت کی وجہ سے مسجد چینیانوالی کی تولیت سے دستبردار ہو گئے تھے۔

اور ساڑھے سات سو روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ مزید چھ ہفتہ قید محض کی سزا دی گئی جسے آپ نے بخوشی قبول کیا۔ آپ کے دوسرے ساتھ مولوی نورالحق صاحب کو تین ماہ قید محض اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ، بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ایک ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔ اس خدا کے بندہ نے بھی خندہ پیشانی سے یہ سزا برداشت کی۔

آپ نہایت ہی حلیم الطبع، صابر اور قانع بزرگ تھے۔ مذہب سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ اس دلچسپی کی خاطر ہی آپ نے ایک اچھی ملازمت کو چھوڑ کر اپنے قومی اخبار ''سن رائز'' کی ایڈیٹری قبول کر لی تھی۔

محترم مولوی محبّ الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؓ نہایت ہی مخلص، نیک اور فنا فی الاحمدیت تھے۔ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک تبلیغ، بحث مباحثہ اور خدمت جماعت میں مصروف رہے۔ ابتدا میں احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے جلسوں میں احمدیت پر اعتراضات کے جواب کے لئے سینہ سپر رہتے تھے۔ نہایت قابل لیکچرار تھے۔ جماعت کے سیکرٹری تبلیغ تھے اور خطبات جمعہ نہایت قابلیت سے دیتے تھے۔

آپ کی وفات ۶۔ جون ۱۹۴۴ء کو ہوئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اولاد: محمود۔ خالد۔ دو لڑکیاں

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں ۲۵۔ جون ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ کا نکاح ۷۔ جون ۱۹۱۵ء کو حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ سے جو حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ کی پہلی بیگم سے دوسرے صاحبزادے تھے، ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے مسجد اقصیٰ میں پڑھا۔ حضرت مولوی صاحب موصوفؓ ان ایام میں لاہور میں بطور مبلغ مامور تھے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس غرض کے لئے آپ کو لاہور سے بلوایا تھا۔ شادی کی تقریب نہایت ہی سادہ طریق پر ۲۲۔ فروری ۱۹۱۷ء کو عمل میں آئی۔ اس بارہ میں حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ

''میری شادی کے روز شام کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بلا بھیجا۔ چونکہ حضرت والد صاحب ابھی برات کے طریق کو اپنی تحقیقات میں اسلامی طریق نہیں سمجھتے تھے اس لئے شہر پہنچا ہی تھا کہ آپ نے واپس بلا لیا اور میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے واپس چلا گیا اور بعد میں سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور ہمشیرہ بُو زینب بیگم صاحبہ دلہن کو دارالمسیح سے دارالسلام لے گئیں۔''[۴۳]

۲۳۔۲۴ جون ۱۹۱۷ء کو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے وسیع پیمانہ پر دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا۔ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نمونہ اسلام اور احمدیت کی تعلیم پر عمل کرنے اور اطاعتِ زوج کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی مستورات کے لئے خاص طور پر قابل تقلید ہے۔ آپ نے اپنے خاوند حضرت نواب عبداللہ خاں صاحب کی لمبی بیماری کے عرصہ میں ان کی اس قدر خدمت کی کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

خاکسار راقم الحروف کو جب بھی ماڈل ٹاؤن میں حضرت نواب صاحبؓ کی زیارت کا موقعہ ملتا تھا۔ آپ اپنی بیماری کا ذکر کرنے کی بجائے ہمیشہ اس امر کا ذکر کیا کرتے تھے کہ آپ کی بیگم صاحبہ آپ کی اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ آپ ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ کہیں بیمار نہ پڑ جائیں۔

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت سلسلہ کا ایک یہ موقعہ بھی عطا فرمایا کہ آپ نے یورپ کے قلب میں سوئٹزرلینڈ کی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ **فالحمدللّٰہ علٰی ذالک.**

آپ آج کل اپنی کوٹھی واقعہ ماڈل ٹاؤن سی بلاک ۱۰۸ میں رہائش پذیر ہیں۔

اولاد: صاحبزادی طیبہ آمنہ بیگم صاحبہ ولادت ۱۸۔ مارچ ۱۹۱۹ء

نواب عباس احمد خاں صاحب ولادت ۲۔ جون ۱۹۲۰ء

صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ ولادت ۳۔ جون ۱۹۲۱ء

صاحبزادی ذکیہ بیگم صاحبہ ولادت ۲۳۔ نومبر ۱۹۲۳ء

صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ ولادت ۲۰۔ جون ۱۹۲۷ء

صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ ولادت ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء

صاحبزادہ میاں شاہد احمد خاں صاحب ولادت ۱۰/۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء

صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ ولادت ۲۳۔نومبر ۱۹۴۱ء

صاحبزادہ میاں مصطفیٰ احمد خاں صاحب ولادت ۱۰۔جولائی ۱۹۴۳ء [۴۴]

محترم مرزا مولا بخش صاحبؓ

ولادت:۱۸۸۹ء بیعت:۱۹۰۴ء وفات:۲۴۔مئی ۱۹۵۷ء عمر:۶۸ سال

محترم مرزا مولا بخش صاحبؓ پہلے اندرون موچی دروازہ محلّہ پیرگیلانیاں میں رہا کرتے تھے۔مگر بعد ازاں فیض باغ میں اپنا مکان بنا کر منتقل ہو گئے ۔ بڑے مخلص، جوشیلے اور غیور احمدی تھے۔تبلیغ کا جنون تھا۔ بڑے سے بڑے مشتعل مجمع میں بھی حق بات کہنے سے نہیں جھجکتے تھے۔ جماعت کے تبلیغی اور تربیتی جلسوں کے انعقاد میں خوب حصہ لیا کرتے تھے۔ٹکٹ پرنٹنگ ریلوے پریس برانچ میں مغلپورہ ورکشاپ میں ملازم ہوئے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے ۔۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا اور ۲۴۔مئی ۱۹۵۷ء کو وفات پائی ۔بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے ۔فانا للّٰہ و نا الیہ راجعون۔

محترم مرزا مولا بخش صاحبؓ کے والد حضرت مرزا میراں بخش صاحبؓ بھی صحابی تھے۔

اولاد:

پہلی بیوی سے ۔مرزا سمیع احمد ظفر، ولیہ بیگم صاحبہ مرحومہ۔

دوسری بیوی سے ۔مرزا خلیل احمد، مرزا منیر احمد، فرخ مبشرات، بشارت تسنیم، کوثر وسیم

محترم مولوی محمد حیات صاحب

ولادت: بیعت:۱۹۰۴ء

محترم مولوی محمد حیات صاحب موضع دھیر کے کلاں ضلع گجرات کے باشندہ ہیں۔آپ نے ۱۹۰۴ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں لاہور تشریف لائے ۔ان ایام میں جب کہ حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ کی بیٹھک میں مبائعین نماز پڑھا کرتے تھے۔آپ نے جماعت کی ملازمت شروع کی ۔ جب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کی تعمیر ہوئی ان ایام میں بھی آپ نے خوب کام کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۱ء میں ایک

آنکھ کو زیادہ تکلیف ہوگئی۔ آپریشن کروایا۔ مگر پوری طرح صحت نہ ہوئی۔ اس پر ان کی درخواست پر جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے انہیں فارغ کر کے بیس روپے ماہوار ان کی پنشن مقرر کردی جسے وہ اب تک لے رہے ہیں۔

اولاد: چار لڑکے پیدا ہوئے جو وفات پا چکے ہیں۔ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے دو زندہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

محترم شیخ نصیر الحق صاحبؓ

ولادت: غالباً فروری ۱۸۹۳ء **بیعت:** ۱۹۰۴ء **وفات:** ۱۶/۱۵ فروری ۱۹۶۶ء درمیانی شب

محترم جناب شیخ نصیر الحق صاحب حضرت شیخ شاہ دین صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کے والد محترم بھی صحابی تھے۔ انہوں نے ۱۸۹۴ء میں بیعت کی تھی۔ آپ جب تعلیم حاصل کرنے کیلئے ۱۹۰۴ء میں قادیان تشریف لائے تو اس موقعہ پر بیعت کی۔

آپ کا بیان ہے کہ:

آپ نے یکم جنوری ۱۹۰۴ء کو جماعت ششم میں داخلہ لیا۔ دسمبر ۱۹۰۸ء تک قادیان میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد دھرم سالہ ضلع کانگڑہ، لاہور اور شملہ میں تعلیم کی تکمیل کی۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں دفتر ڈائریکٹر جنرل ملٹری میں ملازم ہوگئے۔ ۱۹۴۳ء میں کلاس I آفیسر یعنی اسسٹنٹ سیکرٹری آف ڈیفنس گورنمنٹ آف انڈیا مقرر ہوئے۔ بعدہ ۱۲۔ اگست ۱۹۴۷ء کو دفتر کے ساتھ راولپنڈی آ گئے۔ ۱۹۵۳ء میں ریٹائر ہوئے۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد سمن آباد لاہور میں سکونت اختیار کی۔ آج کل آپ کی رہائش N/۱۴۶ سمن آباد میں ہے۔

محترم شیخ صاحب ایک نہایت ہی مخلص اور ہمدرد انسان ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کے فدائی ہیں۔ تنظیم جماعت کو ہر قیمت پر مقدم رکھتے ہیں۔ سلسلہ کی خدمت کو فرض عین جانتے ہیں۔ آپ نے اپنی ملازمت کے دوران میں اور بعد ازاں سینکڑوں آدمیوں کو کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ پہنچایا۔ آج کل آپ کی صحت کمزور ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ اللھم آمین

محترم شیخ صاحب چونکہ عنفوان شباب سے ہی نیکی اور تقویٰ میں مشہور ہیں۔ اس لئے لوگوں نے

انہیں حاجی صاحب کہنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اب بھی آپ حاجی نصیر الحق صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔

اولاد: انور سلطانہ، سرور سلطانہ، بشیر الحق، منور سلطانہ، اکبر سلطانہ، امۃ السلام، فرحت نسیم، عشرت نسیم، منیر الحق، امین الحق، رفعت نسیم، مبین الحق، نزہت نسیم، نگہت نسیم۔

افسوس حضرت حاجی صاحبؓ ۱۵۔۱۶ فروری ۱۹۶۶ء کی درمیانی رات بمقام لاہور وفات پا گئے اور ۱۶۔فروری بروز بدھ بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

محترم خواجہ محمد دین صاحب

ولادت: ۱۸۸۸ء **بیعت:** بچپن میں

محترم خواجہ محمد دین صاحب سکنہ چونڈہ حال قلعہ لچھمن سنگھ لاہور نے قبول احمدیت کی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

میرے والد صاحب کا نام خواجہ فتح دین تھا۔ ذات کے وائیں کشمیری تھے۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جنہوں نے شروع دعویٰ میں ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی تھی۔ میری پیدائش چونڈہ ہی میں ہوئی۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے بھی آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم ہوا اور متعدد مرتبہ آپ کے ساتھ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان بھی گیا۔

زلزلہ کانگڑہ کے ایام میں میں اپنے والد محترم کے ساتھ گرم چادروں کو فیتہ لگایا کرتا تھا۔ انہی ایام میں میں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ گرم چادروں کو فیتہ لگا رہا ہوں۔ اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ دکھن کی طرف سے ایک چاند اڑتا ہوا ہماری طرف آ رہا ہے۔ کوئی تین منزل اونچا ہے۔ جب وہ ہمارے پاس سے گذر گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے گذر جانے کے بعد اندھیرا ہوتا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے والد محترم سے

دریافت کیا کہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جس نے آنا تھا وہ آ گیا ہے۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے والد صاحب کو رات کی خواب سنائی۔ انہوں نے بتایا کہ آنے والے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔

اولاد: خواجہ فیروز دین، خواجہ عبدالغنی، خواجہ محمد شریف، خواجہ بشیر احمد، خواجہ محمد شفیع، زبیدہ بیگم۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ زبیدہ بیگم کے علاوہ خواجہ صاحب کی باقی ساری اولاد غیر احمدی ہے۔ زبیدہ بیگم کی شادی ایک مخلص احمدی خواجہ عبیداللہ صاحب کے ساتھ ہو چکی ہے۔

محترم مولوی محمد انور صاحبؓ

ولادت: **بیعت:** **وفات:** اندازاً ۱۹۴۶ء

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب نے بیان کیا کہ:

محترم مولوی محمد انور صاحب، حاجی علم الدین صاحب کے فرزند تھے۔ پرانے احمدی تھے۔ پوسٹ ماسٹر جنرل کے دفتر میں ملازم رہے۔ ۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور لاہور ہی میں دفن ہوئے۔

محترم بابو نظام الدین صاحب ماہل پوریؓ

ولادت: **بیعت:** **وفات:**

محترم بابو نظام الدین صاحب ماہل پوری دفتر اگزامینر میں کلرک تھے۔ کمزور صحت کے آدمی تھے۔ احمدیہ بلڈنگس میں رہتے تھے۔

محترم بابو وزیر محمد صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: **بیعت:** **وفات:**

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی نے بیان کیا کہ:

محترم بابو وزیر محمد صاحب محلّہ پڑ نگاں اندرون بھاٹی گیٹ لاہور میں رہتے تھے۔ حضرت میاں محمد صاحبؓ کے بھانجے تھے۔ تین بھائی تھے اور تینوں صحابی تھے۔

ان کے والد محترم کا نام حافظ غلام محمد تھا اور بھائیوں کے نام یہ تھے۔

بابو میاں وزیر محمد صاحب' میاں نذیر محمد صاحب اور میاں عبدالرحمٰن صاحب۔

بابو میاں وزیر محمد صاحب دسویں جماعت پاس کر کے پوسٹ ماسٹر جنرل کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ان کا ایک واقعہ خاص طور پر مشہور ہے کہ ایک مرتبہ جب سرکاری کام زیادہ ہو گیا تو انہوں نے کام کو ہلکا کرنے کیلئے کچھ چھٹیاں ضائع کر دیں۔ رپورٹ ہونے پر جب سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا تو صاف اقرار کیا کہ ہاں میں نے ایسا کیا ہے اور اس واسطے کیا ہے کہ کام زیادہ ہو گیا تھا۔سب لوگ ان کی اس سچائی پر حیران رہ گئے اور سپرنٹنڈنٹ پر بھی بڑا اچھا اثر ہوا۔

دمہ کی شکایت رہتی تھی اس لئے جلد ریٹائر ہو گئے اور بقیہ عمر قادیان میں گزاری۔مرحوم احمدیت کے فدائی تھے۔محض احمدیت کی خاطر اپنی دوسری شادی بھی بدوملہی میں کی اور اپنی ہمشیرہ کی شادی محترم مرزا محمد اسماعیل صاحبؓ سکنہ اندرون بھاٹی گیٹ کے ساتھ کی۔

ان کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔وزیر محمد نام کے دو موصی تھے۔ایک یہ اور دوسرے رہتاس ضلع جہلم کے تھے۔جو بہت پرانے بزرگ تھے۔مگر یہ پہلے فوت ہو گئے۔حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ جو مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ کے سیکرٹری تھے۔انہوں نے حضور کی خدمت میں رہتاس والے وزیر محمد صاحب کی مسل پیش کر دی۔حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا بھی کہ یہ مسل تو کسی پرانے صحابی کی معلوم ہوتی ہے اور ان سے تو میری واقفیت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں ہوئی۔مگر حضرت مولوی صاحبؓ کے یہ عرض کرنے پر کہ حضور میں نے تحقیق کر لی ہے۔ حضور نے انہیں خاص قطعہ میں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ مسل والے بزرگ رہتاس ضلع جہلم کے تھے۔

اولاد: میاں عبدالحی صاحب مبلغ انڈونیشیا' عبدالمجید' عبدالقیوم' منیرہ۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ

نوٹ: حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کا ذکر ترتیب کے لحاظ سے ۱۸۹۷ء میں آنا چاہیئے تھا مگر ذہن میں یہ خیال غالب رہا کہ آپ کو خلافت اولیٰ میں بسلسلہ تبلیغ لاہور بھیجا گیا تھا اس لئے خلافت اولیٰ کے واقعات میں آپ کا ذکر کیا جائے گا۔مگر آج اچانک اس طرف توجہ ہوئی کہ

آپ تو صحابی بھی تھے۔اس لئے صحابہ میں بھی آپ کا ذکر آنا چاہیئے۔لہذا یہاں بھی آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔(مؤلف)

ولادت: ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان بیعت: ۱۸۹۷ء بذریعہ خط

وفات: ۱۶۔دسمبر ۱۹۶۳ء

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ ہمارے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے صوفی منش بزرگ انسان تھے۔آپ معزز زمیندار وڑائچ قوم میں سے تھے۔آپ کا گاؤں راجیکی' گجرات شہر سے تقریباً چودہ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب واقع ہے۔

آپ کے والد محترم کا نام میاں کرم دین صاحب تھا اور والدہ محترمہ کا آمنہ بی بی۔آپ کی پیدائش ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان کسی بھادوں کے مہینہ میں ہوئی۔آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے ایک رؤیا میں دیکھا تھا کہ ان کے گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر جگمگا اٹھا ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں راجیکی میں ہی حاصل کی۔اس کے بعد حضرت قاضی محمد اکمل صاحب کے والد حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ کی خدمت میں موضع گولیکی حاضر ہوئے اور مثنوی مولانا رومؒ پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔جسے حضرت مولوی صاحب موصوف نے منظور فرمالیا۔ان ایام میں آپ اپنے خاندانی طریق کے مطابق کثرت سے مختلف قسم کے وظائف کا ورد کیا کرتے تھے اور جنگلوں اور ریگستانوں میں جاکر گھنٹوں یاد الٰہی میں تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔

ان دنوں آپ نے ایک رؤیا میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور پھر کچھ عرصہ بعد ایک خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ہندوستان پر چڑھائی کرنے کیلئے ایک لشکر تیار فرمارہے ہیں۔جس میں آپ بھی بھرتی ہوگئے۔لشکر کے ہر سپاہی کو حکم ملا کہ وہ برچھی سے خنزیروں کو قتل کرے۔آپ فرماتے ہیں کہ جو خنزیر کسی سے قتل نہیں ہوتا تھا آپ اسے ایک ہی وار سے وہیں ڈھیر کر دیتے تھے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے قبل آپ نے حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے اولیاء کرام کی مختلف کشوف کے ذریعہ زیارت کی۔

آپ کی بیعت کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ان ایام میں جب آپ حضرت مولوی امام الدین

صاحبؓ سے مثنوی روم کا دفتر چہارم پڑھ رہے تھے۔ حسنِ اتفاق سے مسجد میں پولیس کا ایک سپاہی آ گیا جس کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' تھی۔ وہ کتاب اس سے عاریۃً حضرت مولوی امام الدین صاحب نے حاصل کر لی اور مطالعہ کرنے کیلئے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ دوسرے روز آپ بھی کسی کام کیلئے حضرت مولوی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ وہاں کتاب پڑی تھی۔ کھولتے ہی آپ کی نظر حضرت اقدس کے اس شعر پر پڑی۔

عجب نوریست درجان محمدؐ
عجب لعلیست درکان محمدؐ

اس نظم کو آپ نے شروع سے لے کر آخر تک اس حال میں پڑھا کہ سوز و گداز سے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ایک جھڑی لگ رہی تھی اور جب اس شعر پر پہنچے کہ

کرامت گرچہ بے نام ونشاں است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

تو آپ کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش! ایسے عظیم الشان بزرگ کی آپ کو زیارت ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب جب گھر سے باہر تشریف لائے تو ان سے آپ نے دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں؟ مولوی صاحب نے بتایا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں مرزا غلام احمد صاحب نام ایک بزرگ ہیں اور مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ کلام ان کا ہے۔ اس پر بے اختیار آپ کی زبان سے یہ فقرہ نکلا کہ

''دنیا بھر میں اس شخص کے برابر رسول اللہ ﷺ کا عاشق کوئی نہیں ہوا ہوگا''

اس کے بعد آپ نے ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۷ء میں حضرت مولوی صاحب موصوفؓ کے ساتھ قادیان پہنچ کر حضرت اقدس کے دست حق پرست پر بھی بیعت کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔ واپسی پر اپنے علاقہ کے طول وعرض میں دیوانہ وار تبلیغ شروع فرما دی۔ جس کے نتیجہ میں آپ کی شدید مخالفت ہوئی مگر آپ نہ گھبرائے نہ پروا کی اور صبر و استقلال سے اپنا کام کرتے رہے۔☆

خلافت اولیٰ میں آپ کو لاہور میں بطور مبلغ بھیج دیا گیا اور پھر ساری عمر تنظیم سلسلہ کے ماتحت تبلیغ

☆ تفصیل کیلئے دیکھئے ''حیات قدسی'' حصہ اوّل شائع کردہ محترم حکیم عبد اللطیف صاحب گجراتی

اسلام واحمدیت میں گزاری۔ آپ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی دونوں قسم کے علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ سینکڑوں لوگ آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ صاحب الہام وکشوف تھے۔ پنجابی' اردو' فارسی اور عربی زبان پر نہایت گہرا عبور حاصل تھا۔ فن تقریر اور تحریر دونوں میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔ قرآن کریم کے حقائق و معارف اور اسرار و غوامض کے بیان کرنے میں عجیب خداداد ملکہ حاصل تھا۔ جب درس قرآن مجید دیتے تو آپ سے کلام الٰہی کے نکات معرفت سن کر اپنے تو اپنے غیر از جماعت کے بڑے بڑے صاحب علم وفضل لوگ وجد میں آجاتے۔ میدان مناظرہ کے شہسوار تھے فریق مخالف خواہ کسی مذہب وملت سے ہوتا آپ کی آمد ہی سے لرزاں وترساں ہونے لگتا۔ عربی زبان کے آپ خصوصاً قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ نے عربی میں کئی قصائد لکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس معجزہ کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس زمانہ میں اعجازی طور پر زبان عربی کی فصاحت و بلاغت کا علم بخشا ہے۔ اپنے عربی علم کلام کو پیش کر کے مخالفین احمدیت کو بار ہا للکارا کہ تم لوگ مسیح موعود علیہ السلام کے ادنیٰ ترین غلام کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے آقا کا مقابلہ کسی طرح کر سکتے ہو۔

جماعت احمدیہ میں خلافت اور نظام خلافت کی کمال اطاعت وادب آپ کا جزو ایمان تھا۔ خلیفہ وقت کی محبت عشق کا رنگ رکھتی تھی۔ اور اس بارہ میں آپ حد درجہ غیور واقع ہوئے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ وحضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف کوئی لفظ تک سننا آپ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ آپ ہر موقعہ پر خلیفہ وقت کی کامل اطاعت وفرمانبرداری اور تنظیم سلسلہ کی پابندی اور اعتراضات ونکتہ چینی سے اجتناب کرنے کی افراد جماعت کو تبلیغ وتلقین کرتے رہتے۔

خاکسار راقم الحروف کو آپ کی معیت میں ایک عرصہ تک ملک کے طول وعرض میں تبلیغ کے سلسلہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ زمانہ ایسا مبارک تھا کہ اب بھی جب وہ ایام سامنے آتے ہیں تو عجیب لطف محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں آپ کے بعض ایمان افروز واقعات درج کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حلیہ مبارک: حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کا قد میانہ اور رنگ سانولا تھا۔ ڈاڑھی متوسط اور گھنی' خضاب لگایا کرتے تھے۔ جسم بہت مضبوط اور چہرہ بارعب تھا۔ آپ بہت سادہ لباس پہنتے تھے۔

پاؤں میں پنجابی وضع کا جوتا' سر پر عمامہ لپٹا ہوا' بدن پر سادہ سا ڈھیلا ڈھالا کرتہ اور کمر میں تہہ بند باندھا کرتے تھے۔ موسم کے مطابق کوٹ پہننا بھی آپ کا معمول تھا۔

اولاد: برکات احمد راجیکی مرحوم' مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم' اقبال احمد راجیکی' مبشر احمد راجیکی' عزیز احمد راجیکی' صفیہ بیگم' زینب' قدسیہ۔

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب سیالکوٹیؓ

ولادت: ۱۸۷۵ء **بیعت:** ۱۹۰۵ء **وفات:** ۷۔اگست ۱۹۶۱ء **عمر:** ۸۶سال

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب سیالکوٹیؓ بہت ہی مخلص اور فدائی صحابی تھے۔ آپ نے بی۔اے کا امتحان الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیا اور ۱۹۰۵ء میں بیعت کی اور مئی ۱۹۰۹ء سے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں مدرس مقرر ہوئے اور اس محنت اور ذوق وشوق سے کام کیا کہ ہیڈ ماسٹری کے عہدہ تک پہنچ گئے۔ بعد ازاں نصرت گرلز ہائی سکول کے مینیجر کے طور پر بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ آپ معلم بھی تھے' منتظم بھی تھے اور عالم بھی تھے۔ آپ کی علم دوستی کا ثبوت وہ لغت ہے جو آپ نے حضرت مولوی محمد جی صاحب فاضل کی مدد سے عربی لغت ''المنجد'' کا ترجمہ کر کے ''تسہیل العربیہ'' کے نام سے شائع کی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے لاہور کے حلقہ راج گڑھ متصل چوبرجی میں سکونت اختیار کی۔

۷۔اگست ۱۹۶۱ء کو یہیں وفات پائی۔ لیکن تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اولاد: لیڈی ڈاکٹر غلام فاطمہ۔ غلام احمد۔ عبدالرحمٰن۔ منظور فاطمہ۔ کنیز فاطمہ۔ عطاء الرحمان۔ نصیر احمد۔ رشید احمد۔ آمنہ بشریٰ۔ رفیق احمد۔

حضرت سید محمد حسین شاہ صاحبؓ آف راہوں

ولادت: ۷۔اگست ۱۸۸۳ء **بیعت:** ستمبر ۱۹۰۵ء **وفات:** ۲۴۔اپریل ۱۹۶۴ء

(ازقلم جناب ڈاکٹر محمد جی صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر فرزند ارجمند حضرت شاہ صاحبؓ)

حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب ۷۔اگست ۱۸۸۳ء کو قصبہ راہوں ضلع جالندھر میں اہل سنت والجماعت گھرانے میں پیدا ئے ہوئے۔ ابتدائی تعلیم راہوں اور لدھیانہ میں حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں

مالیر کوٹلہ سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ اغلباً ۱۸۹۸ء کے وسط میں جب کہ آپ مزید تعلیم لدھیانہ میں حاصل کر رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر لدھیانہ میں ہوئی جسے آپ نے سنا اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا پہلی دفعہ موقعہ ملا۔

آپ کے ماموں زاد بھائی ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب ۱۸۹۸ء کے قریب آپ کے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئے۔ جن کی تبلیغ کا آپ پر بھی اثر ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں آپ کی شادی ماہل پور ضلع ہوشیار پور میں ایک معزز ہاشمی خاندان میں ہوگئی۔ آپ کی بیوی برکت النساء بیگم کے بڑے بھائی قاضی شاہ دین صاحب جو نمبردار اور امام مسجد قصبہ ماہلپور تھے۔ ۱۹۰۲ء میں احمدی ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو حضرت صاحب کی کتب فتح اسلام اور ازالہ اوہام پڑھنے کو دیں۔ ان کے پڑھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آپ پر واضح ہوگئی۔ انہی دنوں آپ نے اپنا مکان راہوں میں بنوایا۔ وہاں کے حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے جو احمدی ہو چکے تھے آپ سے پوچھا کہ احمدیت کے متعلق اب آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے آپ نے کہا کہ اب تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا تو حاجی صاحب نے ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء میں آپ کو ایک کارڈ دیا کہ جب کوئی اعتراض باقی نہیں تو بیعت کا خط لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے وہ خط قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور لکھ دیا تو قادیان سے جواب آیا کہ تمہاری بیعت منظور ہے۔ نمازوں میں استقلال پیدا کرو۔ درود شریف اور استغفار میں لگے رہو اور تہجد پڑھنے کا بھی شغل رکھو۔

آپ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنی ملازمت کے سلسلہ میں لاہور متعین ہوئے اور احمدیہ بلڈنگس کی مسجد کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے کر دو سال تک مقیم رہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مغرب سے لے کر عشاء تک درس قرآن مجید دیا کرتے تھے۔ جس میں آپ باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ اس طرح آپ کا علم احمدیت کے متعلق بڑھتا گیا۔ بابا ہدایت اللہ صاحب سے جنہوں نے پنجابی شعروں میں احمدیت کی سہ حرفی بہت عمدہ پیرایہ میں لکھی تھی۔ انہی دنوں ملاقات ہوتی رہی۔ ان کی سہ حرفی کے بہت سے شعر آپ کو زبانی یاد تھے جو آپ اکثر پڑھتے رہتے تھے۔ مولوی دلپذیر صاحب کے شعر بھی آپ کو پسند تھے۔

ایک دن آپ نے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے عرض کی کہ میرے ہاں چار

لڑکیاں ہیں۔اورلڑکا کوئی نہیں تو مولوی صاحب نے دعا کی ترکیب بتلائی اورارشادفرمایا کہ لڑکا ہونے پراس کا نام ''محمد'' رکھنا۔آپ نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ بفضل خدا لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام مولوی صاحب کے ارشاد کے مطابق ''محمد'' رکھا۔ضلع گجرات میں جہاں کے حضرت مولوی صاحب باشندے تھے۔اکثر لوگ صرف محمد یا احمد نام رکھ لیتے ہیں۔مگر ضلع جالندھر اور لدھیانہ میں صرف محمد نام رکھنا۔اس نام کے تقدس کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو محمد کے نام کے ساتھ جی کا اضافہ کر دیں۔مولوی صاحب نے اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کا نام محمد جی رکھ دیا۔

آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ جہاں بھی موقعہ ملتا آپ تبلیغ ضرور کرتے۔آپ کی تبلیغ کی وجہ سے آپ کے تینوں بھائی بھی احمدی ہو گئے اور سارے خاندان میں احمدیت پھیل گئی۔آپ کی تبلیغ کے زیر اثر لدھیانہ ضلع کے کم وبیش سات خاندان احمدیت میں داخل ہوئے۔

۱۹۳۸ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا رجسٹری شدہ مختار عام بنالیا۔بعدہ سیکرٹری امانت تحریک جدید کا چارج بھی آپ کو دے دیا۔ان دونوں عہدوں پر آپ ۱۹۴۸ء تک فائز رہے۔پھر پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ ان کاموں سے فارغ ہوئے۔آپ نماز تہجد بڑے التزام سے ادا کرنے کے عادی تھے......نمازوں میں بہت سوز سے دعائیں کرتے اور ہر ایک نیکی اور نمازوں میں باقاعدگی کی تلقین کرتے۔ ہر جلسہ سالانہ پر سارے کنبہ کے ساتھ ضرور شامل ہوتے ......

آپ کی وفات ☆ ۸۰ سال کی عمر میں ۲۴۔اپریل ۱۹۶۴ء کو لاہور میں ہوئی اور اسی دن آپ کے جسد خاکی کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کیا گیا۔فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔[۴۵]

اولاد: ایک لڑکا۔ پانچ لڑکیاں۔ پانچ پوتے۔ تین پوتیاں۔ پندرہ نواسے۔ بائیس نواسیاں۔ بائیس پڑپوتے اور پڑپوتیاں۔

☆ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے چند دن قبل میوہسپتال سے خاکسار کو خط لکھا۔جس میں ملاقات کی خواہش کا اظہار تھا۔حالت تسلی بخش تھی مگر آناً فاناً وفات ہوگئی۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (غیر مبائع)

ولادت: بیعت: ۱۹۰۵ء

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر قادیان میں جا کر بیعت کی۔ شیخ صاحب پہلے ہندو تھے۔ حضرت اقدس کی صحبت میں رہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے بھی بہت فیض حاصل کیا۔ بلکہ حضور نے انہیں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ساتھ مصر میں عربی زبان کی مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا اور اسی وجہ سے آپ مصری کہلاتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی ان پر بہت نوازشات کیں۔

مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر بھی کافی عرصہ رہے۔ مگر افسوس کہ ۱۹۳۷ء میں حضور خلیفۃ المسیح ؓ سے ناراض ہو کر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا بھی انکار کر دیا۔ حالانکہ اسی مسئلہ پر غیر مبائعین کے مقابل میں ان کے اپنے متعدد مضامین سلسلہ کے اخبارات میں شائع شدہ موجود ہیں۔ بلکہ ۱۹۳۵ء میں انہوں نے اپنی تحریری شہادت میں لکھا کہ

''میں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا ہوں۔ جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں''۔[۴۶]

محترم میاں دین محمد صاحب

ولادت: ۱۸۹۵ء بیعت: ۱۹۰۵ء

محترم میاں دین محمد صاحب کی رہائش اکبر سٹریٹ مغل پورہ گنج میں ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت ۱۹۰۵ء میں کی جب کہ آپ کی عمر دس سال تھی۔

محترم سردار محمد یوسف صاحب ؓ ایڈیٹر ''نور''

ولادت: ۱۸۹۲ء بیعت: ۱۹۰۶ء وفات: ۶۔مئی ۱۹۵۲ء عمر: ۶۰ سال

محترم سردار محمد یوسف صاحب کی ولادت ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ آپ سکھ قوم میں سے تھے۔ آپ کا

سابق نام سورن سنگھ تھا۔ وسط ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی۔ حضرت اقدس ان کے اسلام کی طرف مائل ہونے کے حالات سن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ ان کا لیکچر ہونا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے ۲۹۔ جون ۱۹۰۶ء کو مسجد اقصیٰ میں لیکچر دیا جو آپ کا پہلا لیکچر تھا۔ [۴۷] ہماری جماعت میں آپ پہلے آدمی تھے جنہیں سکھوں میں تبلیغ کا شوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''چشمہ معرفت'' میں سکھوں کی متبرک کتاب گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی سے حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے جو شلوک اور ساکھیاں پیش کی ہیں ان میں آپ حضور علیہ السلام کے معاون تھے۔ آپ نے سکھ قوم میں تبلیغ کرنے کے لئے اخبار ''نور'' قادیان سے نکالا تھا اور دو درجن کے قریب کتابیں بھی شائع کیں۔ قرآن مجید اور ''سیرت النبیؐ'' کا ہندی اور گورمکھی دونوں زبانوں میں ترجمہ بھی کیا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے لاہور میں رہائش اختیار کی اور پھر کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں بھی رہے۔ ۶۰ سال کی عمر پا کر ۶۔ مئی ۱۹۵۲ء کو وفات پائی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اولاد: شیخ محمد آصف، شیخ محمد موسیٰ، آمنہ بیگم مرحومہ، شیخ محمد ہارون، شیخ محمد ادریس، شیخ محمد یحییٰ، شیخ بشیر احمد، مبارکہ نسیم، صادقہ نسیم۔

محترم خواجہ محمد دین صاحب بٹؓ

ولادت: ۱۸۸۳ء بیعت: ۱۹۰۶ء وفات: ۶ نومبر ۱۹۶۰ء عمر: ۷۷ سال

محترم خواجہ محمد دین صاحب بٹ ولد حسن محمد صاحب بٹ کرشن نگر لاہور میں رہتے تھے۔ بہت نیک، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ قادیان میں سبزی کی دوکان تھی۔ یہ ایک ایسا کاروبار ہے جس کا پھیلاؤ زیادہ ہونے کی وجہ سے دکان بار بار بند نہیں کی جا سکتی۔ مگر حضرت خواجہ صاحب دکان کھلی چھوڑ کر نماز باجماعت کیلئے مسجد چلے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی باتیں بھی گاہکوں کو سنایا کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد کرشن نگر لاہور رہائش اختیار کی۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کیلئے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ آیا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۸۳ء کو ہوئی۔ بیعت ۱۹۰۶ء میں کی اور وفات ۶۔ نومبر ۱۹۶۰ء کو ہوئی۔ ۷۷ سال عمر پائی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد: نسیم احمد، سعید احمد، بشیر احمد، رشید احمد

محترم قاری غلام مجتبیٰ صاحب چینی قادیانیؓ

ولادت: ۱۸۷۰ء بیعت: ۱۹۰۶ء وفات: ۲۴۔اکتوبر ۱۹۶۲ء عمر: ۹۲ سال

حضرت قاری صاحب موصوف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں وکٹوریہ جیل ہانگ کانگ (چین) سے بعہدہ چیف وارڈن ریٹائر ہو کر قادیان میں سکونت اختیار کر لی اور تقسیم برصغیر تک وہیں رہے۔ اس کے بعد ایک لمبا عرصہ لاہور میں رہائش رکھی اور یہیں وفات پائی۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ مسیح موعودؑ میں مدفون ہیں۔ مرحوم بہت مستعد' نیک' سادہ اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ قادیان میں کافی عرصہ تک بعہدہ جنرل پریذیڈنٹ خدمات بجالاتے رہے۔

اولاد: عبدالقادر صاحب سول سرجن اور چار بہنیں۔

محترم حکیم رحمت اللہ صاحب

ولادت: بیعت: دسمبر ۱۹۰۷ء

محترم حکیم رحمت اللہ صاحب بہت پرانے بزرگ ہیں۔ والد محترم کا نام حکیم محمد بخش صاحب تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

موضع نواں پنڈ متصل گورداسپور میں ہمارے نہایت ہی قریبی رشتہ داروں میں ایک بزرگ مولوی محمد علی نامی تھے۔ میں ان کی ملاقات کیلئے وہاں گیا۔ انہوں نے مجھے احمدیت کی تبلیغ کی۔ میں نے ان کے ساتھ کافی تکرار کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت اللہ! اس طرح بحث سے ضد پیدا ہوتی ہے۔ تم خدا تعالیٰ سے دعا مانگو کہ اے خدا! اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو مجھے ہدایت دیدے۔ انہوں نے ایک کتاب بھی ''تحفہ گولڑویہ'' مجھے مطالعہ کیلئے دی اور یہ بھی فرمایا کہ ۱۵ روز کے بعد جلسہ سالانہ ہے اس موقعہ پر ضرور قادیان چلو اور مامور من اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ میرے دل کو یہ بات پسند آئی۔ میرا اپنا گاؤں موضع جوگووال تھا جو گورداسپور سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ میں نے گاؤں میں پہنچ کر دعا شروع کر دی۔ چند دن کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سیدھی' صاف اور سفید سڑک ہے جو زمین سے کچھ اونچی ہے۔ اس کے دو طرفہ گھنے درخت لگے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہمارے گاؤں سے سیدھی قادیان کو جارہی ہے۔ قادیان ہمارے گاؤں سے گیارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ صبح اٹھ

کر جو میں نے اس خواب پر غور کیا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ اس دعا کا نتیجہ ہے جو تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کی ہے۔ چنانچہ جب جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء کے ایام آئے تو میں جلسہ میں شمولیت کیلئے قادیان چلا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرسی پر تشریف فرما تھے اور تقریر کر رہے تھے۔ نہایت ہی نورانی چہرہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسا شخص ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جب تقریر ختم ہوئی اور یہ اعلان ہوا کہ جو دوست بیعت کرنا چاہتے ہوں وہ کرلیں۔ تو میں بھی بیعت کرنے والوں میں شامل ہوگیا۔ جلسہ سے فارغ ہوکر جب گاؤں پہنچا تو شدید مخالفت ہوئی مگر میں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر ۱۹۱۹ء میں وہاں سے ہجرت کر کے قادیان چلا گیا اور ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے بعد لاہور پہنچ گیا۔ کئی سال تک لاہور میں رہا اور اب ربوہ میں ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ محترم حکیم صاحب کی عمر اس وقت اسّی سال کے لگ بھگ ہوگی بلکہ ممکن ہے زیادہ ہو کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۴ء میں جو سورج اور چاند کو گرہن لگا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اسے ستّر اکہتّر سال ہوگئے ہیں۔ اگر ان ایام میں آپ کی عمر بارہ چودہ سال کی بھی ہو تو اِس وقت (۱۹۶۵ء میں) آپ کی عمر اسّی سال سے زیادہ بنتی ہے۔

آپ حکیم ہیں اور حکمت کی دوکان کرتے ہیں۔ نہایت ہی سادہ اور دیہاتی وضع کے بزرگ ہیں۔ قد لمبا، جسم مضبوط اور صحت اچھی ہے۔ پانچوں وقت مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے۔ آمین۔ بہت خوب آدمی ہیں۔

اولاد: محمد عالم مرحوم، بشیر الدین، حفیظ بیگم، نظیر بیگم۔

حضرت ملک خدا بخش صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: **بیعت:** ۱۹۰۷ء   **زیارت:** ۱۹۰۸ء   **وفات:** ۱۷۔دسمبر ۱۹۴۸ء

محترم ملک خدا بخش صاحب کی روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ میں نے حضور کو نماز کی حالت میں دیکھا ہے۔ آپ کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی گردن دائیں بازو کی طرف جھکائے ہوئے ہوتے تھے۔

۲۔ میں نے حضور کو تقریر فرماتے دیکھا ہے۔ یہ وہ تقریر ہے جو لاہور میں رؤساء لاہور کو دعوت دے کر کی گئی تھی۔ تقریر فرماتے وقت حضور کا وجود مبارک ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گویا ایک تصویر ہے جو بول رہی ہے۔ آنکھیں نیم وا معلوم ہوتی تھیں۔ اور کوئی حرکت ہاتھ پاؤں سے نہیں فرماتے تھے۔ حضور کے ہاتھ میں سونٹی بھی تھی۔

۳۔ مذکورہ بالا تقریر کے اختتام پر حضور کی خدمت میں دودھ کا ایک گلاس پیش کیا گیا۔ ہم تبرک کی خواہش میں گتھم گتھا بھی ہوئے۔ چنانچہ کچھ دودھ جو فرش پر گر گیا تھا اسے بھی ہم نے اپنی زبانوں سے اٹھالیا تھا۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ محترم ملک خدا بخش صاحب محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب کی امارت کے زمانہ میں ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ لاہور کے جنرل سیکرٹری رہے اور نہایت ہی محنت اور کوشش سے کام کیا۔ میں نے نہ صرف ان کو دیکھا ہے بلکہ تقسیم ملک سے پہلے اور بعد میں جب کہ میرا تقرر لاہور میں بحیثیت مبلغ تھا۔ ان کے ساتھ کام بھی کیا۔ آپ نہایت ہی معزز اور وجیہ انسان تھے اور سلسلہ کی خدمت کے لئے دن رات وقف کر رکھا تھا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت میں پہلے پرائیویٹ سیکرٹری اور پھر جنرل سیکرٹری رہے۔ بعد میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانہ میں بھی جنرل سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔

حضرت ملک صاحبؓ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو نوٹ ''الفضل'' میں لکھا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر اس کا ایک ضروری اقتباس درج کر دیا جائے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

''میں ملک صاحب مرحوم کو بڑے لمبے عرصہ سے جانتا ہوں۔ وہ نہایت مخلص اور فدائی اور سچے معنوں میں ایک قابل قدر کارکن تھے۔ جب بھی سلسلہ کا کوئی کام پیش آتا تھا۔ وہ اس کام میں ہمیشہ دوسروں سے پیش پیش نظر آتے تھے۔ اور اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ وہ لاہور کی جماعت کے ایک بھاری رکن تھے۔ جن کی وفات نے لاہور کی جماعت میں یقیناً خلا پیدا کر دیا ہے۔ میں ان لوگوں میں سے تو نہیں ہوں کہ یہ سمجھوں یا یہ کہوں کہ فلاں خلا بھرا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ایسا خیال خدا کی صفت خلق و تکوین کے خلاف ہے اور اسی طرح وہ ہمارے مشاہدہ کے بھی خلاف ہے۔ مگر میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ یہ خلا ایسا ہی ہے

جسے لاہور کی جماعت کو خاص توجہ کے ساتھ بھرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

''جب میں ملک صاحب کا جنازہ پڑھنے آیا تو مرحوم کے اوصاف حمیدہ کو یاد کر کے میرے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ علم اور بصیرت رکھنے والے مومن بھی دراصل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جن کے ایمان کا مرکزی نقطہ ان کے دماغ یعنی مرکز عقل میں ہوتا ہے اور دوسرے وہ جن کے ایمان کا مرکزی نقطہ ان کے دل یعنی مرکز جذبات میں ہوتا ہے۔ ان میں سے قسم اوّل کے مومنوں کی توجہ زیادہ تر دلائل اور براہین کی طرف رہتی ہے اور ان کے خیالات کا محور زیادہ تر عقل کے اردگرد چکر لگاتا ہے۔لیکن دوسری قسم کے مومنوں کی توجہ زیادہ تر اخلاص اور جذبات میں مرکوز ہوتی ہے اور ان کے خیالات کا محور محبت پر قائم ہوتا ہے اور میں نے شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور سے کہا کہ میرے خیال میں ملک صاحب مرحوم دوسری قسم کے مخلصین میں شامل تھے جن کے ایمان کے درخت کی جڑیں دماغ کی نسبت دل میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہیں اور علم اور بصیرت رکھتے ہوئے بھی ان کی طبیعت میں محبت اور جذبات کا غلبہ رہتا ہے۔............

''ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بلند مقام پر جگہ دے اور ان کے بچوں اور دیگر پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔

''ملک صاحب مرحوم کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ ایک ہی وقت میں ان کے دونوں جوان بچے خدمت دین کیلئے سمندر پار گئے ہوئے ہیں اور حقیقتاً یہ ایک بڑی بھاری سعادت ہے بلکہ حق یہ ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خاکسار

مرزا بشیر احمد رتن باغ لاہور ۱۹۴۸ء-۱۲-۲۱''

اولاد: ملک عطاء اللہ۔ملک عطاء الرحمٰن سابق مبلغ فرانس۔ملک احسان اللہ مبلغ مغربی افریقہ۔ ملک عبدالمنان مرحوم۔صفیہ۔رشیدہ وغیرہ چار پانچ لڑکیاں۔

محترم ملک حکیم دین محمد صاحب

ولادت: ۱۸۸۸ء   بیعت: ۱۹۰۲ء

محترم جناب ڈاکٹر عبید اللہ خاں صاحب نے بیان فرمایا کہ

محترم حکیم دین محمد صاحب کے والد بزرگوار کا نام شیخ برکت علی صاحب تھا۔ راہوں ضلع جالندھر کے باشندہ تھے اور صحابی تھے۔ محترم حکیم صاحب نے قادیان ہی میں تعلیم پائی۔ دسویں جماعت کا امتحان پاس کر کے پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور کے دفتر میں ملازمت شروع کر دی۔ ۱۹۱۳ء کے قریب تبدیل ہو کر دفتر ملٹری اکاؤنٹس میں چلے گئے۔ دوسری جنگ میں جاپانیوں کی قید میں رہے۔ قریب تھا کہ قتل کئے جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ اب پنشن پر ربوہ میں مقیم ہیں۔

آپ نے بچپن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے طب پڑھی۔ پھر حضرت حکیم احمد دین صاحب شاہدرہ والوں سے بھی پڑھتے رہے۔ ذاتی طور پر ہومیو پیتھی سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

آپ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مؤلف اصحاب احمدؓ کے تایا، خالو اور خسر ہیں۔ آپ نے بیعت بچپن ہی میں کر لی تھی۔ عمر اس وقت ۷۷۔ ۷۸ سال کے قریب ہوگی۔ صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

اولاد: امۃ اللہ۔ نصرت، نعمت۔ حکمت۔ فضل الرب مرحوم۔ بشریٰ۔ اسمٰعیل احمد۔

محترم شیخ شمس الدین صاحبؓ

ولادت: بیعت: ۱۹۰۷ء   وفات: ۱۵۔ فروری ۱۹۴۱ء

محترم شیخ شمس الدین صاحب چنیوٹ ضلع جھنگ کے مشہور وہرہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ والد ماجد کا نام شیخ حاجی عمر حیات صاحب تھا۔ قبول احمدیت کی سعادت اس طرح نصیب ہوئی کہ آپ کے خسر حضرت شیخ عطا محمد صاحب وہرہ چنیوٹ والے ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ جب بھی موقع ملتا وہ آپ کو تبلیغ کرتے۔ آپ کا کاروبار چونکہ لاہور میں تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ اس لئے جب بھی حضور تشریف لاتے آپ حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہو جاتے۔

ایک مرتبہ آپ نے حضور کی خدمت میں اولاد نرینہ کے لئے درخواست دعا کی جس پر حضور نے دعا فرمائی۔اس دعا کے بعد ۱۹۰۴ء میں آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام فیروز الدین رکھا گیا۔اسی خوشی میں آپ نے حضور کی خدمت میں پچاس روپیہ کی رقم بطور نذرانہ پیش کی۔

۱۹۰۷ء میں آپ نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد رشتہ داروں نے سخت مخالفت کی مگر آپ ثابت قدم رہے۔آپ چمڑے کے تاجر تھے۔کاروبار میں دیانت وامانت آپ کا شیوہ تھا۔متوکل انسان تھے۔خدا تعالیٰ کے حضور رورو کر دعائیں کیا کرتے تھے اور اکثر دعائیں آپ کی قبول ہوتی تھیں۔آپ کی نیکی اور تقویٰ کو دیکھ کر بعض اوقات غیر احمدی بھی آپ سے دعا کروانے آیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی جب بحیثیت مبلغ لاہور میں مقیم تھے۔تو آپ نے ان سے پہلے ناظرہ اور پھر باترجمہ قرآن شریف ختم کیا۔

جب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کے لئے زمین خریدنے کا سوال پیدا ہوا تو آپ نے اس میں پانچ ہزار روپیہ یکمشت چندہ دیا۔

آپ ۱۵۔فروری ۱۹۴۱ء کو فوت ہوئے اور کوٹ خواجہ سعید میں دفن کئے گئے۔

آپ کی رفیقہ حیات مسماۃ اللہ جوائی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔اکثر قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔سورۃ یٰسین زبانی یاد تھی۔صدقہ وخیرات کے لئے آپ بہت مشہور تھیں۔آپ کی وفات ۳۰۔جون ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔اور کوٹ خواجہ سعید لاہور میں مدفون ہوئیں۔**فانا للّٰہ و انا الیه راجعون.**

اولاد: آپ نے دو بیٹیاں اور تین بیٹے اپنے پیچھے چھوڑے۔بیٹوں کے نام یہ ہیں۔
فیروز دین۔منور دین۔عبدالحمید۔

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب غیر مبائع

ولادت: ۶۔نومبر ۱۸۸۶ء **بیعت:** بچپن میں **وفات:** ۲۸۔ستمبر ۱۹۵۹ء

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب مورخہ ۶۔نومبر ۱۸۸۶ء کو بتھرانوالی حویلی اندرون موچی گیٹ لاہور میں داروغہ نبی بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔داروغہ نبی بخش صاحب شملہ میں گورنمنٹ آف انڈیا

پریس میں ملازم تھے۔اس لئے ڈاکٹر صاحب بچپن میں ہی اپنے والد ماجد کے پاس شملہ چلے گئے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔محترم شیخ الہ دین صاحب شملوی کے ساتھ داروغہ صاحب کے گہرے تعلقات تھے۔ان کی تبلیغ سے آپ نے ۱۹۰۱ء میں احمدیت قبول کی۔ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب آپ کو مزید تعلیم کے لئے علی گڑھ بھیجنا چاہتے تھے۔مگر محترم شیخ صاحب موصوف نے رائے دی کہ انہیں قادیان بھیجا جائے۔چنانچہ ۱۹۰۱ء میں قادیان جا کر آپ نے نویں جماعت میں داخلہ لیا۔۱۹۰۶ء میں آپ نے قادیان سے ایف۔اے کر کے میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ڈاکٹر بن کر آپ نے کچھ عرصہ سرحد میں اسسٹنٹ سرجن کے طور پر سرکاری ملازمت کی۔آپ ایک باکمال سرجن تھے۔چنانچہ ایک مرتبہ آپ ایک زخمی جس کی کھوپڑی میں دراڑ آ گئی تھی کا اپریشن کر رہے تھے کہ اپریشن روم میں وائسرائے کمانڈر انچیف اور گورنر سرحد آ گئے مگر آپ اپنے کام میں ایسے مصروف تھے کہ آپ کو مطلقاً خبر نہ ہوئی۔جب اپنے کام سے فارغ ہوئے تو ان افسران کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔لارڈ چیمسفورڈ نے آگے بڑھ کر آپ سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ ڈاکٹر تم تو ایک باکمال سرجن ہو۔چنانچہ اس نے آپ کو ''قیصرِ ہند'' کا میڈل دیا۔۵۰۰۰ روپیہ نقد اور خان بہادر کے خطاب کی سفارش کی اور سول سرجن کے عہدہ پر ترقی بھی دی۔[۴۸]

۱۹۲۰ء میں آپ نے ملازمت سے استعفا دے دیا اور لاہور آ کر ''عزیز منزل'' میں پریکٹس شروع کی۔انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے رکن تو آپ شروع سے ہی تھے۔مگر لاہور پہنچ کر آپ نے عملاً بھی انجمن کے کاموں میں نمایاں حصہ لینا شروع کر دیا۔۱۹۳۵ء میں آپ انجمن کے دوامی ممبر چنے گئے۔۱۹۵۶ء میں انجمن کے صدر بنے اور ۲۸۔ستمبر ۱۹۵۹ء کو آنت کے پھٹنے کے باعث وفات پائی۔ فاناللّٰہ وانا الیہ راجعون.

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

ولادت:۶۔فروری ۱۸۹۳ء بیعت:۱۶۔ستمبر ۱۹۰۷ء

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۶۔فروری ۱۸۹۳ء کو بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ نے آپ کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ

رکھی ۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ۔اے کی ڈگری حاصل کر کے آپ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن تشریف لے گئے ۔اور واپس تشریف لاکر پہلے سیالکوٹ میں اور پھر جلد ہی لاہور میں آ کر کام شروع کیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسی ترقی دی کہ چند سال کے اندر اندر ہی آپ کا نام لاہور کے قانون دانوں کی صف اوّل میں شمار ہونے لگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت آپ نے سیالکوٹ میں ستمبر ۱۹۰۴ء میں کی ۔قادیان کی پہلی مرتبہ زیارت ستمبر ۱۹۰۵ء میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۷ء کو کی ۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو لاہور کی جماعت کا امیر اور حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی رضی اللہ عنہ کو سیکرٹری مقرر فرمایا۔ [۴۹]

آپ دس بارہ سال جماعت کے امیر رہے مگر اس عرصہ میں آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی لاہور میں آمد سے خوب فائدہ اٹھایا۔حضور کے متعدد علمی لیکچر ہوئے جن میں لاہور کے اعلیٰ اور ذہین طبقہ کے لوگ شامل ہوتے رہے اور پریس میں بھی حضور کی علمی قابلیت کا چرچا جاری رہا۔

گورنمنٹ انگریزی نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے جو اجلاس لندن میں بلائے اور جنہیں گول میز کانفرنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان میں علاوہ بعض دیگر مسلمان لیڈروں کے آپ بھی برابر شامل ہوتے رہے اور لندن میں آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ان ایام میں جو خبریں اخبارات میں آتی تھیں ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ لندن کی پرائیوٹ مجالس میں عوام ہندوؤں کی سیاسی پوزیشن سمجھنے کیلئے مسٹر گاندھی کو اور مسلمان قوم کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کیلئے آپ کو دعوت دیا کرتے تھے ۔گول میز کانفرنس میں آپ نے جو شاندار تقریریں کیں اور بے مثال تدبر کا ثبوت دیا اس سے ہندوستان کے ہندو مسلمان لیڈروں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھنا شروع ہوئیں اور انگریز حکام نے بھی محسوس کیا کہ ہندوستان کا نظم ونسق چلانے کے لئے آپ جیسے مدبروں کے تعاون کی انہیں بے حد ضرورت ہے ۔ چنانچہ باوجود شدید مذہبی مخالفت کے ۱۹۳۵ء میں آپ کو ہندوستان کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں لے لیا گیا اور کئی سال تک متعدد محکموں کے انچارج رہے ۔ اس اثناء میں آپ کو کئی مرتبہ یورپ اور دوسرے ممالک میں

ہندوستان کی نمائندگی کا موقع ملا۔

تقسیم ملک کے وقت آپ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے۔ پاکستان بننے کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کو وزیر خارجہ بننے کی پیشکش کی جسے آپ نے منظور کر لیا۔ اس عظیم منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے جو خدمات سرانجام دیں ان کے بارہ میں چند شہادتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (جو اس وقت پنجاب کے وزیر خزانہ تھے) نے ۱۰۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

''پاکستان کی تعمیر واستحکام کے سلسلہ میں حضرت قائداعظم کے بعد میرے خیال میں جن دو بڑی شخصیتوں نے کام کیا ہے ان میں پہلا نام ہمارے امور خارجہ کے وزیر سر محمد ظفراللہ خاں کا ہے اور دوسرا وزیر خزانہ مسٹر غلام محمد کا ہے۔ سر ظفراللہ خاں نے ساری دنیا پر آشکار کر دیا کہ پاکستان ایسے بلند دماغ اور شاندار مقرر اور اپنی حکومت کے سچے خادم رکھتا ہے جس کے سامنے دنیا کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

''ملت پاکستان چوہدری محمد ظفراللہ خاں کے حق میں اتنی ناشکر گزار نہیں ہوسکتی کہ وہ معدودے چند رجعت پسندوں کی غوغا آرائی کے لئے گمراہ ہو جائے اور پھر ان گنتی کے چند لوگوں کی غوغا آرائی جو جہالت کے محدود و معین خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں''۔ [۵۰]

۲۔ ''السٹریٹڈ ویکلی پاکستان'' رقمطراز ہے:

''سلامتی کونسل میں وہ وقت بھی نہایت نازک تھا جب اسرائیل کے معاملہ میں بحث ہو رہی تھی۔ بڑی طاقتیں اس مملکت کو بہرطور نوازنے پر تلی ہوئی تھیں جو صیہونی دہشت انگیزی کی بدولت معرض وجود میں آئی تھی۔ ہر قابل ذکر آدمی بول چکا تھا اور بولا بھی تھا دنیائے عرب کے مفاد کے سراسر خلاف۔ عربوں کے ترجمان بھی اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تھے۔ لیکن ان بیچاروں پر وہی مثل صادق آ رہی تھی کہ نقارخانے میں طوطی کی صدا کون سنتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بڑی طاقتوں کے بلند بانگ غلغلہ میں ان کی کمزور آواز دب کر رہ گئی ہے۔ طویل القامت' نحیف الجثہ چوہدری محمد ظفراللہ خاں بحث کے دوران میں خاموش بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور نہ ہی کچھ کہنے کا ارادہ تھا کیونکہ

وہ اس مسئلہ میں جو کچھ کہنا چاہتے تھے پہلے ہی کہہ چکے تھے انہیں نظر آ رہا تھا کہ جب سلامتی کونسل پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہے تو پھر اسے قائل کرنے کی کوشش بے سود ہے۔

''لیکن اس وقت عربوں کے بعض نمائندے جو دیکھ رہے تھے کہ ہمارے وزیر خارجہ بحث کے دوران میں خاموش بیٹھے ہیں آپ کے پاس آئے اور (ایک مرتبہ پھر) عربوں کا معاملہ پیش کرنے کی درخواست کی۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے تقریر کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ بایں ہمہ وہ عرب نمائندوں کو مایوس بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ادھر تقریر تیار نہ ہونے کے علاوہ طبیعت بھی قدرے ناساز تھی۔

''ایک لمحہ تذبذب کے بغیر آپ سیدھے سٹیج کی طرف بڑھے۔اس کے بعد مسلسل دو گھنٹہ تک سلامتی کونسل کی فضا فن خطابت کی ضوفشانی سے جگمگ جگمگ کرتی رہی۔عرب نمائندوں نے باتفاق رائے تسلیم کیا کہ جس دلنشین انداز اور پُر زور طریق پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے ان کا معاملہ پیش کیا ہے اس زوردار طریق پر دوسرا کوئی شخص پیش نہیں کر سکا۔ دو گھنٹے تک یوں معلوم ہوتا تھا کہ دلائل و براہین کا ایک دریا ہے جو اُمڈا چلا آتا ہے۔اس تمام عرصہ میں وہ چند صیہونی نمائندے جو پچھلی نشستوں پر بیٹھے تھے تلملاتے اور بل بھرتے رہے اور منہ میں جھاگ لا لا کر اپنے لرزیدہ پاؤں فرش پر مار رہے تھے۔اور منہ ہی منہ میں برا بھلا کہہ رہے تھے۔

''اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ...... لیک سیکسیس میں ہمارے وزیر خارجہ نے وہ ناموری حاصل کی ہے جو بلا شبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہے۔ دو اڑھائی سال کے عرصہ میں بیرونی دنیا میں انہوں نے پاکستان کی ساکھ قائم کرنے اور اس کی عزت و وقار کو چار چاند لگانے میں جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

''قائداعظم مرحوم کی طرح وہ جھکنا نہیں جانتے۔وہ اس فتح کے قائل ہی نہیں جو گر کر نصیب ہو۔ وہ فتحیابی کس کام کی جس کی خاطر عزت نفس گنوانی پڑے۔ وہ کبھی تذلل اختیار نہیں کرتے اور پھر بھی ہمیشہ فتحیاب رہتے ہیں''۔[۵۱]

۴۔خبرنامہ اقوام متحدہ نے اپنے تبصرہ میں لکھا کہ

''آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں اقوام متحدہ کے حلقوں میں بہت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

ان کی قانون دانی، بلاغت وفصاحت اور نکتہ رسی کا ہر ممبر ملک قائل ہے۔ جنرل اسمبلی اور اس کے ماتحت کمیٹیوں میں جب کبھی ظفر اللہ خاں تقریر کرتے ہیں تو شائقین اس کثرت سے جمع ہوتے ہیں کہ اکثر مرتبہ بیٹھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ بین الاقوامی مسائل کی موشگافیاں گذشتہ پانچ سال میں سر محمد ظفر اللہ خاں نے جس خوبی سے کی ہیں اس کی سب نے تعریف کی ہے۔ گذشتہ سال جنرل اسمبلی کے پیرس والے اجلاس میں عراق اور ملک شام کے نمائندوں کے تعاون سے انہوں نے تخفیف اسلحہ کے مسئلے پر جو تقریر کی تھی اسے اقوام متحدہ کی بلند ترین تقریروں میں گنا جاتا ہے اور سیاست دانی کی اعلیٰ مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسی تقریر کا نتیجہ تھا کہ بڑی طاقتوں کے نمائندے دس روز تک تخفیف اسلحہ پر تبادلہ خیالات کر سکے اور مختلف الخیال ملکوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کا موقعہ مل گیا جو اقوام متحدہ کے چارٹر کا سب سے ضروری مقصد ہے۔ اس سے قبل مسئلہ کشمیر اور فلسطین کے متعلق سر محمد ظفر اللہ خاں سیکورٹی کونسل اور جنرل اسمبلی میں معرکۃ الآراء تقریریں کر چکے ہیں۔ لیبیا کے مستقبل، سمالی لینڈ اور اریٹیریا کی خود مختاری اور انڈونیشیا کی آزادی کے سلسلہ میں ان کی بارآور کوششیں ضرب المثل ہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خاں نے کچھ عرصہ ہوا، فرمایا تھا کہ جہاں کہیں آزادی کی جدوجہد کا اعلان ہوتا ہے پاکستان سب سے پہلے لبیک کہتا ہے۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا یہ لبیک سر ظفر اللہ خاں کی حق شناس آواز کے ذریعہ سنتی ہے''۔[۵۲]

۴۔ معاصر ''انجام'' کراچی نے سمالی لینڈ کی خدمت کے متعلق ذیل کی خبر دی:

''کراچی ۱۰۔ فروری۔ پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے ادارہ اقوام متحدہ میں سمالی لینڈ کے مسلمانوں کے مقصد آزادی کی حمایت میں جو معرکۃ الآراء تقریریں کی ہیں۔ ان کا خلوصِ دل سے اعتراف کرتے ہوئے سمالی لینڈ کے ہزارہا مسلمانوں نے اپنے بچوں کے نام پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام پر رکھے ہیں اور خود میرے نوزائیدہ بچے کا نام ''ظفر اللہ'' ہے''۔

انسان کے مرتبہ اور مقام کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب کہ وہ مخالفت کے طوفانوں اور مصائب کی آندھیوں میں سے گزر رہا ہو۔ مگر اس کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آنے پائے۔ حضرت

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے کام کی ساری زندگی ہی ایسے حالات میں گذری ہے جبکہ پاکستان کے شوریدہ پسند طبقہ نے آپ کے خلاف ملک میں سخت طوفان بے تمیزی برپا کئے رکھا مگر آپ نے نہ تو ملک کی خدمت میں کمی آنے دی اور نہ ہی اپنی مذہبی حیثیت پر حرف آنے دیا۔

۱۹۵۴ء میں سر بنگل راؤ کی جگہ بین الاقوامی عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے اور چار سال کے عرصہ کے اندر ہی آپ کا انتخاب برائے نائب صدر عمل میں آیا۔ اس طرح آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں قابلِ رشک مقام حاصل کر لیا۔ بین الاقوامی عدالت کی ججی کا یہ دَور کامیابی کے ساتھ گزار کر آپ نے ایک عرصہ تک اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی اپنے ذمہ لئے رکھی۔ دو برس پیشتر جب آپ کونسل[1] کی صدارت کیلئے منتخب ہوئے تو ''حقیقت'' لکھنو نے لکھا:

''یہ واقعہ ہے کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں برصغیر ہندو پاکستان میں گنتی کے چند چوٹی کے مدبروں میں ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے موجودہ لیڈروں میں تو موصوف اپنی قانونی قابلیت سیاسی تدبر و تجربہ اور بین الاقوامی مسائل میں اپنی حیرت انگیز فراست و معاملہ فہمی کے اعتبار سے فرد واحد ہیں...... ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان اور دوسرے چند ممالک کی مخالفت کے باوجود بھی اقوام متحدہ کی کونسل بالآخر بھاری اکثریت سے ظفر اللہ خاں ہی کو اپنا صدر منتخب کرے گی جو ہر اعتبار سے بہ مقابلہ دیگر امیدواروں کے قابل ترجیح ہیں''۔

چنانچہ یہ امر واقعہ ہے اور ساری دنیا اس پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کونسل کے صدارتی انتخاب میں آپ کو بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب کیا اور آپ نے دوران صدارت میں جو کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کی بناء پر بعض بڑے مدبران کی زبان سے نکلا کہ کاش! ظفر اللہ خاں عمر بھر اس کونسل کے صدر رہیں۔

اس کے بعد پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ بین الاقوامی عدالت کے جج کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو پہلے سے بھی زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی قومی خدمات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر و بیشتر غیر ملکوں میں احمدی مساجد کی بنیادیں رکھنے کا شرف حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت آپ ہی کو حاصل ہوا۔ آپ نے مختلف ممالک میں بہت بلند پایہ تقاریر کے ذریعہ ایک دنیا کو اسلام اور احمدیت سے

[1] اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی مراد ہے۔

روشناس کرایا۔اسلام کے متعلق آپ کی بیش قیمت تصانیف قبولیت کی سند حاصل کر چکی ہیں ۔ جماعت احمدیہ میں آپ کی مالی قربانیاں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہیں ۔اسلام اوراحمدیت کے متعلق آپ کی قانونی خدمات سے ایک زمانہ آگاہ ہے ۔ باوجوداتنی خوبیوں اور قابلیتوں کے اطاعت امام کے سلسلہ میں آپ کا وجود ایک نمونہ ہے۔

مختصر یہ کہ اس زمانہ میں احمدی اور غیر احمدی تعلیم یافتہ نوجوان اور بوڑھوں کے لئے آپ کی زندگی میں بے شمار قیمتی اسباق موجود ہیں ۔کاش کہ کوئی فائدہ اٹھائے ۔ **اللھم متعنا بطول حیاتہ**

اولاد: امۃ الحی صاحبہ

محترم میاں اکبرعلی صاحب

ولادت: ۱۸۹۵ء **بیعت:** پیدائی احمدی

محترم میاں اکبرعلی صاحب ابن مولوی محمد علی صاحب سکنہ موضع بہادر ضلع گورداسپور نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی محمد علی صاحب نے حضرت چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر اور حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی کے ذریعہ ۱۸۹۳ء میں قادیان جا کر بیعت کی ۔میری پیدائش ۱۸۹۵ء کی ہے۔اس لحاظ سے میں پیدائشی احمدی ہوں ۔جن دنوں کرم دین بھین والے مقدمات کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میں بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ گورداسپور جایا کرتا تھا۔ ۱۹۰۷ء میں میرے والد صاحب نے مجھے قادیان لیجا کر مدرسہ احمدیہ میں داخل کروا دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے فرزند میاں عبدالحی صاحب میرے کلاس فیلو تھے۔اس زمانہ میں جب حضرت صاحب سیر کے لئے باہر تشریف لے جاتے تھے تو ہمیں متعدد بار حضور کی زیارت اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوتا تھا اور کئی دفعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خادمہ کے ذریعہ سے حضور کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک منگوالیا کرتے تھے۔

جب حضور آخری جلسہ سالانہ کے ایام میں سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے تو میرے والد صاحب اور میرے چچا میاں سلطان احمد صاحب اور میرے پھوپھا حکیم رحمت اللہ صاحب اور خاکسار بھی حضور کے ساتھ تھے۔

مدرسہ احمدیہ میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد خاکسار اپنے گاؤں واپس چلا گیا۔ اور پھر ۱۹۱۶ء میں قادیان جا کر نویں جماعت میں داخل ہوا۔ نویں پاس کرنے کے بعد خاکسار لاہور واپس آ گیا۔ اور ملازمت اختیار کر لی۔

احمدیت سے پہلے میرے والد پیری مریدی کا کام بھی کرتے تھے مگر احمدی ہونے کے بعد انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا اور اپنے گاؤں میں زراعت کا کام شروع کر دیا اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ ان کی تبلیغ سے بابو عبدالرحمٰن صاحب انبالوی اور ان کے عزیزوں نے احمدیت قبول کی۔ ابھی آپ کو زراعت کا کام کرتے چھ ماہ ہی گذرے تھے۔ کہ ان کے خالو خان بہادر میاں محمد سزا وار رئیس لاہور نے انہیں لاہور میں بلا لیا۔ اور اپنی دو ہزار ایکڑ اراضی کا بندوبست کرنے کو کہا جو موضع ڈیال اور موضع اٹانوالی میں تھی۔ تیس سال کا عرصہ آپ نے موضع نواں پنڈ مشمولہ ڈیال میں رہائش اختیار کر کے اس اراضی کا انتظام کیا اور نواں پنڈ میں جماعت بھی قائم کی۔ چنانچہ ان کی تبلیغ سے مولوی عبدالحکیم صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ نے بیعت کی۔

میں ۱۹۱۷ء میں ملٹری اکاؤنٹس میں اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ کے طور پر ملازم ہو گیا۔ اور نو سال یہ ملازمت قائم رہی۔ ۱۹۲۶ء میں رخصت لے کر فتنہ ارتداد کے دنوں میں تین ماہ کے لئے اپنے خرچ پر اجمیر' بیادر' آگرہ اور ایٹہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ چوہدری نبی حسن خاں موضع راؤ پٹی متصل ضلع ایٹہ کو بیعت کروانے کے لئے قادیان لے گیا۔ وہاں میرے ذریعہ سے بابو نور محمد صاحب مینیجر کاٹن مل بیادر نے بھی بیعت کی۔ ۱۹۲۶ء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹے کی بشارت دی۔ چنانچہ جب میں اس جہاد سے واپس آیا۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلا فرزند ناصر علی عطا فرمایا۔ اس دوران میں ملٹری والوں نے تخفیف میں رکھ کر مجھے فارغ کر دیا۔ چنانچہ ایک سال میں نے اپنے گاؤں میں زراعت کا کام کیا۔ اس کے بعد مجھے کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ میں سب انسپکٹر کی جگہ مل گئی۔

۱۹۳۵ء میں میں نے امیر علاقہ مکیریاں کے طور پر اس علاقہ میں تبلیغ کی نگرانی کی۔

۱۹۴۶ء سے میں مستقل طور پر حلقہ پرانی انارکلی لاہور میں بحیثیت پریذیڈنٹ حلقہ کام کر رہا ہوں۔

۱۹۵۳ء کے فساد میں میرا مکان جلانے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بال بال بچا لیا۔

۱۹۶۱ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے چندہ تحریک اور وقف جدید کو بڑھا کر دس گنا ادا کرنے کی توفیق عطا

فرمائی۔ چنانچہ میں نے چندہ تحریک جدید ۳۰ روپے سے بڑھا کر ۳۰۰ روپے کر دیا۔ اور وقف جدید ۲۰ سے بڑھا کر ۲۰۰ روپے کر دیا۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔**

اسی طرح مساجد بیرون پاکستان میں اپنی والدہ مرحومہ' والد مرحوم اور اپنی طرف سے ڈیڑھ ڈیڑھ سوادا کیا۔

۱۹۵۱ء سے میں اپنی ملازمت سے ریٹائر ہوا ہوں اور اس وقت سے لے کر اب تک کام محض اس نیت اور ارادے سے کر رہا ہوں کہ سلسلہ کی مالی خدمت کر سکوں ورنہ میرا گذارہ اپنی جائیداد کی آمد پر ہو سکتا ہے۔

الحمدللہ کہ مجھے مسجد دارالذکر لاہور میں بھی دو ہزار روپیہ چندہ دینے کی توفیق ملی۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ میرے والد محترم نے میری تحریک پر قادیان اور ربوہ دونوں جگہ مکانات بنوائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھے اور سلسلہ کے فدائی ثابت ہوں۔ آمین

اولاد: ناصر علی مرحوم۔ مظفر علی۔ منور علی۔ مبشر علی۔ امیر بیگم۔ طاہرہ ناہید۔ ناصرہ بیگم۔ مبارکہ شوکت۔ بشریٰ بیگم۔

محترم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی

ولادت: ۱۸۹۰ء　　　**بیعت:** اپریل ۱۹۰۸ء

محترم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی موضع صریح تحصیل نکودر ضلع جالندھر کے باشندہ ہیں اور آج کل دفتر جماعت احمدیہ واقعہ ۱۳۔ ٹمپل روڈ لاہور کے انچارج اور حلقہ مزنگ کے صدر ہیں۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق امام مسجد لندن اور ناظر بیت المال کے چھوٹے بھائی ہیں۔ یہ فضیلت بھی آپ ہی کو حاصل ہے کہ تینوں بھائیوں (یعنی حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب' محترم جناب شیخ عبدالعزیز صاحب اور محترم جناب شیخ عبدالحمید صاحب) میں سے صرف آپ ہی صحابی ہیں۔

آپ نے انٹرنس کا امتحان راولپنڈی میں اپنے بھائی عبدالعزیز صاحب کے پاس رہ کر ۱۹۰۸ء

میں دیا۔امتحان دینے کے بعد واپس گاؤں پہنچے اور گاؤں سے قادیان جا کر شروع اپریل ۱۹۰۸ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔آپ کے والد ماجد حضرت مولوی عمر الدین صاحب بھی صحابی تھے۔ملازمت آپ نے فیروز پور کے قلعہ میں آرڈیننس ڈیپارٹمنٹ میں شروع کی۔کچھ عرصہ وہاں کام کے بعد آپ شملہ تشریف لے گئے اور ملٹری فائننس ڈیپارٹمنٹ میں ساری مدت ملازمت گزار دی۔(۱۹۱۳ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک) اس محکمہ میں آپ پہلے مسلمان تھے مگر آہستہ آہستہ آپ کی کوشش سے کافی مسلمان اس محکمہ میں بھرتی ہو گئے۔احمدی احباب میں سے محترم حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال تحریک جدید' محترم جناب میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال' محترم جناب فضل محمد خاں صاحب خاص طور پر مشہور ہیں۔محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر اور محترم جناب شیخ یوسف علی صاحب مرحوم سابق پرائیویٹ سیکرٹری نے بھی کچھ عرصہ اس محکمہ میں کام کیا۔

جتنا عرصہ آپ شملہ میں رہے۔مختلف جماعتی عہدوں پر متمکن رہے مگر زیادہ عرصہ آپ کے پاس سیکرٹری مال کا عہدہ رہا۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ چونکہ آپ کے کام کو جانتے تھے اس لئے آپ جب اس محکمہ سے ریٹائر ہو کر پنشن پر آ گئے تو آپ کو سٹینڈنگ فائننس بجٹ کمیٹی کا ممبر نامزد فرمایا۔

۱۹۴۷ء تک آپ قادیان میں رہے۔پھر لاہور آ گئے۔اور ۱۹۵۲ء سے دفتر جماعت احمدیہ لاہور کے انچارج ہیں۔

منارۃ المسیح قادیان کی تعمیر کے لئے جن احباب نے چندہ دیا۔ان میں آپ اور آپ کے والد ماجد دونوں شامل تھے۔چنانچہ دونوں کے نام ''منارۃ المسیح'' پر کندہ ہیں۔تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں میں بھی آپ شروع سے حصہ لے رہے ہیں۔

۱۹۲۸ء میں جو قرآن کریم کا درس حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے دیا تھا اس میں بھی آپ شامل ہوئے تھے۔آپ فرمایا کرتے ہیں کہ سورہ انفال کی تفسیر آپ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔

اولاد: عبدالمجید۔عبدالرشید۔طاہر شمیم۔شاہد سلیم۔ناصر سلیم۔زبیدہ بیگم۔رشیدہ بیگم۔عفت صدیقہ۔طیبہ صادقہ۔نزہت پروین۔رضیہ بشریٰ۔

حضرت ملک غلام محمد صاحب

ولادت:　　　بیعت: ۱۹۰۸ء　　زیارت: ۱۹۰۲ء　وفات: ۳۔جولائی ۱۹۵۸ء

ملک غلام محمد صاحب ملک بسو صاحب لاہور کا بیان ہے کہ

میرے والد مرحوم کے سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم سکنہ قادیان کے ساتھ بہت تعلقات تھے۔ان کے ذریعہ میرا قادیان آنا جانا ہوا۔ میں پہلی مرتبہ قادیان تقریباً ۱۸۸۷ء میں گیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب نہ ہوئی ۔۱۹۰۲ء میں زیارت نصیب ہوئی۔ میں بہت سے حالات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو لکھ کر دے چکا ہوں ۔البتہ ایک بات مزید یاد آ گئی۔وہ یہ کہ جب میں نے ۱۹۰۸ء میں لاہور میں بیعت کی تو انہی ایام میں حضور ایک دفعہ جمعہ یا نماز ظہر کے لئے اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے۔اس وقت حضور کی نظر میری طرف اٹھی اور اس نظر میں ایسا اثر تھا کہ میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔حضور کی نظر اس وقت بڑی جلالی نظر تھی۔

حضرت ملک صاحب کا کاروبار بڑا وسیع تھا۔ زمیندارہ بھی کافی پھیلا ہوا تھا۔خلافت ثانیہ کی ابتداء میں آپ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی دوستی کی وجہ سے غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔مگر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر تو آپ ایسے فدائی بن گئے کہ باوجود بڑھاپے کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سفروں میں بھی عموماً ساتھ رہتے تھے۔آپ نے ۳۔جولائی ۱۹۵۸ء کو نماز فجر کے وقت حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے وفات پائی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

اولاد: ملک عبدالرحمٰن ۔ملک عبدالرحیم ۔ملک عبدالعزیز۔ملک محمد عبداللہ

مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ

ولادت: ۹۴۔۱۸۹۳ء بمقام ملتان　　بیعت: حضور کی وفات سے چند دن پہلے لاہور میں

مستری عباس محمد صاحب گنج مغلپورہ نے فرمایا کہ

میرے والد صاحب کا نام حضرت میاں جمال الدین صاحب تھا۔میاں جمال الدین صاحب

بھی صحابی تھے۔ میں بھی جماعت بھڈ یار کے اس وفد میں شامل تھا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر سیالکوٹ کے دوران اٹاری اسٹیشن پر حضور سے ملاقات کی تھی اور وا ہگہ اسٹیشن تک ہم سفر رہے تھے۔ میں نے حضور کے وصال سے چند دن قبل لاہور میں حضور کی بیعت کی تھی اور بیعت کے بعد اپنے قدیمی گاؤں بھڈ یار ضلع امرتسر چلا گیا تھا۔ مگر ۱۹۳۲ء میں کاروبار کے سلسلہ میں لاہور آ گیا اور مغلپورہ گنج میں آ کر سکونت اختیار کر لی۔

محترم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سنگاپور تحریر فرماتے ہیں کہ

''ان کے پاس سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مصدقہ تحریر ہے۔ یہ تحریر مسئلہ جنازہ سے تعلق رکھتی ہے وہ خاکسار نے بھی دیکھی ہے''۔

اولاد: مبشر احمد۔ شمیم اختر۔

حوالہ جات

۱۔ ''البدر'' ۶۔اپریل ۱۹۰۵ء

۲۔ ملفوظات فرمودہ ۱۳۔مئی ۱۹۴۴ء ''الفضل'' ۲۲۔جنوری ۱۹۴۵ء

۳۔ ''حیات طیبہ'' صفحہ ۱۹۱

۴۔ اس تقریر کا خلاصہ صوفی صاحب کے الفاظ میں پڑھیئے (الحکم ۱۰۔اپریل ۱۹۳۵ء (مؤلف)

۵۔ ''الحکم'' ۱۴۔اپریل ۱۹۳۵ء

۶۔ ''الحکم'' ۲۱۔اپریل ۱۹۳۵ء

۷۔ ''الحکم'' ۲۱۔اپریل ۱۹۳۵ء

۸۔ درس الحدیث صفحہ ۱۲

۹۔ ''The crucifixion by an Eye-Witness''

۱۰،۱۱۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۰

۱۲۔ ''الحکم'' ۲۱۔۲۸۔جنوری ۱۹۳۶ء

۱۳۔ خودنوشت سوانح حیات حکیم مرہم عیسیٰ

۱۴ ''حیاۃ طیبہ'' صفحہ ۱۹۱

۱۵ از مکتوب مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۰ء مندرجہ الحکم جلد ۴ نمبر ۱۸ مورخہ ۷ امئی ۱۹۰۰ء

۱۶ دیکھئے ''آئینہ کمالات اسلام'' آخری حصہ

۱۷ دیکھئے ''آئینہ کمالات اسلام'' آخری حصہ

۱۸ ''تاریخ احمدیت'' حصہ سوم صفحہ ۱۲۸

۱۹ ''آئینہ کمالات اسلام''

۲۰ ''تذکرہ'' صفحہ ۶۹۷ بحوالہ بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۸ء

۲۱ ''الفضل'' جلد اوّل نمبر ا صفحہ ۱۳

۲۲ ''الحکم'' ۲۱ مئی ۱۹۲۰ء

۲۳ ''الفضل'' ۲۷ دسمبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۵

۲۴ ریکارڈ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۱۷ء

۲۵ نزول المسیح صفحہ ۲۱۳

۲۶ ''یادرفتگان'' صفحہ ۲۳۳۔۲۳۴

۲۷ ''الفضل'' یکم جنوری ۱۹۵۵ء

۲۸ ''الفضل'' ۱۷۔ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

۲۹ ''الفضل'' ۱۷۔ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

۳۰ ''الفضل'' ۱۷۔ جنوری ۱۹۶۴ء

۳۱ ''الفضل ۱۸۔ جنوری ۱۹۶۴ء

۳۲ ''الفضل'' ۱۸۔ جنوری ۱۹۶۴ء

۳۳ ''یادرفتگان'' صفحہ ۲۱۶

۳۴ ''الفضل'' ۱۶۔ اگست ۱۹۶۰ء

۳۵ ''احمد صادق'' صفحہ ۴۷

۳۶ ''البدر'' ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء

۳۷؎ ''چشمہ معرفت'' صفحہ ۳۳۵۔۳۳۶

۳۸؎ ''نزول المسیح'' صفحہ ۲۳۰

۳۹؎ روایات صحابہ مندرجہ ''الفضل'' ۱۳۔۱۶۔۱۷ مارچ ۱۹۵۴ء

۴۰؎ الفضل ۲۸۔ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

۴۱؎ الفضل ۳۰۔ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

۴۲؎ ''یادرفتگان'' صفحہ ۹۹

۴۳؎ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۸

۴۴؎ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۳

۴۵؎ منقول از ''الفرقان'' بابت ماہ اگست ۱۹۶۵ء

۴۶؎ بحوالہ ''الفضل'' مورخہ ۲۔ ستمبر ۱۹۶۵ء

۴۷؎ ''بدر'' ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء

۴۸؎ ''یادرفتگان'' صفحہ ۱۷۷

۴۹؎ دیکھئے سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ بابت ۱۸۔۱۹۱۹ء

۵۰؎ ''روزنامہ ڈان'' کراچی مورخہ ۲۲۔ مئی ۱۹۵۲ء بحوالہ ''اصحاب احمد'' جلد یازدہم صفحہ ۱۹۷

۵۱؎ بحوالہ اصحاب احمد جلد یازدہم صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸

۵۲؎ ہفت روزہ ''المصلح'' کراچی مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء بحوالہ ''اصحاب احمد'' جلد یازدہم صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴

ضمیمہ

یہاں سے صحابہ کرام کے حالات بغیر کسی ترتیب سے درج کئے جاتے ہیں۔ (مؤلف)

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: ۲۴۔نومبر ۱۸۷۵ء بیعت: ۱۸۹۷ء وفات: ۱۳۔نومبر ۱۹۴۷ء

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ ۲۴۔نومبر ۱۸۷۵ء کو اپنے گاؤں ''ادرحمہ''، تحصیل بھوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ اور والدہ ماجدہ کا نام محترمہ گوہر بی بیؓ تھا۔ آپ کا تعلق ''رانجھا'' قوم سے تھا جو قریش خاندان کی شاخ ہے۔

احمدیت سے متعارف آپ بھیرہ میں ہوئے جہاں آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی۔ حضرت مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے درس قرآن میں باقاعدگی کے ساتھ شمولیت فرماتے۔ نیز کبھی کبھی جب حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جموں وکشمیر سے اپنے وطن مالوف بھیرہ میں تشریف لاتے تو ان سے بھی روحانی فیوض حاصل کرتے۔ بی۔اے کا امتحان آپ نے ایف۔سی کالج لاہور میں پاس کیا۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

آپ شروع شروع میں بہت کمزور اور دبلے پتلے تھے۔ کچھ عرصہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے زیر علاج رہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی بیماری کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

''شیر علی دودھ جتنا پی سکو پیو''[1]

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ

''ابا جی چوبیس گھنٹہ میں سولہ سیر دودھ پی لیا کرتے تھے''[2]

دودھ چونکہ آپ کی غذا کا ایک اہم حصہ تھا اس لئے ہمیشہ دو تین بھینسیں رکھا کرتے تھے۔ دودھ کے بکثرت استعمال کی وجہ سے آپ کا جسم کافی فربہ ہوگیا تھا۔

بی۔اے پاس کرنے کے بعد ابھی آپ قادیان ہی میں مقیم تھے کہ آپ کی قابلیت اور غیر معمولی ذہانت کی بناء پر آپ کو ججی کی پیشکش کی گئی۔مگر آپ نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے قدموں میں ہی رہنے کو ترجیح دی۔

آپ کا حلیہ اور لباس

قد چھ فٹ سے زیادہ' رنگ گندمی' آنکھیں سیاہ چمکدار اور بڑی بڑی' چہرہ خوبصورت اور مسنون داڑھی سے مزیّن جس پر روحانی اثر ہمیشہ غالب رہتا تھا' ماتھے پر اثر السجود کا نمایاں اثر پایا جاتا تھا۔ مرحوم مجسم حیا تھے۔

لباس بالکل سادہ پہنتے تھے۔سر پر عموماً سفید عمامہ ہوتا تھا۔تن پر سادہ قمیص' ڈھیلا ڈھالا کوٹ' ہلکی شلوار جو ٹخنوں سے اوپر رہتی تھی۔سردی کے موسم میں دو دو قمیصیں بھی زیب تن فرمالیا کرتے تھے۔تکلف کو قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔پاؤں میں اکثر دیسی جوتا ہوتا تھا۔آخری عمر میں جسم کافی فربہ ہو گیا تھا۔ مگر نہ اتنا کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو۔

آپ کی سادگی

آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ انگریزی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود ساری عمر دیسی جوتا پہنا۔لباس میں بھی سادگی آپ کا طرّہ امتیاز رہا۔عموماً گھر کے دھلے ہوئے کپڑے زیب تن فرماتے۔ استری شدہ کپڑے بھی پہن لیتے تھے مگر عموماً کپڑوں کو اس طرح پکڑتے کہ ان میں شکنیں پڑ جاتیں۔ آپ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں کئی سال لندن بھی رہے مگر وہاں بھی اپنی روایتی سادگی کو برقرار رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سادگی ایک ضرب المثل تھی۔ایک ناواقف انسان آپ کو دیکھ کر کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ انگریزی زبان کے ماہر ہیں۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب (قلعہ صوبا سنگھ) کا بیان ہے کہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ کا ذکر ہے جب حضرت مولوی شیر علی صاحب ریویو آف ریلیجنز انگریزی کی ادارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ایک مرتبہ دو انگریز افسر قادیان آئے جب وہ نواب صاحب (حضرت نواب محمد علی خاں صاحب۔مؤلف) کی کوٹھی کے شمالی جانب سے

گذرے تو قریب ہی حضرت مولوی شیر علی صاحب اپنی بھینسیں چرا رہے تھے۔ آپ کا گریبان کھلا ہوا تھا اور نہایت سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ ان انگریز افسروں میں سے ایک نے حضرت مولوی صاحب سے پوچھا کہ ہمیں ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر سے ملنا ہے وہ کس جگہ ملیں گے؟ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ چلئے میں آپ کو ان کے مکان پر لے چلتا ہوں اور اپنے ہمراہ لا کر اپنی بیٹھک میں بٹھا کر فرمایا آپ تشریف رکھیں میں انہیں بلا لاتا ہوں۔

حضرت مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ چائے وغیرہ تیار کریں۔ باتوں باتوں میں تعارف بھی ہو جائے گا لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں ان کے گھر پر ہی لے چلیں راستہ میں مل لیں گے۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا:

''ریویو کا ایڈیٹر تو میں ہوں''

وہ دونوں افسر یہ سن کر بے حد حیران ہوئے اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ اس رسالہ کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہوگا۔[۳]

آپ کی عموماً کوشش ہوا کرتی تھی کہ راستہ میں جو شخص بھی ملتا خواہ بچہ ہی کیوں نہ ہوتا اسے السلام علیکم کہنے میں سبقت فرماتے۔

شفقت علی خلق اللہ

محترم میاں غلام محمد صاحب ٹیلر سرگودھا کا بیان ہے کہ

''ماہ دسمبر کی شدید سردیوں کا ذکر ہے ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر گھر جانے کے لئے مسجد (مبارک) کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔ آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی آ رہا تھا۔ سیڑھیوں کے وسط میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ بائیں طرف دیوار سے لگا ہوا ایک مسافر کھڑا ہے۔ جب حضرت مولوی صاحب اس کے پاس سے گذرے تو وہ کہنے لگا۔ میں ایک غریب مسافر ہوں۔ میرے پاس تن ڈھانکنے کیلئے کوئی کپڑا نہیں مجھ پر اللہ رحم کریں۔

''حضرت مولوی صاحب اس وقت اٹلی کا ایک بالکل نیا کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔

آپ نے فوراً وہ کمبل اتار کر اسے دے دیا اور خود اسی حالت میں اپنے گھر تشریف لے گئے''۔[4]

محض خدا کی خاطر

میاں غلام محمد صاحب ٹیلر ہی کا بیان ہے کہ

منہاس قوم کے ایک ہندو دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان تشریف لائے اور بمعہ اہل وعیال احمدی ہو گئے۔ حضور نے ان کا نام شیخ عبدالعزیز رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے قرآن پڑھنے کی وجہ سے ان کو قرآن سے ایسا عشق ہو گیا کہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے میں بھی ان سے قرآن پڑھنے جایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ شیخ صاحب نے مجھے سنایا کہ قاضی ظہورالدین صاحب اکمل جس کمرہ میں بیٹھ کر ریویو (اردو۔ مؤلف) کی ادارت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اس کے سامنے ایک کچا مکان تھا۔ وہاں ایک حافظ نابینا رہتے تھے۔ وہ قدیم زمانہ میں جو قادیان میں ''میلہ قدماں'' لگا کرتا تھا اس کے گدی نشین تھے لیکن احمدیت قبول کر لینے کے بعد گدی سے الگ ہو گئے تھے۔

شیخ صاحب نے مجھے سنایا کہ میں حافظ صاحب کے پاس عموماً جایا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ پرانے صحابہ میں سے تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گیا تو وہ مجھے سنانے لگے کہ کچھ عرصہ ہوا۔ میں حکیم قطب دین صاحب کے پاس گیا اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں سے شاں شاں کی آوازیں آتی رہتی ہیں اور سنائی بھی کم دیتا ہے کوئی علاج بتائیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے دودھ پیا کریں۔ اس پر میں (حافظ صاحب) نے کہا۔ روٹی تو مجھے مسیح کے لنگر سے مل جاتی ہے۔ دودھ کہاں سے پیوں؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مسجد مبارک کو جاتے ہوئے حضرت مولوی شیر علی صاحب وہاں سے گذرے۔ آپ نے حکیم قطب دین صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ حافظ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ان کے کانوں میں خشکی ہے میں ان سے دودھ پینے کے لئے کہہ رہا ہوں لیکن حافظ صاحب کہتے ہیں کہ دودھ کہاں سے پیوں۔ حضرت مولوی صاحب یہ سنکر چلے گئے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے کہ اسی روز رات کے وقت ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا حافظ صاحب دودھ لے

لیں۔ چنانچہ میں نے اپنا پیالہ آگے کر دیا۔ وہ قریباً ڈیڑھ سیر دودھ ڈال کر چلا گیا۔ اسی طرح اس شخص کا معمول رہا کہ روزانہ رات کو آتا اور ڈیڑھ سیر کے قریب دودھ میرے برتن میں ڈال کر چلا جاتا۔ اس میں سے میں کچھ رات کو پی لیتا اور کچھ صبح کو۔

شیخ عبدالعزیز صاحب نے مجھے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں یہ کون شخص ہے جو مسلسل ڈیڑھ سال سے دودھ دے رہا ہے اور کبھی ناغہ بھی نہیں کرتا اور نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے مدنظر میں ایک روز اس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لئے ان کے اندر چلا گیا۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے اس لئے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حسب معمول دودھ دیا۔ میں اسے دیکھنے کے لئے جب اندر داخل ہوا تو وہ میرے پاؤں کی آہٹ سن کر کمرہ کے اندر ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ اندر اندھیرا تھا۔ اس لئے میں پہچان نہ سکا۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص دیوار سے لگا دکھائی دیا۔ میں نے پاس جا کر پوچھا۔ بھائی تم کون ہو۔ مجھے دھیمی سی آواز آئی ''شیر علی'' یہ سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ میں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب راز میں رکھنا چاہتے تھے میں نے اسے افشا کر دیا۔ مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔[5]

اپنا کام خود کرنا

غالباً ۳۱۔۱۹۳۰ء کا ذکر ہے گرمیوں کا موسم تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ڈلہوزی تشریف لے جانے پر حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان کے مقامی امیر تھے۔ خاکسار ان دنوں مولوی فاضل کلاس میں تعلیم پا رہا تھا اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل حال امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نئے مکان میں رہا کرتا تھا۔ چونکہ امتحان کے دن قریب تھے اس لئے زیادہ وقت پڑھائی میں صرف کرنے کی غرض سے بجائے مسجد مبارک کے مسجد اقصیٰ ہی میں تمام نمازیں ادا کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت مولوی صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد کسی سے دریافت فرمایا کہ کیا شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم جو جامعہ احمدیہ میں تعلیم پا رہے ہیں مسجد میں موجود ہیں؟ مجھے ان سے ایک

ضروری کام ہے۔بعض دوستوں نے مجھے تلاش کیا۔موجود نہ پا کر حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا یہاں تو نہیں۔ ہم ان کو ابھی بُلا لاتے ہیں۔ اس پر اس مجسمہ اخلاق نے نہایت ہی سادگی سے فرمایا ''کام تو مجھے ان سے ہے اس لئے مجھے خود جانا چاہئے'' اس واقعہ کی اہمیت اس امر سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ آپ مقامی امیر ہونے کے باوجود دو تین دوستوں کو ہمراہ لئے میری جائے رہائش پر تشریف لائے۔اور مجھے باہر بلا کر آپ نے کوئی بات دریافت فرمائی۔جس کے متعلق اب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا تھی۔

مکارم الاخلاق

عموماً بااثر لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ پبلک اداروں میں جا کر اپنے اثر ورسوخ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنا کام پہلے کروا لیتے ہیں۔لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب اس بارہ میں بہت محتاط تھے۔ میں نے آپ کو نور ہسپتال میں دوائی لیتے دیکھا ہے۔ باوجودیکہ بعض اوقات آپ کی بزرگانہ شان اور بلند شخصیت کے پیش نظر ہسپتال کا عملہ آپ کو پہلے دوائی دینے کی پیشکش کرتا لیکن آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ ''میں اپنی باری پر دوائی لوں گا''

تبلیغ کا شوق

غالباً ۱۹۳۱ء کی بات ہے خاکسار کو مری میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ساتھ ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گذارنے کا موقعہ ملا۔آپ عصر کے بعد جب سیر کو نکلا کرتے تو عموماً کسی نہ کسی شخص کو تبلیغ ضرور کرتے۔ایک مرتبہ ہم محترم ملک فیروز خان صاحب نون کے والد محترم ملک محمد حیات خاں صاحب ریٹائرڈ کمشنر کی کوٹھی ''نون ہاؤس'' گئے۔آپ نے خاں صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ قادیان ضرور جائیں گے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ہم محترم شیخ تیمور صاحب ایم۔اے پرنسپل اسلامیہ کالج پشاور سے ملے۔ انہوں نے ہماری دعوت بھی کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ ان کے پرانے مراسم تھے اس لئے وہ بہت محبت سے پیش آئے اور قادیان جانے کا وعدہ کیا۔ یاد رہے کہ محترم شیخ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

کے خرچ پر اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی مگر حضور کی وفات پر جماعت سے الگ ہو گئے تھے۔

آپ کی وفات ۱۳۔نومبر ۱۹۴۷ء

۱۹۴۵ء کے موسم گرما میں آپ ترجمۃ القرآن انگریزی کے سلسلہ میں مع دفتر عملہ وڈلہوزی میں تشریف فرما تھے۔ وہاں بندش پیشاب کی شکایت ہوگئی۔ جب باوجود علاج ڈلہوزی میں آرام کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضور نے حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کو ہدایت فرمائی کہ مولوی صاحب کو پہاڑ کی مرطوب آب و ہوا سے قادیان کے پرسکون ماحول میں لے جائیں۔ چنانچہ اس کے لئے حضرت نے اپنی کار بھی عطا فرمائی۔ قادیان میں کچھ عرصہ آرام رہا مگر پھر یہ تکلیف عود کر آئی۔ اس عرصہ میں لاہور میں ہومیو پیتھک علاج سے اللہ تعالیٰ نے اس مرض میں افاقہ کی صورت پیدا کر دی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کا ہنگامہ برپا ہوا۔ انہی خطرناک ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت پہلے قافلہ میں قادیان سے آپ لاہور پہنچے۔ احمدیہ ہوسٹل کے ایک کمرہ میں قیام فرمایا۔ طبیعت پہلے ہی کمزور تھی۔ پیشاب کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ بیس اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آپ میوہسپتال میں داخل کر دیئے گئے۔ کرنل امیر الدین صاحب نے پراسٹیٹ گلینڈ (Prostate Gland) کا پہلا آپریشن کیا۔ کچھ روز ٹھہر کر دوسرا آپریشن ہونا تھا مگر اچانک آپ کو کھانسی کی شکایت ہوگئی۔ ساتھ ہی شدید اسہال شروع ہو گئے۔ طاقت کے ٹیکے لگائے گئے۔ پھلوں کا رس دیا گیا۔ غذاؤں میں ساگودانہ' اراروٹ وغیرہ بھی استعمال کرائی گئیں۔ مگر کمزوری دن بدن بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۳۔نومبر ۱۹۴۷ء کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. **کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذو الجلال والا کرام.**

ڈاکٹر ملک نذیر احمد صاحب ریاض نے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی سیرت پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا دیباچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس دیباچہ میں حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کر دیا جائے۔ وہو ہذا:

''حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحومؓ میرے استاد بھی تھے اور دوست بھی تھے اور

رفیق کار بھی تھے۔ مجھے ان کے اخلاق اور حالات زندگی کو بڑے غور کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے اور ان کے متعلق لوگوں کی زبان پر فرشتے کا لفظ غالباً الٰہی تصرف کے ماتحت جاری ہوا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف بھی ہو جس میں حضور نے دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک فرشتہ آیا ہے جس کا نام ''شیر علی'' ہے۔

''فرشتوں کی مخصوص صفت جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ یفعلون مایومرون ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کا کامل نمونہ ہوتے اور ہمیشہ ان کا قدم اسی رستہ پر اٹھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایسی پاک جماعت عطا کی۔ اور ایسے اصحاب دیئے جو اپنی مخصوص صفات میں ''آخرین منھم'' کے کامل نمونہ تھے لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحومؓ میں میں نے جو رنگ للّٰہیت کا دیکھا اور جس قسم کی بے نفسی ان کے وجود میں پائی وہ دوسری جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ دعاؤں میں انتہائی شغف' عبادات میں ایسی لذت کہ گویا روح ہر وقت آستانہ الٰہی کی طرف شوق کے ساتھ جھکی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء وقت کا انتہائی اکرام اور اطاعت' اور دوستوں کے ساتھ غیر معمولی جذبہ شفقت' یہ حضرت مولوی صاحبؓ کے نمایاں اوصاف تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے اندر ایک ایسی روحانی کشش پیدا ہو گئی تھی جس کی مثال وہ خود ہی تھے۔

''حضرت مولوی صاحب کا طریق تھا کہ اپنی اکثر دعاؤں کو صرف سورۃ فاتحہ اور درود تک محدود رکھتے اور انہی دو مبارک ترین دعاؤں میں وہ اپنے اور اپنے احباب کے سارے دینی اور دنیوی مقاصد کو ملحوظ رکھ لیتے تھے اور اس سوز و درد کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے کہ جیسے ایک ہنڈیا چولہے پر اُبل رہی ہو۔ اگر مجھ سے کوئی شخص حضرت مولوی صاحب کے متعلق یہ پوچھے کہ ان کی سب سے بڑی نمایاں صفت کیا تھی تو میں یہی کہوں گا کہ دعاؤں اور عبادت میں شغف اور اس سے اتر کر مخلوق خدا کی ہمدردی اور اسے ہر رنگ میں فائدہ

پہنچانے کی تڑپ۔مولوی صاحبؓ کی روحانیت حقیقتاً ایک نہایت ہی ارفع اور بلند مقام کی روحانیت تھی جسے ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی اتصال حاصل تھا اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی اس کا جزو اعظم تھی۔

''حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ قادیان میں غالباً ۱۸۹۷ء میں آئے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات تک مختلف خدمات پر مامور رہے۔شروع میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیئے اور اس خوبی سے سرانجام دیئے کہ حضرت مولوی صاحب کا ہر شاگرد گویا آپ کا عاشق زار تھا۔ کیونکہ ان کے وجود میں طلباء کو نہ صرف ایک قابل ترین استاد مل گیا تھا بلکہ شفیق ترین باپ بھی میسر آ گیا تھا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ان کے شاگرد جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے بسا اوقات ان کے ذکر سے قلوب میں رقت اور آنکھوں میں آنسو محسوس کرتے ہیں۔سکول کی ملازمت کے بعد حضرت مولوی صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے ہاتھ سے بعض ایسے مضامین نکلے جو سلسلہ کے لٹریچر میں خاص شان رکھتے ہیں جسے بعض غیر احمدیوں نے اس کی خوبیوں اور دلائل سے متاثر ہو کر اپنی طرف سے کتابی صورت میں شائع کرایا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی تصنیفات کے سلسلہ میں ''قتل مرتد اور اسلام'' کا رسالہ بھی خاص شان رکھتا ہے۔

''حضرت مولوی صاحب کی زندگی کا تیسرا دَور وہ ہے جب کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت وہ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ وتفسیر کے لئے مقرر کئے گئے اور اس غرض کے لئے انہیں انگلستان بھجوایا گیا۔اور بالآخر یہ کام قادیان میں واپس آ کر تکمیل کو پہنچا۔قادیان کے زمانہ میں حضرت مولوی صاحب کی امداد کے لئے ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے اور خاں بہادر چوہدری ابوالہاشم خاں صاحب ایم۔اے اور خاکسار مقرر تھے۔ان ایام میں حضرت مولوی صاحب باوجود پیرانہ سالی کے جس قدر محنت اور شغف اور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کا کام کرتے تھے وہ ہم سب کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔

''انگریزی زبان میں حضرت مولوی صاحب کا مقام بہت بلند تھا اور نہایت صاف اور صحیح اور بامحاورہ انگریزی لکھتے تھے جس کی سلاست اور صحت پر رشک آتا تھا۔

''حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے حالاتِ زندگی معلوم تھے۔ چنانچہ ان کی بہت سی قیمتی روایات میری تصنیف ''سیرۃ المہدی'' میں درج ہیں۔اور ہر روایت علم وعرفان اور تصوف کا غیر معمولی اثر لئے ہوئے ہے۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ جب بھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو بالعموم حضرت مولوی صاحب کو ہی اپنی جگہ امیر مقرر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء کے سفر یورپ میں بھی حضرت مولوی صاحب ہی امیر مقرر ہوئے تھے اور گو شروع میں حضرت مولوی صاحب کو تقریر کرنے میں کچھ حجاب محسوس ہوتا تھا لیکن بعد میں یہ حجاب دور ہو کر ان کی تقریروں میں سلاست کا رنگ پیدا ہو گیا تھا اور ان کے خطبات اپنے اندر خاص جذب اور تأثر رکھتے تھے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی شیر علی صاحب کی روح پر اپنے بے شمار فضل اور رحمت کی بارش برسائے۔ان کی روحانی تاثیرات کا سلسلہ جماعت میں جاری رکھے۔ جماعت کے نوجوانوں کو ان کی نیک صفات کا وارث بنائے اور ان کی اولاد کا دین ودنیا میں حافظ وناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین. فقط

خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۱۸۔۱۰۔۵۵''

حضرت مولوی صاحب کی جب وفات ہوئی تو ان ایام میں ابھی دارالہجرت ربوہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔اس لئے آپ کو لاہور ہی میں میانی صاحب کے قبرستان میں امانتاً دفن کیا گیا۔ بعد ازاں جب ربوہ کا بہشتی مقبرہ تیار ہو گیا تو پھر آپ کی نعش مبارک کو ربوہ میں منتقل کر دیا گیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ آج کل آپ کی لاہور والی قبر میں محترم میاں کمال الدین صاحب مدفون ہیں۔

اولاد: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھا۔ خدیجہ بیگم۔ مولوی عبدالرحیم صاحب۔ امۃ الرحمٰن۔ حافظ عبداللطیف۔

محترم شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر

ولادت: ۱۸۹۸ء　　　　**بیعت:** پیدائشی

محترم شیخ عبدالحق صاحب نے بیان فرمایا کہ

''میرے والد شیخ عطا محمد صاحب چوہدری والا تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔ خاکسار کی پیدائش موضع ونجواں متصل بٹالہ میں ہوئی جہاں میرے والد صاحب پٹواری تھے۔ میری پیدائش کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ میرے والد صاحب نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرمکوٹی نے آپ کو تبلیغ کی۔ کافی عرصہ بحث مباحثہ میں صرف ہوا۔ آخر انہوں نے فرمایا کہ

'میں تمہارے مرزے کو خط لکھوں گا اور اس کا جواب آنے پر آپ سے گفتگو کروں گا'

خط میں انہوں نے لکھا کہ آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میرے حق میں آپ دعا فرمائیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے اور اس بیوی میں سے ہو جس سے میں چاہتا ہوں۔ مراد ان کی یہ تھی کہ پہلی بیوی سے اولاد ہو۔ اس وقت والد صاحب کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ یہ خط جب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو حضور مسجد مبارک میں اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضور نے خط کھولا اور پڑھ کر حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا کہ سب کو دکھا دیں۔ جب سب نے دیکھ لیا تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کا یہ جواب لکھ دیں کہ مولا کے حضور میں دعا کی گئی۔ آپ کے گھر میں فرزند ارجمند ہوگا اور انشاء اللہ صاحب اقبال ہوگا اور اسی بیوی سے ہوگا جس بیوی سے آپ چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح توبہ کریں۔

''جب والد صاحب کو یہ خط ملا تو آپ وہ خط لے کر حضرت مولوی فتح دین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ بتائیے حضرت زکریا علیہ السلام کی توبہ کیا تھی کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اولاد تو میرے ہاں ہونی نہیں مگر میں حضرت زکریا علیہ السلام والی توبہ پوری

شرائط کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں تا حضرت مرزا صاحب کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ تم نے توبہ نہیں کی ورنہ تمہارے ہاں اولاد ضرور ہو جاتی۔

''جب مولوی صاحب موصوف نے حضرت زکریا علیہ السلام کی توبہ کا طریق بتایا تو والد صاحب نے پورے اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کیا۔ تین ماہ گذرنے کے بعد ایک دن میری والدہ رو پڑی اور حضرت والد صاحب کو کہا کہ آگے تو کچھ امید تھی مگر اب تو بالکل ہی جاتی رہی اس لئے آپ مجھے میرے بھائی شیخ غلام رصول صاحب سب انسپکٹر پولیس کے پاس امرتسر بھجوا دیں میں وہاں ہسپتال میں اپنا علاج کرواؤں۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ نہیں! میں دائی کو بھیجتا ہوں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد دائی نے واپس آ کر بیان کیا کہ پٹواری جی! معلوم ہوتا ہے خدا بھول گیا ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ نہیں! چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے تھے اس لئے اس نے بھی ہمیں بھلا دیا تھا چنانچہ وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا اور

وہ میں ہوں

''ونجواں سے دھرمکوٹ تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میری پیدائش کے فوراً بعد وہ مجھے دھرمکوٹ کی مسجد میں لے گئے جہاں کہ مولوی صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے۔ والد صاحب کے عزیز واقارب نے جو کثرت سے اس موقعہ پر جمع ہو گئے شور مچایا کہ آدھی رات کا وقت ہے اس وقت اس کو باہر مت لے جاؤ۔ مگر والد صاحب نے فرمایا کہ یہ مرے گا نہیں اور اسے کوئی خدشہ نہیں کیونکہ یہ حضرت مرزا صاحب کی دعا سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ صبح مجھے واپس ونجواں لے آئے۔ ونجواں چونکہ مسلمانوں کا گاؤں تھا اس لئے سب کو اکٹھا کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا یہ نشان وضاحت سے بیان فرمایا اس پر قریباً سارا گاؤں اور دھرمکوٹ کے بہت سے احباب جو اس نشان کے گواہ تھے قادیان گئے اور بیعت کر لی۔

''حضرت والد صاحب نے پچانوے سال کی عمر پائی۔ ۱۹۴۲ء میں فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں مدفون ہوئے۔ والدہ مکرمہ حضرت عائشہ بی بی صاحبہ نے بھی اسی زمانہ میں بیعت کر لی تھی۔ ان کی وفات ۱۹۵۵ء میں ایک سو پانچ سال کی عمر میں کراچی

میں ہوئی۔ موصیہ تھیں۔ امانتاً کراچی میں دفن ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب انہیں ربوہ لاؤں گا۔

محترم شیخ صاحب نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''میں نے پانچویں جماعت تک تعلیم اپنے گاؤں چوہدری والا میں پائی۔ اس کے بعد حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر اور حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب کی زیر نگرانی بٹالہ کے اے۔ایل۔او۔ای ہائی سکول میں آٹھویں تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس دوران میں حضرت والد صاحب کی تبدیلی موضع ناتھ پور متصل قادیان میں ہوگئی اور مجھے انہوں نے قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل کرادیا۔ میٹرک میں نے ۱۹۲۲ء میں پاس کیا۔ میٹرک کے بعد لاہور کے اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ مگر چند دن بعد ہی سول انجنیئر نگ کالج کراچی میں داخلہ مل گیا۔ وہاں دو سال کا کورس تھا۔ پاس کرنے کے بعد مقابلہ کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے سنٹرل گورنمنٹ سے ایگزیکٹو انجنیئر کے عہدہ سے مارچ ۱۹۵۹ء میں ریٹائر ہوا۔ ریٹائر ہونے کے بعد اپنا کام شروع کر دیا لیکن فوراً ہی اسٹیٹ بنک کراچی والوں نے بلا لیا اور اسی دوران مغربی پاکستان گورنمنٹ نے ''الفلاح'' بلڈنگ لاہور کی تعمیر کی نگرانی کے لئے بطور سپرنٹنڈنگ انجنیئر (ایس۔ای) مقرر کیا۔ آج کل اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہاں سے ریٹائر ہو کر نون قیوم کمپنی میں بمشاہرہ -/۲۰۰۰ روپیہ کام کر رہا ہوں۔ پنشن الگ ہے۔

''اس دوران کراچی کا احمدیہ ہال بنوایا۔ دارالصدر کراچی میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کوٹھی اپنی نگرانی میں تیار کروائی اور بھی سلسلہ کی عمارات میری نگرانی میں تیار ہوئیں۔ آج کل لاہور میں ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے حلقہ دارالذکر کا صدر ہوں اور زعیم اعلیٰ انصار اللہ لاہور ہوں۔ مرکز ربوہ میں بھی قریباً تمام اہم عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں مشورہ کے لئے مجھے بلایا جاتا ہے اور میں اسے اپنے لئے باعث سعادت یقین کرتا ہوں۔ **فالحمد للہ علی ذٰلک۔**''

اولاد: شیخ گلزار الحق صاحب۔ شیخ عبدالصمد صاحب۔ شیخ عبدالسمیع۔ منصور احمد۔ ناصرہ بیگم۔ گلشن آرا۔ انجم آرا۔ غزالہ

محترم ملک برکت علی صاحب گجراتیؓ

ولادت: بیعت: غالباً ۱۸۹۷ء وفات:

محترم ملک برکت علی صاحب گجرات کے رہنے والے تھے۔ لاہور میں محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے مرید تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے روحانیت میں ترقی حاصل کرنے کے لئے پیر صاحب سے وظیفہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ''تصور شیخ کرو'' مگر مجھے تصور شیخ سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس کے بعد جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر ''جلسہ مذاہب عالم لاہور'' پڑھی تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ اور میں نے قادیان جا کر بیعت کر لی۔ یہ غالباً ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے۔

ملک صاحب ایک لمبا عرصہ بسلسلہ ملازمت لاہور میں مقیم رہے۔ بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مکرم ومحترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم گو بعد میں بہت ترقی کر گئے مگر ابتداء تبلیغ کا شوق انہیں اپنے باپ کے نمونہ کو دیکھ کر ہی پیدا ہوا تھا۔ بعد میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کی صحبت نے چار چاند لگا دیئے اور خادم صاحب مرحوم کا شمار جماعت احمدیہ کے چوٹی کے مناظرین میں ہونے لگا حتیٰ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے انہیں ''خالد'' کے خطاب سے نوازا۔ **ذلک فضل اللّٰہ یؤیتہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم.**

محترم ملک مبارک علی صاحب

ولادت: بیعت: وفات:

محترم ملک مبارک علی صاحب' محترم ملک محمد شریف صاحب سوداگر چوب کے صاحبزادے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بیعت کی۔ بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام جب لاہور تشریف لاتے تو ملک صاحب موصوف سیر میں بھی اپنی گاڑی لے کر برابر ساتھ جاتے۔ تیسری بیوی سے اولاد ہوئی۔

اولاد:

حضرت شیخ عبدالرشید صاحب بٹالویؓ

ولادت: ۱۸۸۰ء بیعت: ۱۹۰۰ء وفات: ۲۷۔مئی ۱۹۵۱ء

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاص دوستوں میں سے حاجی شیخ عبدالکریم صاحب سوداگر چرم بٹالوی تھے ان کے فرزند اکبر محترم شیخ عبدالرشید صاحب نے بالکل بچپن میں حضرت مسیح پاک کی بیعت کر لی تھی۔ گھر کے چھوٹے بڑے اور برادری کے لوگوں نے شدید مخالفت کی۔ خدا کے فضل سے شیخ صاحب موصوف نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ اخلاص میں دن بدن ترقی کرتے چلے گئے۔ ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالمجید صاحب کچھ واضح طور پر جماعت کا ساتھ نہ دیتے تھے البتہ ان کے چھوٹے بھائی شیخ عبداللطیف صاحب جو آج کل مردان میں ہیں' ساتھ دیا کرتے تھے بلکہ انہوں نے بیعت بھی کر لی تھی۔

شیخ عبدالرشید صاحب کے بڑے صاحبزادے عبدالقیوم خاں مرحوم بھی مخلص صحابی تھے۔ شیخ صاحب نے کچھ عرصہ لنڈا بازار لاہور میں مسجد شہید گنج کے عقب میں بوٹوں کی دکان بھی کی تھی۔ پھر کچھ عرصہ کے لئے بصرہ' بغداد چلے گئے۔ تقسیم ملک کے بعد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہوئے۔

شیخ صاحب موصوف نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ بٹالہ میں احمدیت کا مرکز ان کا مکان ہی تھا۔ بہت خوش خلق' مہمان نواز اور سخی تھے۔ ساری عمر جماعت بٹالہ کے پریذیڈنٹ رہے۔ بٹالہ میں احمدیوں کے غیروں کے ساتھ متعدد مناظرے اور جلسے ہوئے۔ ان کا انتظام بھی حضرت شیخ صاحبؓ کے ذمہ ہوتا تھا اور عموماً مہمان نوازی کے فرائض بھی شیخ صاحب ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔ چونکہ محترم ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب میو ہسپتال لاہور میں ایکسرے ڈیپارٹمنٹ کے انچارج تھے اس لئے یہاں اکثر آپ کی آمدورفت رہتی تھی۔ آخری بیماری کے وقت بھی لاہور ہی تھے اور یہاں ہی وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

حلیہ: قد لمبا' جسم بھاری مگر مستعد اور چست' رنگ سانولا' ڈاڑھی گھنی نہ زیادہ لمبی نہ چھوٹی' لباس سادہ مگر صاف ستھرا پہنتے تھے۔ سلوار' قمیص' واسکٹ' کوٹ اور عمامہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اولاد:

محترم حکیم جان محمد صاحب

ولادت: ۱۸۸۱ء   بیعت: ۱۸۹۳ء

محترم حکیم جان محمد صاحب موضع بھوڑی ملیاں (متصل گھٹیالیاں) ضلع سیالکوٹ کے باشندہ ہیں۔ بہت سادہ مزاج انسان ہیں۔ آج کل لاہور میں حکمت کی دکان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

قادیان ہمارے گاؤں سے چالیس کوس ہے۔ پہلی مرتبہ جب میں قادیان گیا تو راستہ میں ایک رات نارووال میں گذاری دوسری دھرمکوٹ میں اور پھر تیسرے دن قادیان پہنچا۔ اس زمانہ میں مہمانوں کو کھانا مسجد مبارک میں کھلایا جاتا تھا اور حضرت اقدس شام سے کچھ پہلے سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میں بھی ساتھ جایا کرتا تھا۔

خاکسار کے اس سوال پر کہ آپ نے بیعت کب کی؟ فرمایا کہ

پہلے روز ہی مغرب کی نماز کے بعد بعض اور دوستوں کے ساتھ مل کر بیعت کر لی تھی۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ

ان دنوں حضرت سید ناصر شاہ صاحب کشمیر سے رخصت پر قادیان آئے ہوئے تھے۔ ان کو ایک ملازم کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے مجھے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ میری بیعت کے تھوڑا عرصہ بعد ہی سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگا تھا۔

فرمایا۔ میری بیوی میاں دین محمد عرف بگا کی لڑکی ہے۔ غلام فاطمہ نام ہے۔

اولاد: نذیر احمد۔ مظفر احمد۔ امۃ الحفیظ۔ امۃ النصیر۔ امۃ اللطیف

محترم بابو محمد افضل خاں صاحب

ولادت: ۱۸۸۰ء   بیعت: ۱۹۰۳ء   وفات: ۲۸۔ ستمبر ۱۹۶۰ء

محترم ملک فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے والد محترم بابو محمد افضل خاں صاحب کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

والد محترم بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے آپ نے ۱۹۰۳ء میں قادیان جا کر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے اپنی ساری ملازمت کا عرصہ وزیرستان میں گذارا۔ کلرک بھرتی ہوئے اور ریذیڈنٹ کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہو کر ریٹائر ہوئے۔ دوران ملازمت ایک احمدی تحصیلدار کی تبلیغ سے آپ پر صداقت آشکار ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کلرک تھا تو سیکنڈ کلرک کی آسامی خالی ہوئی۔ میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ حضور کا جواب آیا کہ دعا کی گئی مگر وہ جگہ کسی اور کو مل گئی۔ اس کے فوراً بعد انگریز افسر ہیڈ کلرک سے ناراض ہو گیا اور اسے فارغ کر کے بجائے کسی سیکنڈ کلرک کو ہیڈ کلرک بنانے کے مجھے ہیڈ کلرک بنا دیا۔ ملازمت کے دوران آپ تبلیغ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور میں محلّہ گڑھی شاہو میں سکونت اختیار کی اور ۱۹۶۰ء میں وفات پائی اور لاہور ہی میں مدفون ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. آپ مولانا عبدالمجید سالک مرحوم کے حقیقی چچا تھے۔

اولاد: ملک فضل الرحمٰن صاحب۔ عطاالرحمٰن صاحب۔ اقبال بیگم

لاہور کے پاک ممبروں کی تعیین[۶]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے:

''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے ......الخ''

غیر مبائعین حضرات اپنے لٹریچر میں اس الہام کو اپنی جماعت کا اکابر پر چسپاں کر کے ہمیشہ یہ شائع کرتے رہتے ہیں کہ جناب مولوی محمد علی صاحب' جناب خواجہ کمال الدین صاحب' جناب شیخ رحمت اللہ صاحب' جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وغیرہ۔ اس الہام کے مصداق ہیں۔ حالانکہ اگر سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو ان حضرات میں سے سوائے جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہاؤس کے اور کسی پر یہ الہام چسپاں نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل یوں ہے کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دسمبر ۱۹۰۰ء کے دوسرے ہفتہ میں ہوا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۹۰۰ء میں جماعت احمدیہ کے کون کون سے ممبر لاہور میں موجود تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۸۔ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان ہے ''پیر مہر علی شاہ

صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ'' اس میں حضور لکھتے ہیں:

''لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے زیادہ سے زیادہ بیس آدمی ہونگے''[۷]

آیئے! اب ہم ان بیس افراد کی تعیین کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''اربعین حصہ سوم'' میں جو ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے لکھا ہے:

''واضح ہو کہ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر نے اپنے نافہم اور غلط کار مولویوں کی تعلیم سے ایک مجلس میں بمقام لاہور جس میں مرزا خدا بخش صاحب مصاحب نواب محمد علی خاں اور میاں معراج دین صاحب لاہوری اور مفتی محمد صادق صاحب اور صوفی محمد علی صاحب کلرک اور میاں چٹو صاحب لاہور اور خلیفہ رجب دین صاحب تاجر لاہوری اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور حکیم محمد حسین صاحب تاجر مرہم عیسیٰ اور میاں چراغ دین صاحب کلرک اور مولوی یار محمد صاحب موجود تھے۔''

ان احباب میں سے مندرجہ ذیل احباب لاہور میں باہر سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

(۱) مرزا خدا بخش صاحب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کے ملازم تھے۔ کسی کام کی غرض سے لاہور آئے ہوئے تھے۔

(۲) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب بھی اپنے کسی کام کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔

(۳) حضرت مولوی یار محمد صاحب کی سکونت بھی لاہور میں نہیں تھی۔ کسی کام کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے۔

باقی سارے احباب ان ایام میں لاہور میں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا قیام بھی ان دنوں بوجہ ملازمت دفتر اکونٹنٹ جنرل لاہور میں تھا۔

پھر حضور علیہ السلام کی طرف سے احباب لاہور کی ایک فہرست شائع ہوئی جس میں اوپر کے سات افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل پانچ افراد کے نام لکھے ہیں:

شیخ رحمت اللہ صاحب، سید فضل شاہ صاحب، منشی تاج الدین صاحب، حکیم نور محمد صاحب، حکیم فضل الٰہی صاحب[۸]

واضح رہے کہ اس فہرست میں بیشک مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر

مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اسماء بھی درج ہیں مگر مولوی محمد علی صاحب کے نام کے آگے قادیان لکھا ہے کیونکہ مولوی صاحب ان ایام میں قادیان میں رہا کرتے تھے اور خواجہ صاحب پشاور میں وکالت کرتے تھے اس لئے ان کے نام کے ساتھ پشاور لکھا ہے اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب فاضلکا میں بوجہ ملازمت مقیم تھے اس لئے ان کے نام کے آگے فاضلکا لکھا ہے۔ پس یہ تینوں اصحاب چونکہ ان دنوں لاہور میں مقیم نہیں تھے اس لئے ان کا شمار ''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں'' والے پاک ممبروں میں نہیں ہوسکتا۔

اوپر کے بارہ افراد کے علاوہ سات افراد اور ہیں جن کے نام حضرت اقدس نے اپنی کتاب میں درج فرمائے ہیں۔ اور وہ ۱۹۰۰ء میں بھی لاہور میں موجود تھے۔ بیشک بعض اور افراد کے نام کے ساتھ بھی حضور نے اپنی کتب میں ''لاہور'' لکھا ہے مگر یا تو وہ ۱۹۰۰ء سے قبل وفات پا چکے تھے یا لاہور سے کہیں باہر چلے گئے تھے۔ بہر حال ۱۹۰۰ء میں لاہور میں موجود افراد کے نام یہ ہیں:

۱۔ میاں عبدالعزیز[9] صاحب نمبر ۲۵۱' ۲۔ شیخ نبی بخش[10] صاحب لاہور نمبر ۳۷' ۳۔ حافظ فضل احمد[11] صاحب لاہور' ۴۔ مولوی غلام حسین[12] صاحب لاہور نمبر ۱۳۳ (گمٹی والے) ۵۔ منشی مولا بخش[13] صاحب کلرک لاہور نمبر ۲۱۶' ۶۔ کرم الٰہی[14] صاحب کمپوزیٹر لاہور نمبر ۲۹۰' ۷۔ میاں عبدالسبحان[15] صاحب لاہور نمبر ۲۷۸

اوپر کے بارہ اصحاب کے ساتھ اگر ان سات افراد کو شامل کر لیا جائے تو یہ کل انیس افراد بنتے ہیں جو ۱۹۰۰ء میں جب یہ الہام ہوا کہ ''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں'' لاہور میں موجود تھے۔ البتہ ایک اور بزرگ جن کا نام حضور نے ''روئداد جلسہ طاعون'' کے عنوان کے ماتحت ''الانذار'' میں درج فرمایا ہے' میاں فیروزالدین صاحب متبنّٰی میاں محمد سلطان صاحب مرحوم رئیس لاہور تھے۔ یہ صاحب بھی ۱۹۰۰ء میں زندہ موجود تھے اور جماعت لاہور کے ممبر تھے۔ اس طرح حضور نے جو فرمایا کہ ''لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ بیس آدمی سے زیادہ نہیں ہیں''[16] بالکل صحیح ثابت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا بیس لاہوری اصحاب میں سے صرف مندرجہ ذیل تین افراد ایسے ہیں جو خلافت ثانیہ کی ابتداء میں غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

۱۔ خلیفہ رجب دین صاحب تاجر۔ ۲۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہاؤس اور ۳۔ حکیم

نور محمد صاحب ہمدم صحت والے دندان ساز۔

ان میں سے بھی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب باوجود غیر مبائع ہونے کے عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخلصانہ تعلقات رکھتے رہے۔ بہرحال ان تین افراد کو اگر غیر مبائعین پاک ممبروں میں شمار کرنا چاہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی رو سے شامل کر سکتے ہیں باقی اکابر کو شامل نہیں کر سکتے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب تو جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۱۹۰۰ء میں قادیان میں تھے۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب پشاور میں اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب فاضلکا میں تھے۔ باقی رہ گئے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب' یہ ۱۹۰۳ء میں احمدی ہوئے ہیں۔لہٰذا یہ بھی پاک ممبروں میں شامل نہیں ہو سکتے۔

جب یہ حقائق ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ غیر مبائعین اپنے اکابر کو کس بناء پر ''لاہور کے پاک ممبران'' میں شامل کرتے ہیں؟

لاہور کے ان اصحاب کی فہرست جو ۳۱۳ میں شامل تھے

(مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم)

۱۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کلانوری نمبر ۴۰ (ان دنوں میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے)

۲۔ مرزا ایوب بیگ صاحب مع اہل بیت کلانوری نمبر ۴۱ (ان دنوں لاہور میں ہی تھے)

۳۔ حکیم مرزا خدا بخش صاحب جھنگی نمبر ۴۲ (یہ بھی ان دنوں لاہور میں ملازم تھے)

۴۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے معہ اہل بیت نمبر ۶۴ (ان دنوں ابھی وکالت پاس نہیں کی تھی)

۵۔ مفتی محمد صادق صاحب نمبر ۶۵ (آپ ان دنوں لاہور میں ملازم تھے)

۶۔ منشی محمد افضل صاحب نمبر ۶۷

۷۔ بابو تاج الدین صاحب اکونٹنٹ نمبر ۷۱

۸۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر نمبر ۷۲

۹۔ شیخ نبی بخش صاحب نمبر ۷۳

۱۰۔ میاں معراج الدین صاحب عمر نمبر ۷۴

۱۱۔ حافظ فضل احمد صاحب ۸۹

۱۲۔ خلیفہ رجب دین صاحب تاجر نمبر ۱۱۲

۱۳۔ مولوی رحیم اللہ صاحب نمبر ۱۳۲ (امام مسجد لنگے منڈی)

۱۴۔ مولوی غلام حسین صاحب نمبر ۱۳۳ (امام مسجد گمٹی)

۱۵۔ میاں غلام محمد صاحب طالب علم نمبر ۱۴۹ (یہ صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس ہیں)

۱۶۔ ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب نمبر ۱۶۰ (قصوری)

۱۷۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نمبر ۱۶۱

۱۸۔ غلام محی الدین خاں صاحب نمبر ۱۶۲ (قصوری) (ڈاکٹر بوڑیخاں صاحب کے لڑکے)

۱۹۔ مولوی حکیم نور احمد موکل نمبر ۱۶۸

۲۰۔ میاں کرم الٰہی صاحب ۱۷۹

۲۱۔ حکیم فضل الٰہی صاحب نمبر ۲۱۰

۲۲۔ شیخ عبداللہ دیوانچند صاحب کمپونڈر نمبر ۲۱۱ (قادیان میں ڈاکٹر عبداللہ کے نام سے مشہور تھے)

۲۳۔ منشی محمد علی صاحب نمبر ۲۱۲ (بعد ازاں صوفی محمد علی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے)

۲۴۔ منشی امام الدین صاحب کلرک نمبر ۲۱۳

۲۵۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب کلرک نمبر ۲۱۴

۲۶۔ خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے نمبر ۲۱۵

۲۷۔ منشی مولا بخش صاحب کلرک نمبر ۲۱۶ (حضرت شیخ یعقوب علی صاحب کے چچا)

۲۸۔ سید فضل شاہ صاحب نمبر ۲۳۹

۲۹۔ حکیم محمد حسین صاحب نمبر ۲۷۱ (بعد میں مرہم عیسیٰ کے نام سے مشہور ہوئے)

۳۰۔ میاں عبدالسبحان صاحب نمبر ۲۷۸

۳۱۔ عبداللہ صاحب قرآنی نمبر ۲۸۹

۳۲۔ کرم الٰہی صاحب کمپوزیٹر نمبر ۲۹۰ (صوفی کرم الٰہی صاحب مراد ہیں)

محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی

ولادت: ۱۸۸۳ء بیعت: ۱۹۰۷ء

(نوٹ: کتاب کی کتابت مکمل ہو چکی تھی کہ محترم شیخ صاحب کے حالات موصول ہوئے۔

مجبوراً یہاں آخر میں درج کئے جا رہے ہیں۔ مؤلف)

محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کے والد محترم کا نام شیخ علی بخش صاحب تھا۔ آپ نے میٹرک پاس کر کے ۱۹۰۴ء میں آبزرور پریس لاہور میں ملازمت شروع کی۔ وہاں ہی حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب نے آپ کو تبلیغ کے دوران میں ''ریویو'' کا ایک مضمون دکھایا جو آپ کو بہت پسند آیا۔ آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں چھٹی لکھی جس کے جواب میں حضور نے آپ کو شروع سے لے کر اس وقت تک کے تمام پرچے بھجوا دیئے جن کی بعد ازاں آپ نے قیمت بھی ادا کر دی۔ اس زمانہ میں آپ حضور کی خدمت میں لکھا کرتے تھے کہ ''حضور دعا فرمائیں۔ میرا دل اس دنیا سے نہ لگے'' اگست ۱۹۰۷ء میں قادیان جا کر دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ **فالحمدللّٰہ علی ذلک.**

اولاد: ملک محمد احمد۔ ملک مبارک احمد۔ ملک لطیف احمد۔ ملک رشید احمد۔ ملک لئیق احمد طاہر اور چار لڑکیاں۔

درج ذیل اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے حالات بھی بعد موصول ہوئے ہیں

حضرت میاں نظام الدین صاحب رضی اللہ عنہ

ولادت: ۱۸۶۸ء بیعت: ۱۸۹۵ء وفات: ۱۹۳۰ء

حضرت میاں نظام الدین صاحب حضرت میاں چراغ الدین صاحب رئیس لاہور کے خالہ زاد بھائی اور داماد تھے۔ والدہ حضرت میاں چراغ الدین صاحب اور والدہ حضرت میاں نظام الدین صاحب دونوں بہنیں حضرت سید نادر شاہ صاحب سکنہ شاہ مسکین کی ہمشیرگان تھیں۔ حضرت میاں نظام الدین صاحب کا تمام خاندان غیر احمدی تھا۔ ان کی ہدایت کا ذریعہ ان کی اہلیہ صاحبہ بن گئیں جن کا نام فاطمہ بیگم تھا اور صحابیہ بھی تھیں۔ حضرت میاں نظام الدین صاحب کی والدہ زیب النساء اور اہلیہ دونوں کی وفات ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ اور خود حضرت میاں صاحب مرحوم ۱۹۳۰ء میں فوت ہوئے۔ **انا اللّٰہ و انا الیہ راجعون.**

آپ کے والد محترم کا نام حضرت میاں شہاب الدین تھا۔جنہوں نے آپ کی تبلیغ سے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور بیعت کے تھوڑا عرصہ بعد انتقال فرمایا۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اولاد: (پہلی بیوی سے)

۱۔میاں عبدالرحمٰن ریٹائرڈ ڈائریکٹر سپلائی اینڈ ڈویلپمنٹ (ولادت ۱۸۹۸ء)

۲۔میاں عبدالغنی الیکٹریکل انجنیئر (ولادت ۱۹۰۰ء)

۳۔میاں عبدالکریم مرحوم کواپریٹو سٹور آفیسر ریلوے (ولادت ۱۹۰۳ء وفات ۱۹۵۶ء)

۴۔ڈاکٹر عبدالحمید ریٹائرڈ چیف میڈیکل آفیسر ریلوے (ولادت ۱۹۰۵ء)

۵۔محترمہ زینب حسن اہلیہ ڈاکٹر حسن احمد، جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ لاہور

۶۔محترمہ مبارک بیگم مرحومہ زوجہ سید یار محمد صاحب

(دوسری بیگم سے)

۱۔میاں مبارک احمد (ولادت ۱۹۲۴ء)

حضرت حکیم مولوی اللہ بخش خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک ورق

(از قلم محترم ثاقب صاحب زیروی مدیر ہفتہ وار ''لاہور'')

ولادت: فروری ۱۸۷۷ء بیعت: اپریل ۱۹۰۵ء وفات: ۱۲۔مارچ ۱۹۶۳ء

''اللہ بخش! بس!! اس سے آگے میں حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتا۔ مجھے تم سے بیٹوں کی طرح محبت تھی جو میں اب تک چپ رہا۔ ورنہ یہ دیکھو تیری باتوں سے میرے سارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ مسجد والے میرے رازق نہیں ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی الزام لگا کر مجھے یہاں سے نکال دیا۔ پھر؟ بس! اللّٰہ واحد فی السماء و انا واحد فی الزیرۃ۔تم دیکھ لو گے میرا خدا مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔''

یہ تھے زیرہ ضلع فیروز پور میں احمدیت کی تخم ریزی کرنے والے 'جیدّ گروہ کے سرخیل

حضرت مولانا مولوی علی محمد صاحب کے وہ الفاظ جنہوں نے حضرت ابا جان (حکیم مولوی اللہ بخش خانؓ) کے فکر ونظر کے تمام زاویئے ہی بدل ڈالے اور وہ شخص جو دن رات اپنے استاد (حضرت مولوی علی محمد صاحب) یہ کہا کرتا تھا:

’’مولوی صاحب آپ کس جماعت کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ جس کو قدم قدم پر گالیاں ملتی ہیں اور جس کے افراد کے ہر روز منہ سیاہ کئے جاتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کا سارے علاقے ہی میں بڑا وقار ہے۔ مسجد سے معقول آمد ہے۔ ہم ایسے زمینداروں کے لڑکے آپ سے علم حاصل کرنا برکت اور سعادت خیال کرتے ہیں۔ دور دور تک آپ کا علمی دبدبہ ہے۔ آپ کو نہ جانے اس کتاب میں کیا نظر آ گیا ہے کہ آپ یکسر گداز ہی ہو گئے ہیں۔‘‘

اب وہی سنجیدگی کے ساتھ اپنے استاد مکرم کی اس تبدیلی عقیدہ پر غور کرنے لگا تھا اور اس کے دل میں احمدیت کے لئے تجسّس و تحقیق کے لئے سچی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔

اس مبارک و مسعود تخم ریزی کی اصل داستاں مختصراً یوں ہے کہ ضلع جالندھر کے ایک صحابی میاں جھنڈا دو ایک جمعوں پر حضرت مولوی صاحب کو مسیح موعودؑ کے ظہور پرُ نور کا مُژدہ سنانے آئے مگر دونوں دفعہ ان کے حکم پر مسجد سے دھکے دے کر نکال دیئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے تیر بہدف نسخہ تزکیہ نفس ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ سے لیس ہو کر آ دھمکے اور ایسی شست باندھ کر کمان سے تیر چھوڑا کہ عین سینے پر لگ کر آر پار ہو گیا اور حضرت مولانا گھائل ہو گئے اور اپنے سینے سے ٹکرا کر دامن میں آ کر گرنے والی اس کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد بے ساختہ پکار اٹھے:

’ہم تو اب تک اس شخص کو صرف فیضی زماں ہی سمجھتے رہے یہ تو امام زماں نکلا۔ اللہ بخش! اسی وقت جاؤ اور مسجد کے مدار المہام سے کہہ آؤ کہ اپنی مسجد کے لئے کسی نئے خطیب و پیش امام کا انتظام کر لیں۔‘

ویران مسجد کی آبادی

اور چند دنوں کے بعد گوجروں کے نمبردار سے ان کی ویران مسجد کو آباد کرنے کی

اجازت لے کر دونوں شاگرد استاد کھرپے لئے صحن مسجد کو گھانس پھونس سے صاف کرنے میں جت گئے اور یوں بیعت سے بھی پہلے حضرت مولانا اوران کے بیسیوں ارادتمند علیحدہ نماز ادا کرنے لگے جس کے کچھ دنوں بعد مولاناؓ نے حضرت ابا جان کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے بارے میں اپنے رب سے استخارہ کر کے رہنمائی حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ جس کے نتیجے میں آپ نے ایک ایسا واضح، واشگاف اور پُرانوار خواب دیکھا کہ دامن مسیحؑ سے وابستہ ہو جانے میں کوئی انقباض نہ رہا۔

اس خواب میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے آپ سے مل کر حضرت مولوی صاحبؓ کا پتہ پوچھا اور سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زیرہ میں وُرُود مسعود اور پڑاؤ نامی میدان میں بیعت لینے اور بڑے چوک میں جھنڈا گاڑنے کا مژدہ سنایا۔ اتنے میں دو (اس سے بھی خوبصورت) گھوڑوں پر دونوں متذکرہ برگزیدہ ہستیوں کی سواریاں آ گئیں۔ ابا جان نے آگے بڑھ کر آقائے دوجہان ﷺ کے گھوڑے کے ایال پکڑ کر بوسہ دیا۔ حضورؐ نے بھی حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق دریافت فرمایا۔ پھر پڑاؤ میں بیعت ہوئی اور بڑے چوک میں حضور پُرنور ﷺ نے خوش بخت سامعین کو اپنے ارشادات مقدسہ سے نوازا۔ حضرت ابا جانؓ یہ خواب (جس کے اچٹتے سے کوائف ہی میں نے یہاں بیان کئے ہیں) ہر دوسرے تیسرے ہفتے بڑے ہی مزے لے لے کر ہم سب کو سنایا کرتے تھے۔

اس آفتاب عالمتابؐ کا جلوہ دیکھ لینے اور حضورؐ کی زبان معجز بیان سے مسیح موعود کی تائید وصداقت سن لینے کے بعد تو اشتباہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابا جان کامل انشراح صدر کے ساتھ دامے، درمے، قدمے، سخنے حضرت مولوی صاحب سے تعاون کرنے لگے۔ اور مغرب وعشاء کے درمیان اور عشاء کے بعد روزانہ مسجد میں تبلیغی مجالس جمنے لگیں جن میں بعض اوقات حضرت مولوی صاحبؓ اگر رات کے وقت وعظ ونصائح شروع فرماتے تو سپیدیٔ سحر نمودار ہو جاتی۔

اب زیرہ میں چرچا تھا تو احمدیت کا۔ مخالفت تھی تو احمدیت کی اور دلوں میں دُبدا تھی تو احمدیت کے لئے جس نے حضرت مولوی علی محمد صاحبؓ ایسے جیّد عالم کو بھی ''حلقہ بگوش'' بنا

لیا تھا۔ کہ ایک دن تحصیل میں چپڑاسیوں کے نام حضرت منشی کاکو خاںؓ آئے اور بھری مجلس میں حضرت مولوی صاحبؓ سے بڑے درد و اعتماد کے ساتھ مخاطب ہوئے:

'مولوی صاحب کیا واقعی حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں۔ کیا آپ اپنے رب کی قسم کھا کر مرزا صاحب کے اس دعوے کی تصدیق کر سکتے ہیں'۔

حضرت مولوی صاحب اس وقت کلام پاک کا وعظ فرما رہے تھے فوراً دائیں ہاتھ میں اسی کتاب مقدسہ کو بلند کرتے ہوئے فرمایا:

'کاکو خاں! قسم ہے مجھے اس خدائے واحد کی جس نے یہ زمین و آسمان بنائے ہیں اور جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ قرآن تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ ہی ثابت کرتا ہے اور حضرت مرزا صاحب اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں'۔

یہ سنتے ہی منشی کاکو خاںؓ چھلک پڑے اور بڑے مسرت آفریں لہجے میں بولے:

'بھائیو! میں تو پھر کل قادیان جا رہا ہوں۔ بولو میرے ساتھ اور کون کون چلتا ہے'

قادیان کو روانگی

اس پر حضرت ابا جان اور حاجی محمد دین صاحب کمبوہ نے معیت سفر کی حامی بھری اور احمدیت کے تین عاشقوں کا یہ قافلہ اپنے نادیدہ محبوب کی زیارت کے لئے ۱۹۰۵ء والے زلزلے کے دوسرے دن تخت گاہ مسیح زماں (قادیان دارالامان) کی طرف روانہ ہو گیا۔

قادیان پہنچے تو شوقِ زیارت آنکھوں سے اُمڈا اُمڈا پڑتا تھا۔ ہر بزرگ چہرے میں وہی جھلک تھی۔ ہر روئے روشن میں وہی نور اور سرور دکھائی دیتا تھا۔ حضرت منشی کاکو خاںؓ اسی لگن میں ہر بزرگ چہرے کو دیکھ کر لپکتے اور پوچھتے۔ کیا آپ امام مہدی ہیں؟ جواب ملتا۔ 'نہیں بھائی میں تو ان کی خاکِ پا بھی نہیں' خدا کا مسیح تو اندر قلمی جہاد میں مصروف ہے'۔ یہاں تک کہ حقیقی امام مہدی مسجد مبارک میں طلوع ہوئے اور ابھی دروازے سے نکل کر دو قدم بھی نہ چلنے پائے تھے کہ حضرت منشی کاکو خاںؓ نے بڑھ کر عرض کیا۔ 'حضور ہماری بیعت لے لیجئے' اس التجا میں نہ جانے کس قدر اعتماد تھا کہ حضور نے بھی اپنی عادت اور معمول کے خلاف

کسی مزید تجسّس اور تحقیق کی تلقین نہ فرمائی اور وہیں بیٹھ کر اپنے عشاق کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیکر بیعت کے پُر ہدایت الفاظ دہرا دیئے۔ دل مسرتِ ایمان سے چھلک اٹھے۔ آنکھیں خمارِ نور محمدی سے ابل پڑیں۔ ایسی کہ ابا جان کو اپنے مشفق استاد کا تحریری بیعت والا رقعہ بھی پیش کرنا یاد نہ رہا۔ لیکن جونہی وہ حبیب لبیب علیہ السلام نگاہوں سے اوجھل ہوا' یہ ایمان افروز نظارہ بدلا۔ حضرت ابا جانؓ کو اس احساسِ ادائیگی فرض نے جھنجوڑا' فوراً اٹھے اور دروازے پر پھر جا کر دستک دی۔ خادم باہر آیا۔ عرض کی۔

'حضرت صاحب تک یہ التجا پہنچاؤ کہ ایک لمحے کے لئے باہر تشریف لے آئیں ایک پیغام دینا ہے' خادم اندر سے جواب لایا کہ' پیغام اسی کو دے دیا جائے' دوبارہ التجا کی پیغام تحریری ہے اور اس کے متعلق تاکید ہے حضور ہی کے ہاتھوں میں دیا جائے' اللہ رے عشق کے ناز و نیاز' ایک ملاقات ہی میں نصیب عشق آسمانوں پر جا پہنچا۔ حضورؑ باہر تشریف لائے۔ سر پر عمامہ نہ تھا۔ ایک قدم صحن مسجد میں تھا تو ایک باہر۔ حضرت ابا جانؓ نے تحریری بیعت والا رقعہ پیش کیا۔ حضورؑ نے مطالعہ کے بعد خفیف سے ابتسام کے ساتھ فرمایا:

'مولوی صاحب سے کہیں کہ اب وہ غزنوی باغ کے بجائے احمدی باغ کی بلبل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زیرہ میں بہت جلد ایک مضبوط اور مخلص جماعت دے گا۔'

اور زیرہ کا ہر محلّہ' ہر گلی بلکہ اس کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے مسیحؑ کے ارشاد کے طفیل واقعی ایک مضبوط اور مخلص و بااثر جماعت عطا فرمائی جس کی وہاں ایک اپنی خوبصورت مسجد تھی۔ اپنی عید گاہ تھی جس میں ہر طبقے' درجے اور سلیقے کے افراد شامل تھے اور قصبے کی میونسپلٹی کے تین مسلمان ممبروں میں سے اکثر دو ممبر انہی ساٹھ گھروں والی جماعت کے ہوتے تھے۔

میں کن الفاظ میں اس انداز کو بیان کروں کہ حضرت ابا جانؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حضرت مولوی صاحب والا رقعہ پیش کرنے کا یہ واقعہ بار بار کیسی لذت اور سرور کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ پھر اس پاکیزہ مشاہدہ پر یہ اظہار مسرت بہجت کہ

'ان آنکھوں نے اپنے آقا و مولا کو ننگے سر (بغیر عمامہ کے) بھی دیکھا ہے'

اور یہ بھی کہ جب ہم قادیان سے لوٹے تو تاثیر وتأثر کا یہ عالم تھا کہ بس جس سے بھی ذکر چھڑا گھائل ہوگیا۔

شاگردرشید کی لگن

حضرت مولوی صاحب کو لمبی عمر نصیب نہ ہوئی لیکن وہ اپنے فیض تربیت سے اپنے شاگرد رشید کے قلب و ذہن میں احمدیت کے ساتھ ایسا عشق اور والہیت بھر گئے کہ احمدیت ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن کر رہ گئی اور اس سے لَو ہی زندگی کا سب سے بڑا مطمح نظر ہوکر رہ گیا۔ اس پر چند سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی صحبت بابرکت کا فقرآفریں تاثر و نقش .... مجھے یاد نہیں کہ زندگی میں ان سے کسی شخص نے کسی موضوع پر کوئی بات کی ہو اور آپ نے تیسرے یا چوتھے فقرے ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایمان افروز ذکر نہ چھیڑ دیا ہو اور یہ یقیناً اسی تڑپ کا انعام اور حاصل ہے کہ قصبہ زیرہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دریا کے کنارے پر واقعہ زیرہ، فیروز پور اور قصور کے درجنوں دیہات میں آپ کے ہاتھ سے احمدیت کی تخم ریزی کرائی اور وہاں مخلص جماعتیں قائم ہوئیں اور آپ کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس مشن کی اشاعت وتبلیغ کی لگن زندگی کا مقصد وحید بن کر جاگزیں ہوگئی۔

سادہ انداز تبلیغ

حضرت ابا جان کا انداز تبلیغ آپ کے مزاج اور لباس کی طرح نہایت سادہ، پُرسوز اور درد آفریں ہوتا تھا۔ وہ ہر دوسرے تیسرے مہینے مختلف امراض کے لئے ادویہ کا ایک صندوقچہ بھر کر تبلیغی دورہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور قریہ بہ قریہ، دیہہ بہ دیہہ پھر کر بیمار انسانیت کی خدمت بھی بجالاتے اور ساتھ کے ساتھ تشنہ روحانیت دنیا تک امام الزمانؑ کے ظہور پُر نور کا مژدہ جاں فزا بھی پہنچاتے۔ لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے۔ اس کا ترجمہ وتفسیر ذہن نشین کراتے احادیث نبویؐ کا درس دیتے اور یوں آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر دلوں میں دین کی چنگاری بھی سلگاتے چلے جاتے۔ تبلیغ کے لئے آپ کا انتخاب بھی عام طور پر

انوکھا، سادہ اور دوسروں سے مختلف ہوتا تھا۔ آپ تبلیغ کے لئے عام طور پر ایسی روحیں اور دل چنتے جن پر دوسروں کی نگاہ کم از کم پڑتی ہو اور جو دنیا والوں کی نگاہ میں بڑے کم مایہ اور معمولی ہوتے مگر احمدیت کی جلاء پاتے ہی یہ ذرّے ایسے آفتاب بنتے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتیں۔ اسی طرح کے دو ایک چکروں کے بعد نومبر کی پہلی یا دوسری تاریخ ہی کو گھر سے نکل کھڑے ہوتے۔ سال کے اس آخری دورے میں زیر تبلیغ دلوں کے روحانی استحکام کا جائزہ لیتے۔ ان کے ذہنوں کے اشکال وشبہات کھنگالتے، انہیں دور کرتے۔ جلسہ سالانہ کی برکات ذہن نشین کراتے۔ اسلام کی اجتماعی شان وشوکت کا نظارہ کھینچتے اور یوں پھرتے پھراتے جب ہفتوں کی مسافت کے بعد دارالامان پہنچتے تو ان کے ساتھ ہر سال پندرہ بیس تازہ واردان کا قافلہ ہوتا جن میں سے اگر آٹھ دس بیعت کر جاتے تو باقی آئندہ سالوں کے لئے پوری طرح تیار ہو جاتے اور ان کے دل احمدیت کے متعلق خوش ظنیوں سے بھر جاتے اور یوں ہر سال چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا۔

گھر میں (بشمول حضرت والدہ محترمہ مدظلہا) سب کو قرآن کریم کا ترجمہ آپ نے خود پڑھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض اہم کتب کا مطالعہ سبقاً سبقاً کروایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُردو، عربی اور فارسی کلام آپ کو کم وبیش تین چوتھائی ازبر تھا۔ بلکہ حضورؑ کی اُردو درثمین کی دو تہائی نظمیں تو ہم تینوں بھائیوں کو جن میں سے مجھ سے بڑے محمد اقبال جو احمدیت کے فدائی تھے اور ۴ دسمبر ۱۹۳۳ء کو اللہ کو پیارے ہوئے میٹرک پاس کرنے سے قبل ہی ازبر تھیں۔ اور حضور کے عربی قصیدہ الہامیہ کا شب وروز ورد تو حضرت ابا جان کا معمول تھا۔

میرے چھوٹے بھائی محمد بشیر سلمہ نے چوتھی جماعت ہی میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی قرأت میں جاذبیت ہے۔ اس لئے ہمارے قصبے کے بیشتر جلسے عموماً گھر کے افراد ہی سے ہو جایا کرتے۔ عزیزم محمد بشیر سلمہ تلاوت کرتے۔ میں نظم پڑھتا اور حضرت ابا جانؓ تقریر فرما دیتے۔ سبحان اللہ۔ کیسی خوشگوار ہیں یہ یادیں اور کس قدر ایمان افروز ہے یہ ذکر جس سے زندگی اب تمام عمر کسب سکون وطمانیت کرے گی .... بھلا اب

یہ سرتا پا توکل وتبلیغ ہستیاں اوراحمدیت کی چلتی پھرتی تصویریں کہاں؟

درویش باپ

آپ کو شاید یہ سن کر حیرانی ہو کہ علم دین میں ایسا شغف' درک اور دسترس رکھنے والا میرا درویش باپ دنیا کے معاملات میں ایسا بے نیاز اور بے پروا تھا کہ ایک روپے کی ریز گاری گنتے ہوئے بھی غلطی کھا جاتا تھا۔ بازار والے اسے جیسا چاہتے سڑا بسا سودا دے دیتے وہ لے آتا۔ جتنے پیسے لوٹاتے لے کر گھر چلا آتا۔ مجھے خوب یاد ہے ایک دفعہ جب دو چار دن مسلسل گھر میں اسی قسم کا ذکر سننے میں آیا تو ایک دن میرے چھوٹے بھائی محمد بشیر سلمہ نے دریافت کیا۔

''ابا جان! عام زندگی میں تو آپ اچھے اور برے آلوؤں میں بھی پہچان نہیں کر سکتے آپ نے وقت کے امام کو کیسے پہچان لیا تھا۔''

تو آپ نے اسے اپنے روایتی تبسم کے بعد فرمایا: 'بیٹا وہ تو چہرہ ہی ایسا کھلی اور پاکیزہ کتاب کی طرح تھا کہ اس پر نگاہ ڈالتے ہی دل کے تمام شکوک وشبہات دور ہو جاتے اور ذہن کی تمام گرہیں کھل جاتی تھیں اور یہ کہتے ہوئے حلق رندھ گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا اٹھیں اور ماحول پر ایک ایمان افروز تاثر حاوی ہو گیا۔

جو مل جاتا شکر ایزد کے ساتھ کھا لیتے' جو میسر آ جاتا الحمدللہ کہہ کر پہن لیتے اور یہ یقیناً اس تشکر وتوکل ہی کا کرشمہ ہے کہ محدود آمدنیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہم سب کی سفید پوشی کا نیک بھرم قائم رکھا۔ سلسلہ کی تمام اہم مالیاتی تحریکوں میں حسب خواہش حصہ لینے کی توفیق سے نوازا۔ اور آج تک بھی کسی ایسی ضرورت اور احتیاج میں مبتلا نہیں کیا جو عزت نفس کے مجروع ہونے کے بعد پوری ہونے والی ہو۔ الحمدللہ!!

اور یہ اسی بلند وبرتر کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور حضرت ابا جانؓ کی کوششوں اور دعاؤں کے طفیل (بحمدللہ) گھر کے تمام افراد ایک دوسرے سے بڑھ کر اسلام اور احمدیت سے دعویٰ شیفتگی رکھنے والے ہیں اور اسی نور کو سرمایہ حیات گردانتے ہیں (**اللھم زد**

فزد) میرا خدا اس نعمت کو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بھی مختص اور دائمی کر دے۔آمین

صحت کا انحطاط

۱۹۴۷ء میں جہاں دوسرے زخم لگے حضرت ابا جانؓ سے اپنا مخصوص حلقہ تبلیغ بھی چھوٹ گیا۔اس پر دوسرا ستم یہ ہوا کہ ان کا درویش مزاج ادھر کی افراتفریوں میں ایک لحظہ کے لئے بھی نہ کھپ سکا۔طبیعت کا یہی ملال اور گھٹن ۱۹۵۵ء کے اواخر میں انحطاط صحت کی صورت میں نمودار ہونے شروع ہوئے۔ذیابیطس صحت کی چمک دمک کو دیمک بن کر چپک گئی اور رفتہ رفتہ قد رعنا کی ہر جولانی کو چاٹ گئی۔لیکن دینی معلومات میں اب بھی کوئی کمی نہ تھی۔اور ہم بھی دنیا و مافیھا سے بے نیاز ان کی مضبوط اور بابرکت دعاؤں کی ڈھال کے سہارے زندگی کے معمولات و مشاغل کو حسب سابق نباہتے چلے جا رہے تھے کہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ان مستقل عارضوں میں ذات الجنب کا اضافہ ہو گیا جس کے باعث میں بمشکل ۱۹۶۲ء کے جلسہ سالانہ میں صرف ایک دن کے لئے حاضری دے سکا اور عزیزی محمد بشیر سلمہ کو ان کی خدمت میں رہنے کے باعث پورے جلسے ہی کی قربانی دینی پڑی۔

یہ پہلا رمضان تھا کہ آپ نقاہت و انحاط صحت کے باعث روزے نہ رکھ سکے۔لہذا فدیہ ادا کیا گیا اور اب تو چند ہفتوں سے گفتگو کا بھی یہ رنگ اور انداز تھا کہ اس سے فراق دائمی کی کرب آفریں پیش خبریاں صاف پڑھی جا سکتی تھیں۔یہاں تک کہ ۲۱۔مارچ ۱۹۶۳ء کو اپنی رہائش گاہ ۳۰۔ٹمپل روڈ لاہور میں علی الصبح (تہجد کے وقت) تین بجکر پچیس منٹ پر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ وارفتہ و شیفتہ خادم ہمیں ملال و یاس میں گم سم چھوڑ کر اپنے حبیب و مقتدا کی جانب پرواز کر گیا۔وہ درویش و محبوب باپ جس نے تمام عمر اپنے بیٹوں کے لئے اپنے سے بھی کہیں زیادہ دینی و دنیوی عزت و سربلندی کی دعائیں مانگیں۔

نزع کی کیفیت صرف چند ثانیوں کے لئے ہی طاری رہی۔اتنے مختصر ترین عرصہ کے لئے کہ ہم اپنے سے پندرہ بیس قدم پر رہنے والی ہمشیرہ (عزیزہ حفیظہ سلمہا) کو بھی نہ بلوا سکے۔بس جسم کے بالائی حصے میں خفیف سے تناؤ کے ساتھ ایک معمولی سی ہچکی لی اور پھر دو لمبے

سانس اور کلمہ طیبہ کے ورد کے دوران ہی مسیح موعودؑ کی یہ نشانی (جو ہمارے لئے لا ریب ان گنت برکتوں اور سعادتوں کا خزانہ تھی) داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچ گئی۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

یا اللہ رحم! حضرت ابا جانؓ کے سفر آخرت کا ذکر نوک خامہ پر کیا آیا زندگی کی کایا پلٹ جانے کا نقشہ نگاہوں میں گھوم گیا۔ اپنی رستی بستی دنیا کے متزلزل ہو جانے کا کربناک نظارہ ایک بار پھر یاد آ گیا۔ ان کی دعاؤں سے محرومی اور مسلسل محرومی کا تصور پیازی اشک بن بن کر دامن کو تر کرنے لگا۔ زہے نصیب یہ اشک ۔

آنکھوں کو پھر یہ اشک بھی شاید نہ ہوں نصیب
رو رو کے تجھ کو وقت سفر دیکھتے تو ہیں

اور اب آگے لکھنے کا یارا نہیں.........لہذا باقی پھر کبھی.........مبادا ضبط کے ٹانکے ٹوٹ جائیں۔ صبر کا پیمانہ چھلک اٹھے۔ احساس کے سوتے پھوٹ بہیں اور دل اشک بن بن کر آنکھوں کے روزنوں سے رسنا اور بہنا شروع ہو جائے۔

الحمدللہ کہ حضرت ابا جان کی قیمتی امانت اور اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت (حضرت والدہ محترمہ عزیز بیگم صاحبہ کے محبت نواز وجود کے روپ میں) ہمارے سروں پر موجود ہے۔ گویا وفور یاس میں حصول تسکین کی ایک آماہ جگاہ میسر ہے۔ **ثم الحمد للّٰہ**

اللہ تعالیٰ میرے ابا جان کو اپنے قرب خاص سے نوازے۔ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اولاد: م۔ص ثاقب زیروی مدیر ہفتہ وار ''لاہور'' ۲۔ محمد بشیر (انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز) ۳۔ حفیظہ بیگم (اہلیہ چوہدری نیاز نیاز الدین احمد سلہری)

حضرت حکیم مرزا فیض احمد صاحبؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت حکیم مرزا فیض احمد صاحب کی وفات کا ذکر

''الفضل'' میں ہے۔ چونکہ خاکسار مؤلف کو ان کے مفصل حالات کا پتہ نہیں چل سکا۔صرف اتنا معلوم ہوا کہ حضرت حکیم صاحب پٹی ضلع لاہور کے باشندہ تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے استاد محترم حکیم الہ دین صاحب کے شاگرد تھے۔ بہت پرانے بزرگ تھے۔اس لئے الفضل کا نوٹ درج کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا:

''طبّی حلقہ میں بالخصوص اور حلقہ احباب میں بالعموم یہ خبر نہایت رنج اور افسوس سے سنی جائے گی۔ کہ لاہور کے کہنہ مشق اور نامور طبیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حکیم مرزا فیض احمد صاحب مورخہ ۱۸۔نومبر ۱۹۴۴ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرما کر اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ [۱۷]

نوٹ: اولاد کے متعلق اتنا معلوم ہوا کہ مرزا محمد شفیع صاحب اور دو اور بچے تھے جو وفات پا چکے ہیں۔

حوالہ جات

۱،۲ سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۲۶

۳ سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۱۸۹۔۱۹۰

۴ سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۲۷۸

۵ سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب مرتبہ ملک نذیر احمد ریاض صفحہ ۲۷۸ تا ۲۸۱

۶ ماخوذ از مضمون غیر مطبوعہ محترم میاں نذیر حسین صاحب ابن حضرت حکیم مرہم عیسیٰ

۷ دیکھئے تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۴۱

۸ دیکھئے تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۵۳

۹ دیکھئے تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۴۱

۱۰،۱۱ فہرست ۳۱۳ اصحاب مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم

۱۲،۱۳،۱۴،۱۵ دیکھئے فہرست ۳۱۳۔اصحاب مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم

۱۶ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۴۱

۱۷ الفضل ۶۔جنوری ۱۹۴۵ء

چوتھا باب

منکرین خلافت کی ناپسندیدہ روش

اور

دربار خلافت سے ملامت

گذشتہ صفحات میں ان تمام صحابہ کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن کا کسی نہ کسی رنگ میں لاہور کے ساتھ تعلق رہا ہے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو لاہور کے باشندے تھے انہوں نے لاہور میں ہی بیعت کی اور لاہور میں ہی اپنی عمر گذار کر وفات پائی۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے لاہور میں بیعت کی اور کچھ زمانہ یہاں گذار کر باہر چلے گئے اور باہر ہی وفات پائی۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے لاہور سے باہر بیعت کی مگر ایک زمانہ کے بعد لاہور آ کر آباد ہو گئے۔ اس قسم کے اصحاب تقسیم ملک کے بعد کافی تعداد میں لاہور آئے۔ بعض ایسے بھی ہیں جو باہر سے تشریف لائے اور ایک زمانہ یہاں گذار کر پھر باہر ہی چلے گئے۔

بعض ممتاز صحابہ کی تنظیمی سرگرمیاں

واضح رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ تک جماعت میں اس قسم کی تنظیم قائم نہیں ہوئی تھی جیسی کہ خلافت ثانیہ میں قائم ہوئی۔ خلافت ثانیہ سے قبل جماعت میں نہ تو چندوں کی کوئی شرح مقرر تھی اور نہ مختلف شعبوں کے لئے مختلف عہدیدار مقرر تھے۔ صرف ایک سیکرٹری ہوا کرتا تھا جو سارے کام کرتا تھا۔ مالی قربانی کے متعلق جماعت کو اتنی تلقین ضرور کی جاتی تھی کہ جتنا چندہ کوئی لکھوائے اسے ماہ بماہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا کرے تا جماعتی کاموں میں رخنہ نہ پڑے مگر بعض لوگ اس قسم کے فدائی بھی تھے کہ قوت لایموت سے جو کچھ بچتا تھا وہ سب حضرت اقدس کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ جماعت لاہور میں چندوں کی وصولی کا انتظام عموماً حضرت قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے اپنے ذمہ لیا ہوا تھا اور وہی سیکرٹری کہلاتے تھے۔ سیکرٹری تبلیغ کی ابتدائی زمانہ میں اس لئے ضرورت نہ تھی کہ جماعت کے سارے افراد بلا استثناء فریضہ تبلیغ کو فرض عین جانتے تھے مگر

تحریری تبلیغ کا کام چونکہ ہر شخص نہیں کر سکتا تھا اس لئے بعض مخصوص افراد نے یہ کام اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ایسا ہی تقریر کا ملکہ بھی ہر شخص میں نہیں ہوتا۔ خاص خاص لوگ ہی تقریر کر سکتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو تقریر اور تحریر دونوں پر قادر ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو مالی وسعت بھی دی ہوتی ہے۔ وہ مالی قربانیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ حضرت قریشی صاحبؓ موصوف انہی اصحاب میں سے تھے جو تحریر و تقریر کا ملکہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مالی قربانیوں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ تبلیغی ٹریکٹ عموماً حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ لکھا کرتے تھے۔ وہ اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز تھے۔ زبانی تبلیغ میں حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغلؓ ، حضرت میاں سعدی صاحبؓ ، حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشیؓ ، حضرت سید دلاور شاہ صاحبؓ اور حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین زیادہ مشہور تھے مالی قربانی میں وہ اصحاب بھی خاصہ حصہ لیا کرتے تھے جو بعد کو غیر مبائعین کے گروہ میں شامل ہو گئے اعنی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی ، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ وہ موسم سرما کے گرم کپڑے اپنی دکان سے تیار کروا کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔

ان سب احباب کے علاوہ ایک مشہور و معروف ہستی حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کی تھی جن کے حضرت اقدس کے ساتھ نہایت گہرے مراسم تھے اور حضرت صاحب جب بھی لاہور میں تشریف لاتے تھے عموماً ان کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر ان کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ نمازیں بھی انہیں کے مکان پر باجماعت ادا کی جاتی تھیں۔ مہمان خانہ بھی انہی کا گھر تھا اور جماعت کے ساتھ ان کا سلوک اس قسم کا تھا جس طرح ایک باپ کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر حضرت منشی محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد اور حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب سائیکل ڈیلر نیلہ گنبد کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں اصحاب نہایت مخلص اور بہت محنتی کارکن تھے۔ موخر الذکر تو مالی قربانیوں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں مندرجہ بالا اصحاب کے علاوہ بعض اور سرگرم کارکن بھی باہر سے لاہور شریف لائے جن میں جناب بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر جناب ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بٹالوی اور جناب مولوی محبّ الرحمان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پھر یہی وہ

زمانہ ہے جس میں حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری کی صلاحیتیں اجاگر ہوئیں۔ جب انہوں نے تبلیغی اور تربیتی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک رویاء

اب ہم خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک حیرت انگیز اور سبق آموز رؤیاء درج کرتے ہیں جو آپ نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کی خلافت اور اپنے انجام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں لاہور میں دیکھا۔ آپ لکھتے ہیں:

''احمدی جماعت میں بہت تھوڑوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں نے ہی سب سے اوّل حضرت قبلہ کو اپنی طرف سے اور اپنے خاص احباب کی طرف سے خلافت کا بارِ گراں اٹھانے کے لئے عرض کیا۔ اس کی بناء کوئی مصلحت وقت نہ تھی بلکہ اشارہ ربی جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

''حضرت مسیح موعودؑ ۲۶۔مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ میں نے شب درمیان ۲۳۔۲۴ مئی ۱۹۰۸ء ایک عجیب رؤیاء دیکھا۔ میں ان واقعات کا ذکر بھی نہ کرتا لیکن چونکہ بعد کے واقعات اور موجودہ واقعات نے اس رؤیاء کی صداقت پر مہر لگا دی ہے اس لئے میرے نزدیک ہر ایک سلیم الفطرت احمدی کے لئے یہ ایک قطعی شہادت ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں اور میرے ہمراہ شاید اور نو یا دس یا گیارہ احباب ہیں جن میں سے ایک مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ ہم سب کسی شاہی خاندان میں سے ہیں۔ لیکن جس خاندان کے ہم ممبر ہیں ان کا سرتاج تخت سے الگ ہو چکا ہے اور نئی سلطنت قائم ہوگئی ہے اور پہلا دور بدل گیا ہے اور ہم یہ نو دس آدمی اسیرانِ سلطانی ٹھہرائے گئے ہیں۔ ہم سخت تشویش میں ہیں کہ اتنے میں ہمیں اطلاع ہوئی کہ نئی سلطنت کا سرتاج ہم کو طلب کرتا ہے اور ہمیں ہماری قسمت کا فیصلہ سناتا ہے۔ کیا شان ایزدی ہے کہ ہم جو نو دس آدمی ہیں ان کی بھی دو جماعتیں بنائی گئی ہیں۔ حکم ہوا کہ باری باری جماعت میں نئے حاکم کے سامنے ہم پیش ہوں۔ چنانچہ پہلی جماعت جو نئے سلطان کے سامنے پیش ہوئی۔ وہ بسرکردگی مولوی محمد علی صاحب گئی۔ ہم کمرہ

سلطان سے باہر تھے۔ لیکن مجھے یہ سمجھ آئی کہ نئے فرمانروا نے جو کچھ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو کہا انہوں نے خاموشی سے سن کر سرِ تسلیم خم کیا اور خاموش ہی باہر آ گئے۔ اس کے بعد مجھے حکم ہوا۔ میرے ہمراہ چار پانچ احباب باقی تھے اور وہ میری سرکردگی میں پیش ہوئے۔ جب میں کمرہ سلطان کے اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نیا حاکم خود مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ آپ نے نہایت متانت اور تمکنت کے ساتھ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو دیکھا اور پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ میرا انداز جواب کسی قدر تیز تھا۔

مولوی نورالدین صاحب: تم جانتے ہو کہ تم کون ہو اور تمہاری حیثیت کیا ہے؟

میں: میں خوب جانتا ہوں کہ جس خاندان شاہی کے ہم رکن تھے وہ دور بدل گیا ہے اور ہم اس وقت اسیر سلطانی ہیں۔

مولوی نورالدین صاحب: کیا وجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہی سلوک نہ کیا جائے جو اسیرانِ سلطانی کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جاوے۔

میں: (بڑے جوش اور لاپرواہی کے ساتھ) آپ کی جو مرضی ہے کریں۔ جب ہم اسیر سلطانی ہیں تو ہمارا چارہ ہی کیا ہے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارا اب دور بدل گیا ہے۔ اب ہم قیدی ہیں۔ اگر ہم کچھ اور چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں جو آپ کی خوشی ہو کرو۔

''اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میرے جسم پر سخت رعشہ اور سنساہٹ تھی اور ایک مدت تک اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ یہ تہجد کا وقت تھا۔ میں اٹھا اور سب سے اوّل اسی واقعہ کو قلمبند کیا اور صبح تک استغفار میں مصروف رہا۔ بعد از نماز صبح حضرت مرزا صاحب مغفور باہر آئے تو سب سے اوّل جو موقعہ مجھے تنہائی میں آپ سے ملا۔ میں نے وہ کاغذ پیش کیا۔ دو دن کے بعد یہ رؤیاء بالکل بدیہی واقعہ ہو جانے والا تھا لیکن مصلحت ربی نے آپ کی طبیعت کو اس طرف نہ آنے دیا۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ خواب میں اسیران سلطانی ہونا نہایت مبارک! نہایت ہی مبارک ہے۔

''حضرت صاحب کے بعد میں حضرت حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور وہ کاغذ دکھایا۔ وہ حسرت آج تک میرے پیش نظر ہے جو اس کاغذ کو دیکھ کر مولوی صاحب کے چہرے پر نمودار ہوئی۔ آپ نے کئی منٹوں تک گردن نیچی رکھی اور پھر بعد میں اس کاغذ کو اپنی جیب میں رکھ کر فرمایا کہ میں اس کی تعبیر بعد غور بتلاؤں گا۔

''۴۸ گھنٹہ اس واقعہ پر گذرے کہ بادشاہ وقت جہاں سے رخصت ہو گیا اور نئے کار کے آثار شروع ہو گئے۔ اس خواب سے اطلاع اسی دن مرزا یعقوب بیگ صاحب' ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کو دی گئی تھی۔ اور وہ خدا واسطے اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔ الغرض جب ہم اس اچانک موت کے ضروری انتظام سے فارغ ہو کر ریل میں بغرض قادیان بیٹھے تو میں نے حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب سے جبکہ ہر دو ڈاکٹر صاحب بھی ہمراہ تھے پوچھا کہ بتلاؤ! اب خلیفہ کون ہو گا تو شیخ صاحب نے فی الفور بجواب کہا کہ وہی جس کی تمہیں دو دن پہلے اطلاع ہو چکی ہے۔ شیخ صاحب کا اس رؤیاء کی طرف اشارہ تھا۔ جب ہم قادیان پہنچے اور حضرت فاضل امروہی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی استرضا کے بعد گول کمرہ قادیان میں جمع ہوئے تو میں نے حضرت قبلہ کو وہاں آنے کی تکلیف دی اس وقت بھی میں نے یہ نہیں کہا کہ اب آپ خلافت کو قبول کریں بلکہ میں نے یہ عرض کیا کہ حضور کو جو کاغذ پرسوں لاہور میں میں نے دیا تھا اور جس میں میرا ایک رؤیاء تھا۔ وہ کیا حضور کو یاد ہے؟

مولوی صاحب۔ ہاں میاں۔ وہ کاغذ اب بھی میری جیب میں ہے۔

میں۔ تو پھر اب وہ وقت آ گیا۔

''اس کے بعد حضرت نے دو نفل ادا کئے اور مجھے حکم دیا کہ مائی صاحب اور میر صاحب سے استرضا کروں۔ جو تقریر اوّل بطور خلیفۃ المسیح آپ نے باغ میں فرمائی اس میں بھی آپ نے مجھے مخاطب کر کے ذیل کے الفاظ فرمائے:

'اب سستی اور غفلت چھوڑ دو اور چستی اور کارکردگی کے وطنوں میں آباد ہو جاؤ'

''یہ الفاظ بھی خواب کی طرف تلمیح کرتے تھے لیکن نہ مجھے اور نہ حکیم صاحب قبلہ کو اس وقت علم تھا کہ یہ الفاظ استعارہ نہیں بلکہ لفظی معنی میں پورے ہونے والے ہیں۔ آج میں ہوں اور یورپ۔ کیا عجیب بات ہے کہ کل سے میری طبیعت یہاں بے چین ہے اور بار بار

گھر جانے کو دل چاہتا ہے۔ گھر سے میری مراد لندن ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! کیوں تم کو ان وطنوں سے نکال کر دوسرے وطنوں میں آباد نہ کیا جائے۔ رؤیاء کیا برحق ثابت ہوا۔ خاں نواب محمد علی خاں صاحب اس رؤیاء سے واقف ہیں۔ ان واقعات کی شہادت خود حضرت قبلہ مولوی صاحب سے لی جائے۔ آیا یہ سچے امور ہیں یا نہیں۔ ابھی دو ماہ ہوئے جب میں نے ان کو کہا کہ آپ کسی کو میری مدد کے لئے لندن بھیج دیں۔ تو میں نے پھر اس خواب کی طرف اشارہ کر کے لکھا کہ خواب تو چاہتا ہے کہ میرے ہمراہ چار پانچ اور بھی وطنوں کو چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کریں اور آپ کے حکم سے۔ آپ کیوں حکم صادر نہیں فرماتے۔ میرے ساتھ تو چار پانچ اور بھی تھے جب آپ نے مجھے جلا وطن کیا۔ بہر حال ہمارے دو تین احباب جو قاضی یار محمد صاحب کے معاملہ میں کچھ متأمل سے ہیں چونکہ وہ اس احمدی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے لئے خواب اور مکاشفات حجت ہوتے ہیں۔ وہ ان امور بالا پر غور کریں۔ یہ رؤیاء تو کچھ ایسا قادیان میں مشہور تھا۔ کہ ۱۹۰۹ء میں بعض واقعات کے پیدا ہونے پر مجھے طنزاً اسیر سلطانی کہہ کر پکارا جاتا تھا اور ایک میرے قابل دوست کے لئے تو اب میرا یہ اسیر سلطانی کا خواب بہت سارے پریشان کن حالات کا موجب ہو جایا کرتا تھا''

والسلام

خادم خواجہ کمال الدین

ٹرمینس فورڈ ہوٹل

پیرس ۶۔ جولائی[1]

جناب خواجہ صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ وہ اور ان کی پارٹی کے دوسرے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر خلافت کو ضروری سمجھتے تھے۔ تبھی تو حضور کی نعش مبارک کے ساتھ لاہور سے قادیان جاتے ہوئے رستے میں محترم شیخ رحمت اللہ صاحب سے پوچھا کہ ''بتلاؤ! اب خلیفہ کون ہوگا''۔

دوم: حضرت اقدس کے بعد جب خواجہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں وہ کاغذ پیش کیا تو اس رؤیاء کی حقیقت آپ پر کھل گئی۔ چنانچہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

''وہ حسرت آج تک میرے پیش نظر ہے جو اس کاغذ کو دیکھ کر مولوی صاحب کے چہرے پر نمودار

ہوئی۔آپ نے کئی منٹوں تک گردن نیچی رکھی‘‘۔

سوم: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے حضور جب یہ لوگ پیش ہوئے تو کسی قابل قدر کام کرنے کا انعام حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ مجرم ہونے کی حیثیت میں پیش ہوئے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ کوئی ایسا کام کرنے والے تھے جس کی وجہ سے مجرم ہونے کی صورت میں ان کی پیشی ہونی مقدر تھی۔ چنانچہ ۳۱۔جنوری ۱۹۰۹ء کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں کو دوبارہ بیعت کرنا پڑی۔

چہارم: مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں لیڈروں میں بھی کامل اتحاد و یگانگت نہیں ہوگی بلکہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہوں گے۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ آخر وقت تک خواجہ صاحب کا طرزعمل آزادانہ رہا ہے۔انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو اپنا واجب الاطاعت لیڈر نہیں سمجھا۔

پنجم: یہ جو دکھایا گیا کہ مولوی صاحب کی پیشی پہلے ہوئی اور خواجہ صاحب کی بعد میں۔میرے نزدیک رؤیاء کا یہ پہلو بھی پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب پہلے روز ہی بیعت کرنے کے لئے تیار نہ تھے مگر خواجہ صاحب نے بشرح صدر بیعت کی۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے دل میں پہلے ہی روز سے غبار تھا اور وہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اطاعت قبول نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن مجبور ہو گئے۔ اس لئے ان کی پیشی رؤیاء میں ’’پہلے‘‘ دکھائی گئی۔

محترم خواجہ صاحب مرحوم نے جو اپنے لندن جانے پر اس رؤیاء کو چسپاں کیا ہے وہ بالکل دور از قیاس ہے کیونکہ لندن میں آپ مجرم ہونے کی حیثیت سے نہیں گئے بلکہ ایک پرائیوٹ کام کرنے کے لئے گئے تھے اور تبلیغ اسلام کا کام بھی کرتے تھے۔البتہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد ان لوگوں نے انجمن اور خلافت کے موضوع پر جماعت میں انتشار پیدا کرنا شروع کر دیا اور خلافت پر انجمن کی بالادستی ثابت کرنے کا پراپیگنڈہ شروع کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جنوری ۱۹۰۹ء میں جماعت کے نمائندوں کو بلا کر مسجد مبارک میں ان کے سامنے ان لوگوں کے پراپیگنڈے کی قلعی کھولی اور انہیں سخت تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری ان گمراہ کن کارروائیوں سے تمہاری بیعت ٹوٹ چکی ہے اور اب تم میرے مرید نہیں رہے۔ ہاں علیحدگی میں مشورہ کرلو۔اگر تمہارا دل مانتا ہے کہ تم

نے غلط روش اختیار کی تھی تو دوبارہ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ اس پر جناب مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو اس گروہ کے لیڈر تھے کچھ سوچ کر دوبارہ بیعت کر لی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اسے تفصیل کے ساتھ ''حیاتِ نور'' باب نمبر ۵ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں اسے دوہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

لاہور میں جماعت احمدیہ کا پہلا مبلغ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے لاہور کی اہمیت کے پیش نظر اور خاص طور پر اس لئے کہ اس فتنہ کا اصل مرکز لاہور ہے' جماعت لاہور کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ احمدیت کے لئے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو لاہور جانے کا حکم دیا۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے استخارہ کیا جس میں آپ کو بتایا گیا کہ آپ لاہور میں ہیں اور خواجہ کمال الدین صاحب کے بھائی خواجہ جمال الدین صاحب نے جماعت لاہور کی دعوت کی ہے جس میں آپ بھی مدعو ہیں۔ جب کھانے پر بیٹھے تو معلوم ہوا کہ دعوت کے لئے ایک بزرگ انسان عبداللہ کا گوشت پکایا گیا ہے۔ آپ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ کو اس کھانے سے سخت نفرت اور کراہت محسوس ہوئی اور آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ صبح بیدار ہو کر آپ نے اپنی یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو سنائی۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کو چونکہ عبداللہ کا گوشت کھانے سے نفرت اور کراہت ہوئی اس لئے یہ خواب آپ کے لاہور جانے کے لحاظ سے برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ چنانچہ آپ ۱۰۔ مئی ۱۹۰۸ء ☆ کو لاہور پہنچ گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنی آیت **أيحب احد كم ان يأكل لحم اخيه شيئاً فكر هتموه واتقوا اللّٰه** کے مطابق اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی پارٹی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جیسے بزرگ انسان کی غیبت اور بدگوئی میں جماعت کے دوسرے افراد بلکہ مجھے بھی شریک کرنے کی کوشش کرے گی مگر میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ جماعت کی اکثریت کو اس فتنہ سے بچالے گا۔ چنانچہ واقعات کی رُو سے بھی ایسا ہی ثابت ہوا۔ آپ کو احمدیہ بلڈنگس والوں کا مقابلہ کرنے کی خوب توفیق ملی جس کے نتیجہ میں جماعت کی اکثریت ان کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رہی۔ فالحمدللہ

☆ سہو کتابت ہے یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام کا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۳۹ فرماتے ہیں ''۱۹۰۹ء میں مَیں ابھی نیا نیا لاہور پہنچا تھا''۔ ناشر

حضرت مولوی غلام رسول صاحب نے خلافت ثانیہ میں بھی تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد ایک لمبا زمانہ لاہور میں گذارا۔ قیام لاہور کے دوران آپ کو متعدد ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ایمان، اطاعتِ امام اور توکل علی اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کرتے تھے کہ ابھی آپ کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا تار آپ کو ملا کہ ایک ہفتہ کیلئے آپ فلاں ریاست (کپورتھلہ یا پٹیالہ کا نام لیا کرتے تھے۔ صحیح نام یاد نہیں رہا۔ مؤلف) میں چلے جائیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''میں مسجد سے اٹھ کر گھر گیا اور بیوی کو جا کر کہا کہ حضرت صاحب کا حکم آ گیا ہے کہ ایک ہفتہ کیلئے ریاست میں چلے جاؤ لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ آپ جانتے ہیں۔ نہ گھر میں آٹا ہے نہ گھی اور نہ لکڑیاں۔ علاوہ ازیں میں اکیلی یہاں رہ بھی کیسے سکتی ہوں؟''

آپ فرمایا کرتے تھے:

''میں نے اسے کہا کہ میں کوئی تمہارا ٹھیکیدار نہیں ہوں۔ واقفِ زندگی ہوں۔ جب بھی حضرت صاحب کا حکم کہیں جانے کے متعلق آئے گا۔ میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر حضور کے حکم کی تعمیل کروں گا اور تمہیں خدا کے حوالے کروں گا۔''

یہ کہہ کر آپ گھر سے چل پڑے۔ ابھی مسجد کی گلی میں ہی تھے کہ ایک احمدی ملا جس کے ساتھ ایک مزدور نے ایک من کے قریب آٹا اور کچھ لکڑیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ اس نے آپ کو کہا کہ مولوی صاحب! میں نے سنا ہے آپ کو لاہور سے باہر جانے کا حکم آ گیا ہے۔ ممکن ہے گھر میں آٹا اور لکڑیاں نہ ہوں۔ آپ یہ چیزیں گھر میں رکھوا کر سفر پر جائیں۔ چنانچہ آپ نے یہ دونوں چیزیں گھر میں رکھوا لیں۔ جب اسٹیشن پر پہنچے تو ریل گاڑی کے جس ڈبے پر آپ سوار ہونے لگے۔ اسی میں سے آپ کے نسبتی بھائی اترے جن کے ہاتھ میں ایک چھوٹا ٹین گھی کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بھائی صاحب! میں ایک ہفتہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ایک ہفتہ کے لئے حضرت صاحب کے حکم سے باہر جا رہا ہوں اس عرصہ میں آپ کی ہمشیرہ اکیلی تھی۔ لہٰذا خدا نے ہی آپ کو بھیجا ہے۔

۲۔ اندازاً ۱۹۴۲ء کی بات ہے خاکسار ان ایام میں اضلاع لائل پور، سرگودھا، جھنگ اور شیخوپورہ میں بحیثیت مبلغ متعین تھا۔ جناب ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے جو ان دنوں ناظر دعوت و تبلیغ

کہلاتے تھے خاکسار کولکھا کہ گرمیوں کی رخصتوں میں محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کے ساتھ اضلاع شیخوپورہ اور لائل پور کا دورہ کرو۔ حضرت قاضی صاحب کی چٹھی بھی ملی جس میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ کو میں تمہیں شاہدرہ اسٹیشن پر ملوں گا۔ خاکسار مقررہ وقت پر شاہدرہ اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ مگر حضرت قاضی صاحب وہاں نہ ملے۔ رات اسٹیشن پر گذار کر اگلے روز صبح چار بجے خاکسار مسجد احمدیہ دہلی دروازہ پہنچا۔ ابھی مسجد سے باہر ہی تھا کہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی آواز سنائی دی۔ آپ کو شدید بخار تھا اور شدّتِ درد سے کراہ رہے تھے۔ خاکسار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر حالات دریافت کئے۔ فرمایا۔ ایک ہفتہ سے لگا تار بخار ہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں اترا۔ رات ایک دوست دو غیر احمدی حضرات کو ہمراہ لائے تھے۔ میں نے سوچا کہ انہیں سمجھانے کے لئے خوب زور سے تقریر کرتا ہوں پسینہ آ کر بخار اتر جائے گا۔ چنانچہ اس وقت تو ایک گھنٹہ کی تقریر کے بعد پسینہ آنے پر بخار اتر گیا مگر اب اس کا ردعمل ہے۔

خاکسار نے عرض کی کہ حضرت مولوی صاحب! آپ رخصت لے کر قادیان کیوں نہیں چلے جاتے؟ فرمایا۔ میں یہاں جہاد میں ہوں۔ اگر مر گیا تو جہاد میں مروں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے عمر بھر چھٹی کبھی نہیں لی۔ اور نہ اب لوں گا۔ اس مختصر سی گفتگو کے بعد خاکسار محترم جناب قاضی صاحب کے ساتھ نارنگ منڈی کی طرف دورہ پر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد جب واپس لاہور پہنچا تو دوپہر کا وقت تھا اور آپ محراب کے نزدیک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ بخار بدستور ہے۔ ابھی خاکسار بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ لسّی پیوگے یا چائے خاکسار نے عرض کیا کہ ابھی چائے پی کر آیا ہوں اور چائے کے بعد لسّی پینا بھی درست نہیں۔ آپ نے اپنے سرہانے کے نیچے سے ایک رومال نکالا جس میں ایک اٹھنی بندھی تھی اسے خاکسار کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لے لو۔ جب بھی ضرورت ہو خواہ چائے پی لینا خواہ لسّی اور فرمایا کہ اس وقت میرے پاس صرف یہی ایک اٹھنی ہے اگر زیادہ رقم ہوتی تو زیادہ پیش کر دیتا۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضرت! آپ کے پاس صرف ایک اٹھنی ہے اسے اپنے پاس ہی رکھیئے اس حالت میں کوئی فوری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ اٹھنی ہمیشہ میری ضروریات کو پورا کرتی رہے گی۔ یہ تھوڑی دیر میں خرچ ہو جائے گی تو کیا میرا رازق خدا جو مجھے اس کے بعد دے گا اب نہیں دے سکتا؟ یہ ایمان افروز جواب سن کر خاکسار نے وہ اٹھنی لے لی۔

اسی مجلس میں قادیان جانے والے ایک دوست مل گئے ان کے ہاتھ خاکسار نے اپنی طرف سے حضرت مولوی صاحب کی حالت پر مشتمل جناب ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ کی خدمت میں ایک رقعہ لکھا اور یہ بھی لکھا کہ جونہی میرا یہ رقعہ جناب کی خدمت میں پہنچے حضرت مولوی صاحب کو بذریعہ تار بلا لیا جائے۔ چنانچہ دوسرے روز صبح آٹھ بجے حضرت مولوی صاحب قادیان تشریف لے گئے مگر وہاں بھی کافی عرصہ بخار رہا جس کا اثر آپ کے اعصاب پر بھی پڑا اور قوت شنوائی پر بھی۔

سلسلہ کے ساتھ فدائیت اور توکل علی اللہ کے لاتعداد واقعات کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کی سیرت مرقع ہے۔اس نوع کے واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے بزرگ خدمت دین کو کس طرح ایک نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ استاذی المکرّم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میاں! میں نے کبھی چھٹی نہیں لی۔

اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کا تو یہ عالم تھا کہ گھر سے سبزی لینے کے لئے بازار تشریف لے گئے ہیں۔ رستہ میں دفتر کا کارکن دفتر کا کوئی آرڈر لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ لفافہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ کسی جگہ جلسہ یا تبلیغ کے لئے جانے کا حکم ہے۔اسی وقت سبزی کے لئے رومال اور پیسے کسی دوست کے حوالے کر دیئے اور فرمایا کہ ہمارے گھر میں سبزی پہنچا دینا اور کہہ دینا کہ غلام رسول کو فلاں جگہ جانے کا حکم ہو گیا ہے اس لئے وہ ریلوے اسٹیشن کی طرف جا رہا ہے۔ ریلوے اسٹیشن جاتے ہوئے آپ یہ بھی نہیں سوچتے تھے کہ گاڑی آنے میں کتنا وقت باقی ہے؟ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جتنا وقت ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں کٹے گا اس کا ثواب بھی کیوں ضائع کیا جائے۔ سبحان اللہ خدمتِ دین کرنے والے نوجوانوں کے لئے کیا عجیب نمونہ تھے ہمارے بزرگ!

آپ کے علاوہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے محترم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا اور محترم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی ☆ نے بھی لاہور میں قابل قدر کام کیا ہے۔محترم مولوی ظہور حسین صاحب تو وہ بزرگ ہیں جنہیں نے اعلائے کلمہ حق کی خاطر بخارا میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بعد ازاں ہندوستان کے طول وعرض میں تبلیغ حق کا فریضہ ادا کرتے رہے اور آج کل شعبہ

☆ محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بھی کچھ عرصہ لاہور میں بطور مبلغ متعین رہے ہیں اور مشرقی افریقہ جانے سے قبل محترم شیخ مبارک احمد صاحب نے بھی چند ماہ یہاں کام کیا ہے۔

رشتہ و ناطہ ربوہ میں بحیثیت انچارج کام کر رہے ہیں اور محترم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی نے مبلغ کے طور پر کام کیا۔ جامعہ احمدیہ میں پروفیسر بھی رہے اور آج کل تحریک جدید کے ماتحت گیمبیا (مغربی افریقہ) میں ایک کامیاب مبلغ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ **اللھم متعنا بطول حیاتھما۔**

۱۹۴۵ء میں خاکسار کا تقرر لاہور میں ہوا............پہلی مرتبہ دارالتبلیغ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اندازاً تین چار سال کام کرنے کی توفیق ملی۔اسی دوران ۱۹۴۷ء ہندوستان کی تقسیم عمل میں لائی گئی اور مسلمان قوم کے لئے پاکستان کا وجود نقشہ عالم پر ابھر آیا۔

۱۹۴۸ء کے آخر میں خاکسار کا تبادلہ ضلع سرگودھا میں ہوا اور خاکسار کی جگہ سرگودھا کے مبلغ محترم مولانا عبدالغفور صاحب کا تقرر لاہور میں کیا گیا۔آپ نے بھی پانچ چھ سال تک خوب محنت اور تندہی کے ساتھ یہاں جماعت کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ کا کام کیا۔آپ کے زمانہ قیام کے دوران میں ۱۹۵۳ء کا ہنگامہ خیز سانحہ پیش آیا۔مغربی پاکستان میں ہماری جماعت کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا۔ مسلم فرقوں کے بیشتر مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے بالاتفاق اس قلیل التعداد اور معصوم جماعت کو محض اس جرم کی بناء پر صفحۂ ہستی سے مٹانے کا عزم بالجزم کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے ماتحت ایک مامور من اللہ کو کیوں منجانب اللہ تسلیم کرتی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا گھر سے نکلنا دشوار ہو گیا تھا اور جماعت کے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاری جماعت کو یہ بشارت بھی دے رکھی تھی کہ میرا تجربہ ہے کہ میرے خدا نے کبھی بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا اور وہ اب بھی انشاء اللہ میری امداد سے قطعاً منہ نہیں موڑے گا۔تم دعاؤں میں لگے رہو اور اپنے رب کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر اس کی نصرت طلب کرنے سے کبھی غافل نہ ہو۔یقین جانو کہ وہ تمہاری مدد کے لئے دوڑتا ہوا آئے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔عین اس روز جب کہ معاندین سلسلہ اپنے مذموم پروگرام پر عمل کرنا چاہتے تھے۔خدائی نصرت مارشل لاء کے رنگ میں آئی اور جماعت کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر دیا گیا۔اس ہنگامہ میں گو لاہور میں جماعت کے چند آدمی شہید کر دیئے گئے مگر معاندین کا جانی نقصان اس سے کہیں بڑھ کر ہوا۔حضرت مولوی عبدالغفور صاحب رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کی حفاظت کا فرض نہایت ہی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ **فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء.**

۱۹۵۴ء میں خاکسار کا تبادلہ پھر لاہور میں ہو گیا۔ اور اس وقت سے لیکر اب تک جو ۱۹۶۶ء گذر رہا ہے اور آج مارچ کی ۱۹۔ تاریخ ہے یہاں کام کر رہا ہوں۔ اس عرصہ میں مندرجہ ذیل مربی صاحبان یہاں ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے بھی تشریف لائے۔

۱۔ مکرم شمس الحق صاحب ۲۔ مکرم مرزا محمد سلیم صاحب ۳۔ مکرم مولوی مبارک احمد جمیل۔

اوّل الذکر کو کچھ ٹریننگ کے بعد دفتر افتاء میں لگا دیا گیا جہاں وہ آج کل کام کر رہے ہیں۔

ثانی الذکر کو ٹریننگ کے بعد ضلع لاہور میں متعین کر دیا گیا اور تیسرے مکرم مولوی مبارک احمد صاحب جمیل کو ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد شہر لاہور میں متعین کیا گیا۔ چنانچہ وہ اب تک بفضلہٖ تعالیٰ مستعدی کے ساتھ خدماتِ سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔ ان مبلغین سے قبل محترم مولوی محمد اشرف صاحب ناصر اور محترم راجہ خورشید احمد صاحب نے بھی علی الترتیب شہر اور ضلع میں تھوڑا تھوڑا عرصہ کام کیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے لاہور میں بحیثیت مبلغ تقرر کا ذکر آنے پر ساتھ ہی اختصاراً ان تمام مبلغین کا ذکر کر دیا گیا ہے جو آپ کی زندگی میں یا آپ کے بعد لاہور میں متعین ہوئے۔ اس مختصر تذکرہ کے بعد مناسب ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بعد ضروری واقعات کا ذکر کیا جائے جن کا تعلق لاہور کے ساتھ ہے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا ملتان تشریف لے جاتے ہوئے لاہور میں قیام

۲۴۔ جولائی ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو ایک طبّی شہادت دینے کے لئے ملتان جانا پڑا۔ رات لاہور میں قیام فرمایا۔ ۲۵۔ جولائی کو لاہور سے ملتان تشریف لے گئے اور شہادت سے فارغ ہو کر ۲۸۔ جولائی کی صبح لاہور واپس پہنچے۔ ۲۹۔ تاریخ کو لاہور میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور ۳۱۔ کو احباب جماعت کی درخواست پر صبح کے وقت احمدیہ بلڈنگس میں ''اسلام اور دیگر مذاہب'' کے عنوان پر ایک پبلک تقریر فرمائی۔ شام کو واپس قادیان تشریف لے گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی لاہور میں تشریف آوری

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو محترم خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر مدارس ریاست جموں کے فرزند

خواجہ..........کا نکاح حاجی شمس الدین صاحب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام کی دختر کے ساتھ تین ہزار روپیہ مہر پر قرار پایا۔ اس تقریب میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی درخواست پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب لاہور تشریف لائے اور صاحب موصوف کی تحریک پر ہی دو تقریریں فرمائیں۔ ایک تقریر ۲۲۔ اکتوبر کو براتیوں کے سامنے ہوئی جس میں آپ نے سورۃ والعصر کی نہایت ہی لطیف رنگ میں تفسیر بیان فرمائی اور دوسری تقریر ۲۳۔ اکتوبر کی شام کو مسجد احمدیہ میں ہوئی۔[2]

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا سفر لاہور ۱۵ جون ۱۹۱۲ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جناب شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور سے ان کی درخواست پر وعدہ فرمایا تھا کہ حضور تشریف لا کر ان کی بلڈنگ واقعہ مال روڈ کا سنگِ بنیاد رکھیں گے۔ حضرت اقدسؑ کے وصال کے بعد جناب شیخ صاحب کی درخواست پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے از راہ ذرہ نوازی لاہور تشریف لا کر ان کے مکان واقعہ مال روڈ کی بنیاد رکھی۔ بنیاد کی تقریب نہایت سادہ رنگ میں منعقد ہوئی۔ پہلے حضور نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس میں اس امر پر مسرت کا اظہار فرمایا کہ آپ اس تقریب میں شمولیت فرما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک وعدہ کو پورا فرما رہے ہیں۔ دوسرے شیخ صاحب نے چونکہ اپنی جائیداد کے تیسرے حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی اس لئے اس قومی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا:

> ''میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ دردِ دل سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بابرکت کرے اور شیخ صاحب جن کو ہم سے محبت ہے ان کی اولاد کو بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی محبت بخشے..........اب میں دعا کر کے ایک اینٹ رکھ دیتا ہوں۔ پھر میرے بعد صاحبزادہ مرزا محمود احمد اور بشیر احمد اور شریف احمد اور نواب صاحب (حضرت نواب محمد علی خاں صاحب۔ناقل) دعا کر کے ایک ایک اینٹ رکھ دیں''۔

اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت دعا فرمائی۔

احباب کے لئے یہ امر دلچسپی کا موجب ہوگا کہ اس تقریب کی یادگار کے طور پر جو کتبہ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نے اپنی بلڈنگ واقعہ مال روڈ کے برآمدے میں لگوایا اور جواب تک محفوظ ہے اس پر

مندرجہ ذیل الفاظ کنندہ ہیں:

ماشاء اللّٰہ

لا قوۃ الا باللّٰہ

دارالرحمت

جس کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ۱۵۔ جون ۱۹۱۲ء مطابق ۲۸۔ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ رکھا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تقریریں ۱۶۔ جون ۱۹۱۲ء:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ارشاد پر ۱۶۔ جون ۱۹۱۲ء کی صبح کو ۹ بجے جماعت احمدیہ کے ایک اجلاس میں ایک آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔ اور یہ عجیب توارد ہے کہ جب آپ تقریر فرما چکے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تشریف لائے اور حضور نے بھی اسی آیت کی تفسیر میں تقریر فرمائی حالانکہ حضور کو ہرگز اس بات کا علم نہیں تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جلسہ میں اس آیت کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے وقت آپ فاصلہ پر عورتوں میں وعظ فرما رہے تھے۔

اس سفر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے احمدیہ بلڈنگس میں خلافت کے موضوع پر وہ معرکۃ الآراء تقریر فرمائی جو احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔

خلافت کے موضوع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ایک معرکۃ الآراء تقریر

حضور کی یہ تقریر ۱۶۔ ۱۷ جون ۱۹۱۲ء کو دو الگ الگ نشستوں میں ہوئی۔ اس تقریر کے بعض اہم حصے درج ذیل ہیں:

''تم کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک کیا پھر اس کے مرنے کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچایا۔ اس نعمت کی قدر کرو اور نکمی بحثوں میں نہ پڑو۔ میں نے دیکھا ہے کہ آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی کو۔ میں نے کہا کہ کسی

رافضی کو جا کر کہہ دو کہ علی کا حق تھا ابوبکر نے لے لیا۔

’’میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر اعتراض کرو تو سخت حماقت ہے۔

’’میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا **انی جاعل فی الارض خلیفة** ۔ اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ وہ **مفسد فی الارض** اور **مفسک الدم** ہوگا۔ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اگر وہ **ابیٰ و استکبار** کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مندفطرت اسے **وَ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ** کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو اس دربار سے نکل جائے گا۔

’’پھر دوسرا خلیفہ داؤد تھا **یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَةً فِی الۡاَرۡضِ** ترجمہ۔ اے داؤد! تجھے زمین میں خلیفہ ہمیں نے بنایا ہے داؤد کو بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا۔ ان کی مخالفت کرنے والوں نے تو یہاں تک ایجی ٹیشن کی کہ وہ انارکسٹ لوگ آپ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور کود پڑے۔ مگر جس کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا کون تھا جو اس کی مخالفت کر کے نیک نتیجہ دیکھ سکے۔

’’پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔ رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے۔ کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ **میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔**

’’یہ وہ مسجد ہے جس نے میرے دل کو خوش کیا۔ اس کے بانیوں اور امداد کنندوں

کیلئے میں نے بہت دعا کی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں عرش تک پہنچی ہیں۔
میں اس مسجد میں کھڑے ہو کر جس نے مجھے بہت خوش کیا اور اس شہر میں آ کر اس مسجد ہی میں
آنے سے خوشی ہوتی ہے۔ میں اس کو ظاہر کرتا ہوں کہ جس طرح پر آدمؑ داؤدؑ اور ابو بکر
وعمر کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔

''اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت
کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ
بنایا ہے اور نہ ہی میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی
انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر
تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ
سے چھین لے۔

''اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو
میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خاں کو کہہ دیں۔ پھر خسر
کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا ام المومنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی
بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو
لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا ہے وہ یہ
نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ ان
کے سامنے پیش نہیں کیا............ مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔
میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر،
نواب محمد علی خاں کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔

''میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امرِ واقعہ کا اعلان کرتا ہوں کہ ان کو خدا
کی رضا کے لئے محبت ہے۔ بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا
ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں............ میاں محمود بالغ ہے۔ اس سے پوچھ لو کہ وہ
سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں (مگر نہیں) میں خوب

جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبرادر ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔ جس طرح پر علیؓ ' فاطمہؓ ' عباسؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری فرمانبرداری کی ہے اور ایک ایک ان میں سے مجھ پر ایسا فدا ہے کہ مجھے کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا کہ میرے متعلق انہیں کوئی وہم آتا ہو۔

''سنو! میرے دل میں کبھی یہ غرض نہ تھی کہ میں خلیفہ بنتا۔ میں جب مرزا صاحب کا مرید نہ تھا۔ تب بھی میرا یہی لباس تھا۔ میں امراء کے پاس گیا اور معزز حیثیت میں گیا مگر تب بھی یہی لباس تھا۔ مرید ہو کر بھی اسی حالت میں رہا۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جو کچھ کیا خدا تعالیٰ نے کیا۔ میرے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی مگر خدا تعالیٰ کی مشیّت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا۔ مجھے تمہارا امام وخلیفہ بنا دیا اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے جھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو...... میں کسی کا خوشامدی نہیں۔ مجھے کسی کے سلام کی بھی ضرورت نہیں اور نہ تمہاری نذور اور پرورش کا محتاج ہوں۔ خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا وہم بھی دل میں گذرے۔

''اللہ تعالیٰ نے مخفی در مخفی خزانہ مجھے دیا ہے۔ کوئی انسان اور بندہ اس سے واقف نہیں۔ میری بیوی اور بچے تم میں سے کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ان کا کفیل ہے۔ تم کسی کی کیا کفالت کرو گے۔ **واللّٰہ الغنی و انتم الفقراء**

''جو سنتا ہے وہ سن لے اور خوب سن لے اور جو نہیں سنتا اس کو سننے والے پہنچا دیں۔ کہ یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حق دار کو نہیں پہنچی۔ رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت اور فرماں برداری کرو۔ ابلیس نہ بنو۔

مسئلہ اکفار: ''دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ اکفار کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو۔ سنو!

''ہر نبی کے زمانے میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلامِ الٰہی میں موجود ہیں۔ جب کوئی نبی آیا۔اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقّت رہ جاتی ہے؟ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر' ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے۔ان کے وقت میں دو ہی قومیں تھیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ کیا ان کے متعلق کوئی شبہ تمہیں پیدا ہوا؟ اور کوئی سوال اٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں؟

''جیسا کہ ابھی میں نے کہا یہ رفض کا شبہ ہے جو خلافت کی بحث تم چھیڑتے ہو۔ یہ تو خدا سے شکوہ کرنا چاہئے کہ بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہو گیا۔کوئی کہتا ہے خلیفہ کرتا ہی کیا ہے؟ لڑکوں کو پڑھاتا ہے کوئی کہتا ہے کتابوں کا عشق ہے اس میں مبتلا رہتا ہے۔ ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔ یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے رافضی ہیں جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرتے ہیں۔

''غرض کفر وایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔حضرت صاحب خدا کے مرسل ہیں۔اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری ☆ کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنے والے کا نام نبی رکھا ہے۔پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔

''اب ان کے ماننے اور نہ ماننے کا مسئلہ صاف ہے۔عربی بولی میں کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ایک شخص اسلام کو مانتا ہے۔اس حصہ میں اس کو اپنا قریبی سمجھ لو جس طرح یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو۔اسی طرح پر یہ مرزا صاحب کا انکار کر کے ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں اور پھر مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں۔

''ایسا صاف مسئلہ ہے مگر نکمے لوگ اس میں بھی جھگڑتے رہتے ہیں۔ نکمے لوگ ہیں اور کام نہیں۔ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں۔ایک تو وہ ہیں جو قلعے فتح کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں۔

☆ بخاری کا لفظ سہو کتابت ہے مراد ''مسلم'' ہے۔حضرت خلیفہ اوّل خود فرماتے ہیں:

''تمام مجددوں میں سے نبی اللہ صرف آپ ہی کے لئے احادیث میں آیا ہے۔ دیکھو مسلم......غرض آپ کی شان بہت اعلیٰ ہے اور آپ پر ایمان لانے کے سوا نجات نہیں''۔(الحکم جلد ۱۶ نمبر ۳۸ صفحہ ۲۔ ۱۹۱۲ء۔مؤلف)

کیا کوئی خلافت کے کام میں روک ہے

''تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ میرے دوست کہلاتے ہیں۔ اور میرے دوست ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خلافت کے کام میں روک لاہور کے لوگ ڈالتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور حدیث کو استاد سے پڑھا ہے اور میں دل سے انہیں مانتا ہوں۔ میرے دل میں قرآن اور حدیث کی محبت بھری ہوئی ہے۔ سیرت کی کتابیں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے لیتا ہوں۔ ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی میرا ایمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

''آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔ اب اور سنو!

انا جعلنا کم خلائف فی الارض

''تم سب کو بھی زمین میں اللہ تعالیٰ نے ہی خلیفہ کیا۔ یہ خلافت اور رنگ کی ہے۔ پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے۔

''لاہور میرا گھر نہیں میرا گھر بھیرہ میں تھا یا اب قادیان میں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی نہ میرے امر خلافت میں روک بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔ پس تم ان پر بدظنی نہ کرو......اگر مان لیا ہے تو شکر کرو اور نہیں تو صبر کی دوا موجود ہے۔ میں باوجود اس بیماری کے جو مجھے کھڑا ہونا تکلیف دیتا ہے۔ اس موقعہ کو دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں (جو سہل الحصول ہو۔ مؤلف) تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ **نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مَر جاؤں گا (اللھم متعنا بطول حیاتہ) تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔**

''تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور نہ اب تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو کہ میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مُرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔

''دیکھو! میری دعائیں عرش میں بھی سنی جاتی ہیں۔ میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو اور توبہ کرلو...... تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔

''سنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں۔ اوّل ان امور اور مسائل کے متعلق جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں۔ جب تک ہمارے دربار سے تمہیں اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو۔

''جن پر ہمارے امام اور مقتدا نے قلم نہیں اٹھایا تم ان پر جرأت نہ کرو۔ ورنہ تمہاری تحریریں اور کاغذ ردی کر دیں گے۔ تم میں کوئی تصنیف کرتا ہے۔ اور اگر کہو کہ تمہارا قلم نہیں لکھ سکتا تو کیا ہم بھی نہ لکھیں؟ تو نورالدین' تصدیق' فصل الخطاب' ابطال الوہیت مسیح کو پڑھ لو۔ مجھے لکھنا آتا ہے اور خوب آتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی ایک مصلحت نے روک رکھا ہے اور ہاں خدا نے روکا ہے۔......

''اب میں پھر تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ میرے بڑھاپے اور بیماری کو دیکھ لو۔ اپنے اختلافوں کو دیکھ لو کیا یہ تمہیں خدا سے ملا دیں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہماری بات مانو اور محبت سے رہو اور اس طرح پر رہو کہ میں تمہیں دیکھ کر اس طرح خوش ہو جاؤں جس طرح پر مسجد کو دیکھ کر خوش ہوا۔ جس طرح شہر میں داخل ہو کر مسجد کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی خدا کرے کہ جاتے ہوئے مجھے یہ آواز آوے کہ تم باہم ایک ہو اور تم محبت سے رہتے ہو۔ تم بھی دعاؤں سے کام

لو۔ میں بھی تمہارے لئے دعائیں کروں گا'' وباللّٰہ التوفیق۔ [3]

اس تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے خلافت' نبوت اور کفرو اسلام کے مسائل کو ایسے عام فہم پیرایہ میں حل فرما دیا ہے کہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس کے مخاطب کون لوگ ہیں اور کن کو یہ مسائل سمجھائے جا رہے ہیں؟ کونسا وہ گروہ ہے جس نے خلافت اور انجمن کے تعلقات کو الجھانا چاہا۔ کونسا گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضور کی نبوت کا منکر بنا ہے اور کس نے مسئلہ کفرو اسلام میں طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے؟ پھر کس گروہ نے خلیفہ وقت کو معزول کرنے کی کوشش کی تھی؟ یہ سارے مسائل ایسی وضاحت کے ساتھ حق کے منکر گروہ کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ معمولی غور و فکر کرنے والے دماغ کے لئے کوئی الجھن باقی رہتی ہی نہیں۔

اس تقریر کا ایک اور فقرہ بھی قارئین کرام کیلئے قابل غور ہے حضور فرماتے ہیں۔

''پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ ان (مسائل مؤلف) پر رائے زنی نہ کرو''۔

اب غیر مبائعین بتائیں کہ ان میں کونسا شخص حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا خلیفہ ہے جس نے انہیں ان کے موجودہ مسلک پر قائم کیا ہے؟

اس فیصلہ کن اور طمانیت بخش تقریر کے بعد منکرین خلافت کو چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اپنی زہریلی تقریروں کا رخ موڑ کر اپنی سابقہ روش کو بدل لیتے۔ مگر ان کے قلوب سے منافرت اور تفرقہ انگیزی کے جراثیم مٹے نہیں۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اس تقریر کے اثر سے کچھ عرصہ کے لئے دب ضرور گئے۔ مگر اندر ہی اندر یہ مواد پک رہا تھا اور جب مکمل طور پر پختہ ہوگیا تو ان لوگوں نے سوچا کہ اب جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے بھی براہ راست ٹکر نہ لی جائے ہماری کامیابی مشکل ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرکز لاہور سے ایک پرچہ بنام ''پیغام صلح'' نکالنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ ادھر سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جماعت کی تربیت اور رہنمائی کے لئے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اجازت سے ایک اخبار قادیان سے جاری کرنا چاہتے تھے۔ مگر جب آپ نے یہ سنا کہ احباب لاہور بھی ایک اخبار نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں تو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں لکھا۔ کہ لاہور سے جماعت کے احباب ایک اخبار نکال رہے ہیں اس لئے حضور اگر پسند

فرمائیں تو میں اخبار نہ نکالوں۔ مگر حضور نے فرمایا کہ اس اخبار اور اس اخبار کی اغراض میں نمایاں فرق ہے۔ آپ اس سے متعلق اپنی کوشش جاری رکھیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ارشاد کے ماتحت قادیان سے ۱۹۔ جون ۱۹۱۳ء کو الفضل کا پہلا پرچہ جاری ہوا۔

''پیغام صلح'' کا اجراء ۱۰۔ جولائی ۱۹۱۳ء

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے منکرین خلافت اب کھلم کھلا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور جماعت مبائعین کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے اور اس کے لئے سوائے ایک اخبار نکالنے کے اور کوئی مؤثر ذریعہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ۱۰۔ جولائی ۱۹۱۳ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ایک اخبار بنام ''پیغام صلح'' نکالنا شروع کر دیا۔

ابھی اس اخبار کو جاری ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ گورنمنٹ کو رفاہ عامہ کی غرض سے کانپور کی ایک مسجد کا غسلخانہ گرانے کی ضرورت پیش آئی۔ ملک کے اخبارات نے گورنمنٹ کے اس اقدام کی شدید مخالفت کی اور اسے مذہب میں دخل اندازی قرار دیا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی رائے یہ تھی کہ غسلخانہ مسجد کا حصہ نہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کے اس فعل کو قابل اعتراض قرار نہیں دیا جا سکتا۔ منکرینِ خلافت کو اس بات کا علم تھا کہ اس بارہ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی کیا رائے ہے؟ مگر وہ بھی ملک کی اس رَو میں بہہ گئے اور پیغام صلح نے دیگر اخبارات کی ہمنوائی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ''پیغام صلح'' میں جو مضامین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پالیسی کے خلاف نکلا کرتے تھے وہ جناب مولوی محمد علی صاحب سے لکھوائے جاتے تھے جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سیکرٹری تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو جب مولوی صاحب کی اس دورخی پالیسی کا علم ہوا تو حضور سخت ناراض ہوئے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بلوا کر دو مضامین کے نوٹ لکھوائے۔ جن میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا کہ غسلخانہ مسجد کا حصہ نہیں۔ اور یہ کہ جو لوگ اس موقعہ پر شورش کر رہے ہیں وہ ملک کی پُر امن فضا کو مکدر کر کے کوئی اچھا کام نہیں کر رہے مگر ساتھ ہی یہ ہدایت فرمائی کہ یہ مضامین آپ کی طرف منسوب نہ کئے جائیں۔ جب یہ مضامین شائع ہو گئے تو چونکہ ان مضامین میں اخبار ''پیغام صلح'' کے نکتہ نگاہ سے اختلاف کیا گیا تھا اس لئے منکرین خلافت اور ان کے ہمنواؤں نے یہ

مشہور کرنا شروع کر دیا کہ ''الفضل'' میں مولوی محمد علی صاحب کو گالیاں دی گئی ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب بٹالوی سول سرجن جو اس وقت سرگودھا میں متعین تھے' قادیان تشریف لے گئے اور سیدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ سے اس امر کا خاص طور پر ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب! یہ مضامین میرے نہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے لکھوائے ہوئے ہیں۔ وہ یہ سن کر حیران ہو گئے اور کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضرت صاحب تو مولوی صاحب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے خلاف ایسے الفاظ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں؟ حضور نے اسی وقت اخبار کا پرچہ منگوایا اور مضمون متعلقہ کے حاشیہ پر لکھا کہ ''یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا لکھوایا ہوا ہے اور جس قدر سخت الفاظ ہیں وہ آپ ہی کے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھے'' ڈاکٹر صاحب موصوف وہ پرچہ لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چونکہ انہوں نے جلد واپس جانا تھا اس لئے جاتی دفعہ وہ پرچہ اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ حضور ☆ کو بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ آپ کی بات درست ہے۔[۴]

غرض یہ پہلا واقعہ تھا جس میں منکرین خلافت نے حضرت خلیفہ اوّل کی پالیسی کو نظر انداز کر دیا اس کے بعد دن بدن یہ لوگ مخالفت میں بڑھتے چلے گئے حتّٰی کہ وہ وقت آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے اخبار ''پیغام صلح'' منگوانا بند کر دیا اور اسے ''پیغام صلح'' کی بجائے ''پیغام جنگ'' لکھنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے سوچا کہ ''پیغام صلح'' کے ذریعہ ہم سلسلہ کے عقائد میں تو کسی حد تک بگاڑ پیدا کر سکتے ہیں (گو یہ بھی ان کی خام خیالی تھی) مگر جب تک حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام خصوصاً حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے خلاف بھی جماعت کو پورے طور پر بدظن نہ کر لیا جائے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کام چونکہ ''پیغام صلح'' کے ذریعہ کھل کر سرانجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ پیغام صلح ان لوگوں کا ایک آفیشل آرگن تھا۔ اور اس کے مضامین ان کی طرف ہی منسوب ہوتے تھے اس لئے انہوں نے ایک خاص منصوبہ کے ماتحت دو خفیہ ٹریکٹ ''اظہار الحق'' کے عنوان سے نکالے۔ ان ٹریکٹوں میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف خوب جی بھر کر زہر اگلا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی مگر بزدلی دیکھئے کہ

☆ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

ان ٹریکٹوں کے آخر میں ''داعی الی الوصیت'' کے الفاظ کے بعد ''مضمون نویس'' کے نام کو قینچی سے کاٹ دیا گیا تاکہ قارئین ٹریکٹ مذکورہ بالا مقدس ہستیوں پر لگائے گئے الزامات کا ثبوت طلب کرنے کے لئے مضمون نویس کی طرف رجوع نہ کر سکیں۔

جماعت کو ان گمنام ٹریکٹوں کا جواب دینے کی تو ضرورت نہ تھی کیونکہ جب شائع کنندہ نے اپنا نام ہی ظاہر نہیں کیا تو قوم پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا تھا لیکن چونکہ اخبار ''پیغام صلح'' نے ان ٹریکٹوں کے مندرجات کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ

''جو ٹریکٹ ہم نے دیکھے ہیں ان میں ذرہ شک نہیں کہ اکثر باتیں ان کی سچی ہیں''

نیز یہ بھی لکھا کہ

''ٹریکٹ ہائے کی بیان کردہ باتوں کے ساتھ اتفاق رائے رکھنے کے جرم میں اگر ہماری نسبت غلط فہمی پھیلائی جانی لاہوری **انصار اللہ** نے مناسب سمجھی ہے اور ہمارے خلاف کچھ لکھنے کا ارادہ کیا ہے تو ہماری طرف سے اگر کچھ کمی بیشی کا کلمہ لکھا گیا تو اس کی ذمہ داری بھی انہی پر ہوگی'' راقم محمد منظور الٰہی

میں ہر حرف سے متفق ہوں۔ سید انعام اللہ شاہ[۵]

یاد رہے کہ اس تحریر میں ''لاہوری انصار اللہ'' سے جماعت احمدیہ لاہور کے وہ بزرگ مراد ہیں جو احمدیہ بلڈنگس والوں کی روش کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ان کے زہریلے پراپیگنڈہ کے ازالہ کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ ان بزرگوں میں حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی موجد مفرح عنبری' حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین' حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس اعظم لاہور اور ان کے فرزندان (سوائے حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ) حضرت میاں معراج دین صاحب عمر' حضرت منشی تاج الدین صاحب' حضرت میاں حاجی محمد موسیٰ صاحب اور حضرت منشی محبوب عالم صاحب نیلہ گنبد وغیرہ اصحاب تھے۔ یہ دوست حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بنائی ہوئی اس انجمن انصار اللہ کے ممبر تھے جو آپ نے فروری ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت اور منظوری سے بنائی تھی۔ اس انجمن کا مقصد ہی یہ تھا کہ منکرین خلافت کے فتنہ کا مقابلہ کیا جائے اور جماعت کے سادہ لوح اصحاب کو اس میں ملوّث ہونے سے بچایا جائے۔

آمدم برسر مطلب۔ بیان یہ ہو رہا تھا کہ جب احمدیہ بلڈنگس والوں نے ان ٹریکٹوں کے مضامین کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا تو ان کا جواب دینا ضروری ہوگیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اراکین انجمن انصاراللہ قادیان کو فرمایا کہ ان ٹریکٹوں کا جواب تیار کر کے شائع کرو۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں انجمن مذکور نے پہلے ٹریکٹ کے جواب میں رسالہ ''خلافت احمدیہ'' اور دوسرے ٹریکٹ کے جواب میں رسالہ ''اظہار حقیقت'' لکھا اور جب ان رسالوں کا مسودہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور نے اسے ازاوّل تا آخر دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ سے اس مسودہ میں حسب ذیل الفاظ کا اضافہ فرمایا:

> ''ہزار ملامت ہو پیغام پر جس نے اپنی چٹھی کو شائع کر کے ہمیں پیغام جنگ دیا اور نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ الفتنة نائمةٌ لعن اللّٰہ من ایقظھا ۔
> (سوئے ہوئے فتنہ کو جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہو)''

خیر یہ ٹریکٹ شائع کر دیئے گئے اور جماعت میں بہت مقبول ہوئے۔[۶]

اس موقعہ پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۳۷ء میں استاذی المکرّم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب فاضل حلالپوری نے بھی ایک رسالہ بنام ''بعض خاص کارنامے'' شائع فرمایا تھا جس میں ''اظہار الحق'' کے دونوں ٹریکٹوں کو بھی مِن وعَن نقل کر دیا گیا تھا۔ انجمن انصاراللہ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب دونوں کی طرف سے شائع شدہ جوابات اپنے اپنے رنگ میں بےنظیر ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی آخری وصیت ۔۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء

یوں تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی صحت کافی عرصہ سے کمزور چلی آتی تھی۔ مگر فروری ۱۹۱۴ء کے دوسرے ہفتہ میں زیادہ گرنا شروع ہوگئی۔ آخر جب طبیعت زیادہ مضمحل ہوگئی تو ۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء عصر کے قریب لیٹے لیٹے حضور نے ایک وصیت تحریر فرمائی۔ جو قلم کی خرابی کی وجہ سے اچھی طرح لکھی نہ گئی۔ اس پر حضور نے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو اور قلم لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے دیسی قلم پیش کیا تو آپ نے پوری وصیت لکھی اور اس وصیت پر خود بھی دستخط کئے اور معتمدین صدر انجمن نے بھی۔ وہ وصیت درج ذیل ہے۔

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم
خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ. میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش یتامیٰ ومساکین فنڈ سے نہیں۔ کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جائے۔ لائق لڑکے ادا کریں یا کتب جائیداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو' ہردلعزیز' عالم باعمل ہو' حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگذر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیرخواہ تھا وہ بھی خیرخواہ رہے۔ قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام

نورالدین۔۴۔مارچ ۱۹۱۴ء''[7]

جب آپ وصیت لکھ چکے تو جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو جو پاس ہی بیٹھے تھے' ارشاد فرمایا کہ اسے پڑھ کر لوگوں کو سُنا دیں۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ پڑھائی۔ اور پھر دریافت فرمایا کہ کیا کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ مولوی صاحب کا دل تو اپنے عزائم کے خلاف وصیت کو دیکھ کر غصے سے جل کر کباب ہو رہا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے رُعب کی وجہ سے بادلِ ناخواستہ کہنا پڑا کہ حضور! بالکل درست ہے۔[8]

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی وفات اور مولوی محمد علی صاحب کا کردار

۱۳۔مارچ ۱۹۱۴ء: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ۱۳۔مارچ ۱۹۱۴ء کو وفات پا گئے۔ **فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون. کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام.** اور مولوی محمد علی صاحب جو مجلس معتمدین اور دیگر متعدد احباب کے سامنے حضور کی وصیت تین مرتبہ سنا چکے تھے اور اس کے صحیح ہونے کی بھی تصدیق کر چکے تھے ان کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ ان کی یہ تصدیق بالکل منافقانہ رنگ رکھتی تھی کیونکہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی زندگی میں ہی ایک ٹریکٹ لکھ کر لاہور میں محفوظ کر رکھا تھا۔ اس ٹریکٹ کا عنوان تھا ''ایک نہایت ضروری اعلان'' اور اس کا مضمون تھا۔

> ''اوّل: (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی وفات کے بعد۔ مؤلف) اگر کسی شخص کے ہاتھ پر چالیس آدمی بیعت کر لیں تو وہ بیشک اس بات کا تو مجاز ہے کہ ان لوگوں سے جو سلسلہ میں داخل نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر بیعت لے لے مگر اس سے زیادہ کوئی

مرتبہ اس کا سلسلہ میں تسلیم نہیں ہوسکتا۔

''دوم: جو لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں ان کو از سرنو کسی شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں۔

''سوم: مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا۔ اپنی وصیت میں اسے اپنا جانشین قرار دیا اور اپنی وفات سے صرف آٹھ نو ماہ پیشتر یہ تحریر اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی کہ اس انجمن کے فیصلے آپ کے بعد بالکل قطعی ہوں گے۔ اس انجمن کو توڑنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے ابتدائی ایامِ خلافت میں بڑی کوششیں کی گئیں اور آخری کوشش بڑے زور سے یہ کی گئی کہ قواعد میں اس امر کو درج کیا جائے کہ خلیفہ کے تمام فیصلے انجمن کے لئے قابل قبول ہوں گے اور وہ انجمن کے ممبروں میں سے جس کو چاہے نکال دیا کرے اور جسے چاہے داخل کر لیا کرے۔ جو دراصل انجمن کو توڑنے کے ہم معنی ہے۔ میں قوم کو اس خطرناک عنصر کے ارادوں اور منصوبوں سے صفائی سے اطلاع دیتا ہوں کہ اگر اس بات کو اب پھر اٹھایا جائے تو ساری قوم کا فرض ہے کہ اس کا زور سے مقابلہ کرے۔ یہ سلسلہ پر وہ حملہ ہوگا جو اس کی بنیادوں تک صدمہ پہنچائے گا اور حضرت مسیح موعود کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے کو جڑوں سے اکھیڑ دے گا۔''

(صفحہ ۱۴۔۱۵)

''چہارم:۔ چوتھی بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسئلہ کفر و اسلام میں خدا سے ڈر کر منہ سے لفظ نکالو۔''

''پنجم: پانچویں بات جو میں آخر کار آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ فرما دیا ہے کہ ان کا کوئی جانشین ہو جو متقی ہو، عالم باعمل ہو اور ہر دلعزیز ہو اس لئے صرف اس فرمان کی تعمیل کے لئے تم کسی شخص کو ضرورت کے وقت اس غرض کے لئے منتخب کر لو کہ وہ ہماری قوم میں سب پر ممتاز ہو۔ تم اس کے حکموں کی قدر کرو۔ بلا کسی سخت ضرورت کے اس سے اختلاف نہ کرو مگر قومی مشورہ سے اسے طے کرو چالیس انصار اللہ کے فیصلہ کو احمدی قوم کا فیصلہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ انصار اللہ کا بھی نہیں کہا جا

سکتا لیکن تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کو مدنظر رکھو۔ اگر کہو کہ جانشین کے معنی یہ ہیں کہ جو حضرت خلیفۃ المسیح کرتے ہیں۔ وہ بھی وہی کرے تو دیکھو تم الوصیت میں لکھا ہوا پڑھتے ہو اور یہ مامور من اللہ کا کلام ہے جس پر وہ اپنی وفات تک قائم رہا۔ کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے............ ہاں ایک شخص کو ممتاز حیثیت دے دو مگر قومی مشورہ سے، جلدی میں نہیں............ ہاں میں بلا کسی ڈر کے یہ کہوں گا کہ مسلمان کی تکفیر کرنے والے تقویٰ سے الگ راہ پر قدم مارتے ہیں اور ہر دلعزیزی کی صفت بھی انہیں حاصل نہیں ہوسکتی۔

(صفحہ ۱۹۔۲۰)

ایک بات اس ٹریکٹ میں مولوی صاحب نے یہ لکھی تھی کہ جس شخص کو خلیفہ مقرر کیا جائے اس کے ہاتھ پر پرانے احمدیوں کو بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ اس امر کا فیصلہ خلافت اولیٰ کے وقت ہو چکا تھا اور خود مجلس معتمدین کے ارکان یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ احمدی جماعت کے نئے اور پرانے سب ممبروں کا فرض ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بیعت کریں اور ان کا فرمان ہمارے لئے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا تھا۔

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''دوسرے اس (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے جانشین۔ مؤلف) میں وہ باتیں موجود ہونی چاہئیں یعنی متقی ہو، ہر دلعزیز ہو، عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے احباب سے نرمی اور درگذر سے کام لے۔ ہاں میں بلا کسی ڈر کے یہ کہوں گا کہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے تقویٰ سے الگ راہ پر قدم مارتے ہیں اور ہر دلعزیزی کی صفت بھی انہیں حاصل نہیں ہوسکتی۔''

مولوی صاحب کا یہ فقرہ کہ ''ہر دلعزیزی کی صفت بھی انہیں حاصل نہیں ہوسکتی'' ان کے اندرونہ کی غمازی کر رہا ہے۔ مسئلہ کفر و اسلام سلسلہ احمدیہ میں کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں رہا جس کے لئے ہر کس و ناکس اپنا اپنا اجتہاد شروع کر دے۔ حکم و عدل مسیح موعود علیہ السلام اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے حل فرما چکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مذہب بھی پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود محترم مولوی صاحب اور ان کے چند رفقاء کا واویلا کرتے چلا جانا خطرناک شرارت نہیں تو اور کیا ہے؟

اصل میں مولوی صاحب یہ سمجھتے تھے کہ اس مسئلہ کی موجودگی میں وہ غیر احمدیوں میں ہر دلعزیز نہیں

بن سکتے اور جب تک وہ ہر دلعزیز نہ بنیں لوگ ان کی جماعت میں داخل نہیں ہوں گے لیکن نتیجہ الٹ نکلا۔ غیر احمدیوں نے الٹا انہیں منافق قرار دے دیا اور ان کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مبائعین کی جماعت نے غیر مبائعین کے خطرناک اور زہریلے پراپیگنڈا کے باوجود حیرت انگیز ترقی کی۔ **الحمدللّٰہ علی ذالک**

مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا اور اس کے فیصلوں کو قطعی قرار دیا' اس کے ہم بھی منکر نہیں۔ ہم انجمن کو حضرت اقدس کا جانشین سمجھتے ہیں۔ مگر انہی معنوں میں میں جن حضرت اقدس سمجھتے تھے یعنی جو کام حضور کی زندگی میں اس کے سپرد کیا گیا تھا یعنی سلسلہ کے اموال کی حفاظت اور اس کا مناسب رنگ میں خرچ کرنا' اس پر ہم آج بھی عمل کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک صدر انجمن موجود ہے جو یہ کام کر رہی ہے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ''انجمن'' حضور کے سامنے جواب دہ تھی اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے جوابدہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ جس شخص پر چالیس آدمی اتفاق کریں اسے حضور کے فیصلہ کے مطابق دوسروں سے بیعت لینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اس حق کو تفویض کرنا بھی خلیفہ وقت کے اختیار میں ہے حضرت خلیفۃ المسیح جب ضروری سمجھتے ہیں مرکز سلسلہ میں نہ پہنچ سکنے والے احباب کی بیعت لینے کا اپنے بعض مخلص مریدوں کو اختیار دے دیتے ہیں۔

مسئلہ کفر و اسلام اور بعض دوسرے مسائل کے متعلق ہم پیچھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ایک معرکۃ الآراء تقریر درج کر چکے ہیں۔ غالباً اس تقریر کے سامعین میں جناب مولوی محمد علی صاحب بھی موجود ہوں گے کیونکہ وہ خاص احمدیہ بلڈنگس میں مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کو راہ راست پر لانے کے لئے کی گئی تھی۔ اور اگر موجود نہیں تھے تو انہوں نے یقیناً اس تقریر کو بڑے غور سے پڑھا ہوگا۔ اس تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ان لوگوں کو یہ نصیحت بھی فرمائی تھی کہ

> ''سنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں۔ اوّل ان اور اور مسائل کے متعلق جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں جب تک

ہمارے دربار سے تمہیں اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو۔ جن پر ہمارے امام اور مقتداء نے قلم نہیں اٹھایا۔ تم ان پر جرأت نہ کرو ورنہ تمہاری تحریریں اور کاغذ ردی کر دیں گے۔''

اس نصیحت میں واضح طور پر یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ مسائل کا فیصلہ یا تو حضرت مسیح موعودؑ کر سکتے تھے اور یا حضورؑ کے خلفاء جماعت کے باقی افراد کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسائل کے بارہ میں ازخود کوئی فیصلہ کرنے کی جسارت کریں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کا فیصلہ ردی کاغذ کی طرح رد کر دیا جائے گا۔ حیرت ہے کہ اس وضاحت کے باوجود غیر مبائعین نے غیروں میں ''ہر دلعزیز'' بننے کے لئے جماعت احمدیہ کے مخصوص مسائل کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا اور یہ تمنا کرنے لگے کہ اب لوگ دیوانہ وار ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے مگر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم!

یہ سکیم ان کی اس بری طرح فیل ہوئی کہ باید و شاید۔

غرض مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی میں حضور کی اغراض و مقاصد اور وصیت کے سراسر خلاف ایک مضمون شائع کر کے محفوظ کر لیا تھا اور انتظار کر رہے تھے کہ کب حضور کا وصال ہو اور وہ جماعت کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جونہی حضرت کا وصال ہوا۔ انہوں نے احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع شدہ ٹریکٹ لے کر جماعتوں کو بھجوانا شروع کر دیا۔ جو احمدی جنازہ میں شامل ہونے کے لئے قادیان کو روانہ ہو رہے تھے ان میں لاہور، امرتسر اور بٹالہ کے اسٹیشنوں پر تقسیم کروانا شروع کر دیا۔ مگر باوجود اس کے جب قادیان میں انتخاب خلیفہ کا سوال پیدا ہوا تو نوے فیصدی احباب نے یہ رائے دی کہ خلیفہ کا انتخاب فوراً ہونا چاہیئے اور یہ کہ اختیارات کے لحاظ سے بھی اس کی پوزیشن وہی ہونی چاہیئے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تھی اور اس طرح جناب مولوی محمد علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک منصوبہ میں بھی خطرناک شکست دی اور قادیان میں موجود جماعت کی بھاری اکثریت کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا انتخاب بطور خلیفۃ المسیح عمل میں آ گیا۔

حوالہ جات

۱؎ بحوالہ تاریخ احمدیت مصنفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد

۲؎ بدر ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء

۳؎ بدر ۴۔ ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء

۴؎ اختلافات سلسلہ کی تاریخ صفحہ ۶۸

۵؎ پیغام صلح جلد ۱ نمبر ۴۵ مورخہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۱۳ء

۶؎ تفصیل کیلئے دیکھئے ''حیات نور'' صفحہ ۶۳۷ تا ۶۷۲

۷؎ حیات نور صفحہ ۶۹۱

۸؎ دیکھئے اختلاف سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات صفحہ ۱۰۰

پانچواں باب

لاہور میں امارت کا قیام

اور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بعض اہم لیکچر

غیر مبائعین کے منصوبے اور ناکامیاں

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا انتخاب ہوتے ہی جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور ان کی پارٹی کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اور انہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ماتحت قادیان کو خیر باد کہہ کر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اپنا الگ مرکز بنا لیا۔ آتی مرتبہ قادیان کے خزانہ میں صرف چند آنے چھوڑے اور قرآن کریم کی تفسیر مکمل کرنے کے بہانہ سے مرکزی لائبریری میں سے نہایت ہی قیمتی لٹریچر بھی اپنے ساتھ لے آئے۔

اس گروہ کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے جو ایک قابل وکیل ہونے کے علاوہ ایک اچھے لیکچرار بھی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کی طرف سے عدالتوں میں وکالت کے فرائض سرانجام دے کر جماعت میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے۔ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اور سلسلہ کا کام محنت سے کرنے کی وجہ سے جماعت میں کافی متعارف ہو چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے درسوں میں باقاعدگی کے ساتھ شامل ہو کر قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ بھی جمع کر کے حضور کو سنا کر اسے انگریزی زبان کا جامہ پہنا چکے تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ قادیان کو چھوڑ کر چلے گئے تو سلسلہ کی ترقی رک جائے گی۔ جناب مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور صدر انجمن احمدیہ کے قائم مقام سیکرٹری بھی تھے۔ یہ بھی کافی ہوشیار تھے۔ اسی طرح جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، جناب ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنے

پیشہ، خدمات اور وجاہت کی وجہ سے جماعت میں کافی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اس لئے انہیں یقین تھا کہ جماعت کی اکثریت ان کے ساتھ شامل ہو جائے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے مرکز سلسلہ سے نکل کر بیرونی جماعتوں میں طوفانی دورے شروع کر دیئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ عقائد کو خیر باد کہہ کر غیر احمدیوں کو خوش کرنے کے لئے نئے عقائد کی اشاعت بھی کثرت کے ساتھ شروع کر دی۔ چنانچہ ان ایام میں جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اس امید کی بناء پر پہلی سالانہ رپورٹ میں لکھا کہ:

''حضرت مولانا محمد علی صاحب کی آواز گویا خدا تعالیٰ کی آواز ہے اور اس کے رسول کی آواز ہے اور اس کے خلیفہ برحق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز ہے۔ یہ ضرور کامیاب ہو کر رہے گا اور جماعت کا بہترین حصہ جو اپنے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل اور دل میں تقویٰ اللہ اور خشیّت اللہ رکھتا ہے ضرور اس مرد میدان کے ساتھ شامل ہو جائے گا اور آخر کار یہ شخص کامیاب ہو کر رہے گا۔''[1]

ادھر غلامانِ محمود نے بھی حضور کے ارشاد کے ماتحت ملک بھر کی جماعتوں کا دورہ کر کے انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ **جاء الحق و زھق الباطل**. جماعت کی اکثریت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور غیر مبائعین منہ تکتے رہ گئے۔ البتہ چند مالدار لوگ بیشک ان کے ساتھ شامل ہو گئے جو اپنی دنیاوی مصلحتوں اور کاروباری مشکلات کی وجہ سے جماعت قادیان کا ساتھ دینے سے گھبراتے تھے۔

لاہور جو اس فتنے کا مرکز تھا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو بھجوا دیا۔[2] حضرت مولوی صاحب نے یہاں پہنچ کر دہلی دروازہ کے باہر حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے مکان واقعہ ''مبارک منزل'' میں اپنا مرکز قائم کر لیا۔ آپ لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی رہ چکے تھے اس لئے جماعت کے احباب آپ سے کافی مانوس تھے۔ آپ نے تقریر اور تحریر کے ذریعہ سے غیر مبائعین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مناظرات بھی کئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جماعت کی اکثریت جو اکابرین غیر مبائعین کی وجاہت کی وجہ سے مرعوب تھی، اس پر اصل حقیقت کھل گئی اور وہ مبائعین میں شامل ہو گئے۔

ان ایام میں غیر مبائعین کے ساتھ بحث کرنے کے لئے حضرت مولوی صاحبؓ کے خاص معاون حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدی ابن حضرت میاں چراغ دین صاحب تھے۔میاں سعدی مرحوم کو مبائعین اور غیر مبائعین کے درمیان متنازعہ تحریرات زبانی یاد تھیں اوراس قسم کی تحریرات پر مشتمل آپ نے بعض ٹریکٹ بھی لکھے تھے۔حضرت میاں سعدی مرحوم کی وجہ سے اس خاندان کے بعض بچے بھی غیر مبائعین کے ساتھ گفتگو کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ چنانچہ محترم میاں محمد عمر صاحب ابن حضرت میاں عبدالمجید صاحب اور پروفیسر میاں عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ابن حضرت میاں احمد دین صاحب نے تو گویا ان کی وفات کے بعد ۱۹۴۰ء سے ان کا کام قریباً قریباً سنبھال ہی لیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو خاص ملکہ رکھنے کی وجہ سے مشہور تھے۔لیکن عام گفتگو اس خاندان کے سارے افراد کر لیتے تھے اوراس کی وجہ ایک تو حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا وجود تھا جن کا ہیڈ کوارٹر ان کا گھر تھا۔ دوسرے اس خاندان کے ایک مشہور فرد حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ شروع شروع میں غیر مبائعین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔اور ایک لمبا زمانہ ان کے ساتھ رہے۔اپنے والد محترم حضرت میاں چراغ دین صاحب کی وفات کے بعد گو انہوں نے ایک رؤیاء کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی مگر بعد عقائد میں ان کا اختلاف زندگی بھر رہا۔اور وہ بحث کے اس قدر شوقین دلدادہ اور عادی تھے کہ تھکتے ہی نہیں تھے۔خصوصاً مسئلہ نبوت کے متعلق تو وہ ساری عمر سلسلہ کے علماء اور اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ بحثیں کرتے رہے۔مناظرات بھی کئے۔ چنانچہ ایک مناظرہ جو انہوں نے سلسلہ کے جیّد عالم حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے ساتھ کیا تھا' شائع بھی ہو چکا ہے۔حضرت حکیم صاحب موصوف چونکہ اس گھر میں رہتے تھے اور بحث مباحثہ ان کا ایک محبوب مشغلہ تھا اس لئے گھر کے سارے افراد کا ان کی بحثیں سن سن کر ان مسائل سے خوب واقف ہو گئے تھے۔ راقم الحروف نے بھی ایک لمبا عرصہ حضرت حکیم صاحب کے ساتھ گفتگو کی ہے اور انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا بھی ہے۔ان کی گفتگو اپنے بھائی حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغلؓ کے ساتھ خاصی دلچسپ ہوا کرتی تھی۔

لاہور چونکہ غیر مبائعین کا مرکز تھا۔اس لئے غیر مبائعین کے لئے مرکز سے بھی بکثرت لٹریچر آیا کرتا تھا۔ جسے جماعت غیر مبائعین بھائیوں میں تقسیم کیا کرتی تھی۔علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو لاہور بھجوایا (مفصل ذکر آگے

آ ئے گا) اور خود بھی وقتاً فوقتاً جماعت کو خطوط لکھے ۔ چنانچہ حضور کی ایک چٹھی جو حضور نے حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری کو لکھی درج ذیل ہے:

''از طرف محمود احمد' طرف جماعت احمدیہ لاہور

برادران!

''السلام علیکم ۔ لاہور کی جماعت بوجہ اس کے کہ اس میں بعض ایسے دوست پائے جاتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کے نہایت پرانے خادم ہیں اور بوجہ اس کے کہ لاہور پنجاب کا دارالخلافہ ہے اور بوجہ اس کے کہ وہ اس گروہ کا مرکز ہے جو سلسلہ احمدیہ سے علیحدہ ہو کر اپنا بن کر غیروں سے زیادہ سلسلہ کی مخالفت کر رہا ہے اور بوجہ اس کے کہ حضرت مسیح موعود وہیں پر فوت ہوئے اور آپ کو وہاں جانے اور لیکچر دینے کے متعدد مواقع پیش آئے ایک خاص جماعت ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا خصوصیات جو ان کو حاصل ہیں اس کا ان کو اچھی طرح احساس ہوگا اور وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کا اچھی طرح خیال رکھتے ہوں گے۔ لیکن پھر بھی مزید تاکید کے لئے میں ان چند سطور کے ذریعہ انہیں ان کے فرائض کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں ۔ آپ لوگوں کو میرے ایک خط کے ذریعے سے معلوم ہوا ہوگا کہ میں نے بعض ضرورتوں کی وجہ سے لاہور کے عہدہ داروں کو خود منتخب کیا ہے جو عہدہ دار بدل گئے ہیں ان کے بدلنے کی یہ وجہ نہیں کہ ان کے کام میں کچھ نقص تھا بلکہ اس کا باعث اوّل تو خود شیخ عبدالحمید صاحب کا ایک خط تھا جو انہوں نے مجھے لکھا تھا جس میں انہوں نے بعض وجوہات سے لاہور کی انجمن کے عہدہ داروں میں بعض تبدیلیوں کی خواہش کی تھی ۔ دوم اس کا باعث یہ تھا کہ شیخ صاحب کو اکثر سفر درپیش رہتا تھا جس کی وجہ سے بعض امور میں لاہور کی انجمن کے کام میں تعویق و تاخیر واقع ہو جاتی تھی ورنہ انہوں نے نہایت محبت اور اخلاص سے کام کیا ہے اور اس وجہ سے میں نے پسند نہیں کیا کہ ان کا تعلق اس عہدہ سے بکلی کٹ جائے۔

''حکیم محمد حسین صاحب پرانے مخلص ہیں اور حضرت مسیح موعود سے خاص تعلق رکھتے ہیں ۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہاں کے احباب ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں گے اور ہر طرح ان کی مدد کریں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ اس شکایت کو جو وہاں کے سابق سیکرٹری

صاحب نے کی تھی کہ بعض لوگ کام میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں آئندہ پیدا نہ ہونے دیں گے۔

''میرے عزیز بھائیو! دین کی حالت موجودہ اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس میں کسی قسم کا تفرقہ کیا جائے یا کسی قسم کی غفلت سے کام لیا جائے۔ پس اس موقعہ اور اس وقت کو پہچانو۔ تا خدا کے دین کے خدام میں اور مخلص خدام میں آپ کا نام لکھا جائے ہمارے پاس وہ کونسی چیز ہے جس کے لئے ہم جھگڑیں کیا وہ کام جو ہم کرتے ہیں ایسا ہے کہ اس کے متعلق ہم اختلاف کریں ہمارے مال اور ہمارے چندہ جن کے متعلق بدظنیوں سے کام لیا جائے کیا اُخروی عزت ہمارے لئے کافی نہیں کیا اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارے لئے بس نہیں کہ ہم ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے دین میں تفرقہ اندازی کے موجب ہوں۔

''میں نے مولوی غلام رسول صاحب کو کوئی عہدہ نہیں دیا اس لئے نہیں کہ وہ اس کے اہل نہیں یا اس لئے کہ ان کا نام مجھے یاد نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ لاہور کے کام کا لاہور کی جماعت ہی انتظام کرے مولوی صاحب میرے نائب اور قائم مقام ہی کے طور پر وہاں رہتے ہیں اس لئے ان کی حیثیت کو بدلنا میں نے پسند نہیں کیا۔ پس آپ لوگ بھی امید ہے ان کی اس حیثیت کا خیال رکھیں گے اور امور دینیہ میں ان کے مشورہ اور رائے کے بغیر کوئی کام نہ کریں گے۔

''میں آخر میں آپ لوگوں کو اس امر کی طرف بھی متوجہ کرتا ہوں کہ آپ کے شہر سے جو فتنہ پھیل رہا ہے اس کا علاج زیادہ تر آپ لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ پس غفلت کو ترک کر کے تن دہی اور کوشش سے اس فتنہ کو مٹانے میں لگ جائیں تا آپ کے ذمہ کا وہ فرض ادا ہو جو مقام لاہور کی جماعت ہونے کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

''میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو دین و دنیا میں کامیاب فرماوے اور دوسری جماعتوں کے لئے نمونہ بننے کی توفیق آپ کو عطا ہو اور آپ کے تمام کام اتفاق و اتحاد سے ہوا کریں۔

والسلام۔ خاکسار

مرزا محمود احمد''

احمدیہ ہوسٹل لاہور کا قیام ۔ ۱۹۱۵ء

خلافت ثانیہ کے ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد اب ہم تاریخ وار بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں ۔ سو سب سے اوّل ''احمدیہ ہوسٹل لاہور'' کے متعلق بعض واقعات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے ۔
احمدیہ ہوسٹل لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے احمدی طلباء کی دینی تربیت کے لئے ۱۹۱۵ء کے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے جاری کیا گیا ۔ پہلے اسلامیہ کالج کے پاس پچاس روپیہ ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لیا گیا ۔ لیکن اس مکان میں طلباء کو بعض تکالیف تھیں ۔ اس لئے عالی جناب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے اور مکان لینے کی رائے دی ۔ چنانچہ بڑی تلاش کے بعد ایک مکان واقعہ گوالمنڈی مبلغ ستر روپیہ ماہوار کرایہ پر لیا گیا ۔ یہ عالیشان بلڈنگ حفظان صحت اور جائے وقوعہ کے لحاظ سے بہت عمدہ تھی ۔ اس ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کے فرائض کی بجاآوری کا کام محترم بابو عبدالحمید صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ لاہور کے سپرد کیا گیا ۔ اس وقت ہوسٹل میں کل پندرہ طالب علم تھے جو لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے ۔ درس تدریس کا کام حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے سپرد تھا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی جب کبھی لاہور میں تشریف لاتے تو طلبہ کی روحانی تربیت کے لئے ہوسٹل ہی میں قیام فرماتے ۔

محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا بیان ہے کہ

جن ایام میں ہوسٹل گوالمنڈی کے مکان میں تھا ۔ ان ایام میں کچھ عرصہ کے لئے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے بھی سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل کے فرائض سرانجام دیئے تھے ۔ آپ عربی ایم ۔ اے کا امتحان دینے کے لئے لاہور تشریف لائے تھے ۔ ان دنوں آپ کا نام ''رحیم بخش'' تھا ۔ جسے کچھ عرصہ کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بدل کر ''عبدالرحیم'' رکھ دیا تھا ۔ اس کے بعد کچا نسبت روڈ پر ایک کوٹھی کرایہ پر لی گئی ۔ اس کوٹھی میں ۱۹۲۵ء تک ہوسٹل رہا ۔ سپرنٹنڈنٹ محترم سید دلاور شاہ صاحبؓ تھے ۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت تھے اور ان کی کوٹھی کچا نسبت روڈ پر ''مجیٹھ ہاؤس'' کے نام سے مشہور تھی ۔ آج کل وہاں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ہے ۔ ان

ایام کے مشہور طالب علم یہ تھے۔

ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے، شیخ یوسف علی صاحب مرحوم پرائیوٹ سیکرٹری، مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر، میاں عطاء اللہ صاحب سابق امیر راولپنڈی، چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔اے مرحوم، صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال، صوفی محمد ابراہیم صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول، شیخ محمد احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لائلپور، شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ سابق جج ہائی کورٹ، ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب، سید عبدالرزاق شاہ صاحب، چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب بارایٹ لاء خوذ، چوہدری محمد شریف صاحب امیر جماعت احمدیہ منٹگمری، ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب رانجھا، چوہدری رشید احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ملتان، ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب، ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب، ڈاکٹر لال دین صاحب، چوہدری حاکم دین صاحب ایڈووکیٹ، اخوند عبدالقادر صاحب ایم۔اے مرحوم، سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول، سید عزیز اللہ شاہ صاحب۔

۱۹۲۵ء میں ہوسٹل ۳۶۔ ایمپریس روڈ پر چلا گیا۔ وہاں سپرنٹنڈنٹ شیخ یوسف علی صاحب مرحوم تھے۔ محترم ماسٹر نذیر احمد خاں اور ڈاکٹر غلام مصطفٰی صاحب بھی وہاں کچھ عرصہ سپرنٹنڈنٹ رہے۔ اس زمانہ کے مشہور طلباء کے نام یہ ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سیکرٹری وزارت مال پاکستان، حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ، محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم، ملک کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ کوئٹہ، سید ظہور احمد شاہ صاحب، ڈاکٹر عبدالحق صاحب سول سرجن۔

اس کے بعد ہوسٹل کوٹھی ''الفیض''، لٹن روڈ میں چلا گیا۔ وہاں سپرنٹنڈنٹ شیخ فضل کریم صاحب پراچہ تھے۔ دو سال کے بعد وہاں سے ہوسٹل پھر ایمپریس روڈ منتقل ہو گیا۔ یہاں بھی دو سال کے قریب ہوسٹل رہا۔ اس جگہ سپرنٹنڈنٹ سید غلام مصطفٰی صاحب تھے۔ مشہور طلباء میں سے صرف چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت شیخوپورہ کا نام یاد ہے۔ آخر میں ہوسٹل ڈیوس روڈ پر چلا گیا۔ اس کوٹھی میں جو میو گارڈن کے متصل ہے اور جسے بعد میں محترم مولوی رحمت علی صاحبؓ رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے الاٹ کروالیا اور جہاں آج کل محترم مولوی صاحب کے صاحبزادگان مقیم ہیں۔

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے محترم چوہدری محمد اسداللہ خاں صاحب نے فرمایا کہ

ہوسٹل کی نگرانی کے لئے ایک وارڈن ہوا کرتا تھا جو ہوسٹل اور نظارت تعلیم وتربیت کے درمیان بطور واسطہ ہوا کرتا تھا۔ ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک وارڈن کے فرائض میرے ذمہ رہے۔

تقسیم ملک کے بعد ہوسٹل ایک عرصہ تک بند رہا۔ اب پھر ۱۹۶۴ء سے گلبرگ کی ایک کوٹھی میں جاری ہوا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ہی وہاں سے منتقل ہوکر کینال پارک میں آ گیا۔ اب کینال پارک میں ہے اور محترم چوہدری رحمت خاں صاحب سابق امام مسجد لندن سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ ☆

صداقت مریمیہ کی تصنیف ۱۹۱۵ء

پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت میاں معراج دین صاحب عمر ایک ماہر انشا پرداز تھے اور سلسلہ کی تائید میں کتب اور اشتہارات لکھتے رہتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں آپ نے ''صداقت مریمیہ'' کے نام سے حضرت مریم کی صدیقیت پر ایک پُر از معلومات کتاب لکھی۔

غیر مبائعین کے ساتھ مباحثے اور گفتگو جاری رہتی تھی۔ اور فریقین کی طرف سے ٹریکٹ اور کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی تھیں۔ یہ سلسلہ ۱۷۔۱۹۱۶ء میں بھی برابر جاری رہا۔

لاہور میں امارت کا قیام۔ ۱۹۱۸ء

محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب قانونی تعلیم کو مکمل کر کے ۱۹۱۱ء میں لندن سے واپس اپنے وطن آ گئے تھے اور آتے ہی سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کر دی تھی۔ اپریل ۱۹۱۸ء کے قریب آپ لاہور منتقل ہو گئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت لاہور کی تنظیم کو مستحکم کرنے کے لئے آپ کو لاہور کی جماعت کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ کے تقرر سے پہلے جماعت میں امارت کا عہدہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے لاہور میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کو اور فیروز پور میں حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب کو امیر مقرر فرمایا۔ اور اس طرح ان دونوں بزرگوں کے ذریعہ سے جماعت میں امارات کی ابتداء شروع ہوئی۔ جناب چوہدری صاحب نے وکالت کے پیشہ میں جلد ہی نمایاں ترقی کر لی اور آپ کا شمار لاہور کے چوٹی کے

☆ آج کل ہوسٹل ۱۰۸۔سی ماڈل ٹاؤن میں منتقل ہو چکا ہے۔ مؤلف

وکلاء میں ہونے لگا۔ آپ صدر انجمن احمدیہ کے قانونی مشیر بھی تھے۔ اور جماعتی مقدمات میں بھی اکثر ہندوستان بھر میں جایا کرتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں حضرت امیر المومنینؓ کی لاہور میں دو اہم تقریریں

۱۲۔ فروری ۱۹۱۹ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بغرض علاج لاہور میں تشریف لائے مگر علاج کے ساتھ ساتھ حضور نے دو عظیم الشان تقریریں بھی کیں۔ حضور کی پہلی تقریر ''اسلام اور تعلقات بین الاقوام'' کے موضوع پر ۲۳۔ فروری کو بریڈ لاء ہال میں ہوئی اور دوسری ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کے موضوع پر مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال میں ہوئی۔ پہلی تقریر کے دوران صدارت کے فرائض حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے سرانجام دیئے اور دوسری تقریر جناب سید عبد القادر صاحب ایم۔ اے کی صدارت میں ہوئی۔ جناب سید القادر صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:

> ''آج کے لیکچرار اس عزت، اس شہرت اور اس پائے کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں۔ آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا''[۳]

اس تقریر میں حضور نے عبداللہ بن سبا اور اس کے باغی ساتھیوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور یہ مضمون جو نہایت ہی مشکل اور پیچیدہ تھا اور جسے مشہور تاریخ دان اصحاب بھی بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے اسے حضور نے ایسے عام فہم اور دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا۔ کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ جناب سید عبد القادر صاحب نے خاتمہ تقریر پر فرمایا:

> ''حضرات! میں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے اور آج شام جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں اور میری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس (میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی طرف

اشارہ کرکے) کی روشنی کو اس بجلی کے لیمپ (جو اوپر آویزاں تھا کی طرف انگلی اٹھا کر) کی روشنی سے ہے۔ حضرات! جس فصاحت اور علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت ہی مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔'' [۴]

جناب! ایڈیٹر صاحب ''پیغام صلح'' نے ''ایک قابل قدر لیکچر'' کے عنوان سے لکھا:

ہم علانیہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ۲۶۔فروری ۱۹۱۹ء کو حبیبیہ ہال لاہور میں خلافت اسلامیہ کے اندرونی اختلاف پر جو لیکچر انہوں (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ مؤلف) نے دیا وہ نہایت ہی قابل قدر اور لائق تحسین تھا۔ جس محنت اور جس قابلیت کے ساتھ میاں صاحب نے تاریخ کی ورق گردانی کر کے ان اسباب کو معلوم کیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور آپس کی نزاعات اور جنگوں کا باعث تھے اور جس خوبی کے ساتھ اس الزام کو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دراصل ان فتنوں کے موجب تھے ان خیر القرون کے بزرگوں سے اتارنے کی کوشش کی ہے وہ داد دینے کے قابل ہے۔'' [۵]

یہ تقریر جب اگلے سال یعنی ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی تو اس کی ابتداء میں جناب سید عبدالقادر صاحب نے تمہیداً لکھا کہ

''فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی تاریخ اسلامی سے کچھ شُد بُد ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مورخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گذرا ہوگا'' [۶]

۱۹۲۰ء میں حضرت امیر المومنینؓ کی لاہور میں تقریریں

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے زمانہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تھے اونچے طبقہ کے لوگ حضور سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے اور پبلک تقریریں بھی بکثرت ہوا کرتی تھیں جن سے ہر طبقہ کے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ چنانچہ جب ۱۳۔ فروری ۱۹۲۰ء کو لاہور میں تشریف لائے اور ایک عشرہ قیام فرمایا تو اس اثنا میں حضور نے پانچ اہم تقریریں فرمائیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) پہلی تقریر ۱۵۔ فروری کو بریڈ لاء ہال میں حضرت خان ذوالفقار علی خاں صاحب کی صدارت میں ہوئی۔ اس تقریر میں حضور نے وزیر اعظم انگلستان کے اس ادعاء کو عقلی اور نقلی دلائل سے غلط ثابت کیا کہ آئندہ دنیا کا امن عیسائیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضور نے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ واضح فرمایا کہ مستقبل میں دنیا کا امن صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ ؎

(۲) دوسری تقریر ''واقعات خلافت علوی'' کے موضوع پر خان بہادر شیخ عبد القادر صاحب کی صدارت میں حبیبیہ ہال میں ہوئی جس کا انتظام لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی نے کیا تھا۔ اس تاریخی تقریر میں بھی حضور کا اسلوب بیان، واقعات کی چھان بین اور طرز استدلال اسی رنگ کا تھا جو حضور کے مشہور لیکچر ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' میں پایا گیا تھا۔ حاضرین جلسہ پر اس تقریر کے اثر کا کچھ اندازہ صاحب صدر کے ان ریمارکس سے ہوسکتا ہے جو انہوں نے تقریر کے خاتمہ پر دیئے۔ انہوں نے فرمایا:

> ''حضرات! میں آپ سب صاحبان کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس پُر زور خطابت اور پُراز معلومات تقریر کے لئے جو آپ نے اس وقت ہمارے سامنے کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ حضرت نے قریباً تین گھنٹے تقریر کی ہے اور آپ صاحبان نے ہمہ تن گوش ہو کر سنی ہے۔ اس تقریر سے جو وسیع معلومات اسلامی تاریخ کے متعلق معلوم ہوئے ہیں ان میں سے بعض بالکل غیر معمولی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کی تلاش اور تجسّس کے لئے کسی وقت

بہت سی کتب کا مطالعہ کیا ہوگا۔ مگر میں بلا تأمل کہہ سکتا ہوں کہ یہ باتیں محض مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں بلکہ

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

''میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس روانی سے کسی نے تاریخی معلومات کو مسلسل بیان کیا ہو اور پھر کسی تاریخی مضمون سے ایسا لطف آیا ہو جو کسی داستان گو کی داستان میں بھی نہ آ سکے۔ اس کے لئے میں پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔''[8]

(۳) تیسری تقریر حضور نے ''مذہب اور اس کی ضرورت'' کے موضوع پر احمدیہ ہوسٹل لاہور میں فرمائی۔ ۱۸۔ فروری ۱۹۲۰ء کی یہ تقریر حضور نے ''ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت'' میں کی جو دراصل مستشرقین یورپ کے اعتراضات کے جوابات میں تھی۔ حضور نے موجودہ علمی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر ایسے دلکش پیرایہ میں یہ تقریر کی کہ سامعین وجد میں آ گئے۔[9]

(۴) چوتھی تقریر حضور نے ۱۹۔ فروری ۱۹۲۰ء کو احاطہ میاں چراغ دین صاحب بیرون دہلی دروازہ میں کی۔ یہ ایک قسم کی تبلیغی تقریر تھی جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مجمع میں مسلسل اڑھائی گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس تقریر میں حضور نے صداقت احمدیہ کو ایسے اچھوتے رنگ میں بیان فرمایا کہ اکثر سامعین کی آنکھیں پرنم تھیں اور وہ بے حد متاثر نظر آتے تھے۔[10]

(۵) پانچویں ☆ تقریر میں جو ۲۴۔ فروری کو ہوئی خالص جماعت احمدیہ لاہور مخاطب تھی مگر موضوع اس قسم کا تھا جس سے ساری جماعت فائدہ اٹھا سکتی تھی۔[11]

یاد رہے کہ ان ایام میں حضور صرف تقاریر ہی نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ دن کے اوقات میں اکثر غیر احمدی اور غیر مسلم حضرات ملاقات کے لئے بھی تشریف لاتے رہتے تھے۔ چنانچہ بعض مشہور ہستیوں کا ذکر الفضل کے اوراق میں بھی ہے۔ انہی میں سے ایک صاحب مسٹر رچرڈ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

☆ ۲۲۔ فروری کو حضور امرتسر تشریف لے گئے اور بندے ماترم ہال میں ''صداقت اسلام اور ذرائع ترقی اسلام'' پر ایک شاندار تقریر فرمائی جو علماء سوء کی اشتعال انگیزی کے باوجود بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ رات کی گاڑی سے حضور واپس لاہور تشریف لے آئے (الفضل ۱۵۔ مارچ ۱۹۲۰ء)

تھے جن سے حضور نے متعدد دینی مسائل کے بارہ میں گفتگو فرمائی اور وہ بہت ہی متاثر ہو کر گئے۔ [۱۲]

سفر لاہور ۴۔ مارچ ۱۹۲۱ء

۴۔ مارچ ۱۹۲۱ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور نے دو تقریریں بھی فرمائیں۔ ایک ''مذہب کی ضرورت'' کے عنوان پر اور دوسری ''حقیقی مقصد اور اس کے اصول کے طریق پر'' [۱۳]

مباحثہ لاہور

۱۹۲۱ء کے دوران میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے لاہور میں منشی پیر بخش صاحب ایڈیٹر رسالہ ''تائید الاسلام'' کے ساتھ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافی مسائل پر ایک شاندار مباحثہ کیا جو ''مباحثہ لاہور'' کے نام سے شائع ہوا۔ الفضل میں بھی اس کا ذکر ہے۔ [۱۴]

لاہور میں حضور کی تشریف آوری ۲۳۔ فروری ۱۹۲۲ء

۲۳۔ فروری ۱۹۲۲ء کو حضور ایک ہفتہ کے لئے لاہور تشریف لائے اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔ حضرت چوہدری صاحب نے حضور اور حضور کے خدام کی حتی المقدور مہمان نوازی اور خاطر مدارت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء.**

اس سفر میں حضور نے ایک تو شہزادہ پرنس آف ویلز کے استقبال میں شمولیت اختیار فرمائی۔ دوسرے وعظ و نصیحت اور تبلیغ سلسلہ حقہ سے اپنوں اور غیروں کو خوب فائدہ پہنچایا۔ الفضل نے حضور کے اس ہفتہ کے کاموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے جو رپورٹ شائع کی ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

> ''حضور خلیفۃ المسیح نے لاہور کے قیام کا ایک ہفتہ وعظ و نصیحت اور ارشاد و ہدایت میں صرف کیا۔ کہیں جماعت کے نونہال طلباء کو وعظ کرتے تھے۔ کہیں عام لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ کہیں ایک جلسہ کی صورت میں تعلیم یافتہ لوگوں کو مذہبی اور روحانی لذت کا شوق دلاتے تھے۔ کہیں دہریت اور مادیت کی رگ پر نشتر رکھتے تھے۔ کہیں عیسویت کا سحر باطل کرتے

تھے۔ کہیں منکرین الہام ونبوت کو قائل کرتے تھے............غرض ایک کیفیت تھی۔ ایک حال تھا۔ ایک ولولہ تھا جو چلتا پھرتا اور کام کرتا اور لوگوں کو کام کرنے پر آمادہ کرتا نظر آتا تھا۔ اس سفر میں بہت سے لوگوں کے شکوک مذہب کے متعلق دور ہوئے۔ بہت سے اوہام باطل ہوئے۔ اور قریباً بیس پچیس شخصوں نے بیعت بھی کی۔''[15]

مسجد احمدیہ مغلپورہ گنج میں دو نفل

حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب (نیلہ گنبد لاہور) نے مغل پورہ گنج میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جب حضور لاہور میں تشریف لائے تو اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے انہوں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور از راہ نوازش مسجد کو دیکھ کر اپنے غلام کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ چنانچہ حضور ۲۶۔فروری ۱۹۲۲ء کو مغل پورہ گنج تشریف لے گئے اور اس مسجد میں دو نفل نماز بھی پڑھائی۔[16]

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کے اجلاس میں تقریر

۲۷۔فروری ۱۹۲۲ء کو حضور نے عہدیداران احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی درخواست پر ان کے ایک اجلاس میں ''روح کی نشاۃ ثانیہ'' کے موضوع پر ایک پُر از معلومات تقریر فرمائی جس سے حاضرین کی مذہبی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔[17]

لاہور کے اس قیام میں بھی جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے بہت سے معززین حضور کی ملاقات کے لئے تشریف لائے جن میں سے دیال سنگھ کالج کے پرنسپل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تحفہ پرنس آف ویلز

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ پرنس آف ویلز کا استقبال ایک تو ارشاد اذاجاء کم کریم قوم فاکرموہ کی تعمیل میں تھا۔ دوسرے اس ملاقات کے پیچھے بھی تبلیغی جذبہ کارفرما تھا۔ حضور نے ۵۲۲۰۸۔احمدیوں کے چندہ سے شہزادہ ویلز کو تبلیغ اسلام واحمدیت کی غرض سے ایک رسالہ تیار فرمایا تھا اور ''تحفہ شہزادہ ویلز'' (A Present to the Prince of wales) کا نام رکھا تھا۔

اگر حضور خود ملاقات نہ کرتے تو اس تبلیغی تحفہ کا وہ اثر ہرگز نہ ہوتا جو ملاقات کے بعد ہوا۔ حضور کی عظیم شخصیت کا شہزادہ پر بہت ہی گہرا اثر پڑا تھا۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ حضور نے ملاقات سے قبل گورنر پنجاب کی معرفت یہ امر منوالیا تھا کہ حضور مغربی طرز ملاقات کے خلاف اسلامی طرز ملاقات کو اختیار فرمائیں گے۔

اس رسالہ میں حضور نے نہایت ہی احسن طریق سے عیسائیت کا بطلان اور اسلام کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ اور ایسے خوبصورت پیرایہ میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے کہ جب شروع کیا جائے ختم کرنے سے قبل اسے ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

مباحثہ لاہور

۱۹۲۲ء میں حضور چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی میں محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب نے پادری چمن خان کے ساتھ اختلافی مسائل پر ایک کامیاب مناظرہ کیا۔ [۱۸]

ملک بھر کو پیغام صلح اور ہندو مسلم مشکلات کا صحیح حل

۱۹۲۲ء میں مہاتما گاندھی اور مولانا محمد علی و شوکت علی صاحبان کے دوروں کی وجہ سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور یگانگت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور سارا ملک اس امر پر متحد ہو گیا تھا کہ انگریزوں کی غلامی سے ہندوستان کو آزاد کروایا جائے مگر آریوں نے ملکانہ میں شدھی اور سنگھٹن کی تحریک جاری کر کے مسلمانانِ ہندوستان کے جذبات کو سخت مجروح کیا۔ جس کی وجہ سے ملک کا امن برباد ہو گیا۔ ہندو مسلم فسادات روزانہ کے معمول بن گئے۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سخت مضطرب ہو کر میدانِ عمل میں نکل آئے اور حضور نے ہندوستان کی تمام قوموں کے نام صلح کا پیغام دیتے ہوئے قومی اور ملکی مشکلات کا صحیح حل اہلِ وطن کے سامنے رکھا اور اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ حضور نے لاہور تشریف لا کر ۱۴۔ نومبر ۱۹۲۳ء کو خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب کی صدارت میں بریڈلاء ہال میں ایک تقریر کی جس میں ہندو اور مسلمان کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ خان بہادر صاحب موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:

''جناب مرزا صاحب کو جو ملکہ اس مسئلہ اور اسی طرح اور بہت سے اہم مسائل پر غور فرمانے کا حاصل ہے وہ معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہے کیونکہ آپ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے مذہبی پیشوا ہیں اور آپ نے اپنی زندگی مذہبی معاملات پر غور وفکر کرنے کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔''[19]

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحؒ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔حضور نے پہلے تو مسلمان قوم کو خود حفاظتی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہیں اسلامی نقطہ نگاہ سے ایسی تجاویز بتائیں کہ جن پر عمل کرنے سے وہ اپنی تنظیم کو مضبوط کر سکتی تھی۔ بعد ازاں ہندو مسلم صلح کے لئے چند سنہری اصول بیان فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

اوّل: سب مذاہب والے ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کا احترام کریں۔

دوم: دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی بجائے سب قومیں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے پر اکتفا کرلیں۔

اگر یہ بھی مشکل ہو تو

سوم: ہم اس امر پر بھی اتفاق اور اتحاد کے لئے تیار ہیں کہ غیر مسلم یہ اقرار کریں کہ وہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں نہیں دیں گے اور خدا اور اس کے رسول کے خلاف بدزبانی کا سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔البتہ ایک دوسرے کے مسلمہ اصولوں کی بنا پر اعتراض کیا جاسکے گا۔

چہارم: مذہبی لوگوں سے ان کا کوئی مسلمہ مذہبی اصل ترک کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ مثلاً ہندو مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دو۔مگر سوال یہ ہے کہ گائے اگر متبرک ہے تو ہندوؤں کے نزدیک ہے۔مسلمان اس کا گوشت کھانا آخر کیوں چھوڑ دیں۔جب کہ ان کا مذہب اجازت دیتا ہے۔

پنجم: ہر قوم دوسری قوم کے حقوق تسلیم کرے۔عجیب بات ہے کہ ہندو یہ تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو سَوراج لے کر دیں گے مگر مسلمانوں کو ان کے چھوٹے چھوٹے حقوق دینے کے لئے تیار نہیں۔

ششم: ہندو کہتے ہیں۔آل انڈیا نیشنل کانگرس کو سب قومیں تسلم کریں مگر حالت یہ

ہے کہ ذرا سے اختلاف کی بناء پر لوگوں کو اپنے اپنے خیالات پیش کرنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا جب تک ہر نقطۂ نظر کے لوگوں کو آزادی سے اپنے خیالات پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے کانگریس کبھی بھی سارے ملک کی نمائندہ نہیں ہوسکتی۔[۲۰]

حضور کا یہ لیکچر حاضرین نے پوری توجہ انہماک سے سنا۔ لیکچر کے اختتام پر صدر جلسہ نے کہا:

''میں جناب مرزا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسی جامع اور پُر مغز تقریر فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنا سارا وقت دینیات کے مطالعہ پر صرف کرتا ہوں۔ مگر اس وقت آپ نے سیاسیات پر ایسی وسعت سے روشنی ڈالی ہے کہ زبان اور دل سے تحسین نکلتی ہے .... جناب مرزا صاحب نے اتفاق واتحاد کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالی ہے جس کی سیاسی لیڈروں سے توقع نہیں ہوسکتی نہ وہ اس طرح نگاہ ڈال سکتے ہیں کیونکہ وہ کسی (سیاسی) پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لئے آپ نے نہایت آزادی اور وسعت سے ہر پہلو کو بیان فرمایا''۔[۲۱]

اسلام پر مغربی علماء کی نکتہ چینی ۱۵۔نومبر ۱۹۲۳ء

اس سے اگلے روز یعنی ۱۵۔نومبر ۱۹۲۳ء کو حضور نے آنریبل سر فضل حسین صاحب وزیر تعلیم کی صدارت میں اسلامیہ کالج کے ہال میں ایک اہم تقریر فرمائی جس کا موضوع یہ تھا۔''اسلام پر مغربی علماء کی نکتہ چینی''

حضور کا یہ لیکچر ایسا جامع پُر از معلومات تھا کہ سامعین نے حیرت واستعجاب کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بالکل خاموشی اور سکون کے ساتھ اسے سنا۔

ادارہ ''پیغام صُلح'' کی طرف سے حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی رضا کارانہ وکالت

رضا کارانہ وکالت: ۱۹۲۳ء کے واقعات میں ایک قابل ذکر واقعہ یہ بھی ہے کہ اس سال کے آخر میں ادارہ ''پیغام صلح'' پر ایک مضمون ''وید کا بھید'' کی اشاعت کی بناء پر مقدمہ دائر تھا جس کی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے رضا کارانہ طور پر وکالت کی۔[۲۲]

مباحثہ لاہور

اس سال حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے لاہور میں پنڈت دھرم بھکشو اور پنڈت رام چندر دہلوی سے ایک کامیاب مباحثہ بھی کیا۔[۲۳]

لجنہ اماءاللہ لاہور کا قیام

۱۹۲۳ء کے خاص واقعات میں سے ایک واقعہ لاہور میں لجنہ اماءاللہ کا قیام ہے۔

قادیان دارالامان میں لجنہ اماءاللہ کی بنیاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۲۵۔دسمبر ۱۹۲۲ء کو رکھی اور اس کی پہلی سیکرٹری حضرت امۃ الحی صاحبہ کو مقرر فرمایا۔حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہؓ نے اس کام کو خوب محنت اور ذوق وشوق سے شروع فرمایا۔آپ کی وفات کے بعد یہ اہم خدمت حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہؓ اور پھر حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ کے سپرد ہوئی۔ جب اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا تو ممبرات نے صدارت کے لئے حضرت اُمّ المومنینؓ کی خدمت میں درخواست کی مگر حضرت ام المومنینؓ نے غالباً پہلے ہی اجلاس میں حضرت سیدہ اُمّ ناصرؓ کو اپنی جگہ بٹھا کو صدارت کا فیصلہ ان کے حق میں فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اپنی وفات ☆ تک اس فرض کو نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔آپ کی وفات کے بعد یہ خدمت حضرت اُمّ متین صاحبہ کے سپرد کر دی گئی جسے آپ اب تک نہایت محنت، جانفشانی اور کمال جدوجہد کے ساتھ سرانجام دے رہی ہیں۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں لجنہ کو اس کے فرائض سے آگاہ کرنے کے لئے جو چٹھی ۱۵۔دسمبر ۱۹۲۲ء کو لجنہ کے نام لکھی اس میں تحریر فرمایا کہ

''دشمنان اسلام میں عورتوں کی کوششوں سے جو روح بچوں میں پیدا کی جاتی ہے اور جو بدگمانی اسلام کی نسبت پھیلائی جاتی ہے اس کا اگر کوئی توڑ ہوسکتا ہے تو وہ عورتوں ہی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔اور بچوں میں اگر قربانی کا مادہ پیدا کیا جا سکتا ہے تو وہ بھی ماں ہی کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔پس علاوہ اپنی روحانی وعلمی ترقی کے آئندہ جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں ہی کی کوشش پر ہے۔ چونکہ بڑے ہوکر جو اثر بچے قبول کر سکتے ہیں

☆ حضرت سیدہ کی وفات ۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔

وہ ایسا گہرا نہیں ہوتا جو بچپن میں قبول کرتے ہیں۔اسی طرح عورتوں کی اصلاح بھی عورتوں کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔'' [۲۴]

اس تحریر کی وضاحت میں حضور نے سترہ امور بیان فرمائے جن کو مدنظر رکھ کر اس تنظیم کو چلانا مقصود تھا۔ [۲۵]

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۱۹۲۳ء میں لجنہ اماء اللہ لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا گو یہ قیام با قاعدہ تنظیم کے ماتحت نہ تھا۔مگر جیسا کہ محترمہ زینب حسن صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ لاہور نے بیان فرمایا ہے۔شروع شروع میں محترمہ اہلیہ صاحبہ محمد اسحاق صاحب مرحوم اور محترمہ اماں پہلوانی صاحبہ نے اس کام کی ابتداء کی۔ یہ دونوں بزرگ خواتین ہر جمعہ کی نماز کے بعد مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں لجنہ کے جلسہ کا انتظام کرتیں۔خود پنجابی میں تقریریں کرتیں اور بعض اوقات مردوں کی تقاریر کروا کر ان جلسوں کو زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کی کوشش فرماتیں۔ممبرات سے چندہ بھی باقاعدگی کے ساتھ وصول کر کے مرکز میں بھجواتیں۔ چند سالوں کے بعد ایک خاتون محترمہ زبیدہ نامی لاہور میں تشریف لائیں۔ ان کے آنے پر اس تنظیم نے باقاعدگی کا رنگ اختیار کیا۔ چنانچہ بالاتفاق انہیں لجنہ کی صدر اور محترمہ اہلیہ صاحبہ بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کو سیکرٹری چنا گیا۔ ان کے ساتھ سیکرٹری مال کا عہدہ محترمہ اہلیہ مرزا محمد صادق صاحب مرحوم کے سپرد کیا گیا۔ تینوں مستورات نے طویل عرصہ تک اس کام کو حسن وخوبی کے ساتھ چلایا۔ پھر جب محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ لاہور سے تشریف لے گئیں اور محترمہ اہلیہ صاحبہ بابو عبدالحمید صاحب بیمار ہو گئیں تو محترمہ اہلیہ صاحبہ مرزا محمد صادق صاحب کے ساتھ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ محمد سعید صاحب نے مل کر کام کرنا شروع کر دیا۔اس زمانہ میں لاہور کی وسعت کو مدنظر رکھ کر لجنہ کے کام کو حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں لجنہ اماء اللہ حلقہ چابک سواراں میں لجنہ کی صدر محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ مغل اور سیکرٹری محترمہ زینب حسن صاحبہ مقرر ہوئیں۔

محترمہ زینب حسن صاحبہ کا بیان ہے کہ

۱۹۴۷ء تک اس حلقہ کا کام دوسرے تمام حلقوں سے شاندار رہا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم

ملک کے بعد جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قادیان سے بھی کافی مستورات یہاں آ گئیں تو حسن کارکردگی کی وجہ سے آپ کو لاہور کی جنرل سیکرٹری اور محترمہ امۃ اللہ صاحبہ مغل کو صدر مقرر کیا گیا۔

۱۹۵۱ء میں لجنہ اماء اللہ لاہور کی ممبرات نے محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جنرل صدر کے طور پر منتخب کیا۔ آپ کے بعد ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء لاہور کی جنرل صدر محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بیگم حضرت مرزا مظفر احمد صاحب مقرر ہوئیں۔ آپ کے زمانہ میں لاہور کو بارہ حلقوں کی بجائے بیس حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر ۱۹۵۹ء میں جب کام اور وسیع ہوا تو چھبیس حلقے مقرر ہوئے اور ان کی جنرل صدر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور انسپکٹرس بیگم صاحبہ مرزا رشید احمد صاحب قرار پائیں۔ اور اب تک یہ نظام قائم ہے۔

اس وقت لاہور کی مجلس عاملہ کی اراکین کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ	جنرل صدر
۲۔ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ بیگم مرزا حمید احمد صاحب	نائب سیکرٹری
۳۔ محترمہ زینب حسن صاحبہ (۱۹۵۱ء) سے)	جنرل سیکرٹری
۴۔ محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ	نائب جنرل سیکرٹری
۵۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ بیگم خان عباس احمد خاں صاحب	
بعد ہا دو سال سے محترمہ زینب حسن صاحبہ یہ کام بھی کر رہی ہیں	سیکرٹری مال
۶۔ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ (۱۹۴۸ء سے)	سیکرٹری خدمت خلق
۷۔ محترمہ والدہ صاحبہ اختر محمود	نائب شعبہ خدمت خلق
۸۔ محترمہ احمدی بیگم صاحبہ ایک سال سے	سیکرٹری تعلیم
۹۔ محترمہ بیگم صاحبہ جناب غلام احمد صاحب	سیکرٹری نمائش
۱۰۔ محترمہ بیگم صاحبہ میر مشتاق احمد صاحب	نگران چار حلقہ جات

لجنہ اماء اللہ لاہور کی ایک رپورٹ کارگزاری

محترمہ زینب حسن صاحبہ جنرل سیکرٹری نے خاکسار مؤلف کتاب ہذا کو اپنے حلقہ چابک سواراں کے کام سے متعلق ۱۹۴۶ء کا ایک چارٹ دکھایا ہے جس میں جنوری ۱۹۴۶ء تا اگست ۱۹۴۶ء رپورٹ کارگزاری درج ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ تمام شعبوں یعنی شعبہ مال' شعبہ خدمت خلق' شعبہ تبلیغ' شعبہ تربیت و اصلاح اور شعبہ ناصرات الاحمدیہ میں خاطر خواہ کام کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اجلاسوں کی تعداد کو لیجئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں کل ۳۴ جلسے منعقد ہوئے جن میں شعبہ خدمت خلق کے ماتحت متعدد ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کی تقاریر کروائی گئیں۔ شعبہ تعلیم کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس با قاعدہ جاری رہا۔ شہادۃ القرآن کا امتحان لیا گیا اور اس کے لئے باقاعدہ روزانہ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں آ کر خاکسار مؤلف کتاب ہذا سے ممبرات نے سبقاً سبقاً کتاب پڑھی۔ شعبہ تبلیغ کے ماتحت مرکز سے ٹریکٹ منگوا کر تقسیم کئے جاتے رہے۔ ماہ مارچ میں ایک خاتون نے بیعت بھی کی۔ ہر ماہ کوئی نہ کوئی تبلیغی جلسہ بھی کیا جاتا رہا جس میں غیر احمدی مستورات بھی شامل ہوتی رہیں۔ متعدد غیر احمدی بہنوں کو زبانی اور بذریعہ خطوط تبلیغ کی گئی۔ شعبہ تربیت و اصلاح کے ماتحت خاکسار مؤلف سے آٹھ تقاریر کروائی گئیں۔

شعبہ ناصرات الاحمدیہ نے بھی اچھا خاصہ کام کیا۔

سالانہ رپورٹ اکتوبر ۱۹۶۳ء تا ستمبر ۱۹۶۴ء

ملاحظہ فرمایئے یہ مطبوعہ رپورٹ اکتوبر ۱۹۶۳ء تا ستمبر ۱۹۶۴ء چوالیس صفحات پر مشتمل ہے خلاصہ کارگزاری صفحہ ۸ پر ان الفاظ میں درج ہے:

''عرصہ ڈیڑھ سال سے لجنہ اماء اللہ نے اپنا دفتر مسجد دارالذکر واقع گڑھی شاہو میو روڈ میں قائم کر رکھا ہے............ دفتر عموماً جمعہ کے روز کھلتا ہے۔ دفتر نے مختلف کتب مثلاً لیکچر سیالکوٹ' چہل احادیث' نماز مترجم' قصائد احمدیہ' درعدن' قاعدہ ہائے یسرنا القرآن' تربیتی نصاب' رسید بکس' فارم ہائے رپورٹ' قواعد وضوابط لجنہ وغیرہ مرکز سے منگوکر حلقہ جات میں تقسیم کئے۔ انفرادی طور پر بھی یہ مطبوعات خواتین کے پاس فروخت کیں۔ چھ ماہ گزرنے پر

مجلس عاملہ کے اجلاس میں حلقہ جات کی کارگزاری کا ششماہی جائزہ پیش کر کے حلقہ جات کو زیادہ مستعد ہونے کی تحریک کی گئی۔

''دفتر کی طرف سے شعبہ جات کی عہدیداران اور حلقہ جات کے عہدیداروں کو مختلف امور کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے سال رواں میں ۵۴۲ خطوط لکھے گئے۔

''حلقہ جات سے آمدہ رپورٹوں کے مطالعہ کے بعد ہر ماہ ماہانہ رپورٹ تیار کر کے مرکز کو بھجوائی جاتی رہی۔ اسی طرح مختلف تقاریب کی رپورٹ دفتر مصباح اور دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو الگ الگ بھجوائی گئیں اور ان کی نقول اپنے رجسٹر میں درج کی گئیں۔

''مجالس عاملہ کے فیصلے اور مرکز ربوہ سے جاری شدہ ہدایات خطوط میں لکھ کر حلقہ جات کو بھیجی گئیں اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی۔

ایجنسی سے حاصل شدہ مصباح کے پرچوں کی فروخت کا انتظام کیا گیا''[۲۶]

وصولی چندہ اکتوبر ۱۹۶۳ء تا ستمبر ۱۹۶۴ء

اس سال مختلف مدات میں جو چندہ جمع کیا گیا اس کی میزان پانچ ہزار سات سو اٹھانوے روپے چھ آنے ہے۔[۲۷]

حصول انعامات

گذشتہ سالانہ اجتماع مرکزیہ میں شرکت کر کے نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے نتیجہ میں لجنہ لاہور کی ممبرات نے متعدد انعامات حاصل کئے۔

بہرحال لجنہ لاہور کی کارگزاری سے پتہ چلتا ہے کہ لجنہ کی کارکنان ممبرات کے تعاون سے قابل قدر کام کر رہی ہیں۔

''احمدیت یا حقیقی اسلام'' کا انگریزی ترجمہ

ویمبلے کانفرنس لندن میں شرکت کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی دعوت نامہ پہنچا تھا۔ اس کے لئے حضور نے ایک مضمون لکھا جو بعد میں ''احمدیت یا حقیقی اسلام'' کے نام

سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔اس کا ترجمہ کرنے کے لئے حضرت نے ایک کمیٹی بنائی جس کے ممبر مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب' حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔

ان بزرگوں نے دن رات ایک کرکے اس کام کو حضور کی طرف سے وقت مقررہ کے اندر مکمل کیا۔ چونکہ یہ ایک طویل مضمون تھا اور وقت مقررہ کے اندر ختم نہ کیا جا سکتا تھا اس لئے حضور نے ایک خلاصہ تیار کیا۔جس کا نام ''سلسلہ احمدیہ''(Ahmadiyya Movement) رکھا گیا اور پھر اس کا خلاصہ کانفرنس میں پڑھا گیا۔[۲۸]

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ۱۲۔جولائی ۱۹۲۴ء کو قادیان سے مذکورہ لندن کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب جو حضور کے ترجمان خصوصی تھے پہلے ہی یورپ کو روانہ ہو چکے تھے۔

امرتسر سے لیکر دہلی تک برف کا انتظام حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ (نیلہ گنبد) نے کیا اور خود بھی دہلی تک ہمرکاب رہے۔

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کا لندن کانفرنس میں مضمون پڑھ کر سنانا

۲۳۔ستمبر ۱۹۲۴ء کو ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا بے نظیر مضمون پڑھ کر سنایا جانا تھا۔ حضور کے مضمون کے لئے پانچ بجے شام کا وقت مقرر تھا۔اس مضمون سے پہلے محترم خواجہ کمال الدین صاحب بانی ووکنگ مشن اہلسنت والجماعت کی طرف سے اور شیخ خادم دُجیلی صاحب اہلِ تشیع کی طرف سے اپنے اپنے مضامین سُنا چکے تھے اور تیسرا نمبر حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا تھا۔حضور کا موضوع اسلام میں تحریک احمدیت تھا۔مضمون شروع ہونے سے پہلے صدر جلسہ سر تھیوڈر ماریسن نے سامعین سے حضور کا تعارف کرانے کے بعد حضور سے درخواست کی کہ لیکچر شروع ہونے سے قبل اپنے کلمات سے بھی حاضرین کو محظوظ فرمائیں۔اس پر حضور نے انگریزی زبان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''مسٹر پریذیڈنٹ بہنواور بھائیو! میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس کانفرنس کے بانیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ لوگ اس طریق پر مذہب کے سوال پر غور کریں اور مختلف مذاہب سے متعلق تقریریں سنکر یہ دیکھیں کہ کس مذہب کو قبول کرنا چاہئے۔ اس کے بعد میں اپنے مُرید چوہدری ظفراللہ خاں صاحب بارایٹ لاء سے کہتا ہوں۔ کہ میرا مضمون سُنائیں۔ میں ایسے طور پر اپنی زبان میں بھی پرچہ پڑھنے کا عادی نہیں ہوں کیونکہ میں ہمیشہ زبانی تقریریں کرتا ہوں اور چھ چھ گھنٹے تک بولتا ہوں۔ مذہب کا معاملہ اسی دنیا تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مرنے کے بعد دوسرے جہان تک چلتا ہے اور انسان کی دائمی راحت مذہب سے وابستہ ہے اس لئے آپ اس پر غور کریں اور سوچیں اور مجھے امید ہے کہ آپ توجہ سے سنیں گے''[۲۹]

حضور کے ان ارشادات کے بعد حضرت چوہدری صاحب کھڑے ہوئے اور حضور کا مضمون سُنانا شروع کیا اور ایسی پُرشوکت، مؤثر اور بلند آواز سے مسلسل ایک گھنٹہ تک بولتے چلے گئے کہ حاضرین عش عش کر اُٹھے اور بے اختیار تحسین وآفرین کے نعرے بلند کرنے لگے۔[۳۰]

حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کی شہادت اور حضرت چوہدری صاحب کا اظہار اخلاص:۔

حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب ایک گاؤں خوجہ تحصیل رخہ ضلع پنج شیر کے باشندہ تھے۔ حصول تعلیم کے لئے قادیان تشریف لائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں جبکہ آپ ابھی طالب علم ہی تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کابل کے احمدیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کو افغانستان جانے کا حکم دیا۔ وہاں چند سال تک آپ نے احمدیوں کی تعلیم وتربیت کی اور غیر احمدیوں تک پیغام حق پہنچایا۔ مگر ۳۱۔ اگست ۱۹۲۴ء کو جب کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ابھی ولایت ہی میں تھے کہ حضرت مولوی صاحب کو حکومت افغانستان کے ظالمانہ فیصلہ کے ماتحت سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ۴۔ ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضور نے جماعت احمدیہ کے نام ایک پیغام میں فرمایا:

''برادران! غم کے اس وقت میں ہمیں اپنے فرض کو نہیں بھلانا چاہیئے جو ہمارے اس

مبارک بھائی کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے جس نے اپنی جان خدا کے لئے قربان کر دی ہے۔اس نے اس کام کو شروع کیا ہے جسے ہمیں پورا کرنا ہے۔آؤ ہم اس لحہ سے یہ مصمم ارادہ کرلیں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک ہم ان شہیدوں کی زمین کو فتح نہیں کر لیں گے (یعنی وہاں احمدیت نہیں پھلا لیں گے) صاحبزادہ عبداللطیف صاحب' نعمت اللہ خاں صاحب اور عبدالرحمٰن صاحب کی روحیں آسمان سے ہمیں ہمارے فرائض یاد دلا رہی ہیں۔اور میں یقین کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت ان کو نہیں بھولے گی''۔[۱۳۱]

حضور کا یہ پیغام پڑھ کر مخلصین کی بہت بڑی تعداد نے سرزمین کابل میں پہنچ کر تبلیغ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے اپنے نام حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں پیش کئے۔حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب جو ان ایام میں امیر جماعت لاہور تھے نے لکھا کہ

''حضور انور میں کمزور ہوں' سست ہوں' آرام طلب ہوں۔لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے کہ میں نمائش کے لئے نہیں' فوری شہادت کے لئے نہیں' دنیا کے افکار سے نجات کے لئے نہیں بلکہ اپنے گناہوں کے لئے توبہ کا موقعہ میسر کرنے کیلئے اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔اگر مجھ جیسے نابکار گنہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اس کی رضا کے حصول میں صرف کر دوں تو اس سے بڑھ کر میں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلبگار نہیں''۔

مسجد احمدیہ لاہور کی تعمیر ۱۹۲۴ء

حضرت چوہدری صاحب ابھی یورپ میں ہی تھے کہ آپ کے قائمقام امیر حضرت حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔اس مسجد کی تعمیر سے قبل مسجد کا کام حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک دیا کرتی تھی اور یہی جگہ بطور مہمان خانہ استعمال ہوا کرتی تھی۔مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور والا احاطہ میاں فیملی سے سیدنا درشاہ صاحب جہلمی نے ساڑھے گیارہ ہزار روپے میں خریدا تھا۔پہلے اس علاقہ میں چمڑا منڈی ہوا کرتی تھی مگر بعد ازاں جی۔ٹی روڈ پر منتقل ہوگئی۔اس جگہ چمڑا سکھانے کا کام ہوتا تھا۔

سیدنا درشاہ صاحب نے تجارتی اغراض کے ماتحت یہ احاطہ خریدا تھا مگر جب انہیں پتہ لگا کہ جماعت کو یہ مسجد کے لئے درکار ہے تو انہوں نے اسی قیمت پر یہ احاطہ جماعت کو دے دیا۔ یہ احاطہ غالباً ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں خریدا گیا تھا۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ جب مسجد کی تعمیر کا سوال پیدا ہوا تو حضرت میاں چراغ دین صاحب اور ان کی فیملی کی رائے تھی کہ مسجد ان کے نزدیک ہی بنائی جائے مگر جماعت کے دیگر نوجوان یہ چاہتے تھے کہ باہر کشادہ زمین لے کر مسجد بنائی جائے چونکہ جماعت کی اکثریت کی یہی رائے تھی اس لئے حضرت میاں صاحب نے جماعت کے نظام کا احترام کرتے ہوئے بشاشت سے یہ فیصلہ منظور کر لیا مگر باوجود کوشش کے باہر جگہ نہ مل سکی اور مجبوراً موجودہ جگہ پر ہی مسجد بنانا پڑی۔

اس مسجد کی تعمیر کے لئے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک کمیٹی بنائی جس کے پریذیڈنٹ محترم بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر اور سیکرٹری محترم سید دلاور شاہ صاحب بخاری تھے۔ مسجد کا نقشہ محترم میاں محمد صاحب ☆ نے تیار کیا تھا جو سکول آف آرٹس میں ورک اوورسیر تھے۔ روپیہ جمع کرنے کا کام اور عام نگرانی حضرت قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ چنانچہ آپ خود اپنے ہاتھ سے روڑی کوٹا کرتے تھے اور چندہ کی فراہمی کے لئے خطبہ جمعہ کے دوران ایسی درد بھری اور پُر جوش تقریریں کیا کرتے تھے کہ اکثر نمازی اپنی جیبیں خالی کر کے گھروں کو جایا کرتے تھے۔

لاہور کی بعض دیگر مساجد

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ پہلی مسجد ہے جسے جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے خرچ پر تعمیر کیا۔

اس مسجد کے علاوہ بھی جماعت کے پاس بعض مساجد آ گئی تھیں مگر پھر آہستہ آہستہ غیروں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ منجملہ ان مساجد کے ایک مسجد کوچہ سیٹھاں لنگے منڈی میں تھی جس کے امام اور خطیب حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ تھے لاہور کی مشہور میاں فیملی کے مکانات بھی چونکہ اس مسجد کے

☆ محترم میاں محمد صاحب کو ایک غلط فہمی کی بناء پر صحابہ مسیح موعودؑ میں شامل کیا گیا ہے۔ حضرت سید سردار احمد شاہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی تھی۔ مؤلف

ساتھ ہی تھے اور اس فیملی کے سارے افراد اسی مسجد میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحب کے شاگرد بھی تھے اس لئے حضرت مولوی صاحب کے بیعت کر لینے کے بعد آہستہ آہستہ یہ سارا خاندان بھی احمدیت میں داخل ہوگیا۔

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بروایت حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے ہیں۔جن دنوں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مباحثہ شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی عربی پروفیسر اورینٹل کالج سے ہندومحبوب رایوں کی حویلی میں ہوا کرتا تھا ان ایام میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب گمٹی بازار والے بھی اس مجلس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ایک دن کوئی ہندوستانی مولوی صاحب حضرت اقدس سے گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت اقدس نے حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ پیش کیا۔جس پر ان مولوی صاحب نے بڑے احتجاج کے ساتھ بلند آواز سے کہا کہ سید عبدالقادر صاحب ان کے پیر نہیں ہیں۔اس پر حضرت مولوی غلام حسین صاحب نے ان مولوی صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ لوگ تو حضرت پیرِ پیران کی نیاز دیتے ہیں تمہاری قبر پر تو کوئی چراغ بھی نہیں جلائے گا۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل فرمایا کرتے تھے کہ اس دن ہم نے پہلی مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب کو دیکھا تھا۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس سر فضل حسین صاحب مرحوم کے والد ماجد خاں صاحب میاں حسین بخش صاحب بٹالوی ڈسٹرکٹ جج پشاور اور خاں بہادر میاں خدا بخش صاحب امرتسری ڈسٹرکٹ جج گورداسپور (یہ بزرگ جلسہ مذاہب عالم کے موڈریٹر صاحبان میں سے بھی تھے) کو اپنی شخصی وجاہت اور اوائل عمر کی پاکیزہ زندگی کے لئے بھی پیش فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضور نے دو بزرگوں اعنی حضرت مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی بازار اور حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور پنجابی شاعر (جن کی کافیاں بہت مشہور ہیں اور جنہوں نے وڈی ہیر وارث شاہ کو مکمل کیا تھا) کی بیعت پر خدا تعالیٰ کا خاص شکر ادا فرمایا کیونکہ یہ دونوں بزرگ کافی مُسِنّ و معمر تھے اور زیادہ عمر کے لوگوں کا بیعت کر لینا کوئی معمولی بات نہیں ہوا کرتی۔

ان ضمنی واقعات کے بعد اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔حضرت مولوی رحیم اللہ

صاحب والی مسجد کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو جماعت کو اللہ کریم نے عطا کی۔ جب تک حضرت مولوی صاحب زندہ رہے اس مسجد میں نمازیں بھی پانچوں وقت باجماعت ہوا کرتی تھیں اور جمعہ بھی۔ مگر حضرت مولوی صاحب کی وفات پر جمعہ حضرت مولوی غلام حسین صاحب کی گمٹی بازار والی خوبصورت مسجد میں پڑھا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد جب میاں فیملی کے بزرگوں نے وہاں سے نقل مکانی کر لی اور اپنے رہائشی مکان دہلی دروازہ کے باہر بنالئے تو وہ مسجد ہاتھ سے نکل گئی کیونکہ اس مسجد کے قرب وجوار میں کوئی احمدی نہیں تھا۔

گمٹی بازار والی مسجد

دوسری مسجد گمٹی بازار میں ہے یہ بڑی پختہ اور خوبصورت مسجد ہے جو حضرت مولوی غلام حسین صاحب متوّلی مسجد کے احمدی ہو جانے کی وجہ سے جماعت کو ملی۔ ان دونوں مسجدوں میں جماعت کے اوّلین صحابہ نے نمازیں پڑھی ہیں۔ اوّل الذکر مسجد میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ بھی نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کابل نے ان دونوں مسجدوں میں نمازیں پڑھی ہیں۔ حضرت مولوی غلام حسین صاحب جب تک زندہ رہے ان کی مسجد میں نمازیں ہوتی رہیں۔ جمعہ بھی اسی مسجد میں پڑھا جاتا تھا مگر ان کی وفات پر اس مسجد کے قریب کوچہ نقاشاں کے ماسٹر حسین بخش و ماسٹر میراں بخش صاحبان نے اس مسجد کو حنفی الخیال لوگوں کے استعمال کے لئے عدالت میں چارہ جوئی کی۔ جماعت کی طرف سے محترم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل تھے۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ احمدیہ بلڈنگس والی مسجد کی تعمیر کے لئے زمین خریدی جارہی تھی۔ خواجہ صاحب نے غالباً اس خیال سے بھی کہ اس مسجد کے اردگرد احمدیوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے اور احمدیہ بلڈنگس کی نئی مسجد کی تعمیر کے پیش نظر بھی اسی امر پر صلح کر لی کہ فریق مخالف چھ صد روپیہ ادا کر کے مسجد پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ اس رقم میں جماعت لاہور کے ممبروں نے اور روپیہ شامل کر کے احمدیہ بلڈنگس والی مسجد تعمیر کرا لی۔ مگر جب خلافت ثانیہ کی ابتداء میں اختلاف پیدا ہوا تو وہ مسجد غیر مبائعین کے پاس رہی اور مبائعین جماعت لاہور نے حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کی بیٹھک میں نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

چینیاں والی مسجد کے متولّی ملاں غلام غوث صاحب مرحوم تھے۔ یہ حضرت سید دلا ور شاہ صاحب بخاری کے نانا تھے۔ انہوں نے بھی ۱۹۰۴ء میں بیعت کر لی تھی جس پر ان سے تولّیت چھین لی گئی۔ محلّہ چابک سواراں میں حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور پنجابی شاعر کے مکان کے پاس بھی ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ یہ بھی احمدیوں کے قبضہ میں تھی۔ لیکن بابا ہدایت اللہ صاحب کی وفات کے بعد غیر احمدیوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا جس پر عدالت میں مقدمہ چلا۔ عدالت کے فیصلہ کے ماتحت دونوں فریق کو اس مسجد میں نماز پڑھنے کا حق حاصل ہو گیا مگر احمدیوں نے روز روز کے جھگڑے کی وجہ سے اس مسجد کو بھی چھوڑ دیا۔

اس اثنا میں مغلپورہ گنج میں جماعت کی ایک مسجد بن گئی گذشتہ ایک دو سال میں محترم چوہدری غلام رسول صاحب صدر حلقہ گنج کی ہمت اور کوشش سے پرانی مسجد میں اہم تبدیلیاں کر کے اسے ایک بہت خوبصورت مسجد بنا دیا گیا۔ **فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء.**

شاہدرہ میں حضرت حکیم احمد دین صاحب موجد طب جدید کے مکان کے پاس جو مسجد ہے۔ وہ تا حال جماعت اور محلّہ کے غیر از جماعت لوگوں کے مشترکہ استعمال میں ہے مگر نماز جمعہ پڑھنے کا حق صرف جماعت کو حاصل ہے۔ شاہدرہ میں ایک اور مسجد احمدیوں کے قبضہ میں ہے جس میں جماعت کے جلسے ہوتے رہتے ہیں۔

اسلامیہ پارک میں محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ کے مکان کے پہلو میں جو مسجد ہے اس کی زمین محترم چوہدری صاحب کی اہلیہ مرحوم نے عطا کی تھی۔ وہ مسجد بھی جماعت کی ضروریات کو کافی حد تک پورا کر رہی ہے۔

حلقہ محمد نگر اور حلقہ بھارت نگر میں بھی مسجدیں تیار ہو چکی ہیں۔

مزنگ میں حضرت مولوی محمد صاحب نومسلم (یہ بزرگ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے داماد تھے) کا بڑا اثر تھا۔ ان کے اثر کی وجہ سے غلہ منڈی کے رئیس سید برکت علی صاحب نے جو مسجد تعمیر کروائی تھی وہ جماعت کو دے دی تھی جس میں سول دفتر کے احمدی ملازمین دس بارہ سال تک نمازیں پڑھتے رہے مگر بعد میں سید صاحب اور ان کی اولاد نے مقامی لوگوں کے دباؤ کے ماتحت وہ مسجد غیر احمدیوں کے سپرد کر دی۔

بابوالٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اوران کے ساتھیوں نے یونیورسٹی ہال کی تعمیر کے ساتھ وہاں ایک مسجد بھی بنائی تھی جو بالکل ویران پڑی رہتی تھی۔آج سے چالیس سال پہلے وہاں سول دفاتر کے احمدی احباب نے نمازیں پڑھنا شروع کیں اورقریب قریب پندرہ سال متواتر پڑھتے رہے لیکن ۱۹۳۵ء میں جب کہ احرارتحریک زوروں پرتھی اس مسجد پربھی غیراحمدیوں نے قبضہ کرلیا۔

مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ کا ذکراوپر ہو چکا ہے۔حضرت سیدنا درشاہ صاحب جہلمی نے افریقہ سے واپس آکر چمڑہ منڈی میں یہ احاطہ چمڑہ کے کاروبار کے لئے حضرت میاں معراج الدین صاحب عمراوران کے بھائیوں سے خریدا تھا۔مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ جماعت کومسجد بنانے کے لئے اس احاطہ کی ضرورت ہےتوانہوں نے قیمت خریدیعنی ساڑھے گیارہ ہزارروپیہ پرہی یہ احاطہ جماعت کو دے دیا۔مسجد کی تعمیر کا فیصلہ تو حضرت چوہدری محمدظفراللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور کی موجودگی ہی میں ہوگیا تھالیکن تعمیر کا کام حضرت حکیم محمدحسین صاحب موجدمفرح عنبری نے ان ایام میں کیا جبکہ حضرت چوہدری صاحب حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کےساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئےلندن تشریف لے گئے تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد جب جماعت کی تعداد لاہورمیں ترقی کرگئی اورمسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ بالکل ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی نےمحترم شیخ بشیراحمد صاحب امیر جماعت لاہورکوارشادفرمایا کہ ایک وسیع مسجد کی تعمیر کے لئے دس ہزارروپے جمع کروتا زمین خریدی جا سکے۔محترم بابوفضل دین صاحب سیالکوٹی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ کا بیان ہے کہ محترم شیخ صاحب نے انہیں اورمحترم میاں غلام محمد صاحب اختر کوفرمایا کہ میری کارلواورمسجد کی زمین کے لئے چندہ جمع کرو۔ہم نے اسی روزشام تک پانچ ہزارروپے کے وعدے اور پانچ ہزارنقدمحترم امیرصاحب کی خدمت میں پیش کئے جس پرحضور نے اظہارخوشنودی فرمایا۔

۱۹۵۴ء میں محترم چوہدری اسداللہ خاں صاحب جماعت احمدیہ لاہور کے امیرمقرر ہوئے۔ آپ نے دارالذکر کی اندازاً ۶ کنال زمین سولہ ہزارروپیہ میں خریدی اوراللہ کا نام لے کرتعمیر کا کام شروع کردیا۔حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک بکرے کی قربانی کرنے کے بعد اس عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھی۔خدام الاحمدیہ نے وقارعمل کے ذریعہ ابتدا میں ٹھوس کام کیا۔

انصاراللہ نے بھی کافی حصہ لیا۔محترم امیر صاحب نے چندہ کی فراہمی کے لئے ایک مسجد کمیٹی بنائی۔جس نے مختلف حلقوں میں دورے کر کے چندہ فراہم کیا۔امیر صاحب نے مختلف مواقع پر سرکردہ احباب سے اور خطبات کے دوران میں جماعت سے رقم کی فراہمی کے لئے متعدد اور متواتر اور مؤثر خطاب کئے جس کے نتیجہ میں تین لاکھ روپے اب تک مسجد کی تعمیر پر خرچ ہو چکے ہیں۔ **فالحمد للّٰہ علی ذالک۔**

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور کا اسمبلی کا ممبر بننا۔۱۹۲۶ء

لاہور کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے والا ۱۹۲۶ء کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ جماعت کے امیر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پنجاب کونسل کے ممبر چنے گئے۔اس کے بعد جب تک آپ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں نہیں چلے گئے۔ہر سال ہی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ممبر منتخب ہوتے رہے۔کونسل کے اجلاسات میں آپ کی رائے نہایت ہی صائب سمجھی جاتی تھی۔جس معاملہ پر بھی آپ بحث کرتے اس کے ہر پہلو کو اجاگر کر کے چھوڑتے۔

جداگانہ نیابت کی تائید

۲۵۔فروری ۱۹۲۷ء کو جماعت کے سرکردہ ۲۶۔اصحاب کا ایک وفد وائسرائے ہند کو ملا۔وفد کی طرف سے ایڈریس حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے پیش کیا۔جس میں علاوہ اور امور کی طرف توجہ دلانے کے ایک بات یہ کہی کہ

> ''یہ ضروری ہے کہ جب تک کہ قلیل التعداد جماعتیں خود اپنے اس حق کو نہ چھوڑیں۔انتخاب کونسل ہا علیحدہ نیابت اور جداگانہ منتخب کنندگان کے طریق پر جاری رہے''۔ [۳۲]

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کا سفر لاہور ۲۶۔فروری ۱۹۲۷ء

مسلمان قوم کی رہنمائی اور دیگر اہم مصالح کی غرض سے ۲۶۔فروری ۱۹۲۷ء کو حضور لاہور تشریف لائے۔ [۳۳] چونکہ تمام مکاتیب فکر کے مسلمان رہنماؤں کی نظریں حضور ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔اس لئے حضور کے یہاں تشریف لانے پر مندرجہ ذیل اصحاب ملاقات کیلئے تشریف لائے۔

۱۔مولوی سید ممتاز علی صاحب ایڈیٹر اخبار ''تہذیب النسواں'' ۲۔مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر ''پیسہ اخبار'' ۳۔سید عبدالقادر صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج ۴۔مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری ۵۔مسٹر بشیر احمد صاحب پروفیسر فورمین کرسچن کالج ۶۔سر شہاب الدین صاحب

مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور سر شہاب الدین صاحب نے حضور کے اعزاز میں دعوتیں بھی دیں۔

۲۸۔فروری ۱۹۲۷ء کو حضور نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں اور یکم مارچ ۱۹۲۷ء اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت فرمائی۔[۳۴]

ہندو مسلم فسادات کے سلسلہ میں حضور کی رہنمائی

۲۔ مارچ ۱۹۲۷ء کو حضور نے خان بہادر سر محمد شفیع کے۔سی۔ایس۔آئی کی صدارت میں بریڈلا ہال میں ایک پبلک تقریر فرمائی۔تقریر کا موضوع تھا ''ہندو مسلم فسادات' ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل'' اس تقریر میں حضور نے ان تمام طریقوں کو کھول کر بیان کیا جس سے دونوں قوموں میں آپس میں صلح صفائی ہوسکتی تھی۔ نیز مسلمانوں کو بتایا کہ غیر مسلموں کے مقابلہ میں تمہیں آپس میں متحد اور متفق ہو کر رہنا چاہئے اور اپنی ترقی کے لئے نئی نئی سکیمیں سوچتے رہنا چاہئے۔ حضور کی اس تقریر پر ہندو مسلم پریس دونوں نے اپنے اپنے رنگ میں کافی لکھا۔ ذیل میں ایک مسلم اخبار اور ہندو اخبار کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

اخبار ''تنظیم'' نے لکھا:

''امیر جماعت احمدیہ قادیان نے بریڈلا ہال لاہور میں ہندو مسلم فسادات کے اسباب و علاج اور مسلمانوں کے آئندہ طرز عمل پر ایک اہم تقریر کی ہے..........آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے مذہبی اور سیاسی رواداری اور احترام باہمی کی اپیل کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ مسلمانوں کو آپس میں متحد ہو جانا چاہئے ورنہ ان کے لئے اپنا وجود قائم رکھنا بھی دشوار ہو جائے گا۔آپ کی تجویز ہے کہ مسلمان سیاسی معاملات میں سیاسی اتحاد کو

پیش نظر رکھیں اور ان تمام فرقوں کو مسلمان سمجھ لیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور جنہیں غیر مسلم مسلمان کہتے ہیں کیونکہ غیر مسلم کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ تمام فرقوں کے حقوق کا لحاظ رکھیں اور اپنے بچوں کے لئے اس قسم کی تاریخیں لکھیں جن میں سلاطین اسلام کے متعلق صحیح واقعات پیش کئے جائیں اور انہیں معلوم ہو کہ ان کا ماضی کس قدر شاندار تھا۔''[۳۵]

اب پڑھئے ایک غیر مسلم پرچہ کی تنقید۔ اخبار ملاپ نے لکھا۔

''۲۔ مارچ ۱۹۲۷ء کو مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے بریڈلا ہال لاہور میں ''ہندو مسلم فسادات کا علاج' اور مسلمانوں کے آئندہ طریق عمل'' کے موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا وہ اسی پرچہ میں آپ کسی دوسری جگہ پڑھیں گے۔ یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب کا طرز تقریر معقول اور متین تھا۔ لیکن آپ نے جس طریقہ سے اپنے مضمون کو نبایا وہ مسلمانوں کے ایک سیاسی مبلغ کی حیثیت سے تھا نہ کہ ایک مذہبی امام کی حیثیت سے............ گو اصولی طور پر تو مرزا صاحب نے فرقہ وارانہ نیابت کے مسئلہ کو لیاقت پر قربان کرنا ہی مناسب سمجھا۔ لیکن جب آپ تقریر کے اندر تفاصیل میں داخل ہوئے تو آپ نے اس اصول کی بناء پر حمایت کی کہ پس افتادہ اور کمزور اقوام کی ترقی کے لئے یہ امر ضروری ہے لیکن یہ نہ سوچا کہ پس افتادہ اقوام کے لئے تربیت اور درسی تعلیم کی سہولتیں ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ لیکن سیاست میں پس افتادہ اقوام کے ہاتھوں عنانِ اقتدار دینا گاڑی کے پیچھے گھوڑا لگانے کے مترادف ہے۔ ہم پسماندہ قوم کے بچوں کے لئے تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے کو تو کسی حد تک حق بجانب قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ پسند نہیں کر سکتے کہ سروسز لیجیسلیچروں اور لوکل باڈیوں میں نااہل اور نیم خواندہ آدمیوں کی قسمتوں کو خراب ہوتا دیکھیں............ اس کے سوائے جس خطرناک پہلو پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو نرالی انگیخت کی۔ وہ ان ہندو تجاروں اور دکانداروں کا بائیکاٹ کرنا تھا جو کہ کھانے پینے کی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ کاش مرزا صاحب اتنا تو سوچتے کہ اس طرح وہ ہندو تجاروں کا بائیکاٹ کر کے افتراق کی خلیج کو محض وسیع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں نہ کہ فساد کو روکنے کی کوئی سبیل بیان فرما رہے ہیں۔

وہ جمہوریہ اسلام کے اندر ایک ایسا نفرت کا جذبہ پیدا کر رہے ہیں جس سے ہندو قدرتاً ناراض ہوں اور یہ سمجھنے لگ پڑیں کہ آنریبل میاں فضل حسین نے سیاسی میدان میں ہندوؤں کو جو ضعف پہنچایا ہے وہی اب مرزا صاحب تجارتی پہلو میں ہندوؤں کو پہنچانا چاہتے ہیں''۔[۳۶]

اس تنقید کے ہر فقرہ سے ظاہر ہے کہ وہ تمام تجویزیں جو مسلم قوم کی ترقی کیلئے مفید اور ضروری ہیں ہندو انہیں اپنے مفاد کی خاطر سخت مضر سمجھتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ہمیشہ ہمیش کیلئے ان کے غلام بنے رہیں۔

مذہب اور سائنس پر لیکچر ۳۔ مارچ ۱۹۲۷ء

حضور کی دوسری تقریر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کی صدارت میں ''مذہب اور سائنس'' کے موضوع پر ۳۔ مارچ ۱۹۲۷ء کو حبیبیہ ہال میں ہوئی۔ اس تقریر میں حضور نے متعدد مثالوں کے ذریعہ ثابت کیا کہ وہ باتیں جو سائنس نے آج دریافت کی ہیں قرآن کریم اور احادیث کی تعلیمات میں چودہ سو سال قبل بیان کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

''ایسی پُر از معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے اور خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے............ میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے وہ زائل نہ ہو جائے اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں''۔[۳۷]

فسادات لاہور میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مظلوم مسلمانوں کی امداد

جن فسادات کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود بنفس نفیس لاہور میں پہنچ کر ان کو ختم کروانے کی متعدد کوششیں کیں۔ بڑے بڑے لیڈروں سے مل کر بھی اور عوام الناس اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے تقاریر کے ذریعہ بھی۔ مگر فسادات کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ حتّٰی کہ مئی ۱۹۲۷ء کے پہلے ہفتہ میں مظلوم اور بے بس مسلمانوں کا نہایت بیدردی سے خون بہایا گیا۔

محترم جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک کا بیان ہے:

''۴۔مئی ۱۹۲۷ءکورات کے وقت حویلی کابلی مل کی مسجد سے چند مسلمان نماز پڑھ کر نکلے۔تو سکھوں نے ڈبی بازار والے گوردوارے سے نکل کران پر حملہ کیا اور تین غازی شہید ہو گئے حکام شہر اور بزرگان شہر نے انتہائی تدابیر اختیار کیں تاکہ فساد پھیلنے نہ پائے۔ مسلمانوں نے نہایت صبر وشکیب سے کام لیا اور دوسرے دن شہداء کی میتیں ہزارہا مسلمانوں کے جلوس کے ساتھ اٹھیں۔ جب یہ جلوس لوہاری دروازہ کے باہر پہنچا تو ہندوؤں کے ایک مکان سے کنکر پھینکے گئے۔مسلمان بپھر گئے۔لیکن پھر بڑوں کے سمجھانے بجھانے پر خاموش ہو گئے تاکہ جنازوں کی توہین نہ ہو۔لیکن جب ہزارہا مسلمان جنازوں کو دفن کرنے کے بعد واپس آئے تو ہندوؤں سے ان کا تصادم ہو گیا اور شہر کے مختلف حصوں میں چھرا چلنے لگا۔ اگر چہ اس فساد کا آغاز سکھوں کی طرف سے ہوا تھا لیکن حویلی کابلی مل کے حادثہ کے بعد سکھ خدا جانے کہاں غائب ہو گئے اور خونریزی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے لگی۔ ایسی حالت میں سکھوں کا طریقہ یہی ہوتا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ ہم بہت قلیل اقلیت میں ہیں۔اگر ہم میں سے دو تین آدمیوں نے فساد شروع کر دیا ہے تو باقی سکھوں کو اس فساد کے نتائج سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ طیش کھائے ہوئے مسلمان ہندوؤں پر حملہ آور ہو جاتے تھے اور پھر ہندو بھی اپنے اپنے حلقوں میں مسلمانوں کا قتل کرنا شروع کر دیتے تھے۔غرض دو تین دن لاہور میں کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا اور کوئی دوسو ہلاک اور تین سو سے زیادہ زخمی ہوئے''۔ ۳۸

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جب قادیان میں اس کشت وخون کی اطلاع ہوئی تو حضور کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ حضور نے حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب ناظر اعلیٰ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور عامہ اور حضرت مولوی فضل دین صاحب کو بعض اہم ہدایات دے کر لاہور بھجوایا۔ ان تینوں بزرگوں نے ہر ممکن ذریعہ سے مظلومین کی امداد کی۔ان کے بعد حضور نے مزید ہدایات دے کر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو بھی یہاں بھجوایا اور مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں انفارمیشن بیوور (شعبہ اطلاعات) قائم کر دیا گیا۔۳۹

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایات کی روشنی میں مظلومین کی امداد کے لئے طریق کار یہ اختیار کیا گیا کہ سب سے پہلے مقتولین اور مجروحین اوران کے پسماندگان سے متعلق ضروری اور مفصل معلومات حاصل کرنے کیلئے ایک اشتہار دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں صبح ۶ بجے سے لیکر رات ۹ بجے تک مسجد میں اطلاعات آنا شروع ہوگئیں۔ اس پر جہاں جہاں بھی امداد کی ضرورت ہوتی یہ بزرگ مقامی احمدیوں کے تعاون سے ضروری امداد بہم پہنچاتے۔ مظلوم مسلمانوں کی امداد کے لئے متعدد مرتبہ یہ بزرگ کوتوالی میں بھی گئے۔ بالا حکام سے بھی ملاقاتیں کیں۔ مقتولیں اور مجروحین کے گھروں میں جا کران کے متعلقین کی بھی ڈھارس بندھوائی اوران کی مناسب امداد کا سامان کیا۔ احمدی ڈاکٹروں نے ہسپتال میں جا جا کر زخمیوں کی دیکھ بھال میں ہسپتال کے عملہ کا ہاتھ بٹایا۔ غرض کہ جو کچھ بھی یہ بزرگ کر سکتے تھے انہوں نے دن رات ایک کر کے مہینوں تک لاہور کے مظلوم مسلمانوں کے لئے کیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی اس وسیع امداد کا ذکر کرتے ہوئے لاہور کے ہفت روزہ ’’ترجمان‘‘ نے لکھا۔

’’مرزائی مسلمانوں نے بڑے وسیع پیمانے پر لاہور کے مصیبت زدہ مسلمانوں کی ہرصورت میں یعنی قانونی اورنقدی کی امداد بہم پہنچانا شروع کردی ہے‘‘۔ [۴۰]

کتاب ’’رنگیلا رسول‘‘ پر جماعت احمدیہ کا ردعمل

گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے کہ ہندو مسلم فسادات کی بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ مئی ۱۹۲۷ء کے پہلے ہفتہ میں اوّلاً سکھوں نے اور پھر ہندوؤں نے لاہور کے مسلمانوں پر قاتلانہ حملے شروع کردیئے جس کے نتیجہ میں لاہور قتل وغارت کی آماجگاہ بن گیا اور کوئی دوسو افراد ہلاک اور تین سو سے زیادہ مجروح ہوئے۔ بدزبان اور دریدہ دہن ہندو مصنفین نے بعض اشتعال انگیز کتابیں اور رسالے بھی لکھنے شروع کردیئے جن میں پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر کمینے حملے شروع کردیئے تھے جن کا مقصد محض اور محض یہ تھا کہ مسلمانوں کے قلوب اپنے آقا و پیشوا ﷺ پر ناپاک حملے دیکھ کر چھلنی چھلنی ہو جائیں اور وہ اشتعال انگیز حرکات پر اتر آئیں۔ چنانچہ ایک آریہ سماجی ’’راجپال‘‘ نام نے ایک ایسی کتاب ’’رنگیلا رسول‘‘ نامی شائع کی۔ جس پر مسلمانوں کے جذبات سخت

مجروح ہوئے اور ان کے توجہ دلانے پر حکومت نے راجپال پر مقدمہ چلایا۔ اس مقدمہ کے نتیجہ میں ابتدائی عدالت نے راجپال کو زیر دفعہ ۱۵۳۔ الف تعزیرات ہند چھ ماہ قید با مشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا دی۔ راجپال نے ہائیکورٹ میں اپیل کی۔ ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے فیصلہ دیا کہ

''میری رائے میں دفعہ ۱۵۳۔ الف اس قدر وسیع معانی کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ میرے خیال میں اس دفعہ کے وضع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو کسی ایسی قوم پر حملہ کرنے سے روکا جائے جو موجود ہو نہ کہ اس سے گذشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف اعتراضات اور حملوں کو روکنا مقصود تھا۔ جہاں تک میرا تعالق ہے میں اس امر پر اظہار افسوس کرتا ہوں کہ ایسی دفعہ کی تعزیرات میں کمی ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مقدمہ دفعہ ۱۵۳۔ الف کی زد میں آتا ہے اس لئے میں نظر ثانی کو بادلِ ناخواستہ منظور کرتا ہوں اور مرافعہ گذار کو بَری کرتا ہوں''۔ [۱۴۱]

رسالہ ''ورتمان'' امرتسر

یہ مقدمہ جس کا فیصلہ اوپر درج کیا گیا ہے ابھی زیر سماعت ہی تھا کہ امرتسر کے ہندو رسالہ ''ورتمان'' نے مئی ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ایک آریہ دیوی شرن شرما کا آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک نہایت ہی دلآزار مضمون شائع کیا۔ اس مضمون میں افسانوی صورت میں یہ دکھایا گیا تھا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی (معاذ اللہ) شہوت رانی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہیں۔ اس مضمون میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے ازواج مطہراتؓ اور حضرت علیؓ کے نام بھی بگاڑ کر پیش کئے گئے تھے۔ ابھی یہ مضمون شائع ہوا ہی تھا کہ ہائیکورٹ لاہور نے راجپال مذکور کو بھی بری کر دیا۔ ان دونوں واقعات نے مسلم قوم کے جذبات کو سخت مجروع کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے علم میں مذکورہ ورتمان کا یہ نہایت ہی دلآزار مضمون آتے ہی حضور نے فوراً مسلمان قوم کی رہنمائی اور حکومت کو اپنے جذبات سے آگاہ کرنے کے لئے ایک پوسٹر شائع کیا جس کا عنوان تھا ''رسول کریمؐ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں

گے‘‘۔[۴۲]

اس پوسٹر میں حضور نے نہایت ہی درد سے جلالی الفاظ میں فرمایا:

’’کیا اس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اور مصیبت کا دن آ سکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بے کسی کوئی اور صورت اختیار کرسکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسائیوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدتہ نفسی واہلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے۔ اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہوسکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلّت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پروا نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدارا نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے کر آپ کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہوسکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہوسکتی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بیشک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کر لیں اور پنجاب ہائی کورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے لیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے وہ اپنی طاقت کی بناء پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں اور قانون قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اسے برا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم

سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا۔''

پھر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے بھائیو! میں دردمند دل سے پھر آپ کو کہتا ہوں کہ بہادر وہ نہیں جو لڑ پڑتا ہے۔ وہ بزدل ہے کیونکہ وہ اپنے نفس سے دب گیا ہے۔ بہادر وہ ہے جو ایک مستقل ارادہ کر لیتا ہے اور جب تک اس کو پورا نہ کرلے اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ پس اسلام کی ترقی کے لئے اپنے دل میں تینوں باتوں کا عہد کرلو۔ اوّل یہ کہ آپ خشیت اللہ سے کام لیں گے اور دین کو بے پروائی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے۔ اپنے مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کریں گے اور اس وقت تک بس نہیں کریں گے جب تک کہ مسلمان اس کچل دینے والی غلامی سے بکلّی آزاد نہ ہو جائیں۔ اور جب آپ یہ عہد کرلیں تو پھر ساتھ ہی اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے لگیں۔ یہی وہ سچا اور حقیقی بدلہ ہے ان گالیوں کا جو اس وقت بعض ہندو مصنفین کی طرف سے رسول کریم ﷺ فدتہ نفسی واہلی کو دی جاتی ہیں اور یہی وہ سچا اور حقیقی علاج ہے جس سے بغیر فساد اور بدامنی پیدا کرنے کے مسلمان خود طاقت پکڑ سکتے ہیں اور دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں ورنہ اس وقت تو وہ نہ اپنے کام کے ہیں۔ نہ دوسروں کے کام کے۔ اور وہ قوم ہے بھی کس کام کی جو اپنے سب سے پیارے رسول کی عزت کی حفاظت کے لئے حقیقی قربانی نہیں کرسکتی۔

''کیا کوئی دردمند دل ہے جو اس آواز پر لبیک کہہ کر اپنے علاقہ کی درستی کی طرف توجہ کرے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہو''۔ [۴۳]

حضرت اقدس کا یہ پوسٹر ایک ہی تاریخ میں بیک وقت ملک بھر میں چسپاں کر دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں تمام مسلم قوم کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی ہمسایہ قوم کس طرح ان کے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملے کر کے ان کے جذبات کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ چنانچہ تمام ہندوستان کے طول وعرض میں مسلمانوں کے اندر ایک زبردست

ہیجان کی صورت پیدا ہوگئی۔نوبت بانیجا رسید کہ گورنمنٹ نے قیام امن کے پیش نظر پوسٹر ضبط کرلیا۔مگر پوسٹر کا جو مقصد تھا وہ اس کے ضبط کرنے سے بطریق احسن پورا ہوگیا۔اس ضبطی نے مسلمانوں کے غم و غصہ میں جلتی پر تیل کا کام دیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کے لئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار ہوگئے۔رنگیلا رسول کے متعلق ہائیکورٹ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دینا تو حکومت کے بس کی بات نہ تھی۔مگر ''ورتمان'' کا ناپاک اور گندہ پرچہ ضبط کرنا اور اس پر مقدمہ چلانا حکومت نے ضروری سمجھا۔ہندوؤں نے بہتیرا شور مچایا کہ ''ورتمان'' کی ضبطی کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔مؤلف) پر بھی مقدمہ چلایا جائے مگر گورنمنٹ نے ان کے اس واویلا کو درخوراعتنا نہ سمجھا۔اور چیف جسٹس نے یہ مقدمہ ایک جج کے سپرد کردیا۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیدار مغزی دیکھئے کہ حضور نے فوراً بذریعہ تار حکومت کو توجہ دلائی کہ یہ مقدمہ ایک سے زیادہ ججوں کے سامنے پیش ہونا چاہئے تا ۱۵۳۔الف سے متعلق جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی بھی تحقیق ہو جائے۔یہ معقول مطالبہ حکومت نے منظور کرلیا۔اور مقدمہ ورتمان ڈویژن بنچ کے سپرد ہوگیا۔[۴۴] جس نے ۱۶۔اگست ۱۹۲۷ء کو یہ فیصلہ دیا کہ مذہبی پیشواؤں کے خلاف بدزبانی ۱۵۳۔الف کی زد میں آتی ہے اور بانی اسلام کو اسلام سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور بنابریں ڈویژن بنچ نے ''ورتمان'' کے مضمون نگار کو ایک سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ اور ایڈیٹر کو چھ ماہ قید بامشقت اور اڑھائی سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔[۴۵]

اخبار ''مسلم آوٹ لُک'' لاہور کا عدالتی فیصلہ کے خلاف احتجاج

اب ''رنگیلا رسول'' سے متعلق جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کا ردعمل دیکھئے۔انگریزی اخبار ''مسلم آوٹ لُک'' (Muslim Outlook) کے احمدی ایڈیٹر حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے اپنے اخبار کی ۱۴۔جون ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ''مستعفی ہو جاؤ'' کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس پر ہائیکورٹ نے ایڈیٹر اور مالک اخبار کے خلاف توہین عدالت کے نوٹس جاری کردیئے۔

حضرت اقدس کا شاہ صاحب کو مشورہ

حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری ہائیکورٹ کا یہ نوٹس لے کر بغرض مشورہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ

کے پاس قادیان حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! بعض لوگ کہتے ہیں کہ مضمون پر اظہار افسوس کر دینا چاہئے ۔مگر حضرت نے یہ مشورہ دیا کہ

''ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ صوبہ کی عدالت کا مناسب احترام کریں۔لیکن جب کہ ایک مضمون آپ نے دیانتداری سے لکھا ہے اور اس میں صرف ان خیالات کی ترجمانی کی ہے جو اس وقت ہر مسلمان کے دل میں اٹھ رہے ہیں تو اب آپ کا فرض سوائے اس کے کہ اس سچائی پر مضبوطی سے قائم رہیں اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا سوال ہے اور ہم اس مقدس وجود کی عزت کے معاملہ میں کسی کے معارض بیان پر بغیر آواز اٹھائے نہیں رہ سکتے ہیں۔ میں قانون تو جانتا نہیں اس کے متعلق تو آپ قانون دان لوگوں سے مشورہ لیں۔مگر میری طرف سے آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنے جواب میں یہ لکھوا دیں کہ اگر ہائیکورٹ کے ججوں کے نزدیک کنور دلیپ سنگھ صاحب کی عزت کی حفاظت کے لئے تو قانون انگریزی میں کوئی دفعہ موجود ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں تو میں بڑی خوشی سے جیل خانہ جانے کے لئے تیار ہوں۔ [۴۶]

مقدمہ کی سماعت اور سید دلاور شاہ صاحب بخاری کا بیان ۔۲۲۔جون ۱۹۲۷ء

جب یہ مقدمہ ۲۲۔جون ۱۹۲۷ء کو فل بنچ کے سامنے پیش ہوا تو حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے مومنانہ غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بیان دیا کہ

''مسلمان کا سب سے زیادہ محبوب اور مطلوب جذبہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے پیغمبر پاک سے عقیدت وافر اور ارادت کامل رکھتا ہے۔مسلمان کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ یا درجہ سے تعلق رکھتا ہو عام اس سے کہ وہ امیر ہو یا غریب و نادار' یہ ناممکن ہے کہ پیغمبر پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات پاک یا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت مبارکہ پر کسی قسم کا حملہ گوارا کر سکے............یہی وجہ ہے کہ ''رنگیلا رسول'' کی اشاعت سے ہر ایک قلب مسلم پر یاس و ہیجان مستولی ہوگیا۔ ہر مسلمان مضطرب نظر آنے لگا لیکن اس اشتعال انگیز کتاب کی

اشاعت سے مشتعل شدہ جذبات کو ملت اسلامیہ کے ہر فرد نے دبائے رکھا۔ اور اس امید سے دل کو تسلی دے لی کہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار کو قانون کے ماتحت واجب اور منصفانہ سزا دی جائے گی اور کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ آنریبل مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ نے امیدوں کے قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس وسیع ملک کے طول وعرض میں لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو نہایت سخت صدمہ پہنچا''۔[47]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اس مقدمہ میں فاضلانہ بحث

لاہور کے چوٹی کے وکلاء نے سر شفیع مرحوم کی کوٹھی پر جمع ہو کر متفقہ فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے بہتر اور کوئی شخص وکالت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکے گا۔ اس لئے یہ خدمت محترم چوہدری صاحب کے سپرد کی جاتی ہے۔ چنانچہ اخبار ''دور جدید'' نے لکھا کہ

''مسلم آوٹ لُک کے اس کیس کے سلسلہ میں جو در حقیقت راجپال کے مقدمہ تحقیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک شاخسانہ تھا۔ شفیع مرحوم ومغفور کی کوٹھی پر پنجاب کے بہترین وکلاء اس غرض کے لئے جمع ہوئے تھے کہ اس مقدمہ کو ہائی کورٹ میں ججوں کے سامنے کون پیش کرے تو ان چوٹی کے آٹھ دس وکلاء نے (جو سب کے سب لیڈر اور قومی رہنما اور سردار سمجھے جاتے تھے) متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ اس کام کو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے علاوہ اور کوئی شخص کامیابی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا۔ چوہدری صاحب موصوف نے اگرچہ اس بات پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ آپ حضرات تجربہ، قابلیت، شہرت اور استعداد میں مجھ سے بڑھ کر ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ وار کارکن آپ میں سے کوئی بزرگ ہو جائے اور میں بطور اسسٹنٹ ممکن خدمت اور مدد کرتا رہوں لیکن اس کو کسی ایک نے بھی منظور نہ کیا۔

''چوہدری صاحب نے ہائیکورٹ میں یہ کیس بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا۔ اور اپنی سحر بیان تقریر کے آخری فقروں میں فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی غلامی پر دنیا کی چالیس کروڑ آبادی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ جن کی غلامی پر دنیا کے جلیل القدر شہنشاہ عظیم الشان وزراء مشہور عالم جرنیل اور کسی عدالت پر رونق افروز ہونے والے

جج (جن کی قابلیت پر زمانہ کو ناز ہے) فخر کرتے ہیں' ایسے انسان کامل کے متعلق راجپال کی ذلیل تحریر کو کسی جج کا یہ قرار دینا کہ اس سے نبی کریمؐ کی کوئی ہتک نہیں ہوئی تو پھر ''مسلم آوٹ لُک'' کے مضمون سے بھی یہ فیصلہ قرار دینے والے کہ اس سے کسی کی کوئی تحقیر نہیں ہوئی' صائب الرائے ٹھہرتے ہیں۔

''اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خاں صاحب جو اس وقت موجود تھے' فرط جوش میں آبدیدہ ہو گئے اور ان سے رہا نہ گیا۔ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور چوہدری صاحب کا ہاتھ چوم کر ان کو گلے سے لگا لیا۔ نیز نہایت پُرزور طریق سے یہ بات کہی کہ چوہدری صاحب کی اس تقریر نے واضح طور پر یہ غلط ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں مقرر نہیں۔''

ان واقعات سے صرف کرتے ہوئے چوہدری صاحب کو ایک زمانہ میں انجمن حمایت اسلام کی ممبری کیلئے مینیجنگ کمیٹی کا بھی ممبر بنایا گیا اور آپ نے مسلمانوں کے مختلف ڈیپوٹیشنز کی ممبری کے فرائض سرانجام دیئے۔[۴۸]

۲۔ اخبار ''سیاست'' لاہور نے لکھا:

''اس سوال پر کہ عدالت عالیہ کو اس مقدمہ کی سماعت کا حق حاصل ہے یا نہیں' چوہدری ظفر اللہ خاں بیرسٹر ایٹ لاء ممبر پنجاب کونسل نے زبردست تقریر کی اور متعدد حوالے دے کر ثابت کرنا چاہا کہ عدالت ہائے برطانیہ کو ولایت کے قانون عامہ کی رو سے ایسے مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ یہ اختیار پرانی عدالت ہائے ہند کو حاصل تھا جو بمبئی' مدراس اور کلکتہ میں موجود تھیں۔ ان کے بعد انہی شہروں میں عدالت ہائے عالیہ مقرر ہوئیں۔ ان کو یہ حق خاص طور پر تفویض ہوا۔ ان کے سوا کسی عدالت کو یہ حق حاصل نہیں۔ سرکاری وکیل نے جواب میں کہا کہ الہ آباد ہائیکورٹ اور پنجاب ہائیکورٹ کی حیثیت ایک ہی ہے اور دونوں کو یہ حق حاصل ہے............غرض کہ پُرلطف بحث ہوئی اور ساڑھے گیارہ بجے عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں سماعت مقدمہ کا حق حاصل ہے۔ اگرچہ فیصلہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے خلاف ہوا۔ تاہم ان کی قابلیت اور ان کے فاضلانہ خطاب کا ہر شخص معترف تھا اور اپنے اور بیگانے وکلاء نے بھی ان کو ان کی تیاری اور قابلانہ تقریر پر مبارکباد دی۔

''اس کے بعد اصل الزام زیر بحث آیا۔ مسٹر کارڈن بیرسٹر نے سرکار کی طرف سے تقریر کی اور کہا کہ جس مضمون پر اعتراض ہے وہ ۱۴۔ جون کو شائع ہوا۔ اس کا عنوان ہے

''مستعفی ہو جاؤ'' ایک جج سے استعفاء کا مطالبہ کرنا ہی اس کی سخت ہتک ہے۔ دوسرے اس مضمون میں لکھا ہے کہ جن حالات میں یہ فیصلہ ہوا ہے جو غیر معمولی فیصلہ ہے ان کی تحقیقات ہونا چاہیئے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مضمون میں الزام لگایا گیا ہے کہ فاضل جج نے ایمانداری سے فیصلہ نہیں کیا............آپ کے بعد............مسٹر ظفر اللہ نے ثابت کیا کہ کسی جج سے استعفاء کا مطالبہ کرنا اس کی ہتک کرنا نہیں ہے۔ اس کو عدالت نے تسلیم کیا۔ آپ نے کہا کہ ملزمین نے نہایت دلیرانہ جواب دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹ بولنے والے نہیں ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ نہ تھا کہ جج کی نیت پر حملہ کریں تو ہمیں ان کے بیان پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ وہ اس امر کی تحقیقات چاہتے ہیں کہ آیا اس مقدمہ میں سرکاری وکیل نے خوب بحث کی یا نہ کی اور جج نے اس کو دو ججوں کے سپرد کیوں نہ کر دیا۔ اکیلے کیوں فیصلہ کیا وغیرہ وغیرہ آپ نے کہا کہ ایک فقرہ کے بھلے اور برے دو معنی ہو سکتے ہیں اس کے جو بھلے معنی ہیں عدالت ان کو اختیار کرے۔'' [۴۹]

''مولوی نور الحق صاحب کی جانب سے مسٹر نیاز محمد نے کہا کہ وہ محض ناشر اور طابع ہیں اور انگریزی نہیں جانتے لہٰذا ان کی ذمہ داری کم ہے۔ آپ نے کئی حوالے پیش کئے۔ مگر مولوی نور الحق صاحب نے خود اٹھ کر کہہ دیا میں تمام الزام کو قبول کرتا ہوں۔'' [۵۰]

عدالت کا فیصلہ

عدالت نے سید دلاور شاہ صاحب بخاری' مولوی نور الحق صاحب کے بیانات اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی بحث سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ

''میں سید بخاری کو چھ ماہ قید محض اور ساڑھے سات سو روپے جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی چھ ہفتہ مزید قید محض کی سزا دیتا ہوں اور مولوی نور الحق کو تین ماہ قید محض ہزار روپے جرمانہ اور بصورت عدام ادائیگی مزید ایک ماہ قید محض کا حکم سناتا ہوں۔ تمام ججوں نے اس سزا سے اتفاق کیا۔ فوراً پولیس کے افسروں نے ملزمین کو گھیر لیا۔ وارنٹ تیار تھے۔ انہیں موٹر میں بٹھا کر سنٹرل جیل کو لے گئے۔ [۵۱]

لندن میں پولیٹیکل مسلم لیگ کا قیام

سید دلاور شاہ صاحب بخاری اور مولوی نور الحق صاحب کو سزا دینے کا ردعمل یہ ہوا کہ ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک کے مطابق جلسے کرنے شروع کئے اور جہاں اس سزا کے خلاف پُرزور احتجاج کیا گیا وہاں مشترکہ انجمنیں قائم کر کے کھانے پینے کے سامان کے متعلق اپنی دکانیں کھلوائیں۔ تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دی اور اپنے سیاسی حقوق کے حصول کیلئے جدوجہد تیز کر دی اور ایک محضر نامہ تیار کیا جس میں پانچ لاکھ مسلمانوں کے دستخط کروائے گئے۔ [۵۲]

مجھے وہ زمانہ خوب یاد ہے جب ہم لوگ اس قسم کے جلسوں میں جا کر تقریریں کرتے تھے تو ہندو بہت برہم ہوا کرتے تھے۔ ہم انہیں کہتے تھے کہ ہماری اس سکیم پر آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کو دودھ دہی اور مٹھائی کی دکانیں کھولنے کا حق نہیں۔ پھر جب آپ لوگ مسلمانوں کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی مٹھائی نہیں کھاتے تو آپ اس امر پر شاکی کیوں ہوتے ہیں کہ مسلمان بھی آپ کے ہاتھ کی تیار کردہ چیز نہ کھائیں۔ اس پر انہیں ناچار خاموش ہونا پڑتا تھا۔ بہرحال حضور کی یہ سکیم بہت کامیاب رہی۔ پنڈت لیکھرام کے قتل کئے جانے کے بعد جب بعض ہندو دوکانداروں نے مسلمان بچوں کے ہاتھ ایسی مٹھائی فروخت کرنا شروع کی جس میں زہر ملا ہوا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر کچھ مسلمانوں نے اپنی دوکانیں کھولیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح ؓ کی تحریک پر چونکہ منظّم رنگ میں کام کیا گیا۔ اس لئے اس زمانہ میں مسلمانوں نے کثرت سے دکانیں کھولنا شروع کیں۔ بہرحال مسلم قوم کو پستی سے نکالنے کے لئے حضور کی اس ملک میں تو یہ سرگرمیاں تھیں۔ برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں کو حالات سے آگاہ کرنے اور انہیں مسلمانوں کو سیاسی حقوق دلوانے پر آمادہ کرنے کے لئے حضور نے لندن میں ایک مسلم پولیٹیکل لیگ قائم کروائی۔ [۵۳]

اس لیگ میں لاہور کے مشہور وکلا شامل تھے۔ انہوں نے بھی متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مسلم حقوق سے انگریز قوم کو روشناس کرانے کا کام چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے علاوہ اور کوئی شخص بہتر طور پر نہیں کرسکتا۔ چنانچہ انہی ایام میں حضرت چوہدری صاحب لندن تشریف لے گئے۔ آپ نے مسلمانان پنجاب کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں دارالعلوم اور دارالامراء کے ممبروں، انڈیا آفس کے عہدیداروں،

سابق وائسراؤں، گورنروں، پارلیمنٹ کے کارکنوں اور پریس کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔ کئی مجالس سے خطاب کیا۔ مشہور اخبارات میں مضامین لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چوٹی کے انگریز سیاست دانوں کے علاوہ عام اخباربین طبقہ بھی مسلمانوں کے حقوق میں کافی دلچسپی لینے لگ گیا۔[۵۴]

چنانچہ اس زمانہ کے مشہور اخبار ''دورجدید'' نے لکھا کہ

''پنجاب کونسل کے تمام مسلمانوں نے جو یقیناً مسلمانانِ پنجاب کے نمائندے کہلانے کا جائز حق رکھتے ہیں جب کہ یہ ضرورت محسوس کی کہ پنجاب کی طرف سے ایک مستند نمائندہ انگلستان بھیجا جانا چاہیئے تو عالی جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ہی کی ذات ستودہ صفات تھی جس پر ان کی نظر انتخاب پڑی۔ چنانچہ چوہدری صاحب اپنا روپیہ صرف کر کے اور اپنے قیمتی وقت اور آمدنی کو نظر انداز کر کے انگلستان تشریف لے گئے اور اس خوبی اور عمدگی سے حکومت برطانیہ اور سیاسیین انگلستان کے روبرو یہ مسائل پیش کئے جس کے مداح نہ صرف مسلمانانِ پنجاب ہوئے بلکہ حکومت بھی کافی حد تک متاثر ہوئی۔ یہ وہ واقعات ہیں اور وہ روشن حقائق ہیں جن سے کم از کم اخباری دنیا کا کوئی شخص کسی وقت بھی انکار نہیں کرسکتا''[۵۵]

یاد رہے کہ میں نے اپنے مضمون کو صرف ان کوششوں تک محدود رکھا ہے کہ جو مسلمانانِ ہند کی سربلندی کے لئے لاہور کے احمدیوں نے اپنے امام ہمام کی ہدایات کے ماتحت کیں ورنہ اگر ساری جماعت کی کوششوں کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے ایک الگ مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اس زمانہ کے متعدد مسلم اخبارات جماعت احمدیہ کی اس بارہ میں مساعی جمیلہ کو صفحہ قرطاس پر لانے میں قطعاً کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے تھے۔

ہندو اخبارات کا مخالفانہ پروپیگنڈا اور حضور کی طرف سے اس کا ازالہ

ہندو قوم کا چونکہ گورنمنٹ میں بہت اثر و رسوخ تھا اس لئے انہوں نے گورنمنٹ کے اعلیٰ افسران کو ملاقاتوں اور اخبارات کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے خلاف یہ کہہ کر بہت بھڑکایا کہ احمدی اپنے امام کے حکم کے ماتحت مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کا تجارتی بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں جب مسلم حقوق کی حفاظت اور اتحاد کانفرنس

میں شمولیت کے لئے شملہ تشریف لے گئے تو واپسی سے قبل حضور کو گورنر پنجاب کے چیف سیکرٹری کی چٹھی ملی جس میں لکھا تھا کہ گورنر پنجاب کی خواہش ہے کہ آپ واپس جانے سے قبل گورنر صاحب سے ضرور ملتے جائیں۔ چنانچہ جب حضور تشریف لے گئے تو گورنر صاحب نے چھوٹتے ہی کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کی جماعت نے ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تحریک شروع کر رکھی ہے؟ حضور نے فرمایا۔ یہ رپورٹ آپ کو غلط ملی ہے۔ نہ ہم نے بائیکاٹ کے لئے کہا اور نہ ہماری جماعت نے بائیکاٹ کی تحریک کی۔ ہم نے جو کہا وہ صرف یہ ہے کہ ہندو جو چیزیں مسلمانوں سے نہیں خریدتے وہ مسلمان بھی ہندوؤں کی بجائے مسلمانوں سے خریدیں اور مسلمان اپنی دوکانیں کھولیں تا کہ تجارت کا کام بالکل ان کے ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ اب بتائیے کیا ہماری اس تحریک میں کوئی حصہ بائیکاٹ کا ہے۔ اس پر گورنر صاحب نے تسلیم کیا کہ یہ تو کوئی بائیکاٹ نہیں۔ [۵۶]

بابو عبدالحمید ریلوے آڈیٹر کے نام حضور کا خط

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے محترم بابو عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کے نام آخر ۱۹۲۷ء میں ایک خط لکھا تھا جس سے اس مضمون پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ خط یہ ہے:

''مکرمی بابو عبدالحمید صاحب السلام علیکم

گورنر صاحب سے چھوت چھات پر گفتگو ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ ہندوؤں کی طرف سے جو تحریکات اس کے متعلق ہو رہی ہیں وہ ان سے ناواقف ہیں۔ آپ جلد سے جلد کوشش کر کے ہندو اخبارات میں جہاں جہاں مسلمانوں کے بائیکاٹ کے متعلق جو تحریرات نکل چکی ہیں ان کے کٹنگ مع اخبار کے نام اور تاریخ کے ارسال کریں تا کہ ان کے پاس پیش کیا جا سکے۔''

والسلام

خاکسار

مرزا محمود [۵۷]

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا معاندانہ رنگ میں بائیکاٹ کر رہے تھے گویا وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانوں کا اقتصادی بائیکاٹ کرلیں گے تو مسلمان اپنی الگ دکانیں ہرگز نہیں کھول سکیں گے

اور اگر کسی نے کھولی بھی تو اسے کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ مگر مسلم قوم کی ترقی کے دن آ چکے تھے اور یہ ایک ایسی تقدیر تھی جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا اس لئے مسلمان خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تجارتی رنگ میں بھی بہت ترقی کر گئے اور ہندو قوم کا یہ وہم بالکل جاتا رہا کہ مسلمان تجارت کے اہل نہیں۔ مسلمانوں کی ترقی کا یہ سنہری دور تھا۔ اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر وہ عمل جاری رکھتے تو جس منزل پر وہ اب پہنچے ہیں کافی عرصہ قبل اس منزل پر پہنچ چکے ہوتے۔

سائمن کمیشن کی آمد پر جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات

جس زمانہ میں سے ہم گذر رہے ہیں' یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان میں کافی سیاسی بیداری پیدا ہو چکی تھی اور ملک بھر کی قابل ذکر سیاسی جماعتیں انگریزوں سے آزادی طلب کر رہی تھیں۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ملک کے اس جوش کو دیکھ کر ۱۹۲۷ء کے آخر میں حالات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن بھیجا جس کا نام اس کے لیڈر مسٹر سائمن (جو انگلستان کے ایک مشہور بیرسٹر تھے) کے نام پر ''سائمن کمیشن'' رکھا گیا۔

اس کمیشن کے دائرہ عمل میں علاوہ مرکزی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیوں اور کونسل آف سٹیٹ کے نمائندوں اور حکومت کے بڑے افسروں سے مشورہ کرنے کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ وہ ملک کی قابل ذکر جماعتوں کے خیالات بھی دریافت کرے اور مختلف شہادتوں کو قلمبد کر کے اور متعلقہ امور پر غور کر کے دو سال تک اپنی تحقیقاتی رپورٹ برٹش پارلیمنٹ میں پیش کرے تا آئندہ دستور سیاسی کی تیاری میں اس سے مدد مل سکے۔ آل انڈیا نیشنل کانگرس اور مسلم قوم کے ذہین لیڈروں مسٹر محمد علی صاحب جناح' سر عبدالرحیم اور مولانا محمد علی جوہر وغیرہ نے اس بناء پر اس کمیشن کے بائیکاٹ کا اعلان کیا کہ اس میں کسی ہندوستانی ممبر کو شامل نہیں کیا گیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہندو لیڈروں کی ہوشیاری اور مسلمانوں کی سادگی کو فوراً بھانپ گئے۔ حضور نے مسلمانوں کو بتایا کہ سائمن کمیشن سے عدم تعاون ہندوؤں کی ایک خطرناک سیاسی چال ہے جس سے مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیئے اور وہ چال یہ ہے کہ ان لوگوں نے ایک مدت سے انگریزوں کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور یہ وقتاً فوقتاً انگلستان جا کر بھی

اور یہاں بھی اپنے مطالبات پیش کرتے رہتے ہیں۔ پھر انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہراتے ہیں۔ان کے اعزاز میں بڑی بڑی دعوتیں کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انگریز قوم ہندو قوم کے مطالبات سے اچھی طرح آ گاہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے تعلقات انگریزوں سے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لہٰذا ایسے موقعہ پر اگر ہندوؤں کی پیروی میں مسلمانوں نے بھی اس کمیشن کا بائیکاٹ کیا تو اس کا نقصان یہ پہنچے گا کہ کمیشن کو مسلمانوں کے مطالبات کا قطعاً علم نہیں ہوگا اور ہندو قوم کے مطالبات (جن سے وہ پہلے ہی واقف ہے) کو ہی ہندوستان کے مطالبات سمجھ لے گا۔

پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے سائمن کمیشن کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔حضور نے مسلمانوں تک اپنے ان خیالات کو پہنچانے کے لئے ایک رسالہ ''مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت'' لکھا اور اسے پندرہ ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی میں چھپوا کر ہندوستان بھر میں تقسیم کروایا۔ دو ہزار کی تعداد میں اعلیٰ کاغذ پر یہی مضمون چھپوا کر وائسرائے، صوبوں کے گورنروں چیف کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں کے علاوہ افسران پولیس اور اعلیٰ عہدیداران میڈیکل ڈیپارٹمنٹ اور انجنیئرنگ ڈیپارٹمنٹ وغیرہ کے نام بھیجا گیا۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قائداعظم مسٹر محمد علی جناح، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ چند ایک لیڈروں کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت نے کمیشن کے ساتھ تعاون کرنا ضروری سمجھا۔اور سرشفیع مرحوم کی قیادت میں اپنی ایک الگ تنظیم قائم کر لی۔ چنانچہ کمیشن آیا تو ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلم قوم نے ہڑتال نہیں کی۔ [۵۸] پنجاب کونسل کے ممبروں نے بھی کمیشن کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے سات ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی۔جس میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی شامل کیا گیا۔

اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' نے اپنی ۵۔نومبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں کمیشن کے ساتھ تعاون کرنے والے ممبروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

> ''ہمارا سیاسی نمائندہ جو سائمن کمیشن کے ساتھ ہے۔ ہندوستانی ممبروں کی مختلف النوع شخصیتوں سے بہت ہی متاثر ہوا ہے۔ سرشنکرن نائر وجاہت اور علیحدگی پسندی میں، سرسکندر حیات خوش گفتار اور اپنی طرف مائل کر لینے والے ہیں۔مسٹر راجہ اچھوت اقوام کے نمائندے ہیں۔مسٹر اروِن رابرٹس ہوشیار اور چوکس ہیں۔ سرذوالفقار علی خاں صاحب

فاضل ہیں اور دلنشیں طرز میں گفتگو کرنے والے ہیں۔ شہادت دینے والوں پر جرح کرنے کے باب میں ایک نمایاں شخصیت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی ہے۔ آپ داڑھی رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کوئی دوراز کار بات نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ مطلب کی بات کہتے ہیں اور اس لحاظ سے آپ سر آرتھر فروم سے مشابہ ہیں یعنی آپ کی آواز پُر شوکت ہے اور نہایت برجستہ تقریر کرنے والے ہیں۔'' [۵۹]

مسلم لیگ کی مذکورہ بالا دونوں پارٹیاں قریباً سوا سال تک الگ الگ کام کرنے کے بعد ۲۸۔فروری ۱۹۳۰ء کو دہلی میں ایک اجلاس کے دوران ایک ہوگئیں۔ **فالحمدللّٰہ علی ذالک۔**

حضرت امیر المومنین کی لاہور میں تشریف آوری

۱۲۔جنوری ۱۹۲۹ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور تشریف لائے اور اپنے برادر نسبتی ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔ ۱۳۔جنوری کو احمدیہ ہوسٹل میں احمدی اور غیر احمدی کالجوں کے طلباء کے علاوہ دوسرے اصحاب کو بھی شرف ملاقات عطا فرمایا۔ [۶۰] ۱۴۔جنوری کو حضور نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی اور پھر مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں تشریف لاکر آیت **لا یمسہ الا المطھرون** کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ ۱۵۔جنوری کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے حضور کے اعزاز میں سٹفل ہوٹل میں چائے کی دعوت دی جس میں سر شیخ عبدالقادر صاحب، خلیفہ شجاع الدین صاحب، سید محسن شاہ صاحب، مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور شیخ نیاز علی صاحب وغیرہ سرکردہ اصحاب شامل ہوئے اور کافی دیر تک مسائل حاضرہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ بعد ازاں حضور چوہدری صاحب محترم کی کوٹھی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی کئی اصحاب نے ملاقات کی۔ ۱۶۔جنوری کو سر شیخ عبدالقادر صاحب نے حضور کے اعزاز میں اپنی کوٹھی پر دعوت چائے دی اور بہت سے اصحاب کو شرف ملاقات کا موقع ملا۔ ۱۷۔کو بھی حضور نے محترم چوہدری صاحب کی کوٹھی پر بعض سرکردہ اصحاب کو ملاقات کا موقعہ بخشا اور مسائل حاضرہ پر گفتگو فرماتے رہے۔ ۱۸۔جنوری کو حضور واپس قادیان تشریف لے گئے اور اس طرح حضور کا یہ ہفتہ لاہور میں نہایت ہی مصروفیت میں گذرا۔

سفر لاہور ۲۵۔اکتوبر ۱۹۲۹ء

اسی سال ۲۵۔اکتوبر ۱۹۲۹ء کو حضور درد شکم کا علاج کروانے کی غرض سے دوبارہ لاہور تشریف لائے اور کرنل باٹ صاحب سے علاج کروانے کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی پڑھائی اور احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی دعوت پر ایک تقریر بھی فرمائی۔۴۔نومبر ۱۹۲۹ء کو حضور واپس قادیان تشریف لے گئے۔[۶۱]

گول میز کانفرنس میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات

۱۹۳۰ء میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے برطانوی حکومت نے لندن میں ایک گول میز کانفرنس ☆ منعقد کی۔ جس میں مسلمانوں کا سیاسی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔اس کانفرنس میں جو شاندار خدمات آپ نے سرانجام دیں ان کی بناء پر دوسری اور تیسری مرتبہ گول میز کانفرنس کے جو اجلاس لندن میں ہوئے ان میں بھی آپ سے شامل ہونے کی درخواست کی گئی۔

اس کانفرنس میں مسلمانوں کے حقوق و مطالبات پیش کرنے میں جو شاندار وکالت آپ نے کی اس کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ ''انقلاب'' نے لکھا ہے:

۱۔''سر سیموئل ہور وزیر ہند نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں اعلان کیا تھا کہ گول میز کانفرنس کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔انہیں حل کرنے کے لئے قیمتی اور نتیجہ خیز خدمات سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے سرانجام دیں''[۶۲]

۲۔اخبار ''شہباز'' لاہور نے لکھا:

''۱۹۳۰ء میں ہندوستانی اصلاحات کے سلسلے میں لندن میں گول میز کانفرنس کے اجلاس شروع ہوئے۔سر محمد ظفر اللہ خاں تینوں گول میز کانفرنسوں اور ہندوستانی اصلاحات سے متعلق دونوں ایوانوں کی مشترکہ پالیمنٹری کمیٹی کے مندوب تھے۔ان کانفرنسوں اور کمیٹی میں آپ نے جو شاندار خدمات سرانجام دیں ان سے ہندوستان اور ہندوستان سے دلچسپی

☆ گول میز کانفرنس لندن میں تین بار منعقد ہوئی۔پہلی مرتبہ نومبر ۱۹۳۰ء سے لیکر جنوری ۱۹۳۱ء تک' دوسری مرتبہ ستمبر ۱۹۳۱ء سے لیکر دسمبر ۱۹۳۱ء تک' تیسری مرتبہ نومبر ۱۹۳۲ء سے لیکر دسمبر ۱۹۳۲ء تک۔

رکھنے والے برطانوی حلقوں میں آپ کی شہرت میں بہت اضافہ ہوگیا۔مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کے چیئر مین لارڈ لنلتھگو تھے۔اس کمیٹی میں سر محمد ظفر اللہ خاں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے انہیں بے حد مقبولیت ہوئی اور انہوں نے ان کو برطانیہ کے صف اوّل کے بعض ممتاز مدبرین مثلاً لارڈ سینکے' آرچ بشپ کنٹر بری سر آسٹن چیمبرلین اور مارکوئیس آف سالسبری کے رشتہ دوستی سے منسلک کر دیا۔سر محمد ظفر اللہ خاں نے انگلستان کے ہوشیار ترین مباحث اور سیاستدان مسٹر چرچل پر زبردست جرح کی۔مسٹر چرچل کمیٹی کے سامنے شہادت دے کر فارغ ہوئے تو سر محمد ظفر اللہ سے از راہ مذاق کہنے لگے۔آپ نے کمیٹی کے سامنے مجھے دو گھنٹے بہت بری طرح رگیدا ہے۔باایں ہمہ جب سلطنت برطانیہ بلکہ تمام مہذب دنیا کو شدید ترین خطرہ لاحق ہونے کے پیش نظر تمام سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھنا پڑا تو ان دونوں کے باہم بہترین دوست بن جانے میں سر محمد ظفر اللہ خاں کی جرح حائل نہ ہوسکی۔

''مشترکہ منتخب کمیٹی میں اہم خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے لارڈ لنلتھگو (چیئر مین کمیٹی ووائسرائے ہند۔ناقل)............کو آپ کا کام بنظر تعمق دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ سر ماوس گورنر.........گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے اصل تشکیل دہندہ ہیں۔سر محمد ظفر اللہ خاں کو کئی مواقع ان سے مل کر کام کرنے کے میسر آئے۔''[۶۳]

۳۔ڈاکٹر عاشق حسین صاحب بٹالوی نے لکھا:

''گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین میں سب سے زیادہ کامیاب آغا خاں اور چوہدری ظفر اللہ خاں ثابت ہوئے۔''[۶۴]

۴۔اخبار ''مسلم آواز'' کراچی نے لکھا:

''سر ظفر اللہ خاں کے متعلق قائداعظم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ظفر اللہ کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے۔''[۶۵]

۵۔حضرت خواجہ حسن نظامی نے جو ایک دردمند دل رکھنے والے مسلمان تھے لکھا:

''دراز قد' مضبوط اور بھاری جسم' عمر چالیس سے زیادہ' گندمی رنگ' چوڑا چکلا چہرہ' فراخ جسم' فراخ عقل' فراخ علم' اور فراخ عمل' قوم مسلمان' عقیدہ قادیانی' چپ رہتے ہیں

اور بولتے ہیں تو کانٹے میں تول کر اور بہت احتیاط کے ساتھ پورا تول کر بولتے ہیں۔ سیاسی عقل ہندوستان کے ہر مسلمان سے زیادہ رکھتے ہیں۔ وزیر اعظم' وزیر ہند اور وائسرائے اور سب سیاسی انگریز ان کی قابلیت کے مداح ہیں اور ہندو لیڈر بھی بادل ناخواستہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا حریف تو ہے مگر بڑا ہی دانشمند حریف ہے اور بڑا ہی کارگر حریف ہے۔ گول میز کانفرنس میں ہر ہندو اور مسلمان اور ہر انگریز نے چوہدری ظفر اللہ خاں کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ مسلمانوں میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بیکار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانہ کے پالیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری ظفر اللہ ہے۔ میاں سر فضل حسین قادیانی نہیں ہیں مگر وہ اس قادیانی کو اپنا سیاسی فرزند اور سپوت بیٹا تصور کرتے ہیں۔ ظفر اللہ ہر انسانی عیب سے پاک اور بے لوث ہے۔''۶۶؎

ان گول میز کانفرنسوں میں شرکت اور قوم اور ملک کی بے لوث خدمتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی مدبرین اور مسلم اکابرین نے آپ کی شاندار خدمات کا کھلے بندوں اعتراف کیا اور جب ۱۹۳۴ء میں وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں آنریبل سر فضل حسین صاحب کی جگہ خالی ہوئی تو آپ کو بلا مقابلہ ممبر منتخب کر لیا گیا۔

مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کی صدارت

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات ملّی و ملکی کا مسلمانوں کے سنجیدہ طبقہ پر اس قدر اثر تھا کہ مسلم لیگ کا جو اجلاس ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۱ء کو دہلی میں ہونا قرار پایا اس کی صدارت کے لئے آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ چنانچہ اس اجلاس کے لئے اوّلاً مسجد فتح پوری کا جیون ہال تجویز کیا گیا مگر کچھ غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی شرارت کی وجہ سے اس ہال میں اجلاس نہ ہو سکا بلکہ اس کی بجائے مسلم لیگ کے یک صد مندوبین خان صاحب نواب علی صاحب کی کوٹھی واقع کیلنگ روڈ نئی دہلی میں جمع ہوئے اور خان صاحب ایس۔ ایم عبداللہ صدر مجلس استقبالیہ کے خطبہ کے بعد سر مولوی محمد یعقوب صاحب سیکرٹری مسلم لیگ نے لیگ کونسل کے انتخاب کے مطابق محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے صدارت کے فرائض ادا کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے کرسی صدارت

پر بیٹھ کر ایک فاضلانہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں مسلم نکتہ نگاہ کی ترجمانی ایسے عمدہ رنگ میں کی کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ تمام پیچیدہ اور لانیحل مسائل مثلاً وفاق' وفاقی مجالس قانون' مالیات وفات' حق رائے دہندگی' عدالت وفاق' صوبجاتی خودمختیاری' مسلمانوں کے اساسی حقوق وغیرہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔

اس خطبہ کو مسلم لیگ کی تاریخ میں نہایت ہی اہم درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ اسلامی پریس نے اس کی بے حد تعریف کی۔

۱۔ روزنامہ ''انقلاب'' لاہور نے خطبہ صدارت درج اخبار کرتے ہوئے لکھا:

''چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا اس میں سیاسیات ہند اور سیاسیات اسلامی کے تمام مسائل پر نہایت سلاست' سادگی اور سنجیدگی سے اظہار خیالات فرمایا'' ۶۷؎

اخبار ''الامان'' دہلی نے لکھا:

''جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی تجاویز اور اس کے خطبہ صدارت کا تعلق ہے اس میں پوری پوری مسلمانان ہند کی ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ اجلاس گذشتہ جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا۔ وزیراعظم کے اس تاریخی اعلان پر جو اس نے ۲۔ دسمبر کو گول میز کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ مایوسی کا اظہار کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا کہ جب تک وہ مسلمانوں کے فلاں فلاں مطالبات نہ منظور کریں۔ اس وقت تک مسلمان محض اس اعلان سے ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اس طرح ایک اہم تجویز آل انڈیا مسلم کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کو متحد کرنے کے لئے منظور کی گئی۔ جس پر مسلمانوں کی سیاسی موت وحیات کا دارومدار ہے۔ اسی طرح بعض اور مفید ضروری تجاویز منظور ہوئیں۔ اسی طرح خطبہ صدارت میں جس دلیری وبیباکی کے ساتھ حکومت کے رویہ کی مذمت اور حقوق مسلمین کی وکالت کا حق ادا کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس اجلاس کی ایک تاریخی خصوصیت ہے'' ۶۸؎

۳۔ ''الخلیل'' دہلی نے لکھا:

''تمام خطبہ آپ کی فاضلانہ اور دلیرانہ ترجمانی سے لبریز ہے۔ آپ نے اس خطبہ صدارت میں جن گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے حقیقت میں وہی مسلمانوں کے خیالات

ہیں۔ اس خطبہ کو پڑھ کر مخالفین کو یقیناً اپنے احتجاجی فعل و عمل پر افسوس ہوا ہوگا اور ہونا چاہیئے۔[۶۹]

محترم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کا مقام حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظر میں

محترم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو چونکہ ایسی پوزیشن حاصل ہوگئی تھی کہ آپ کا شمار مسلم قوم کے اعلیٰ لیڈروں میں ہونے لگا تھا اور گورنمنٹ کی نگاہ میں بھی آپ ہندوستان کے قابل ترین قانون دانوں میں شمار ہونے لگے تھے۔ اس لئے دیگر مصروفیات کی وجہ سے جماعتی کاموں میں آپ زیادہ حصہ نہیں لے سکتے تھے۔

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان حالات کو دیکھ کر اپنی موجودگی میں لاہور میں امارت کا انتخاب کروایا جس کے نتیجہ میں محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے امیر منتخب ہوئے۔ اس لئے اس موقعہ پر اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جماعتی کاموں کی وجہ سے آپ کا مقام حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں کیا تھا۔ حضور نے مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء میں آپ کا ذکر بحیثیت امیر جماعت احمدیہ لاہور ان الفاظ میں کیا کہ

۱۔ ''اس کا امیر بھی ایک ایسا شخص ہے جس سے مجھے تین وجہ سے محبت ہے۔ ایک تو ان کے والد کی وجہ سے جو نہایت مخلص احمدی تھے۔ میں نے دیکھا ہے انہوں نے دین کی محبت (میں) اپنی نفسانیت اور ''میں'' کو بالکل ذبح کر دیا تھا اور ان کا اپنا قطعاً کچھ نہ رہا تھا۔ سوائے اس کے کہ خدا راضی ہو جائے۔ ایسے مخلص انسان کی اولاد سے مجھے خاص محبت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں ذاتی طور پر اخلاص ہے اور آثار و قرائن سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر ہر وقت قربانی کے لئے تیار رکھتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں علم، عقل اور ہوشیاری دی ہے اور وہ زیادہ ترقی کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔''[۷۰]

۲۔ پھر حضور نے ۲۲۔مئی ۱۹۵۵ء کو زیورچ سے جو پیغام جماعت کے نام ارسال فرمایا اس میں محترم چوہدری صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''سالہا سال کی بات ہے۔ میں نے خواب دیکھی تھی اور وہ اخبار میں کئی بار چھپ بھی چکی ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں کرسی پر بیٹھا ہوں اور سامنے بڑا قالین ہے اور اس قالین پر عزیزم چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب' عزیزم چوہدری عبداللہ خاں صاحب اور عزیزم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ سران کے میری طرف ہیں اور پاؤں دوسری طرف ہیں اور سینہ کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں۔عزیزم چوہدری ظفراللہ خاں صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔ میری بیماری کے موقعہ پر تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔ بلکہ میرے لئے فرشتہ رحمت بنا دیا۔ وہ میری محبت میں یورپ سے چل کر کراچی آئے اور میرے ساتھ چلنے اور میری صحت کا خیال رکھنے کے ارادہ سے آئے۔ چنانچہ ان کی وجہ سے سفر بہت اچھی طرح کٹا اور بہت سی باتوں میں آرام رہا۔

''آخر کوئی انسان پندرہ بیس سال پہلے تین نوجوانوں کے متعلق اپنے پاس سے کس طرح ایسی خبر دے سکتا ہے۔ دنیا کا کونسا ایسا مذہبی انسان ہے جس کے ساتھ محض مذہبی تعلق کی وجہ سے کسی شخص نے جو اتنی بڑی پوزیشن رکھتا ہو جو چوہدری ظفراللہ خاں صاحب رکھتے ہیں اس اخلاص کا ثبوت دیا ہو۔ کیا یہ نشان نہیں؟ مخالف مولوی اور پیر گالیاں تو مجھے دیتے ہیں مگر کیا وہ اس قسم کے نشان کی مثال بھی پیش کر سکتے ہیں۔ کیا کسی مخالف اور پیر نے ۲۰ سال پہلے کسی نوجوان کے متعلق ایسی خبر دی اور بیس سال تک وہ خبر پوری ہوتی رہی۔ اور کیا کسی ایسے مولوی اور پیر کی خدمت کا موقعہ خدا تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو دیا جو چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کی پوزیشن رکھتا تھا۔

''خدا تعالیٰ ان کی خدمت کو بغیر معاوضہ کے نہیں چھوڑے گا اور ان کی محبت کو قبول کرے گا اور اس دنیا اور اگلی دنیا میں اس کا ایسا معاوضہ دے گا کہ پچھلے ہزار سال کے بڑے آدمی اس پر رشک کریں گے۔ کیونکہ وہ خدا شکور ہے اور کسی کا احسان نہیں اٹھاتا۔ اس نے ایک عاجز بندہ کی محبت کا اظہار کیا اور اس کا بوجھ خود اٹھانے کا وعدہ کیا۔ اب یقیناً جو اس کی خدمت کرے گا خدا تعالیٰ اس کی خدمت کو قبول کرے گا اور دین و دنیا میں اس کو ترقی دے

گا۔ وہ صادق الوعد ہے اور رحمان ورحیم ہے۔''[1]

محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کا زمانہ امارت

محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے امرتسر کی قاضی فیملی کے درخشندہ گوہر ہیں۔آپ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور کے گورنمنٹ کالج کے لیکچرار مقرر ہوئے اور پھر اسی ادارہ سے پرنسپل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ بعدہ کچھ عرصہ کراچی اور لاہور یونیورسٹیوں میں فلاسفی ڈیپارٹمنٹ کا انچارج رہنے کے بعد اب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل ہیں۔نہایت شریف النفس' نظام سلسلہ سے پوری طرح وابستہ' حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے لٹریچر اور تعلیم سے خوب واقف ہیں۔ جب سے آپ اپنی تعلیم مکمل کر کے واپس اپنے ملک میں آئے ہیں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ کا لیکچرار مقرر کیا اور اب تک غالباً بغیر کسی ناغہ کے برابر آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے۔آپ کا شمار پنجاب یونیورسٹی کے چند ممتاز ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں اور سبھی آپ کی بے حد عزت اور تکریم کرتے ہیں۔آپ موزوں قد وقامت کے ہنس مکھ انسان ہیں۔ عام حالات میں آپ کا لباس ہمیشہ سادہ ہوتا ہے۔ بول چال اور رفتار میں ایک وقار ہوتا ہے۔آپ کی تقریر سے علماء اور نوتعلیم یافتہ طبقہ کافی معلومات حاصل کر کے اٹھتا ہے۔آج کل آپ کو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مجلس افتاء کی صدارت بھی سونپی ہوئی ہے۔ جسے آپ نہایت ہی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔آپ قریباً چار سال تک جماعت لاہور کے امیر بھی رہے ہیں۔خاکسار کی درخواست پر آپ نے اپنے زمانہ امارت کے جو حالات قلمبند کئے۔ درج ذیل ہیں:

''عرض ہے کہ میں ۱۹۳۱ء سے لیکر ۱۹۳۴ء تک لاہور جماعت کا امیر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سابق امیر محترمی چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب بار بار ہندوستان سے باہر جانے لگے تھے۔ پہلے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں پھر کسی اور تقریب پر۔ بعد میں گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر ہوکر دہلی چلے گئے۔ میرا انتخاب حضور خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے اپنی موجودگی میں احمدیہ ہوسٹل ایمپرس روڈ میں جماعت کے جلسہ میں کروایا اور وہیں منظوری دی۔ میرے ساتھ مختلف

شعبہ جات کے سیکرٹریوں کا انتخاب بھی ہوا۔ جنرل سیکرٹری مکرمی ڈاکٹر عبیداللہ خاں ہوئے۔ دوسرے سیکرٹریوں میں میاں عبدالعزیز صاحب مغل، بابو فضل الدین صاحب ریڈر ہائی کورٹ، مولوی محبّ الرحمٰن صاحب، مکرمی شیخ بشیر احمد صاحب، چوہدری اسداللہ خاں صاحب تھے۔ بعد میں ملک خدابخش صاحب بھی شامل ہو گئے۔ جو میرے زمانے میں اور شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانے میں لمبے عرصہ تک جنرل سیکرٹری رہے۔ مکرمی شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانہ امارت میں عرصہ تک میں نائب امیر رہا اور یہ سلسلہ میرے کراچی جانے (۱۹۵۴ء) تک جاری رہا۔

''اس زمانے میں یعنی میری امارت کے زمانہ میں بڑے بڑے واقعات یہ ہیں۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کئی دفعہ تشریف لائے۔ حضور کے تین لیکچر تو اچھی طرح یاد ہیں اسی زمانے کے ہیں۔ ایک لیکچر سیرت النبیؐ کی تقریب پر بریڈلا ہال میں ہوا جس میں حضور نے **لقد جاء کم رسول من انفسکم** سورۃ توبہ کی آخری رکوع کی تفسیر فرمائی۔ صدر پروفیسر سید عبدالقادر تھے اور مقررین میں مسٹر رام چندر منچندہ تھے۔ دوسرے دو لیکچر یکے بعد دیگرے دو دنوں میں ہوئے۔ ان کا اہتمام پنجاب لٹریری لیگ نے کیا جس کے سیکرٹری دیوراج چوہدری ایم۔اے تھے جو بعد میں اخبار ''ٹریبیون'' کے اسسٹنٹ ایڈیٹر ہوئے پہلا لیکچر ''مذہب اور سائنس'' کے موضوع پر (یا ہستی باری تعالیٰ پر) تھا جو میونسپل ہال میں ہوا۔ صدر غالباً سر عبدالقادر صاحب تھے اور دوسرا لیکچر عربی **ام الالسنہ** پر تھا جو وائی۔ایم۔سی۔اے ہال میں ہوا۔ اور صدر برکت علی صاحب قریشی پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی تھے۔

''لاہور کا عظیم الشان جلسہ مصلح موعود کے اعلان کے متعلق میرے زمانہ نائب امارت میں ہوا۔ اس کے پنڈال کی تیاری میرے اور چند اور دوستوں کے ذمہ تھی جن میں شیخ عبداللہ اور شیخ عبداللطیف صاحبان اچھی طرح یاد ہیں۔ پنڈال میں آکر حضور نے نماز ظہر و عصر پڑھائی۔ نماز میں مَیں حضور کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس زمانے میں حضور ام طاہرؓ کی بیماری کے ایام میں لمبا عرصہ لاہور رہے۔ قریباً ہر روز شام کو مجلس علم و عرفان جمتی تھی (۱۳۔ ٹمپل روڈ پر) اس زمانہ کی بیشمار باتوں میں سے کچھ یاد ہیں۔ باقی کا مستقل اثر دل و دماغ پر ہے۔

''میرے زمانہ امارت میں مسجد دہلی دروازہ کے ایک حصہ پر چھت ڈالی گئی اور اس سے مبلغ لاہور کی رہائش کا انتظام ہوا۔ اس کام میں میوسکول آف آرٹس کے میاں محمد صاحب مرحوم نے بڑی خدمت کی۔ میں نے سنا ہوا ہے کہ مسجد احمدیہ دہلی دروازہ (جو شروع سے لے کر مسجد دارالذکر کے زمانہ تک لاہور کی مرکزی مسجد رہی) کا نقشہ بھی میاں محمد صاحب نے بنایا تھا۔ اسی نقشہ پر لائلپور کی مسجد کا نقشہ اتارا گیا۔ اس مسجد کی تعمیر میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔

''میرے زمانہ امارت میں مجلس عاملہ کے اجلاس کچھ عرصہ مسجد دہلی دروازہ میں ہوتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب میں ماڈل ٹاؤن میں رہتا تھا۔ بعد میں کچھ عرصہ یہ اجلاس میرے مکان واقعہ راوی روڈ باغ منشی لدھا میں ہوتے رہے۔ ماڈل ٹاؤن کے زمانہ کی بات ہے موٹر سائیکل سے گر کر مجھے چوٹ لگ گئی۔ اس عرصہ میں حضور لاہور تشریف لائے تو میری عیادت کے لئے گھر پر تشریف فرما ہوئے۔

''اسی زمانے کی بات ہے کہ میں برادرم ڈاکٹر محمد منیر صاحب کی خدمت میں دھرم پور کے سینی ٹوریم میں تھا کہ حضور شملہ سے غالباً کشمیر کمیٹی کی کوئی میٹنگ کر کے واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ میں نے راستہ میں دھرم پور کی روڈ پر حضور سے ملاقات کی اور درخواست کی کہ حضور سینی ٹوریم پر چڑھ کر ڈاکٹر محمد منیر صاحب کو بھی دیکھیں۔ چنانچہ حضور اپنی کار چھوڑ کر سینی ٹوریم کی کار میں سوار ہو کر اوپر سینی ٹوریم میں پہنچے اور ڈاکٹر محمد منیر صاحب کی عیادت فرمائی۔ ہمراہ مکرمی شمس صاحب تھے حضور کا سینی ٹوریم میں آنا سب کے لئے باعث دلچسپی تھا۔ ایک صاحب نے حضور سے تصویر کیلئے عرض کی۔ حضور تصویر کے لئے ٹھہر گئے۔

''میں نے ڈلہوزی کے زمانے میں دو سال حضور کی مصاحبت کا فخر حاصل کیا۔ ایک سال عید بھی وہیں آئی۔ عید پر حضور نے تمام جماعت کو دعوت دی۔ کھانے کے وقت میں حضور کے سامنے بیٹھ کر ایک ہی رکابی میں کھاتا رہا اگرچہ شرماتا رہا۔ اسی عید کے دن شام کو سب مسلمانوں نے مشترکہ چائے پارٹی کا انتظام کیا جو سیسل ہوٹل میں ہوئی۔ اس پارٹی کا واقعہ ہے کہ حضور معہ چند خدام سیسل ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے تو سب حاضرین احمدی

وغیراحمدی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ڈلہوزی کے زمانے میں ایک واقعہ یاد ہے۔ برادرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب نے اپنی کوٹھی پر چائے کی دعوت دی۔ جس میں حضور شریک ہوئے اور لمبا وقت باتیں کرتے رہے۔

''اس زمانے میں ہندوستان کی آزادی اور مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق حضور نے قیمتی مضمون لکھے جن کا ترجمہ میں نے کیا اور جو ولایت میں تقسیم کئے گئے۔ میرے زمانہ امارت میں مشہور پروفیسر ولفرڈ سمتھ نے حضور سے لمبی ملاقات کی (بعد میں جب حضور رتن باغ میں فروکش تھے تو پروفیسر سمتھ نے پھر ملاقات کی) رتن باغ کے زمانے میں گاندھی جی کے ایک نمائندہ نے لمبی ملاقات کی۔ اس زمانے میں حضور نے تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں جو اس زمانہ میں لاہور ڈی۔اے۔وی کالج کی عمارت میں تھا' ایک امریکن پروفیسر کے لیکچر کی صدارت فرمائی اور انگریزی میں تقریر پر تبصرہ فرمایا۔''

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب کا زمانہ امارت

محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب کے بعد محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ۱۹۳۴ء میں جماعت لاہور کے امیر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹ سال تک لگا تار امارت کا کام آپ کے سپرد رہا۔ آپ کے زمانہ امارت میں مندرجہ ذیل احباب مجلس عاملہ کے ممبر رہے۔

۱۔مکرم قاضی محمد اسلام صاحب ایم۔اے
۲۔مکرم چوہدری اسداللہ خاں صاحب بارایٹ لاء
۳۔مکرم شیخ محمود الحسن صاحب
۴۔مکرم بابو فضل دین صاحب
۵۔مکرم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب
۶۔مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب
۷۔مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب
۸۔مکرم بابو محمد شفیع صاحب
۹۔مکرم میاں عبدالکریم صاحب
۱۰۔مکرم میاں عبدالمجید صاحب
۱۱۔مکرم چوہدری غلام احمد صاحب
۱۲۔مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب
۱۳۔مکرم بابو فقیر اللہ صاحب
۱۴۔مکرم شیخ نور احمد صاحب
۱۵۔مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر
۱۶۔مکرم مولوی برکت علی صاحب لائق

۱۷۔مکرم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب ۱۸۔مکرم ملک خدا بخش صاحب

۱۹۔مکرم قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ

ممکن ہے بعض اور احباب بھی ممبر رہے ہوں مگر جہاں تک دفتر جماعت احمدیہ لاہور کے ریکارڈ کا تعلق ہے انہی احباب کا ذکر پایا جاتا ہے۔محترم ملک خدا بخش صاحب جنرل سیکرٹری تھے اور محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب پرسنل اسسٹنٹ مجلس عاملہ کے اجلاس محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت کے مکان ۱۳۔ٹمپل روڈ پر ہوتے رہے۔

محترم شیخ صاحب کی کشمیر کمیٹی میں خدمات

محترم شیخ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت کشمیر میں مظلوم کشمیریوں کی قانونی خدمات سرانجام دینے کا بہت موقعہ ملا۔اور اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ ۱۹۳۱ء میں کشمیریوں کی مظلومیت سے متاثر ہوکر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے شملہ میں نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کی کوٹھی پر ہندوستان کے مسلم زعماء کا ایک اجلاس مسئلہ کشمیر پر غور کرنے کے لئے بلایا۔دوران گفتگو میں یہ فیصلہ ٹھہرا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جس کا نام ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' رکھا جائے اور وہ کمیٹی اس مشکل مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیکر ایک تنظیم کے ساتھ حل کرے۔ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب شاعر مشرق نے تجویز کی کہ اس کمیٹی کے صدر امام جماعت احمدیہ ہونے چاہئیں کیونکہ ان کے پاس وسائل بھی ہیں اور کام کرنے والے مخلص کارکن بھی ۔خواجہ حسن نظامی صاحب نے فوراً اس تجویز کی تائید کی۔اس پر سب طرف سے آوازیں آنا شروع ہوئیں۔درست ہے درست ہے۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ہر چند فرمایا کہ'' مجھے اس تجویز سے ہرگز اتفاق نہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور میری جماعت ہر رنگ میں کمیٹی کے ساتھ تعاون کرے گی لیکن مجھے صدر منتخب نہ کیا جائے'' مگر ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے کہا'' حضرت صاحب! جب تک آپ اس کام کو صدر کی حیثیت سے نہ لیں گے یہ کام نہیں ہوگا'' [۲۷]

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح ؓ نے تمام زعماء کے اصرار پر صدارت قبول فرمالی اور خدا کے فضل وکرم سے تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ایسا عظیم الشان کام کیا کہ اپنے اور بیگانے سب دنگ رہ گئے۔اس کام کا

ایک حصہ مظلوم کشمیریوں کی قانونی امداد بھی تھا۔ جس میں احمدی وکلاء نے اپنی پریکٹس کو چھوڑ کر دن رات انتھک محنت کر کے ایسے شاندار کارنامے سرانجام دیئے کہ کشمیر کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ اس وقت مضمون کے لحاظ سے محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی قانونی خدمات کا تھوڑا سا تذکرہ مدنظر ہے۔

کشمیر کمیٹی کی مسلسل اور منظّم کوشش اور جدوجہد کے نتیجہ میں جب ریاستی حکام نے گھٹنے ٹیک دیئے تو مہاراجہ ہری سنگھ صاحب والی جموں وکشمیر نے ۱۱۔ نومبر ۱۹۳۱ء کو ایک اعلان کے ذریعہ دو کمیشن مقرر کئے جن میں سے ایک کا نام تھا ''مڈلٹن کمیشن'' اور دوسرے کا ''گلانسی کمیشن'' ان کمیشنوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کے سامنے کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلوانے کے لئے کارآمد اور مفید شہادتیں پیش کریں تا کمیشن ریاست کے مسلمانوں کو ایسے مشورے دے سکیں جن پر کاربند ہو کر وہ اپنا کیس مضبوطی کے ساتھ اور مؤثر رنگ میں پیش کر سکیں۔ مظلومین کی وکالت کرنے اور ''مڈلٹن کمیشن'' کے سامنے شہادت پیش کرنے کے سلسلہ میں جو خدمات محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے سرانجام دیں ان سے متاثر ہو کر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ۲۱۔ دسمبر ۱۹۳۱ء کو سرینگر سے ''الفضل'' کے نام یہ پیغام بھیجا کہ

> ''شوپیاں کا مقدمہ قتل گذشتہ ہفتہ سے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نہایت قابلیت کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک ملزم رہا کر دیا گیا ہے۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے ہمارے مفاد کی خاطر جو قربانی کی ہے اس کے ہم بے حد ممنون ہیں۔ آپ نے ''مڈلٹن'' تحقیقاتی کمیٹی کے سلسلہ میں بھی ہمیں قابل قدر امداد دی ہے۔ ہم آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صمیم قلب کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ایسا قابل قانون دان ہماری امداد کے لئے بھیجا'' [۳۷]

شوپیاں کے علاوہ ''علی بیگ'' میرپور کے مقدمہ کی بھی آپ نے پیروی کی اور اس مقدمہ کے ۲۴ ملزمان نے مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کیا:

> ''سب سے بڑھ کر ہم آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممنون ہیں جنہوں نے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو ہمارے مقدمہ کی بحث کے لئے ہماری درخواست کو قبول کرتے ہوئے

بھیجا اور مسلسل ایک ہفتہ بحث کر کے انہوں نے ہماری نیابت کا حق ادا کر دیا‘‘ [۴۷]

تنظیم جماعت

محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب صدر حلقہ اسلامیہ پارک کا بیان ہے کہ جب محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جماعت لاہور کے امیر منتخب ہوئے تو آپ نے لاہور شہر کی وسعت کے پیش نظر شہر کو کئی حلقوں میں تقسیم کیا اور ہر حلقہ کے لئے الگ الگ صدر اور دیگر عہدیدار مقرر کئے۔ ان ایام میں محترم شیخ صاحب مجھے ساتھ لے کر باقاعدگی کے ساتھ باری باری تمام حلقوں کا دورہ کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ آپ کے والد صاحب کافی بیمار تھے مگر اس حالت میں بھی آپ مجھے ساتھ لے کر ماڈل ٹاؤن کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ ابھی ماڈل ٹاؤن پہنچے ہی تھے کہ فون پر اطلاع ملی کہ آپ کے والد صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے فوراً واپس پہنچو۔ اس پر ہم واپس آ گئے۔

محترم چوہدری صاحب نے مزید فرمایا:

محترم شیخ صاحب جب امیر مقرر ہوئے تو شروع شروع میں آپ کے پرسنل اسسٹنٹ محترم چوہدری احمد جان صاحب حال امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی تھے۔ مگر جب ان کا تبادلہ ہو گیا۔ تو شیخ صاحب نے مجھے پرسنل اسسٹنٹ مقرر کر لیا۔ مجھے کچھ عرصہ تک اپنے ساتھ حلقوں میں لے جاتے رہے۔ پھر یہ کام میرے ہی سپرد کر دیا۔ میں دوروں کی رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ اور پھر جس حلقہ میں آپ خود جانے کی ضرورت محسوس کرتے اس میں مجھے ساتھ لے کر تشریف لے جاتے۔ جب مجھ پر حلقہ جاتی دوروں کی وجہ سے بوجھ زیادہ ہو گیا تو آپ نے مجلس عاملہ کے سارے ممبروں کے لئے الگ الگ حلقے مقرر کر دیئے۔

محترم چوہدری صاحب نے آپ کی امارت کے زمانہ کا ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

حلقہ دہلی دروازہ میں بہت قدیم اور بزرگ صحابہ رہا کرتے تھے۔ تبلیغ بھی خوب کرتے تھے۔ نیکی اور تقویٰ کا بھی گہرا اثر تھا۔ مگر حلقہ کی تنظیم برائے نام تھی۔ اس حلقہ کی یہ حالت دیکھ کر پہلے تو محترم شیخ صاحب نے خود اس حلقہ میں بار بار تشریف لا کر احباب کو سمجھایا مگر جب دیکھا کہ جیسی تنظیم کے آپ خواہاں تھے۔ ویسی قائم نہیں ہو سکی تو آپ نے مجھے اس حلقہ کا صدر نامزد کر دیا۔ اندازاً ڈیڑھ سال میں

صدر رہا اور جب اس حلقہ میں تنظیم قائم ہوگئی اور چندہ بھی با شرح آنا شروع ہوگیا تو محترم شیخ صاحب کی اجازت سے دوباہ انتخاب ہوا اور میاں محمد صاحب صدر منتخب ہوگئے۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب کے زمانہ کا ایک رجسٹر مجھے ملا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۳۸۔۱۹۳۹ء کا زمانہ تھا۔اس زمانہ میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں باقاعدگی کے ساتھ حلقہ کے ہفتہ وار اجلاس ہوا کرتے تھے اور اکثر حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل، حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؔ، حضرت میاں محمد سعید صاحب سعدی اور دیگر بزرگوں کی ذکر حبیب پر ایمان افروز تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ان تقریروں کا خلاصہ پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں اس حلقہ میں میاں فیملی کے کافی افراد مسجد کے اردگرد رہا کرتے تھے مگر اب ان کی نسل لاہور کے بعض دیگر حصوں اور دوسرے شہروں میں پھیل گئی ہے اور بہت کم لوگ یہاں رہ گئے ہیں۔اللہ کرے وہ اپنے بزرگوں کے روحانی ورثہ کے حقیقی وارث بنیں۔ آمین اللّٰھم آمین.

محترم بابو فضل دین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ کا بیان ان کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے۔ یہاں موقعہ کی مناسبت سے اُس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

آپ کے بیان کے مطابق:

آپ جناب شیخ صاحب کے زمانہ امارت میں ۱۹۳۱ء سے لیکر ۱۹۳۹ء تک سیکرٹری مال کے طور پر کام کرتے رہے۔ اس کے بعد بطور نگران اس کام میں حصہ لیتے رہے۔ چندہ آپ کے زمانہ میں سو فیصدی وصول ہوتا رہا۔ اور اس کام میں محترم چوہدری عبدالکریم صاحب، محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب، محترم بابو فضل احمد صاحب، محترم حکیم سراج دین صاحب، محترم بابو محمد شفیع صاحب اور محترم قاضی محمود احمد صاحب آپ کی امداد فرماتے رہے۔حلقوں کے دوروں میں محترم ملک خدا بخش صاحب اور محترم میاں عبدالکریم صاحب معاونت فرمایا کرتے تھے۔

فتنہ احرار اور جماعت کی بیداری

محترم شیخ صاحب ابھی امیر بنے ہی تھے کہ سابق پنجاب اور خاص کر شہر لاہور میں مجلس احرار نے ملک میں سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی برپا کر

دیا۔ خاکسامؤلف کتاب کو وہ زمانہ خوب یاد ہے۔ احراریوں نے قریہ قریہ اور دیہہ دیہہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہزاروں جلسے کئے اور اس قدر لوگوں کو بھڑکایا کہ اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بار بار جماعت کو صبر و برداشت کی تلقین نہ کی جاتی تو قریب تھا کہ ملک میں سخت خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی۔ اگر معاملہ یہیں تک رہتا تو خیر تھی مگر نوبت بانیجا رسید کہ حکومت کے بعض بڑے بڑے افسروں نے بھی در پردہ احراریوں کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کر دی اور جماعت کے ساتھ صریح بے انصافی پر اتر آئے۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جماعت میں ایک سیاسی پارٹی قائم کرنے کا ارشاد فرمایا جس کا نام حضور نے نیشنل لیگ رکھا اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب کو اس کا صدر مقرر فرمایا۔ اس لیگ کے ماتحت ایک رضا کاروں کی جماعت بھی قائم فرمائی جس کے قائد محترم چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب مقرر ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی ہزاروں لوگ اس لیگ کے ممبر بن گئے۔ حضورؓ نے ابتدائی ایام میں لیگ کے سپرد جو کام کیا اس کی تفصیل یہ ہے۔

حضور نے فرمایا:

''سب سے پہلی اور مقدم چیز جس کے لئے ہر احمدی کو اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلسلہ کی ہتک ہے۔ متواتر سلسلہ احمدیہ کی ہتک کی جارہی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حکام کو اس کے دور کرنے کی طرف وہ توجہ نہیں جو ہونی چاہیئے نہ وہ فرض ادا کر رہی ہے جو حکومت کے لحاظ سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومت پنجاب نے اب تک نو کے قریب یا ممکن ہے ایک دو زیادہ پمفلٹ ضبط کئے ہیں جن میں سلسلہ احمدیہ پر حملے کئے گئے تھے۔ مگر نو' دس یا گیارہ پمفلٹوں کو ضبط کر لینا ہرگز یہ بات ثابت نہیں کرتا کہ گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کیونکہ ضبط ہونے والے پمفلٹ تو نو دس ہیں اور وہ ٹریکٹ' رسالہ جات اور اشتہارات جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ گندی گالیاں دی جاتی ہیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور گورنمنٹ ان کے متعلق کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ اگر سو قاتلوں میں سے نو یا دس قاتلوں کو گورنمنٹ سزا دے دیتی ہے تو ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ نے اپنی ذمہ داری کو ادا کر

دیا۔ کیونکہ اگر اسے سو قاتلوں کا علم ہے تو جب تک وہ ہر ایک قاتل کو سزا نہیں دے لیتی وہ اپنے فرائض کو ادا کرنے والی نہیں سمجھی جاسکتی۔ اسی طرح گورنمنٹ کا ہمارے خلاف سینکڑوں رسالوں اشتہاروں اور کتابوں کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور نو دس پمفلٹوں کو ضبط کرنا بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ یہ نو ضبطیاں بھی محض یہ دکھانے کے لئے ہیں کہ ہم نے احمدیوں کی طرف توجہ کی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ نو دس پمفلٹوں کو تو ضبط کرلیا جائے مگر باقی اخبارات متواتر گالیوں سے پُر ہوں۔ ٹریکٹ اور رسالے گالیوں سے پُر ہوں۔ نظمیں ہمارے خلاف پڑھی جاتی ہوں مگر گورنمنٹ ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔ [۵۷]

''دوسری بات جس کی طرف لیگ کو توجہ کرنا چاہیئے وہ مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ ☆ ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کیس عدالت میں پیش ہو چکا ہے۔ پس سب سے پہلے جماعت کو عدالتی چارہ جوئی ہی کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ جس جس امر کے متعلق قانون نے ہمارے لئے راستہ کھولا ہوا ہو ان امور کے متعلق ہمیں اپنے قلم یا اپنی زبان کو اس وقت تک استعمال

☆ قادیان میں آریہ ہائی سکول کے پاس احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک جلسہ کیا تھا جس میں جماعت کے خلاف نہایت ہی اشتعال انگیز تقریریں کی گئی تھیں۔ اور اگر جماعت احمدیہ کے ذمہ دار افسروں کی طرف سے احمدیوں کو بار بار صبر اور ضبط کی تعلیم نہ دی جاتی تو قریب تھا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ احراری مقررین نے ایک بہت بڑے جلسہ میں جس میں شامل ہونے کے لئے ملک کے طول وعرض سے لوگ جمع ہوئے تھے، جماعت احمدیہ کے امام اور دیگر معزز ہستیوں کے خلاف جی بھر کر انتہائی بدتہذیبی اور بدگوئی کا مظاہرہ کیا تھا جس پر گورنمنٹ نے دیگر مقررین کو چھوڑ کر صرف سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف مقدمہ کھڑا کیا تھا۔ مگر کارروائی اس مقدمہ اس طرح چلائی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ مقدمہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے خلاف نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف چلایا گیا ہے۔ اس مقدمہ میں مسٹر کھوسلہ نے شاہ صاحب کو صرف پندرہ منٹ قید کی سزا دی۔ اس کے بالمقابل ایک احمدی نے ایک کتاب لکھی جس میں صرف حوالہ جات جمع کئے گئے تھے اس پر اسے قید کی سزا دی گئی مگر جب مسٹر کھوسلہ سیشن جج کے پاس اپیل کی گئی تو انہوں نے سزا کو چار سو روپیہ جرمانہ میں بدل دیا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے دونوں فریق کے ایک ایک آدمی پر مقدمہ چلا کر انصاف کا تقاضا پورا کر دیا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ ہمارے ایک آدمی نے جرم کیا اور اس ایک پر ہی مقدمہ چلایا گیا مگر دوسرے فریق کے سو آدمیوں نے جرم کیا جن میں سے صرف ایک آدمی پر مقدمہ چلایا گیا۔ گویا احمدیوں کے سو فیصدی آدمیوں کے خلاف کارروائی کی گئی اور احراریوں کے ایک فیصدی آدمیوں کے خلاف کارروائی ہوئی۔

نہیں کرنا چاہیئے جب تک قانونی ذرائع ہمارے لئے بند نہ ہو جائیں۔

''تیسرا امر جو نیشنل لیگ کو مدنظر رکھنا چاہیئے یہ ہے کہ ایسے افسر اس ضلع میں بھی ہیں اور باہر بھی جنہوں نے سلسلہ کی متواتر ہتک کی ہے اور سلسلہ کے تمام حقوق کو انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ صدر انجمن نے متواتر حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ان افسروں کو سزا دے مگر حکومت نے ہمیشہ بے توجہی سے کام لیا ہے۔ نیشنل لیگ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ایسے جائز ذرائع سے کام لے کر جو قانون اور شریعت کی حدود کے اندر ہوں دو باتوں میں سے ایک نہ ایک بات کرے۔ یا تو حکومت کو مجبور کرے کہ وہ اپنے افسروں کو سزا دے یا ایسے طریق اختیار کرے کہ یہ معاملہ بالکل کھل جائے کہ حکومت اپنے افسروں کی رعایت کر رہی اور احمدیوں کی حق تلفی کر رہی ہے۔ دونوں امور میں سے ایک امر ضرور نیشنل لیگ اختیار کرے۔ یا تو قانون کے مطابق ان افسروں کو حکومت سے سزا دلوانے کی کوشش کرے کیونکہ جیسے وہ حکام ہمارے مجرم ہیں اسی طرح حکومت کے بھی مجرم ہیں۔ حکومت افسروں کو اس لئے مقرر کیا کرتی ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کریں۔ مگر جب وہ ظالم کی مدد کر رہے ہوں تو وہ حکومت کے بھی ایسے ہی مجرم ہیں جیسے لوگوں کے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ان کو سزا نہ دے لیکن اگر وہ سزا نہ دے تو ایسا طریق اختیار کر و جو دنیا پر ثابت کر دے کہ تم حق پر تھے مگر حکومت نے تمہارا حق ادا نہیں کیا۔ اور وہ یہ ہے کہ مختلف امور کے متعلق عدالتوں میں مقدمات لے جاؤ اور ہائیکورٹ اور پریوی کونسل تک ان مقدمات کو چلاؤ۔ یہاں تک کہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ حکومت پنجاب نے بعض غیر منصف حکام کے متعلق ناجائز طرف داری کا طریق اختیار کیا ہے۔''[۶۷]

حقیقت میں یہ ساری مشکل اس لئے پیش آئی کہ گورنمنٹ کا یہ قانون تھا کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے بزرگ کی ہتک کرے تو ہتک کرنے والے پر نالش گورنمنٹ کرے۔ اس قوم کے افراد نہیں کر سکتے تھے۔ اور گورنمنٹ یہ دیکھتی تھی کہ جن کا دل دکھا ہے وہ کتنی تعداد میں ہیں اور آیا وہ بے قابو ہو کر قانون توڑنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر دیکھتی کہ فساد کا خطرہ ہے تو توجہ کرتی تھی بصورت دیگر ٹس سے مس نہ ہوتی تھی۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ گورنمنٹ ایسا قانون بنائے کہ جس مذہب کے پیشوا کی ہتک کی جائے اس کے پیرو ہتک کرنے والے پر خود مقدمہ دائر کریں۔ اگر ایسا قانون بن جاتا تو جماعت احمدیہ کو گورنمنٹ پر اس بارہ میں کوئی اعتراض باقی نہ رہتا۔

زریں نصائح

غرض مندرجہ بالا ہدایات کے ساتھ ساتھ حضور نے نیشنل لیگ کو یہ بھی نصیحت کی کہ

''یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ شریعت کی پابندی اور قانون وقت کی اطاعت ہمیشہ ملحوظ رکھی جائے''۔

''سیاسیات میں بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے سلسلہ کی عظمت کو بٹہ لگے۔ تم پر کتنی ہی مصیبتیں آئیں۔ کتنا ہی دکھ اور تکلیف میں رہنا پڑے اسے برداشت کرو۔ کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ سلسلہ پر کوئی اخلاقی یا قانونی الزام عائد ہو۔ اب خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک اچھا نمونہ پیدا کر دیا ہے جس سے تم اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتے ہو۔ ایک دو باتیں میں نے بتا دی ہیں اور بیسیوں اور باتیں ہیں جو نکالی جا سکتی ہیں جب تمہارے لئے ایک رستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی رستے کھولے ہوئے ہیں تو تمہیں کیا ضرورت ہے کہ تم وہ طریق اختیار کرو جس سے جماعت کی بدنامی ہو۔ تم آئین کے اندر رہ کر کام کرو اور یقیناً یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے جلال کے لئے کھڑے ہو اور وہ تمہیں ضائع کر دے۔ تم گذشتہ دنوں کے اللہ تعالیٰ کے وہ نشانات دیکھ لو جو اس نے تمہاری تائید کے لئے ظاہر کئے۔ کس طرح اس نے حیرت انگیز طور پر تمہاری مدد کی اور کس طرح اس نے تمہارے دشمنوں کو نیچا دکھایا'' [۷۷]

ان جلی الفاظ میں حضور کا اشارہ مجلس احرار کی اس ذلت کی طرف ہے جو اسے مسجد شہید گنج لاہور کے بارہ میں مسلمانوں سے علیحدہ رویہ اختیار کرنے پر اٹھانا پڑی۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں سکھوں نے لنڈا بازار کی ایک قدیم مسجد کو جو سکھوں کے زمانہ سے ان کے قبضہ میں چلی آتی تھی اپنے نزدیکی گوردوارہ میں شامل کرنے کے لئے شہید کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہوا۔ اور انہوں نے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ جب تک مسجد کو نئے سرے

سے تعمیر نہ کیا جائے وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مجلس احرار نے آئندہ الیکشن میں اپنے زیادہ سے زیادہ نمائندوں کو کامیاب کروا کر وزارتوں پر قبضہ کرنے کی ٹھان رکھی تھی اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ غیر مسلموں کے ایک حصہ کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن جب سکھوں نے مسجد شہید کر دی تو مسلمان آپے سے باہر ہو گئے اور حالات نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے اپنی قومی غیرت کو برقرار رکھنے کی خاطر جو انہیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہوئی ہے ہزاروں کے تعداد میں مسجد شہید گنج کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ حکومت کو یہ ہنگامہ خیزی ناگوار گذری اور قیام امن کی پیش نظر متعدد بار مسلمانوں پر گولی چلائی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان حالات میں مسلم قوم نے طبعًا اپنے ان لیڈروں کی طرف رجوع کیا جو ان سے آئندہ الیکشن میں ووٹ حاصل کرنے کی بھیک مانگ چکے تھے۔ اس نازک موقعہ پر احراری لیڈروں کا فرض تھا کہ وہ آگے بڑھ کر مسلمانوں کی رہنمائی کرتے۔ حکومت اور سکھ لیڈروں سے مل کر اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ لیکن جب پبلک آواز نے انہیں مجبور کر دیا تو انہوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز کرنے کے لئے ۲۷۔ ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء کی تاریخیں مقرر کر دیں۔ چنانچہ ۲۸ جولائی کو انہوں نے موچی دروازہ کے باہر برکت علی محمڈن ہال میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں پنجاب و سرحد کے ایک سو کے قریب نمائندے شامل ہوئے۔ لیکن ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا کہ چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی جس کے جواب میں کسی احراری لیڈر کو تو لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی البتہ انہوں نے سیرت کمیٹی والے عبدالمجید صاحب قرشی کو اپنی طرف سے قربانی کا بکرا بنا کر پیش کر دیا۔ قرشی صاحب پر جو بیتی اس کا کچھ حال بالفاظ ''زمیندار'' یوں ہے کہ

> ''قرشی صاحب سٹیج پر کیا آئے حاضرین کے لئے پیغام اشتعال آ گیا..... سارے مندوبین یک زبان ہو کر ''بٹھا دو'' ''بٹھا دو'' کا ہنگامہ بلند کر رہے تھے۔ نفرت و ہیجان میں ڈوبے ہوئے فقرے بزبان ہنگامہ اعلان کر رہے تھے کہ کوئی مسلمان اس کی صورت تک کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ غیظ و غضب یہاں تک بڑھ گیا کہ سٹیج کے قریب سے چند اشخاص اٹھ کر قرشی پر جھپٹ پڑے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ سٹیج سے پیچھے دھکیل دیا۔ اس کھینچا تانی میں قرشی کا کرتا کچھ اس طرح پھٹ گیا کہ ایک گریبان کے نیچے درجنوں اس کے نائب نظر آنے لگے۔

''آخر صدر نے بمشکل جلسہ برخواست کر کے احراریوں کو خود تجویز کردہ اور خود طلب کردہ مسلمان نمائندگان کے چنگل سے رہائی دلائی۔ اور بالفاظ ''زمیندار'' احرار لیڈر دامن جھاڑ کر اس طرح اٹھے جس طرح کوئی ملاح اپنی کشتی غرق کر دینے کے بعد ساحل پر آتا ہے اور وہاں سے نامرادانہ آہیں کھینچتا ہوا گھر کی راہ لیتا ہے''۔ [۸]

یہ تو ان نمائندگان نے احراریوں کی گت بنائی۔ جنہیں مجلس احرار کی لیڈروں نے اپنی تائید کے لئے لاہور کے باہر سے بلایا تھا۔ اگر خدانخواستہ لاہور والوں کو بھی اطلاع ہو جاتی تو نا معلوم وہ اس جلسہ میں کیا کر گزرتے؟ بہرحال مجلس احرار کو اپنے طلب کردہ جلسہ میں ہی غداری اور قوم فروشی کا بدلہ کسی قدر مل گیا۔ اور بعد ازاں ان کے خلاف دن بدن نفرت بڑھتی گئی۔ زمین ان کے پاؤں تلے سے نکل گئی اور وزارتوں پر قبضہ کر کے پنجاب پر حکومت کرنے اور جماعت احمدیہ کو کچل کر رکھ دینے کا جو خواب احراری دیکھ چکے تھے وہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور ایک لمبے عرصہ تک کے لئے ان کے وقار کی صف لپیٹ دی گئی۔

نیشنلیگیں اور یوم احتجاج

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لاہور میں متعدد بار تشریف لا کر مسلمانان ہند کی جو رہنمائی فرمائی تھی اور مظلوم کشمیریوں کی حمایت میں جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا تھا وہ مجلس احرار کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہر موقعہ پر یہ کوشش کی کہ مسلمان حضور کی رہنمائی سے محروم ہو جائیں اور قیادت کا اہم فرض مجلس احرار سرانجام دے مگر لوگوں کو مشتعل کر کے ناشائستہ حرکات کروانا اور چندہ وصول کر لینا تو آسان ہوتا ہے' مصائب و آلام اور مشکل حالات میں رہنمائی کرنا بڑی قربانی اور حزم و احتیاط چاہتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مجلس احرار نے اس نازک موقعہ پر مسلمانوں کی رہنمائی سے نہ صرف اجتناب کیا بلکہ انہیں ''انگریز کی گولی'' ''سکھ کی کرپان'' اور ''ہندو کے سرمایہ'' سے دہشت زدہ کر کے خاموش کر دینے کی کوشش شروع کر دی۔ [۹]

ان حالات کو دیکھ کر ہوشمند مسلمانوں نے پھر حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف رہنمائی حاصل

کرنے کے لئے رجوع کیا [۸۰] حضور نے نیشنل لیگ کو حالات کا جائزہ لینے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ سب سے پہلا کام جو اس سلسلہ میں نیشنل لیگ نے کیا وہ یہ تھا کہ لیگ کی تمام شاخوں کو یہ ہدایت کی کہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کو ہر جگہ ''یوم احتجاج مسجد شہید گنج'' منایا جائے اور سیاہ جھنڈیوں اور سیاہ نشانوں کے ساتھ گورنمنٹ پر واضح کیا جائے کہ مسلمانوں کے دل مسجد شہید گنج کی شہادت سے سخت زخمی اور مجروح ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ کو چاہئے کہ وہ درد رسیدہ قلوب کو مطمئن کرنے کی کوئی صورت نکالے۔ مگر ساتھ ہی ہدایت کی کہ

> ''چونکہ اس بات کا سخت خطرہ ہے کہ جو لوگ اس وقت قوم اور ملت سے غداری کر رہے ہیں اور کھلم کھلا مسجد شہید گنج کی حفاظت کی تحریک کے خلاف کھڑے ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں اور کسی نہ کسی شکل میں کوشش کریں گے کہ کوئی فتنہ وفساد کھڑا کر کے مسلمانوں کو مبتلائے مصیبت کر دیں۔ اس لئے پوری احتیاط سے کام لینا چاہئے اور باوجود کسی کے اشتعال دلانے کے بالکل پر امن اور قانون کے اندر رہنا چاہئے''۔ [۸۱]

نیشنل لیگ کا دوسرا کام

دوسرا کام نیشنل لیگ نے یہ کیا کہ حضرت امیر المومنین کی ہدایات کے ماتحت مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ چنانچہ ہائیکورٹ کے جج آنریبل جسٹس کولڈسٹریم نے مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں جس کے نتیجہ میں احرار کا سارا مخالفانہ پراپیگنڈا خاک میں مل گیا۔

نیشنل لیگ کا تیسرا کام

تیسرا کام نیشنل لیگ نے یہ کیا کہ جب ۲۹- اپریل ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو لاہور میں تشریف لائے تو صدر آل انڈیا نیشنل لیگ کی ہدایت کے ماتحت نیشنل لیگ کور نے پنڈت صاحب کا پانسو رضا کاروں کے ساتھ استقبال کیا۔

یاد رہے کہ قریب کے زمانہ میں ہی جب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے احمدیت کی مخالفت میں چند مضامین لکھے تھے تو پنڈت جواہر لعل نہرو نے نہایت عمدگی سے ان مضامین کا رد لکھا تھا اور ثابت کیا تھا

کہ ڈاکٹر صاحب کے احمدیت پر اعتراضات اور احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گذشتہ رویہ کے خلاف ہے۔

پس ایسے حالات میں ان کے اس صوبہ میں بطور مہمان آنے پر ان کا نیشنل لیگ کور کی طرف سے استقبال موقعہ کے مطابق اور برمحل تھا۔

مسجد چابکسواراں کا قصہ

محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے زمانہ امارت کا ایک واقعہ حلقہ چابک سواراں کی ایک مسجد سے متعلق ہے جس کے متولی حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاری کے نانا ملا غوث تھے۔ اس مسجد میں کئی سال سے سید صاحب موصوف امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ مگر ۱۹۳۶ء کے نصف اول میں غیر احمدیوں کے شریر عنصر نے اس مسجد پر مخالفانہ قبضہ کرنا چاہا۔ نوبت بانیجا رسید کہ عدالت میں مقدمہ کرنا پڑا۔ [۸۲]

اس مقدمہ میں احمدیوں کی طرف سے جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور غیر احمدیوں کی طرف سے نولکشور صاحب بار ایٹ لاء پیش ہوئے۔ ۱۲- نومبر ۱۹۳۶ء کو ہائیکورٹ نے فیصلہ دیا کہ مسجد میں باجماعت نماز صرف احمدی پڑھ سکتے ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ غیر احمدی بھی جب چاہیں فرداً فرداً بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کے قانوناً حقدار ہیں مگر اس کے نتیجہ میں چونکہ مسجد میں پرامن طریق پر عبادت نہیں ہوسکتی تھی اس لئے جماعت نے خود ہی یہ مسجد چھوڑ دی۔

محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کا تقرر بطور نائب امیر

محترم شیخ بشیر احمد صاحب کو چونکہ مقدمات کے سلسلہ میں اکثر لاہور سے باہر جانا پڑتا تھا اس لئے اس خیال سے کہ جماعتی کاموں میں رکاوٹ پیدا نہ ہو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کو نائب امیر مقرر فرمایا۔ [۸۳]

حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ کی بیماری اور حضرت امیر المومنین کی لاہور میں تشریف آوری:

۴۴-۱۹۴۳ء کے واقعات میں سے دو اہم واقعات تاریخ احمدیت میں خاص اہمیت رکھتے

ہیں ۔اوّل حضرت سیدہ اُمّ طاہر احمد رضی اللہ عنہا کی بیماری اور وفات' دوم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مصلح موعود ہونے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع۔

سو پہلے اوّل الذکر واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔حضرت سیدہ مرحومہ رضی اللہ عنہا جب آخری علالت سے بیمار ہوئیں تو قادیان میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بڑی محنت سے علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ان کی زیادہ تکلیف کے مدنظر امرتسر سے ایک لیڈی ڈاکٹر اور لاہور سے کرنل ہیز کو بلوا کر معائنہ کروایا گیا۔ چنانچہ ان کے مشورہ کے مطابق سیدہ مرحومہ کو لاہور لے جا کر علاج کروایا گیا۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۷۔ دسمبر ۱۹۴۳ء کو بروز جمعہ مرحومہ کو لاہور لے آئے اور لیڈی ولنگڈن ہسپتال میں داخل کرادیا اور پانچ میل کی لمبی مسافت طے کر کے صبح وشام دونوں وقت ان کی عیادت کیلئے ہسپتال تشریف لے جاتے رہے۔ہسپتال میں ابتداءً افاقہ کی صورت پیدا ہوئی مگر پھر حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ ڈاکٹر کرنل ہیز کو ۱۴-فروری ۱۹۴۴ء کو بروز جمعہ پیٹ کا اپریشن کرنا پڑا اور چند دن بعد پھر ایک دوسرا اپریشن ہوا۔مگر حالت دن بدن گرتی گئی اور کمزوری بڑھتی ہی چلی گئی۔آخر جب یہ دیکھا گیا کہ اس ہسپتال کے ڈاکٹر اپنا زور لگا کر ہمت ہار چکے ہیں اور اس جگہ پابندیاں بھی ایسی تھیں جو اس مذہبی اور روحانی ماحول کے منافی تھیں جو ایک مسلمان کو اپنے آخری لمحات میں حاصل ہونی چاہئیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اور اس خاکسار کو فون کر کے لاہور بلوایا تا کہ مشورہ کیا جاسکے کہ کیوں نہ پیش آمدہ حالات میں سیدہ اُمّ طاہر کو احتیاط کے ساتھ قادیان پہنچا دیا جائے اور وہاں اپنی نگرانی میں علاج کیا جائے۔ چنانچہ ہم دونوں لاہور پہنچے اور سیدہ مرحومہ کی بیماری میں ہمارا یہ چوتھا سفر تھا۔ لیکن چونکہ ان کی حالت زیادہ کمزور پائی گئی۔اس لئے بالآخر یہی تجویز ہوئی کہ کسی ماہر ڈاکٹر کو دکھا کر کسی دوسرے ہسپتال میں منتقل کر لیا جائے۔ چنانچہ کرنل بھروچہ کے ساتھ بات کر کے اور انہیں آمادہ پا کر ۲۶-فروری ۱۹۴۴ء کو بروز ہفتہ سیدہ مرحومہ کو سرگنگا رام ہسپتال میں ایک ایمبولنس کار کے ذریعہ احتیاط کے ساتھ منتقل کر دیا گیا اور اس انتقال ہسپتال کے

تعلق میں کرنل ہیز نے بھی بطیّب خاطر امداد دی۔ نئے ہسپتال میں کرنل بھروچہ خود دو وقت آتے تھے اور خود پٹی کرتے تھے اور حضرت صاحب کو یہ سہولت تھی کہ اوّل تو ہسپتال حضور کی قیام گاہ کے بالکل قریب تھا۔ دوسرے اس میں آنے جانے کے اوقات کی ایسی سخت پابندیاں نہیں تھیں جیسی کہ لیڈی ولنگڈن ہسپتال میں تھیں اور تیسرے یہ کہ اس جگہ کا ماحول قریباً اپنے اختیار میں تھا جہاں اپنے مخصوص مذہبی اور روحانی رنگ بآسانی پیدا کیا جاسکتا تھا۔ مگر تقدیر کے نوشتے بہر حال پورے ہونے تھے۔ حالت خراب ہوتی گئی۔ اور آخر ۵- مارچ ۱۹۴۴ء کو اتوار کے دن اڑھائی بجے سہ پہر کو قریباً ۳۹ سال کی عمر میں ہماری بہن نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے آقا و مالک کے حضور پہنچ گئیں۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون و کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام**'' [۸۴]

حضرت سیدہ مرحومہ کی وفات کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تیمارداری کرنے والوں کے لئے دعا کرتے ہوئے لکھا:

''مریم بیگم کی بیماری میں سب سے زیادہ شیر محمد خاں صاحب آسٹریلیا والوں کی بیوی اقبال بیگم نے خدمت کی۔ اڑھائی مہینہ اس نیک بخت عورت نے اپنے بچوں کو اور گھر کو بھلا کر رات اور دن اس طرح خدمت کی کہ مجھے وہم ہونے لگ گیا تھا کہ کہیں یہ پاگل نہ ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے سارے خاندان پر اپنے فضل کا سایہ رکھے۔

''پھر ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ہیں جن کو ان کی بہت لمبی اور متواتر خدمت کا موقعہ ملا۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے کئی ماہ تک ہماری مہمان نوازی کی اور دوسرے کاموں میں امداد کی۔ میاں احسان اللہ صاحب لاہوری نے دن رات خدمت کی یہاں تک کہ میرے دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان کا خاتمہ بالخیر کرے۔ حکیم سراج دین صاحب بھاٹی دروازہ والوں نے برابر ان کی ہمراہی عورت کا اڑھائی ماہ تک کھانا پہنچایا اور خود بھی اکثر ہسپتال میں آتے رہے۔ ڈاکٹر معراج الدین صاحب کو رعشہ کر مرض ہے اور بوڑھے آدمی ہیں۔ اس حالت میں کانپتے اور ہانپتے اور لرزتے ہوئے جب ہسپتال میں آکر کھڑے ہوجاتے کہ میں نکلوں تو مجھ سے مریضہ کا حال پوچھیں تو کئی دفعہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو دیکھ کر کہ مجھ

ناکارہ کی محبت اس نے کس طرح لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ لاہور کے اور بہت سے احباب نے نہایت اخلاص کا نمونہ دکھایا اور بہت سی خدمات کیں''۔ [۸۵]

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب معالج خصوصی حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت لاہور کی خدمات کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

''جماعت احمدیہ لاہور کے اخلاص کی کچھ حد نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر خدمت گزاری کے لئے مستعد نظر آتا تھا۔ کہیں راتوں کو پہرے کا انتظام ہے کہیں دن کو۔ اور کوئی سائیکل سے خدمت کے لئے آمادہ ہے۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کیا ہی خوش بخت ہیں جن کے مکان پر حضرت صاحب نے اس قدر لمبا عرصہ قیام فرمایا۔ انہوں نے اور ان کے معمر والد صاحب اور والدہ صاحبہ نے حضور کے قیام کے دنوں میں بہت ہی مشقت اٹھائی۔ ان کے نوکروں نے خدمت کے کام کو انتھک طور پر انجام دیا۔ **جزاھم اللّٰہ خیرا۔**

''لاہور کے ایک نوجوان عزیزم احسان اللہ صاحب ابن ملک خدا بخش صاحب تو نہایت ہی خوش قسمت ہیں کہ سائیکل لئے ہر وقت حاضر اور حکموں کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آنکھوں میں سما گئے اور کئی بار ان کی خدمت کی تعریف فرمائی۔ پھر ایک اور دوست قابل رشک ہیں یعنی حکیم سراج الدین صاحب وہ تو سایہ کی طرح حضرت صاحب کے ہسپتال پہنچنے کے وقت ہسپتال میں پہنچ جاتے تھے اور ہر قسم کی خدمت کے لئے لبیک کہتے تھے۔ انہوں نے سیدہ مرحومہ کی چوبیس گھنٹے خدمت انجام دینے والی خادمہ کے دونوں وقت کھانا پہنچانے کا انتظام بھی رکھا۔ **جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔**

''قابل رشک خاتون محترمہ اقبال بیگم صاحبہ اور والدہ رشید نے تو وہ خدمت انجام دی کہ آسمان سے ان کی خدمت کی گواہی ملی'' [۸۶]

قیام لاہور کے دوران علم وعرفان کی بارش

خاکسار راقم الحروف ان ایام میں لائل پور میں متعین تھا۔ چند ایک مرتبہ حضور کی زیارت اور

ملاقات کے لئے لاہور آنے کا موقعہ ملا۔ وہ نقشہ اب تک میرے سامنے ہے۔محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان ۱۳-ٹمپل روڈ پر حضور کا قیام تھا۔حضور اور حضور کے اہل بیت اوپر چوبارہ میں رہتے تھے اور خدام نیچے۔ ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ چند ایک خادم ہر وقت موجود رہتے تھے۔بعض خدام جو سرکاری ملازم تھے ان کا یہ معمول تھا کہ ادھر چھٹی ہوئی' گھر میں گئے' کھانا کھایا اور سیدھے حضور کی قیامگاہ پر پہنچے اور پھر حضور کی مجالس علم وعرفان میں بھی شامل ہوئے اور مختلف قسم کی خدمات بجالائے۔

مجھے خوب یاد ہے مکرمی ومحترمی بابوفضل دین ہائیکورٹ والے اور مکرمی ومحترمی چوہدری محمد اسداللہ خاں صاحب بارایٹ لاء حال امیر جماعت لاہور نماز میں حضور کے دائیں بائیں کھڑے ہوتے تھے۔ بعض غیر احمدی اور غیر مسلم معززین جن میں کالج کے پروفیسر اور طلباء وطالبات بھی شامل ہیں۔حضور رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے اور اپنے سوالات کے جوابات اور حضور کی عارفانہ باتیں سن کر بہت خوش اور مطمئن ہوکر جاتے تھے۔

مصلح موعود ہونے کی اطلاع بذریعہ رؤیا ۵'۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات بمقام لاہور:

اب ہم اس عظیم الشان نشان کا ذکر کرتے ہیں جس کا اعلان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰-فروری ۱۸۸۶ء کو بمقام ہوشیارپور شیخ مہرعلی صاحب رئیس ہوشیارپور کی حویلی کے بالاخانہ میں چلّہ کشی کے بعد کیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے احیاء کے لئے دعائیں کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک نشان طلب کیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوشیارپور جاکر چلّہ کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور اس حکم کی تعمیل میں ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ شیخ مہرعلی صاحب رئیس ہوشیارپور کی حویلی یا طویلہ کے بالاخانہ میں چالیس روز اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت ہی خشوع خضوع کے ساتھ آہ وزاری کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم الشان فرزند کے تولد کی بشارت دی۔اس فرزند کی صفات خاصہ کا ذکر حضور نے ۲۰-فروری ۱۸۸۶ء کے سبز اشتہار میں کیا۔ یہ اشتہار ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے جو''پیشگوئی مصلح موعود'' کے نام سے مشہور ہے اس پیشگوئی میں یہ بتایا گیا تھا کہ

پیشگوئی مصلح موعود کے الہامی الفاظ

''........ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل ہوگا......... اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الاول والآخر - مظهر الحق والعلاء كان الله نزّل من السماء. جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امراً مقضیاً'' [۸۷]

اس اشتہار میں مصلح موعود کی جن صفات خاصہ کا ذکر کیا گیا ہے ان کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات میں موجود پا کر جماعت کی اکثریت یہ یقین رکھتی تھی کہ ''مصلح موعود'' آپ ہی ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بشارتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ ''مصلح موعود'' آپ ہی ہیں۔ جماعت کے رجحان اور بشارتوں کے باوجود حضورؓ نے کبھی ''مصلح موعود'' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن ۱۹۴۴ء میں جب حضور حضرت سیدہ اُمّ طاہر احمد مرحومہؓ کی بیماری کے ایام میں لاہور میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر قیام فرما تھے۔ حضورؓ کو ۵ اور ۶- جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات کو بذریعہ رؤیا بتایا گیا کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔ چنانچہ ۲۸- جنوری ۱۹۴۴ء کو قادیان میں حضور نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا

اس میں پہلی مرتبہ اس کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے ہوشیار پور، لاہور، لدھیانہ اور دہلی کے عظیم الشان جلسوں میں ہزارہا افراد کے مجمعوں میں مؤکد بعذاب حلف کے ساتھ اس اعلان کا اعادہ فرمایا۔

ذیل میں اس تقریر کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے جو حضور نے جودھامل بلڈنگ اور میکلوڈ روڈ کے درمیانی میدان میں (جہاں اب عظیم عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ مؤلف) لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ خاکسار مؤلف کو بھی اس تقریر کے سننے کا موقعہ ملا۔ اس تقریر میں حضور نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ نے ایسے غیب سے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ ہماری جماعت آپ ہی آپ مختلف ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے اور وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کس شان کے ساتھ پوری ہوئی اور چونکہ اکثر علامات جو اس بیٹے کی بتائی گئی تھیں وہ سالہا سال سے پوری ہو رہی تھیں اس لئے جماعت ہمیشہ مجھے یہ کہا کرتی تھی کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں مگر میں نے اس امر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور میں نے کہا جب تک خدا مجھے آپ یہ اطلاع نہ دے کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں اس وقت تک میرا اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دے کر دعویٰ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہی حالت ایک لمبے عرصہ تک رہی یہاں تک کہ اس سال (۱۹۴۴ء) کے شروع میں ۵ اور ۶ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتا دیا کہ میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔ میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا۔ تب جب کہ خدا نے مجھے یہ خبر دے دی۔ میں نے دنیا میں اس کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آج میں اس جلسہ میں اسی واحد

اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں نمبر ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی''۔ [۸۸]

لاہور کی عظمت کی بحالی

۱۱-فروری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے اس نشان کو لاہور میں ظاہر ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ تازہ نشان خدا نے لاہور میں ظاہر کیا ہے۔ پس جس طرح مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر اسلام کی طرف سے خاص ذمہ داریاں عائد ہوگئی تھیں اسی طرح میں سمجھتا ہوں اس انکشاف کے بعد جو لاہور میں مجھ پر ہوا یہاں کی جماعت کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس انکشاف کا مجھ پر سفر میں ہونا جہاں اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی سے مشابہت رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی سفر کی حالت میں ہوشیار پور میں فرمائی اور مجھ پر بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکشاف سفر کی حالت میں ہی ہوا۔ وہاں آج خدا تعالیٰ نے مجھے ایک اور بات بھی سمجھائی ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں فوت ہوئے تھے اور آپ کے لاہور میں فوت ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں لاہور کے متعلق ایک قسم کا بغض پایا جاتا تھا۔ یوں تو ہر شخص نے فوت ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فوت ہوگئے اور رسول کریم ﷺ بھی فوت ہوگئے لیکن اگر کوئی شخص اپنے گھر پر فوت ہوتا ہے تو اس کے متعلقین کو گو طبعی طور پر رنج ہوتا ہے مگر ان کے دلوں میں کوئی حسرت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کے متعلقین کے دل ساری عمر اس حسرت واندوہ سے پُر رہتے ہیں کہ کاش! وہ سفر کی حالت میں

فوت نہ ہوتا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اس کے علاج میں کوتاہی ہوئی ہو۔ شاید اس کی تیمارداری میں کمی رہ گئی ہو۔ پس ساری عمران کے دلوں سے ایک آہ اٹھتی رہتی ہے اور انہیں یہ تصور کر کے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ ان کا کوئی عزیز فلاں سفر پر گیا تو پھر وہ واپس نہ آیا بلکہ اسی جگہ فوت ہوگیا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اگر وہ سفر پر نہ جاتا تو نہ مرتا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں۔ جماعت کے دلوں پر ایک بہت بڑا بوجھ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں آئے اور اس جگہ آ کر فوت ہوگئے۔ خود لاہور کی پیشانی پر بھی ایک بدنما داغ تھا مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ خبر دی گئی تھی کہ 'لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں' اور یہ کہ 'نظیف مٹی کے ہیں' [۸۹] خدا تعالیٰ نے پاک ممبروں کی دعاؤں کو سن کر لاہور کی پیشانی سے اس داغ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور مسیح موعود کو لاہور میں ہی دوبارہ زندہ کر دیا۔ اب لاہور والے کہہ سکتے ہیں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں فوت ہوئے مگر وہ دوبارہ زندہ بھی ہمارے شہر میں ہی ہوئے ہیں۔ پس وہ جو لاہور والوں پر ایک داغ تھا خدا نے اس انکشاف کے ذریعہ اس داغ کو دھو دیا اور گو مونہہ سے احمدی اس بات کا اظہار نہیں کرتے تھے مگر لاہور کا ذکر آنے پر ان کے دل ضرور بے چین ہو جاتے تھے کہ یہ کیا شہر ہے جس میں خدا کا مسیح چند روز کے لئے گیا اور فوت ہوگیا۔ پس یہ داغ خدا نے لاہور سے اب دور کر دیا ہے مگر اس چیز سے وہ ذاتی طور پر اس وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب ان میں عمل کی قوت موجود ہو۔'' [۹۰]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس نشان کے لاہور میں ظاہر ہونے کی جو حکمت بیان کی ہے لاہور کے موجودہ اور بعد میں آنے والے احمدیوں کو چاہئے کہ اس حکمت کو مدنظر رکھ کر اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور سلسلہ کی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

اصحاب مسیح موعودؑ کا فوٹو

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جس رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلح موعود ہونے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی۔ اس سے اگلے روز یعنی ۶-جنوری

۱۹۴۴ء کو لاہور میں موجود تمام اصحاب مسیح موعودؑ کا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی معیت میں فوٹو لیا گیا اور گو اس فوٹو میں بعض ایسے اصحاب بھی نظر آئیں گے جو صحابی نہیں مگر غالباً اکثریت صحابہ ہی کی ہے۔

جلسہ مصلح موعود کے موقعہ پر باہر سے آنے والوں کی رہائش اور خوراک کا انتظام

اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کیلئے رہائش اور طعام کا انتظام محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے محترم ملک خدا بخش صاحب جنرل سیکرٹری اور محترم بابو فضل دین صاحب کے سپرد کیا تھا۔ ان حضرات نے محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء کی رہائش گاہ واقعہ ٹرنر روڈ میں یہ انتظام کیا۔ محترم بابو فضل دین صاحب کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر چوہدری صاحب موصوف نے ہر طرح کا تعاون اور مدد فرمائی۔ فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔

دی پنجاب احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کا قیام - ۲۶ - دسمبر ۱۹۴۴ء

۲۶ - دسمبر ۱۹۴۴ء کو جلسہ سالانہ کے پہلے روز قادیان میں دی پنجاب احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا اور قرار پایا کہ اس ایسوسی ایشن کا صدر مقام لاہور ہوگا۔ پہلے سیکرٹری ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی مقرر ہوئے۔[91]

لاہور میں کمیونزم کے خلاف تقریر

فروری ۱۹۴۵ء کے آخری ہفتہ میں حضور لاہور تشریف لائے اور ۲۵ - فروری ۱۹۴۵ء کو جناب رام چندر صاحب منچندہ کی زیر صدارت کمیونزم کے خلاف ایک جامع اور پُر مغز تقریر فرمائی۔ حضور کی یہ تقریر اڑھائی گھنٹے تک جاری رہی۔ تقریر میں کمیونزم کے خلاف اس قدر ٹھوس اور وزنی دلائل تھے کہ کمیونزم کے دلدادہ افراد کو بھی حضور کے دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔ چنانچہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور تقریر ختم فرما چکے تو ایک غیر احمدی نوجوان نے اپنے ایک دوست کو جو کمیونزم کا زبردست حامی تھا کہا کہ ''اگر اب بھی تم نے کمیونزم کی تائید کی تو تم پر لعنت ہے''۔[92]

تقریر کے اختتام پر صاحب صدر نے اپنے صدارتی ریمارکس میں حضور کی اس تقریر کی بے حد تعریف کرتے ہوئے کہا کہ

''اگر کوئی یورپین اس حالت کو دیکھتا تو حیران رہ جاتا کہ ہندوستان نے اس قدر ترقی کرلی ہے'' [۹۳] حضور کی یہ تقریر ''اسلام کا اقتصادی نظام'' کے نام سے چھپ چکی ہے۔

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے حضور کے اعزاز میں دعوت چائے

۲- مارچ ۱۹۴۴ء کو ۵ بجے شام احمدیہ ہوسٹل میں احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے حضور کو چائے کی دعوت دی گئی جس میں غیر احمدی طلباء کے علاوہ مختلف کالجوں کے متعدد غیر احمدی پروفیسر صاحبان بھی شریک ہوئے۔ تین گھنٹہ تک حضور مسلمانوں کی اقتصادی پستی کی وجوہ اور ان کا حل، سیاسیات حاضرہ، ملکانوں کا ارتداد اور جماعت احمدیہ کی مساعی وغیرہ امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ آخر پونے آٹھ بجے شام جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے مکان پر تشریف لے گئے۔ [۹۴]

محترم ملک امیر بخش صاحب صحابیؓ کی وفات-۲-جون ۱۹۴۵ء

غالباً محترم ملک امیر بخش صاحب صحابیؓ لاہور کا ذکر اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے حالات مندرجہ کتاب ہذا میں نہیں آ سکا۔ یہ صحابی ۲-جون ۱۹۴۵ء کو ۸۲ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔ [۹۵]

نہایت افسوس ناک حادثہ

۱۱-نومبر ۱۹۴۵ء کو لاہور میں ایک نہایت ہی افسوس ناک حادثہ پیش آیا اور وہ یہ کہ خدام الاحمدیہ کے ٹرپ کے موقعہ پر حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب نیلہ گنبد والوں کے تین پوتے کشتی ڈگمگا جانے کی وجہ سے دریائے راوی میں ڈوب کر فوت ہوگئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔

ان میں سے عزیز عبدالواحد اور عزیز منیر احمد میاں عبدالماجد صاحب کے بچے تھے اور ان کی عمریں علی الترتیب قریباً پندرہ اور چھ سال کی تھیں۔ تیسرا بچہ عطاء الرحمٰن میاں محمد حسین صاحب کا لڑکا تھا۔ اس کی عمر قریباً ۱۵ سال تھی۔

ان تینوں بچوں کو کافی تگ و دو کے بعد پانی سے باہر نکال کر ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکے۔ تینوں بچوں کی نعشوں کو دوسرے روز یعنی ۱۲۔ نومبر کو قادیان لے جایا گیا۔ بعد نماز مغرب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جنازہ پڑھایا اور جنازے بچوں کے قبرستان کے ساتھ کی زمین میں دفن کئے گئے۔ بعد تدفین حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے دعا کروائی۔[96]

گورنمنٹ کالج لاہور میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر

آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا نے گورنمنٹ کالج لاہور میں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر ''قیام امن'' کے مسئلہ پر دوشنبہ کی صبح کو ایک نہایت ہی پُر مغز تقریر فرمائی۔[97]

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا دو ماہ میو ہسپتال میں بیمار رہ کر ڈسچارج ہونا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب جو دو ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہ کر ڈسچارج ہوئے' ۷۔ مارچ ۱۹۴۷ء کو واپس قادیان پہنچے۔ آپ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق کرنل بھروچہ سے مرض التہاب غدہ قدامیہ کا آپریشن کروایا تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا۔ مگر کمزوری ابھی باقی تھی۔ آپ نے علاوہ اپنے عزیز رشتہ دار تیمار داروں کے احباب لاہور یعنی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب' قاضی حبیب اللہ صاحب اور ان کی صاحبزادیاں' قاضی عبدالحمید صاحب' حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب' قاضی محبوب عالم صاحب' پیر غلام محبوب سبحان شاہ صاحب' اہلیہ صاحبہ مستری محمد حسین صاحب' شیخ محبّ الرحمٰن صاحب اور مجلس خدام الاحمدیہ کے بعض نمائندوں کا شکریہ بذریعہ الفضل ادا کیا۔[98]

آل انڈیا نیشنل لیگ کے بارہ میں ضروری اعلان

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب صدر آل انڈیا نیشنل لیگ نے ملک کے موجودہ حالات سے متاثر ہو کر اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اب بعینہٖ ویسے حالات پیدا ہو گئے ہیں جیسے کہ اس وقت تھے جب کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آل انڈیا نیشنل لیگ کا قیام منظور فرمایا تھا' حضرت امیر المومنینؓ کی طرف سے منظوری کی امید پر جولائی ۱۹۴۶ء سے دوبارہ کام شروع کر دیا اور حضور سے درخواست کی کہ حضور اس امر کی منظوری دیں کہ آل انڈیا نیشنل لیگ وقت کے تقاضے کے مطابق کام کو پھر جوش کے ساتھ شروع کرے جس پر حضور نے ازراہ کرم اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ لیگ کے مرکزی دفتر نے سابقہ اور نئے ممبران کو دوبارہ اپنے نام پیش کرنے کی ہدایت کی۔ [۹۹]

محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب دہلی میں حضرت امیر المومنینؓ کے ہمراہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب ستمبر ۱۹۴۶ء کے آخری عشرہ میں دہلی تشریف لے گئے تو لاہور سے محترم چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب کو بھی طلب فرمایا تا جماعت کے اور سرکردہ احباب کے ساتھ مل کر انہیں بھی ملک وقوم کی خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ یاد رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز ہندوستانیوں کو ہندوستان کی حکومت سونپنا چاہتے تھے مگر کانگرس اور مسلم لیگ کے لیڈر کوئی ایسا سمجھوتہ کرنے پر راضی نظر نہیں آتے تھے جس سے یہ کام خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا جائے۔ ان حالات میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے چند خدام کے ساتھ بنفس نفیس دہلی تشریف لے گئے۔ اور خود بھی مختلف الخیال لیڈروں سے مل کر ان کی صحیح رہنمائی کر کے اس مسئلہ کو سلجھانے کی سعی فرمائی اور اپنے خدام کو بھی بعض لیڈروں سے ملاقات کر کے اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ان خدام میں جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب حال امیر جماعت احمدیہ لاہور کو بھی شامل کیا۔

محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی لندن سے واپسی اور امریکن پریس کے نمائندے سے انٹرویو

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس محترم منیر الحصنی شامی کے ہمراہ دس سال انگلینڈ میں

لندن مشن کے انچارج کے عہدہ سے فارغ ہوکر اپنے وطن مولوف تشریف لائے تو قادیان پہنچنے سے قبل ایک رات آپ نے جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ کے مکان ۱۳-ٹمپل روڈ پر قیام فرمایا۔ لاہور اسٹیشن پر لاہور کی جماعت نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ پریس کے نمائندوں کو بھی آپ کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ ابھی آپ محترم شیخ صاحب کے مکان پر پہنچے ہی تھے کہ تھوڑی دیر بعد ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کا نمائندہ آپ کی ملاقات کے لئے آ گیا۔ خاکسار مؤلف اس ملاقات کے وقت وہاں موجود تھا۔ نمائندہ مذکور کو آپ نے بیان دیتے ہوئے فرمایا:

''میری یہی خواہش ہے کہ اہل ہند عدم اتحاد کی روح کو خیر باد کہہ کر بین الاقوامی تحریک معاونت میں اپنے لئے باعزت جگہ حاصل کریں۔ آج ہندوستان کے متعلق اقوام عالم کا نظریہ حقارت سے پُر ہے''۔

آپ نے مزید فرمایا:

''ابھی وقت ہے کہ ہم اپنے وطن کو عمدگی سے سنوار لیں اور اس طرح اپنے آپ کو اغیار کے تمسخر کی آماجگاہ بنے رہنے سے محفوظ و مامون کرلیں''۔

مولانا موصوف نے پُر زور الفاظ میں فرمایا کہ اختلافات یقیناً دوستانہ طریق پر طے ہوسکتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے مشرق وسطیٰ میں لڑائی جھگڑوں اور باہمی خلفشار پر بہت کچھ روشنی ڈالی اور آخر میں فلسطین کے متعلق صدر ٹرومین کے آخری بیان در بارہ داخلہ یہود کو ہوشیاری اور چالاکی کی ایک چال قرار دیا کہ جو آئندہ صدارتی انتخابات میں یہودی ووٹس حاصل کرنے کی غرض سے چلی گئی ہے۔ [۱۰۰]

ملک خضر حیات کے استعفیٰ میں آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی مساعی جمیلہ:

۱۹۴۷ء کا سال برصغیر پاک و ہند میں نہایت ہی ہنگامہ خیزی کا سال تھا۔ ملک کے طول وعرض میں ہندو مسلم فسادات ہو رہے تھے۔ پنجاب میں ملک خضر حیات خاں ٹوانہ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر ہونے کی وجہ سے پنجاب کے وزیر اعظم تھے اور گو انتخابات میں مسلم لیگ کافی نشستیں حاصل کر چکی تھی مگر

دیگر اقوام کے نمائندوں کے عدم تعاون کی وجہ سے اس وقت تک حکومت پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک ملک صاحب استعفیٰ پیش نہ کرتے۔ لاہور میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو چکے تھے۔ حکومت نے مسلم لیگی لیڈروں کو گرفتار کر لیا تھا۔ پریس پر پابندیاں تھیں مگر ملک صاحب موصوف جھکنے میں نہیں آتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے برطانوی حکومت کے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کے اعلان کی وجہ سے پریس سے پابندیاں دور کر دیں۔ ۱۳۰۰ مسلم لیگی کارکن رہا کر دیئے اور تمام فرقوں کے لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ قیام امن کے سلسلے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ خاکسار مؤلف کتاب ہذا ان ایام میں یہیں تھا۔

۲- مارچ ۱۹۴۷ء بروز اتوار صبح نو بجے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ لاہور سے سندھ تشریف لے جا رہے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے آنریبل چوہدری صاحب بھی حضور کو الوداع کہنے کے لئے تشریف لائے اور یہ خوشخبری سنائی کی آج انشاء اللہ ملک خضر حیات خاں صاحب کے استعفیٰ کا اعلان ہو جائے گا۔ چنانچہ اوکاڑہ یا کسی اور ریلوے اسٹیشن سے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے قائداعظم محمد علی جناح صاحب کو تار دلوایا کہ آج شام آپ ایک خوشخبری سنیں گے چنانچہ اسی روز استعفیٰ کا اعلان ہو گیا۔ استعفیٰ کی اس حقیقت کا اظہار ۵- مارچ کے انگریزی اخبار ''ٹریبیون'' میں بدیں الفاظ کیا گیا تھا:

> ''معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خاں صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی تازہ ایجی ٹیشن کے دوران جماعت احمدیہ کے امام نے خضر حیات خاں کو خط لکھا کہ وہ لیگ کے سامنے جھک جائیں۔ یہ خط سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعے بھیجا گیا تھا جنہوں نے اپنے امام کی ہدایت کی پُر زور تائید کی۔ ملک خضر حیات صاحب نے سر ظفر اللہ خاں کو لاہور مشورہ کے لئے بلایا جس کے بعد ملک صاحب نے وہ بیان دیا جو اخبارات میں شائع ہوا''۔ [۱۰۱]

۷- مارچ ۱۹۴۷ء کے الفضل میں ''ضروری تردید'' کے عنوان سے یہ اعلان کیا گیا کہ ٹریبیون میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ملک خضر حیات خاں صاحب کے نام کوئی خط دیا تھا' یہ صحیح نہیں۔ البتہ اس امر کی کوئی تردید نہیں کی گئی کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے ارشاد پر ہی جناب چوہدری صاحب نے ملک صاحب کو استعفیٰ دینے پر رضامند کیا تھا

اور حقیقت یہی ہے کہ یہ استعفیٰ چوہدری صاحب موصوف کے زور دینے پر ہی دیا گیا تھا۔

ملک صاحب کے استعفیٰ کے بعد حکومت کے تمام اختیارات گورنر صاحب پنجاب سر ایون جنکنز نے خود سنبھال لئے تھے اور اعلان کیا تھا کہ

''نئی وزارت بننے تک میں نے سر خضر حیات خاں اوران کے رفقاء سے کہا تھا کہ وہ حکومت کا کام چلائیں۔لیکن انہوں نے اس سلسلے میں معذوری کا اظہار کر دیا ہے۔اس لئے حکومت کے جملہ اختیارات میں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔نئی وزارت کی تشکیل کی کوششیں جاری ہیں۔امید ہے کہ بہت جلد نئی وزارت برسر اقتدار آ کر جملہ امور سنبھال لے گی''۔ ۱۰۲؎

فسادات

یہ وہ خطرناک ایام تھے جن میں پنجاب کے تمام شہروں میں ہندو مسلم فسادات رونما ہو چکے تھے۔ گورنمنٹ کو تمام بڑے بڑے شہروں میں کرفیو لگانا پڑا مگر فسادات کی آگ بھڑک چکی تھی۔ کچھ لوگ باہمی فسادات کی وجہ سے قتل ہو رہے تھے اور کچھ پولیس اور فوج کی گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے۔آتش زنی کی متعدد واردات ہو رہی تھیں۔امن مفقود ہو چکا تھا اور بدامنی' بے چینی اور خوف واضطراب کا دور دورہ تھا۔

مبلغ کے رہائشی مکان کی تعمیر

لاہور میں یہ حالت تھی کہ جن علاقوں میں ہندوؤں کا غلبہ تھا وہاں سے کسی مسلمان کا گذرنا موت کو دعوت دینا تھا اور جن علاقوں میں مسلمانوں کو طاقت حاصل تھی وہاں سے کسی ہندو یا سکھ کا سلامت گذرنا ناممکن تھا ایسے پُر آشوب حالات میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کے ساتھ مبلغ کی رہائش کے لئے مکان کی تعمیر جاری تھی۔

مجھے خوب یاد ہے۔ ۱۹۴۶ء کے آخری حصہ میں اس مکان کی تعمیر شروع ہوئی اور ۱۹۴۷ء کے پہلے ربع میں یہ مکان مکمل ہوا۔ ہمارے مستری صاحبان محمد انور اور اللہ رکھا بڑے اطمینان کے ساتھ تعمیر کا کام کرتے تھے۔ ان ایام میں مسجد شہید گنج کی طرف سے بڑے زور سے ''ست سری اکال''

کے نعرے بلند ہوتے تھے اور ہمارے علاقہ سے اس کے جواب میں ''اللہ اکبر'' کے نعروں سے فضا گونج اٹھتی تھی حضرت ملک خدا بخش صاحب جنرل سیکرٹری اس تعمیر کی نگرانی کا کام کرتے تھے اور محترم میاں عبدالحمید صاحب مرحوم ومغفور جمعہ کی شام کو مستریوں اور مزدوروں کو ان کی اجرت ادا کیا کرتے تھے۔ خاکسار کے سپرد یہ ڈیوٹی تھی کہ خاکسار جمعہ کی نماز میں احباب کو تحریک کیا کرتا تھا کہ دوست مزدوروں کی اجرت کے لئے چندہ دیتے جائیں اور باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں آج کل کے زمانہ سے جماعت کی تعداد بہت کم تھی مگر اسّی نوے روپے بآسانی جمع ہو جاتے تھے۔ اور اسی قدر مستریوں اور مزدوروں کی اجرت ہوا کرتی تھی۔

ناشکر گزاری ہوگی کہ اگر اس امر کا ذکر نہ کیا جائے کہ اس مکان میں جو لوہا خرچ ہوا ہے وہ سارے کا سارا حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب رضی اللہ عنہ کی اولاد محترم میاں محمد حسین صاحب اور محترم میاں عبدالمجید صاحب نیلا گنبد والوں نے دیا تھا اور لکڑی کا سارا سامان محترم میاں عطاء الرحمٰن صاحب اور محترم میاں عبدالرحمٰن صاحب راوی روڈ والوں نے بڑی فراخدلی کے ساتھ مہیا کیا تھا۔ ان کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ جب ان سے اس مکان کی تعمیر کے لئے ایک ہزار روپیہ مانگا گیا تو انہوں نے کہا کہ ایک ہزار روپیہ ہم دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر جماعت ہم سے عمارتی لکڑی کا سامان لینا چاہے تو اس میں جماعت کا فائدہ ہے۔ جس جس سامان کی آپ کو ضرورت ہو چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر آپ پیغام بھیج دیا کریں۔ چنانچہ مطلوبہ سامان دروازے، کھڑکیاں، روشندان، چھت کا سامان وغیرہ چند گھنٹے کے نوٹس پر مسجد میں پہنچ جایا کرتا تھا اور ایک محتاط اندازے کے مطابق چار ہزار روپے کا سامان ان دونوں بھائیوں نے دیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ ایک ہزار روپیہ چندہ محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت اور آپ کے خاندان نے، ایک ہزار روپیہ محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب قصور والوں نے اور غالباً پانچ صد روپیہ محترم چوہدری محمد اسداللہ خاں صاحب نے دیا تھا۔

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۳۴ء میں جب مسجد کی تعمیر شروع کی گئی تو اس موقعہ پر بھی حضرت مستری میاں محمد موسیٰ صاحب نے لوہے کا سارا سامان اپنی گرہ سے دیا تھا۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء.**

فسادات کی آگ

ان ایام میں ہندو مسلم فسادات کی آگ پورے زور سے بھڑک رہی تھی۔۱۷-مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب کے فرقہ وارانہ فسادات کے متعلق برطانوی پارلیمنٹ میں مسٹر آرتھر ہینڈرسن نائب وزیر ہند نے بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ کس طرح ۴-مارچ کو لاہور سے فساد کی ابتداء ہوئی اور اس کے بعد امرتسر، راولپنڈی اور ملتان بھی فساد کی زد میں آ گئے۔آپ نے کہا............ مغربی پنجاب کے مختلف علاقوں میں فساد ہو رہا ہے صورت حالات پر قابو پانے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے گو ابھی تک مکمل اطلاعات موصول نہیں ہوئیں لیکن اتوار تک کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۴۳- اشخاص ہلاک اور ۱۱۰۰ کے قریب شدید مجروح ہوئے۔ برطانوی افواج کو کسی ایک فرقے کے خلاف استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ وہ قانون شکنی کے خلاف کارروائی کر رہی ہے۔[۱۰۳]

غرضیکہ یہ دن بڑے ہی خطرناک تھے۔ روزانہ قتل و غارت کے واقعات اس کثرت کے ساتھ ہوتے تھے کہ الامان والحفیظ! حکومت کی طرف سے کرفیو لگا رہتا تھا اور صرف اتنا وقت کرفیو اٹھتا تھا جس میں لوگ ضروریات زندگی خرید سکیں۔متعدد دکانیں جل گئیں۔مکانات خاکستر ہو گئے۔چُھرا گھونپنے کی وارداتیں بکثرت ہونے لگیں۔مختلف اقوام کے پرانے گہرے دوست ایک دوسرے سے بدکنے لگے۔ گاڑیاں اور بسیں اکثر بند ہو گئیں بلکہ پیدل چلنا بھی دشوار ہو گیا۔

تقسیم پنجاب

مارچ ۱۹۴۷ء میں لارڈ ویول کی جگہ لارڈ مونٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے اور انہوں نے ہندوستان پہنچتے ہی ہندو اور مسلم لیڈروں سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔مگر جب ملک کی یہ دونوں اہم قومیں کسی ایک فارمولا پر متفق نہ ہو سکیں۔تو ۲-جون ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ مسلم اکثریت ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کی رُو سے شمار ہو گی۔اس اصل کے مطابق پنجاب کے سترہ اضلاع بشمول گورداسپور پاکستان میں آتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ حدود کا آخری فیصلہ باؤنڈری کمیشن کرے گا۔ نیز اس منشور کے فقرہ ۹ میں یہ الفاظ بھی بڑھا دیئے گئے کہ علاقوں کی تقسیم میں آبادی کے علاوہ Other Factors یعنی دوسرے حالات کو بھی مدنظر رکھا

جائے گا۔ ۱۵- اگست ۱۹۴۷ء سے ہندوستان اور پاکستان کی دونوں حکومتوں نے علیحدہ علیحدہ کام شروع کر دیا مگر فسادات کی آگ شدت کے ساتھ بھڑکتی رہی۔اور پنجاب کے ہندو مسلمان اپنے اپنے علاقوں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

خاکسار راقم الحروف کو وہ زمانہ خوب یاد ہے جب پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا سوال اٹھا تو گورنر پنجاب نے سکھوں کو لمبی لمبی کرپانیں اور تلواریں لے کر پھرنے کی عام اجازت دے دی مگر مسلمان کے لئے گھر میں چاقو رکھنا بھی جرم قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ جہاں ذرا بھی شک پیدا ہوتا۔مسلمانوں کی تلاشی لی جاتی اور معمولی چاقو اور چھری برآمد ہونے پر بھی انہیں گرفتار کر لیا جاتا۔ پھر ریڈکلف ایوارڈ نے تو ہندوؤں اور سکھوں کو اور بھی جرأت دلا دی اور انہوں نے پاکستان کی سکیم کو ناممکن العمل بنانے کے لئے مسلمانوں کو مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ باؤنڈری فورس نے بھی امن قائم کرنے کے لئے پوری کوشش نہ کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جانیں بچانے کے لئے پاکستان میں پناہ لینے کا ارادہ کر لیا۔مگر جونہی وہ گھروں سے نکل کر کیمپوں میں داخل ہوتے ہندو اور سکھ ان پر ٹوٹ پڑتے۔قیمتی سامان زیورات وغیرہ چھین لیتے۔عورتوں کی بے حرمتی کرتے اور نوجوان بچیوں کو زبردستی اغوا کر لیتے۔اور جو کچھ بچ رہتا اسے رستہ میں چھین لیا جاتا۔ چنانچہ مسلمان جب پاکستان میں پہنچتے تو نوجوان عورتوں اور زیورات وغیرہ قیمتی سامان سے محروم ہو کر نہایت ہی بدحالی میں پہنچتے۔ وہ زمانہ بڑا ہی خطرناک تھا۔ راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب دو ریل گاڑیاں لاشوں سے بھری ہوئی پاکستان میں پہنچیں تو مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور حکومت کے روکتے روکتے انہوں نے بھی بعض ایسے علاقوں میں جہاں حکومت اس زمانہ میں کچھ نہ کر سکتی تھی بعض ہندوؤں اور سکھوں کو نقصان پہنچایا۔ بہرحال ایک محتاط اندازے کے مطابق اس زمانہ میں ایک کروڑ انسانوں نے نقل وطن کیا اور ہزارہا مسلمان خواتین ہندوؤں اور سکھوں نے زبردستی اپنے قبضہ میں کر لیں۔ پھر جب باؤنڈری کمیشن کا اعلان ہوا تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ قادیان سے لاہور تشریف لائے۔اور بعض امور کی وضاحت کے سلسلہ میں مسلمان ججوں سے ملے۔کمیشن کے جتنے اجلاس لاہور اور شملہ میں ہوئے کسی اجلاس میں بھی ریڈکلف نے شرکت کی ضرورت نہ سمجھی مگر حضور رضی اللہ عنہ لاہور ہائیکورٹ

میں برابر تشریف لے جاتے رہے۔ باؤنڈری کمیشن میں اپنا کیس پیش کرنے کے لئے مسلم لیگ نے اپنے نمائندہ آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو مقرر کیا۔ حضور نے زر کثیر صرف کر کے سکول آف اکنامکس کے پروفیسر سپیٹ (Spate) کو جو باؤنڈری ایکسپرٹ تھے لاہور بلایا ہوا تھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکی تھی کی کشمیر کا علاقہ بہرحال ہندوستان کے حوالہ کرنا ہے اور چونکہ ضلع گورداسپور کے ایک بڑے حصہ کے دیئے بغیر یہ کام ہو نہیں سکتا اتھا اس لئے Other Factor کی آڑ میں گورداسپور کی تین تحصیلوں کو بھی ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔

آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے کس قابلیت کے ساتھ کیس لڑا؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے ''نوائے وقت'' لاہور نے لکھا:

''حد بندی کمیشن کا اجلاس ختم ہوا...... چار دن چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق وانصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچا دی گئی ہے۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب کو کیس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملا ہے مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی سے ادا کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلالحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکر گزار رہوں گے''۔ [۱۰۴]

جب باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ کا اعلان ہوا تو ہندو اور سکھ بے حد خوش ہوئے اور مسلمان گھبرا گئے۔ مگر قائداعظم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے علاقہ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم پر آخری وار باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ سے ہوا ہے۔ یہ فیصلہ سراسر غیر منصفانہ، ناقابل فہم اور بدنیتی پر مبنی ہے۔ اس فیصلہ کی حیثیت محض سیاسی ہے، قانونی نہیں۔ تاہم چونکہ ہم باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ پر کاربند ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں اس لئے ایک معزز قوم کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر کاربند رہیں۔ گو یہ ہمارے لئے سخت تکلیف دہ ہے۔ لیکن اب ہمیں ضبط اور تحمل سے کام لینا چاہئے اور امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہئے''۔ [۱۰۵]

بہر حال اس فیصلہ کے اعلان کے معاً بعد ہندوؤں اور سکھوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اس ارادے سے ہندوستان جانا شروع کر دیا کہ وہ بہت جلد پاکستان واپس آ کر پاکستان پر قبضہ کر لیں گے اور اپنی جانیں بچانے کے لئے مسلمانوں کے بھی بڑے بڑے قافلے ہندوستان سے پاکستان آنے شروع ہو گئے ۔ لاہور شہر کی ان ایام میں یہ حالت تھی کہ ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں جانا مشکل تھا۔ بڑی مشکل سے حکومت نے فسادات پر کنٹرول کیا مگر لاہور کے جن علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی ۔ وہ مسلمانوں کو چیلنج پر چیلنج دے رہے تھے کہ اگر تم نے ہم سے ہمارے علاقے خالی کروالئے تو ہم تمہاری طاقت کا لوہا مان لیں گے ۔ چنانچہ اندرون شاہ عالمی دروزاہ کے ہندو بڑے زوروں پر تھے انہوں نے بہت سے مظلوم کشمیریوں اور دوسرے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر مسلمان بھی آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے اس علاقہ کے ہندوؤں کا ایسا بے جگری سے مقابلہ کیا کہ ہندو اندرون شاہ عالم کا علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ۔مگر جن علاقوں کے ہندو پُر امن رہے انہیں مسلمانوں نے اور حکومت نے بھی تسلی دی اور ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر وہ پُر امن رہے تو ان پر ہرگز کسی قسم کی سختی نہیں کی جائے گی اور انہیں عام شہریوں کے سے حقوق حاصل ہوں گے ۔

ہماری اپنی جماعت کا یہ حال تھا کہ جب قادیان میں حالات بہت ہی بگڑ گئے اور ہندوؤں اور سکھوں نے حکومت کے ساتھ مل کر قادیان پر چاروں طرف سے حملے شروع کئے تو جماعت کے سرکردہ احباب نے متفقہ طور پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور پاکستان تشریف لے جائیں اور وہاں جا کر جماعت کی قیادت سنبھالیں ۔مگر حضور نے انکار کیا اور فرمایا کہ امام کا مرکز کو چھوڑ کر باہر جانا مناسب نہیں ۔ چنانچہ انہیں ایام میں جو چٹھی حضور نے محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور کی معرفت جماعت احمدیہ پاکستان کے نام بھیجی ۔اس کی نقل درج ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

’’برادران جماعت احمدیہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

فسادات بڑھ رہے ہیں ۔ قادیان کے گرد دشمن گھیر ڈال رہا ہے ۔ آج سنا گیا ہے

ایک احمدی گاؤں پوری طرح تباہ کر دیا گیا ہے۔اس گاؤں کی آبادی چھ سو سے اوپر تھی۔ ریل، تار، ڈاک بند ہے۔ہم وقت پر نہ آپ کو اطلاع دے سکتے ہیں اور نہ جو لوگ قادیان سے باہر ہیں۔اپنے مرکز کے لئے کوئی قربانی ہی کر سکتے ہی۔میں نے احتیاطاً خزانہ قادیان سے باہر بھجوا دیا ہے۔پھر بھی ان فسادوں کی وجہ سے بعض کو روپے ملنے میں دیر ہو تو انہیں صبر سے کام لینا چاہیئے کہ یہی وقت ایمان کی آزمائش کے ہوتے ہیں۔

''مجھے بعض لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ میں قادیان سے باہر چلا جاؤں۔ان لوگوں کے اخلاص میں شبہ نہیں لیکن میری جگہ قادیان ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر کا کام اور کئی اور کام پڑے ہیں لیکن ان کاموں کے لئے خدا تعالیٰ اور آدمی پیدا کر دے گا یا مجھے قادیان ہی میں دشمن کے حملے سے بچا لے گا۔لیڈر کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہیئے۔یہ خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے۔مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں فتح دے گا مگر پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض مستورات کو باہر بھجوانے کا ارادہ ہے۔بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا۔اگر اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے وعدوں کے مطابق آ گئی تو یہ سب خدشات صرف احمقانہ ڈر ثابت ہوں گے۔لیکن اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہے تو یہ احتیاطیں ہمارے لئے ثواب کا موجب ہوں گی۔آخر میں مَیں جماعت کو محبت بھرا سلام بھجواتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔اگر ابھی میرے ساتھ مل کر کام کرنے کا وقت ہو تو آپ کو وفاداری سے اور مجھے دیانتداری سے کام کرنے کی توفیق ملے اور اگر ہمارے تعاون کا وقت ختم ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔اسلام کی آواز پست نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کا نام ماندنہ پڑے۔قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کراؤ۔زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں ہوتے رہیں۔اور ہر ایک اپنی جائیداد کے وقف کرنے کا عہد کرنے والا ہو۔خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔آمین

’’میرا یہ پیغام ہندوستان کے باہر کی جماعتوں کو بھی پہنچا دو اور انہیں اطلاع کر دو کہ تمہاری محبت میرے دل میں ہندوستان کے احمدیوں سے کم نہیں ۔تم میری آنکھ کا تارا ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جلد سے جلد اپنے اپنے ملکوں میں احمدیت کا جھنڈا گاڑ کر آپ لوگ دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کریں گے اور ہمیشہ خلیفہ وقت کے جو ایک وقت میں ایک ہی ہو سکتا ہے' فرمانبردار رہیں گے اور اس کے حکموں کے مطابق اسلام کی خدمات کریں گے۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

۱۹۴۷ء۔۸۔۲۲‘‘

اس چٹھی کو محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ امرت الیکٹرک پریس لاہور میں چھپوا کر حضور رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق پاکستان اور باہر کی جماعتوں میں بھجوا دیا۔

’’محترمی - السلام علیکم - حضور کا پیغام جماعت احمدیہ کے نام بذریعہ ہوائی جہاز مجھے پہنچا ہے۔اس کی نقل حضور کے حکم کی تعمیل میں بھیج رہا ہوں۔سمجھیں' عمل کریں اور کرائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ والسلام - خاکسار بشیر احمد - امیر جماعت احمدیہ لاہور‘‘۔

اس چٹھی کے ایک ہفتہ بعد جو دوسری چٹھی حضور نے احباب کے نام بھیجی وہ درج ذیل ہے۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

جماعت کو ہدایات جو فوراً شائع کر دی جائیں۔

باوجود بار بار زور دینے کے لاہور کی جماعت نے کنوائے نہیں بھجوائے۔جس کی وجہ

سے قادیان کا بوجھ حد سے زیادہ ہو گیا۔ اگر کنوائے آتے تو شاید میں بھی چلا جاتا۔ اور جب مسٹر جناح اور پنڈت جی☆ آئے تھے ان سے کوئی مشورہ کرتا مگر افسوس کہ فرض شناسی نہیں کی گئی۔

اگر قادیان میں کوئی حادثہ ہو جائے تو پہلا فرض جماعت کا یہ ہے کہ شیخوپورہ یا سیالکوٹ میں ریل کے قریب لیکن نہایت سستی زمین لیکر ایک مرکزی گاؤں بسائے مگر قادیان والی غلطی نہیں کہ کوٹھیوں پر زور ہو۔ سادہ عمارات ہوں۔

فوراً ہی کالج اور سکول اور مدرسہ احمدیہ اور جامعہ کی تعلیم کو جاری کیا جائے۔

دینیات کی تعلیم اور اس پر عمل کرنے پر ہمیشہ زور دو۔ علماء بڑے سے بڑے پیدا کرتے رہنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ وقف کے اصول پر جلد سے جلد کافی مبلغ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ اگر میں مارا جاؤں یا اور کسی طرح جماعت سے الگ ہو جاؤں تو پہلی صورت میں فوراً خلیفہ کا انتخاب ہو اور دوسری صورت میں ایک نائب خلیفہ کا۔

۴۔ جماعت باوجود ان تلخ تجربات کے شورش اور قانون شکنی سے بچتی رہے اور اپنی نیک نامی کے ورثہ کو ضائع نہ کرے۔

۵۔ ہمارے کاموں میں ایک حد تک مغربیت کا اثر آ گیا تھا یعنی محکمانہ کارروائی زیادہ ہو گئی تھی۔ اسے چھوڑ کر سادگی کو اپنانا چاہیئے اور تصوف اور سادہ زندگی اور نماز روزہ کی طرف توجہ اور دعاؤں کا شغف جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۶۔ قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر انگریزی و اردو جلد جلد شائع ہوں۔ میں نے اپنے مختصر نوٹ بھجوا دیئے ہیں۔ اس وقت تک جو ترجمہ ہو چکا ہے اس کی مدد سے اور تیار کیا جا سکتا ہے۔ ترجمہ کرنے والا دعائیں بہت کرے۔

۷۔ ان مصائب کی وجہ سے خدا تعالیٰ پر بدظنی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو کبھی ضائع

☆ مراد پنڈت جواہر لال نہرو۔ مؤلف

نہ کرے گا۔ پہلے نبیوں کو بڑی بڑی تکالیف پہنچ چکی ہیں ۔عزت وہی ہے جو خدا اور بندے کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ مادی اشیاء سب فانی ہیں خواہ وہ کتنی ہی بزرگ یا قیمتی ہوں ۔ ہاں خدا تعالیٰ کا فضل مانگتے رہو۔شاید کہ وہ یہ پیالہ ٹلا دے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد ۱۹۴۷ء-۸-۳۰"

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اس دوسری چٹھی سے ظاہر ہے کہ ملکی حالات کا جائزہ لینے اور اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے بعد اب حضور اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ حضور کا وجود جماعت اور مسلمانوں کے لئے ہندوستان میں رہنے کی بجائے پاکستان میں زیادہ مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ پہلے حضور نے اپنے خاندان کی خواتین اور بچوں کو لاہور بجھوا دیا۔ یہ ۲۵۔اگست کا دن تھا۔ چھ دن بعد یعنی ۳۱-اگست ۱۹۴۷ء کو حضور خود بھی لاہور پہنچ گئے ۔میو ہسپتال کے متصل رتن باغ میں حضور اور حضور کے خاندان کو رہائش کی جگہ ملی ۔اور جودھامل بلڈنگ اور اس کی متصل تین چار بلڈنگوں میں جماعت کے احباب ٹھہر گئے۔ مجھے خوب یاد ہے اس زمانہ میں قائد مجلس خدام الاحمدیہ محترم قریشی محمود احمد صاحب حال ایڈووکیٹ لاہور نے اپنے معاونین کی مدد سے نہایت ہی نمایاں کام کیا۔ لاہور میں خدام الاحمدیہ نے مہاجرین کو کھانا کھلانے اور مختلف علاقوں میں آباد کرنے کے لئے بہت تگ ودَو کی ۔امیر جماعت احمدیہ محترم شیخ بشیر احمد صاحب بھی اپنے معاونین محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب' مرحوم جنرل سیکرٹری مرزا خدا بخش صاحب اور محترم بابو فضل دین صاحب وغیرہ کے ساتھ ہر وقت دوڑ دھوپ میں مصروف تھے۔کہیں مہاجرین کو کھانا کھلانے کے انتظام میں مصروف نظر آتے تھے۔کہیں ان کی رہائش کے مسئلہ پر غور کرتے دکھائی دیتے تھے۔

چونکہ ہزار ہا بلکہ لکھوکھہا افراد کی رہائش کا مسئلہ درپیش تھا اس لئے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جودھامل بلڈنگ میں مہاجرین کی رہائش کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک دفتر قائم کر رکھا تھا۔ جس کے انچارج محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔مختلف علاقوں سے جماعت کے احباب کی طرف سے جو اطلاعات موصول ہوتیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے مہاجرین کو ان علاقوں میں جانے کا مشورہ دیا جاتا اور جب مہاجرین ان علاقوں میں پہنچتے تو وہاں کے لوکل احمدی ان کی رہائش اور خوراک

وغیرہ کا انتظام کرتے۔

اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کی احمدی آبادی کے پاکستان میں منتقل ہونے کا بھی اختصاراً ذکر کر دیا جائے۔ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ ملک کے حالات کا جائزہ لینے اور اس امر پر غور کرنے کے بعد کہ حضور کا وجود ہندوستان اور پاکستان میں سے کس ملک میں زیادہ مفید ہو سکتا ہے' حضور پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ یہاں پہنچتے ہی حضور نے قادیان کی آبادی کے انخلاء کے لئے کنوائے بھجوانے شروع کر دیئے۔ سب سے زیادہ فکر حضور کو عورتوں اور بچوں کی تھی۔ حضور نے ان کو لانے کے لئے یہاں سے ایک بہت بڑا کنوائے بھیجا۔ جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں عورتیں اور بعض بزرگ ہستیاں یہاں پہنچ گئیں۔

مجھے یاد ہے۔ ۲۵۔ ستمبر ۱۹۴۷ء کا دن تھا۔ اس روز اندازے کے مطابق جب کنوائے یہاں نہ پہنچا تو حضور نے ہوائی جہاز بھجوا کر پتہ منگوایا کہ قافلہ کہاں ہے؟ جب پتہ لگا کہ قافلہ آ رہا ہے تو بھی حضور کی گھبراہٹ میں کچھ کمی نظر نہ آتی تھی۔ حضور کے لئے بغیر کسی سہارے کے چلنا پھرنا محال ہو گیا تھا۔ جب قافلہ پہنچ گیا تو حضور کو اطمینان ہوا۔ اور حضور سجدہ شکر بجالائے۔ اسی طرح متفرق اوقات میں بھی متعدد کنوائے قادیان گئے جو احمدیوں کو وہاں سے پاکستان لے آئے بلکہ ساٹھ ستر ہزار غیر احمدی جو وہاں آس پاس کے علاقوں سے جمع ہو گئے تھے' انہیں بھی بحفاظت لانے کیلئے حضور فکر مند تھے اور انہیں پیغام بھی بھجوا دیا تھا کہ آپ کو بھی بحفاظت لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی مگر افسوس کہ وہ سکھوں کے دھوکے میں آ گئے اور پیدل چل پڑے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سینکڑوں راستے میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

بہر حال احمدی آبادی پاکستان میں پہنچ گئی اور حضور کے ارشاد کے مطابق ۳۱۳۔ افراد قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے پیچھے رہ گئے اور کچھ عرصہ تک ان میں بھی تبادلہ ہوتا رہا۔ مگر پھر انڈین یونین نے اسے بند کروا دیا اور جو تین سو تیرہ افراد وہاں رہ گئے وہی وہاں رہے۔ البتہ جب کچھ عرصہ کے بعد امن قائم ہو گیا تو آہستہ آہستہ ہندوستان سے بھی کچھ گھرانے آ کر آباد ہو گئے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں درویشوں کی تعداد سات آٹھ سو کے لگ بھگ ہے اور وہ خوب تندہی سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جلسہ سالانہ بھی بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ اور دفاتر بھی باقاعدگی

کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ استاذی المکرّم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب وہاں کے امیر ہیں اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی خاندان مسیح موعود کی نمائندگی میں وہاں مقیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بزرگوں کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور قادیان کی آزادی کے جلد سے جلد سامان کرے۔ آمین

اب ذرا لاہور میں حضور کی رہائش کا حال سنیئے۔ حضور نے جب رتن باغ میں رہائش اختیار کی تو حکم دیا کہ رتن باغ کا سارا سامان محفوظ کر لیا جائے اور اس میں سے اپنی ذات کے لئے کچھ استعمال نہ کیا جائے بلکہ جو لوگ اس سامان کے اصل مالک ہیں اور گورداسپور جا چکے ہیں انہیں اطلاع دے دی جائے کہ اگر وہ اپنا سامان لے جا سکتے ہوں تو حکومت کی اجازت سے لے جائیں۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے تین دن ان کے ٹرک آتے رہے اور اپنا سامان لے جاتے رہے۔ بعض احباب نے جن میں گورنمنٹ کے افسر بھی تھے حضور سے عرض بھی کی کہ حضور! آپ کو اس سامان کے استعمال کا حق ہے آپ کیوں اسے استعمال نہیں کرتے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ اس کوٹھی والوں نے چونکہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اس لئے ہم ان کا سامان استعمال نہیں کر سکتے۔

باوجود اس کے کہ ان ایام میں حضور کی مالی حالت اچھی نہیں تھی حضور نے وہ ابتلا اور آزمائش کے دن بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ گذارے۔ تمام گھر والوں کو حکم تھا کہ ایک ایک روٹی سے زیادہ کوئی نہ کھائے۔ چارپائیاں بھی نہیں تھیں۔ فرش پر بچھانے کے لئے کمبل لنڈے بازار سے خریدے گئے تھے۔ ایک مرتبہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے مجھے لکھا کہ مہمانوں کو چائے پیش کرنے کے لئے حضور کو دو ٹی سیٹوں کی ضرورت ہے مگر پانچ روپے میں دونوں ٹی سیٹ آ جانے چاہئیں۔ چنانچہ حضور کے اس حکم کی تعمیل میں معمولی قسم کے دو ٹی سیٹ خرید کر پیش کر دیئے گئے۔

ایک ایمان افزا واقعہ

اس موقعہ پر ایک ایمان افزا واقعہ کا ذکر ضروری ہے۔ انہی ایام میں جب کہ سلسلہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ سلسلہ کے اشد ترین مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک لڑکا کہیں سے پھرتا

پھرا تا آ گیا۔ حضور رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو حضور نے حکم دیا کہ اسے پیٹ بھر کر کھانا دیا جائے اور ضروری لباس اور بستر بھی مہیا کیا جائے۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں اس کی رہائش' لباس اور خوراک کا مکمل انتظام کر دیا گیا۔ مگر افسوس کہ پندرہ سولہ دن رہ کر وہ یہاں سے چلا گیا۔ لباس اور بستر تو ساتھ لے گیا مگر آرام دہ رہائش اور خوراک سے محروم ہو گیا۔

اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ مجھے یاد آیا۔ آٹھ دس سال کی بات ہے کہ محترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے خاکسار کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک لڑکے کا خط دکھایا جو اس نے کراچی سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لڑکا ہوں۔ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میرے باپ کے متعلق حضرت مرزا صاحب (علیہ السلام) نے جو لکھا تھا کہ ''**خانہ ات ویران تو در فکرے دگر**'' یہ بالکل صحیح ہے اور اس کی صحت کا گواہ میں مولوی صاحب موصوف کا بیٹا ہوں۔ میں کراچی میں رہتا ہوں۔ مارے مارے پھرتا ہوں۔ کوئی مجھے نہیں پوچھتا۔ لیکن جب احمدیہ ہال میں آتا ہوں تو روٹی مل جاتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ خط نہایت عمدہ لکھا ہوا تھا۔ خاکسار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس خط کا کاتب ظاہری حالات کے لحاظ سے یقیناً اس قابل ہے کہ اگر کسی جگہ کلرکی اختیار کر لے یا بچوں کو پڑھانا شروع کر دے تو پچاس ساٹھ روپے بآسانی کما سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ یہ شخص در بدر دھکے کھا رہا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

لاہور میں قادیان کے مہاجرین کی رہائش

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضور کے خاندان اور دیگر متعلقین کی رہائش رتن باغ میں تھی۔ اب رہا قادیان کے باقی احمدیوں کی رہائش کا مسئلہ' سو ان کے لئے تین بلڈنگیں الاٹ کروائی گئیں۔ ۱- جودھامل بلڈنگ ۲- جسونت بلڈنگ ۳- سیمنٹ بلڈنگ۔ ان بلڈنگوں میں علاوہ رہائش کے سلسلہ کے دفاتر بھی تھے۔ چنانچہ ۲۱- اگست ۱۹۴۷ء کے الفضل میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک نقشہ دیا تھا جو درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام عمارت	تعداد خاندان	تعداد افراد
۱	رتن باغ	۸۲	۳۹۵
۲	جودھامل بلڈنگ	۲۲	۱۴۱
۳	جسونت بلڈنگ	۲۴	۱۲۹
۴	سیمنٹ بلڈنگ	۲۴	۱۲۶
	میزان	۱۵۲	۸۰۱

اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ ایک سو باون خاندانوں کے آٹھ سو ایک افراد کے لئے صرف چار بلڈنگیں الاٹ کروائی گئی تھیں جو بالکل ناکافی تھیں۔ حالانکہ ان خاندانوں میں سے بعض خاندان ایسے بھی تھے جو قادیان میں بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے تھے۔

نوٹ: رتن باغ کے عقب میں چار دیواری کے اندر ایک وسیع ''باغ'' تھا جس میں کافی پھلدار پودے لگے ہوئے تھے۔ اس باغ میں ''جماعت احمدیہ لاہور'' نے اپنے پیارے امام ''المصلح موعودؓ'' کی اقتداء میں جمعہ کی نمازیں بھی پڑھی ہیں۔ اب اس باغ کی جگہ میو ہسپتال کے نئے حصہ کی بلڈنگ بن چکی ہے۔ کوٹھی کے اگلے صحن میں بھی جمعہ کی نمازیں ہوتی رہی ہیں۔ کوٹھی کے اگلے حصہ میں ایک کمرہ ہے جو کشادہ اور قبلہ رو ہونے کی وجہ سے مسجد کا کام بھی دیتا رہا ہے۔ اب یہ کوٹھی گونمنٹ پاکستان نے ہسپتال کی ضرورت کے لئے خالی کروالی ہے اور اس کے بدلہ میں ماڈل ٹاؤن ۱۰۸ اسی اور شملہ پہاڑی کے متصل پام ویو۔ دو کوٹھیاں خاندان مسیح موعودؑ کے نام الاٹ کر دی ہیں۔

یونیورسٹی ہال میں لیکچروں کا سلسلہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جب پاکستان میں پہنچے تو باوجود شدید مالی مشکلات کے حضور نے منتشر جماعت کو اکٹھا کرنے اور انہیں موزوں جگہوں پر آباد کرانے کی کوششیں شروع کر دیں مگر حضور کی نظر صرف اپنی جماعت کی بہتری اور بہبودی تک محدود نہیں تھی بلکہ حضور کو پاکستان کی مضبوطی اور اس کے استحکام کا بھی از حد فکر تھا۔ چنانچہ حضور نے یونیورسٹی ہال لاہور میں متواتر چھ لیکچر دیئے جن میں ان سکیموں اور تجاویز کا ذکر فرمایا۔ جن پر عمل کرنے سے پاکستان محفوظ اور طاقتور ملک

بن سکتا تھا۔ خاکسار مؤلف کوخوب یاد ہے۔ ان لیکچروں کو سننے کے لئے سول اور ملٹری کے بڑے بڑے افسر بلکہ اکثر وزراء بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ آخری لیکچر جو ۱۷۔ جنوری ۱۹۴۸ء کو آنریبل سر شیخ عبدالقادر صاحب کی صدارت میں ہوا۔ اس لیکچر کے بعد انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:

''حضرات! میں آپ سب کے دل کی بات کہہ رہا ہوں جب کہ آپ کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نہ صرف آج کے لیکچر کے لئے بلکہ گذشتہ پانچ لیکچروں کے لئے بھی جن میں بےشمار اہم معاملات اور مسائل کے متعلق نہایت مفید اور ضروری باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ میں فاضل مقرر سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان لیکچروں کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو پبلک آپ کی بہت ممنون ہوگی۔

''ایک چیز کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ باوجود اس کے کہ فاضل مقرر اور آپ کی جماعت کو گذشتہ ہنگاموں میں خاص طور پر بہت نقصان اٹھانا پڑا لیکن آپ نے ان حوادث کی طرف اشارہ تک نہیں کیا'' [۱۰۶]

میں اس موقعہ پر ظلم کروں گا۔ اگر ان تجاویز اور مشوروں کا خلاصہ بیان نہ کروں جو حضور نے اپنی ان تقاریر میں بیان فرمائے۔

۱۔۱۴- اکتوبر ۱۹۴۷ء کے اخبار ''الفضل'' میں حضور کی ہدایت کے مطابق ایک مضمون شائع ہوا جس میں حضور نے فرمایا:

''پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں سوائے مشرقی بنگال کے سارے کام وزراء کے سپرد ہیں اور نائب وزیر مقرر نہیں۔ اس وجہ سے نہ تو کام ٹھیک ہوسکتا ہے اور نہ مسلمانوں میں نئے تجربہ کار آدمی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے نائب وزراء یعنی انڈر سیکرٹری مقرر ہونے چاہئیں۔

۲- ''پاکستان کو بیرونی ممالک سے تعلق قائم کرنا چاہئے۔ مثلاً انڈونیشیا' ابی سینیا' سعودی عرب' انڈونیشیا دوسرا بڑا اسلامی ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چھ کروڑ ہے اور اس کا جائے وقوع بھی ایسی جگہ پر ہے کہ اس سے تعلقات آئندہ پاکستان کی ترقی اور

حفاظت میں بہت کچھ ممد ہو سکتے ہیں۔

۳- ۱۴- دسمبر ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں فرمایا:

''پاکستان کے لوگ عموماً انگریزوں سے بدظن ہو چکے ہیں۔ امریکہ کی طرف بھی کوئی رغبت نہیں .... پاکستان کی حقیقی ترقی کا راز مسلم اقوام کے اتحاد میں ہے اور مسلمان حکومتوں کو اکٹھا کرنے اور اسلامی ممالک کی متحدہ سیاست میں ہے۔ پاکستان کو اپنے سفارتی تعلقات تمام اسلامی ممالک کے ساتھ استوار کرنے چاہئیں۔

۴- ''پاکستان کا دفاع بہت مضبوط ہونا چاہیئے۔ پاکستان کی سرحدیں زیادہ مضبوط ہونی چاہئیں''۔

۵- ''معنوی دولت ہی کسی ملک کی اصل قوت ہوا کرتی ہے۔ باقی سب چیزیں اس کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر پاکستان کا ہر جوان عقل سے کام لے اور دماغ پر زور دے اور یہ اقرار کرے کہ مجھے تمام قوتیں ملک وملت کے لئے وقف کر دینی ہیں تو یقیناً ہماری ساری ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔

''معنوی دولت افراد کے دماغ اوران کے جسم مل کر پیدا کرتے ہیں۔ معنوی دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱- پاکستان میں ہر مسلمان کے لئے قرآن کریم کا ترجمہ جاننا لازمی قرار دیا جائے۔

۲- مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے۔ کیونکہ اسے اپنی زبان بنگالی سے عشق ہے۔ ان کے لئے اردو کو لینگو افرینکا قرار دیا جائے''۔

۶- پاکستان کے دفاع میں بعض ان روکوں کو ذکر کرتے ہوئے جن کے دور کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ حضور نے فرمایا:

۱- فوجوں کی کمی کے علاوہ تجربہ کار افسر کم ہیں۔ ۲- ریزرو فورس بالکل نہیں۔ ۳- توپ خانہ کا حصہ بہت کمزور ہے۔ خاص کر گولہ بارود بہت کم ہے۔ ۴- پیرا شوٹ بٹالین کو توڑا جا رہا ہے۔ ۵- انجنیئروں کی کمی ہے۔ ۶- اور ایک بھی اسلحہ ساز کارخانہ نہیں۔ یہ

نقائص ہیں جن کا ازالہ کئے بغیر کبھی دفاع مضبوط نہیں ہوسکتا۔

۷۔ فضائی طاقت کو مضبوط بنانے پر زور دینا چاہیئے۔عوام میں فضائی تربیت حاصل کرنے کا رجحان پیدا کرنا چاہیئے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔ ضرورت کے وقت ہوائی جہاز تو تیار ہوسکتے ہیں لیکن آدمی ایک دن میں تیار نہیں ہوسکتے۔

۸۔ ''الفضل'' ۱۱۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں حضور کے لیکچر کا خلاصہ ان الفاظ میں درج ہے:

''انڈین یونین کا ففتھ کالم پاکستان میں موجود ہے لیکن پاکستان کا ففتھ کالم انڈین یونین میں موجود نہیں ہے۔ کانگرس پنجاب میں بھی اور سرحد میں بھی بعض لوگوں کے ساتھ ساز باز کر رہی ہے۔ یہ لوگ ایک تنظیم اور سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ پاکستان کو ضعف پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان کے عوام اور حکومت کو ان لوگوں سے خبردار رہنا چاہیئے۔

۹۔ ''یادرکھو۔ افراد کے متعلق جو اسلامی احکام ہیں۔ اگر افراد ان پر عمل نہیں کریں گے تو کبھی بھی ملک میں اسلامی آئین جاری نہیں ہوسکتا۔''

اس زمانہ میں جن لوگوں نے حضور کی یہ تقاریر سنیں وہ سارے کے سارے حضور کی ان تجاویز سے متفق تھے جو حضور نے بیان فرمائیں۔ مگر وزارتوں کے جلد جلد بدلنے کی وجہ سے ان پر کماحقہ عمل نہ ہوسکا۔ لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب سربراہ مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے زمانہ میں بہت حد تک ان تجاویز پر عمل ہورہا ہے۔

فرقان فورس

ایک اور کام جو حضور نے پاکستان کی استحکام کے خاطر کیا' یہ تھا کہ آزاد کشمیر گورنمنٹ کے قیام پر دوسرے مسلمانوں کے طرح حضور نے بھی آزاد گورنمنٹ کی ہرممکن امداد کی۔ بلکہ جب گورنمنٹ کو والنٹری فورس کی ضرورت پیش آئی تو فرقان فورس کے ذریعہ جس میں ایک وقت میں کم وبیش پانچ سو سپاہی ہوتے تھے' امداد کی۔

خاکسار مؤلف کو وہ زمانہ خوب یاد ہے جب ہماری جماعت کے نوجوانوں نے محاذ جنگ پر جا کر کام شروع کیا' پرانی پھٹی ہوئی وردیاں اور بھنے ہوئے چنے اوائل میں ان کی خوراک تھے مگر جنگ ختم ہونے کے بعد آہستہ آہستہ سب انتظامات درست ہو گئے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؓ

اب میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ بزرگ صحابہ کو قادیان سے کس قدر محبت تھی۔ پاکستان آنیکے بعد پہلی عید جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے منٹو پارک میں پڑھائی۔ اس میں نماز اور خطبہ کے بعد احباب جماعت حضرت اقدس سے ملاقات کر رہے تھے۔ خاکسار بھی امیدواروں میں سے تھا۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؓ نے خاکسار کو دیکھ کر پوچھا۔ کہ ''آپ یہ بتائیں ہم لوگ قادیان کب واپس جائیں گے'' اتنا فرماتے ہی حضرت نیر صاحب کے آنسو نکل آئے۔ خاکسار نے جواب میں عرض کیا کہ مولوی صاحب! اس کا انحصار تو ہمارے اعمال پر ہے اگر ہم جلد اپنی اصلاح کر کے اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کر لیں تو وہ ذات ارحم الراحمین جلد ہمیں واپس قادیان لے جائے گی ورنہ شاید کچھ دیر لگ جائے۔ خاکسار کا یہ جواب سنکر حضرت نیر صاحب نے فرمایا ''پھر مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ تم ایک سال کے اندر اندر چلے جاؤ گے۔'' چنانچہ ایک سال کے اندر ۱۷۔ستمبر ۱۹۵۸ء کو گوجرانوالہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور حضرت مولوی غلام محمد صاحب ماریشسیؓ کی وفات بھی لاہور ہی میں ہوئی تھی۔ پھر ربوہ بہشتی مقبرہ تیار ہونے پر ان کی نعشیں ربوہ میں منتقل کی گئیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء

جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء رتن باغ کے سامنے اور جودھامل بلڈنگ کے قریب منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں مہمانوں کے قیام وطعام کے انتظام میں مرکزی عہدیداروں کی امداد کے لئے محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی ہدایت کے مطابق محترم بابو فضل دین صاحب' محترم ملک خدا بخش صاحب' محترم مرزا مولا بخش صاحب اور محترم شیخ محمود الحسن صاحب نے خاص طور پر حصہ لیا۔

مجھے خوب یاد ہے اس جلسہ میں آزاد کشمیر کے متعدد وزراء بھی شامل ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر خوب توجہ سے سنی تھی۔

حضرت اقدس کا ورود سندھ

۱۴-فروری ۱۹۴۸ء کو حضور رضی اللہ عنہ معہ قافلہ سندھ تشریف لے گئے اور ضلع میر پور خاص اور کراچی کا کامیاب دورہ کرنے کے بعد ۲۰-مارچ ۱۹۴۸ء کو واپس لاہور تشریف لائے۔

مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء

مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے ۲۶-۲۷ مارچ کی تاریخیں مقرر فرمائی تھیں اور ۲۸-مارچ کا دن جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ء کی کمی پورا کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ یہ دونوں اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے شاندار طور پر کامیاب رہے۔

قیدیوں کا تبادلہ

مشرقی پنجاب میں ہندو ملٹری نے بعض مسلمانوں کو مبینہ تخریبی سرگرمیوں کی بنا پر گرفتار کر لیا تھا جن میں جماعت احمدیہ کے بعض معززین بھی شامل تھے۔ چنانچہ ۲۲-اگست ۱۹۴۷ء کو میجر شریف احمد صاحب باجوہ، ۱۳-ستمبر کو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ایل۔اے ۱۴-ستمبر کو محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، ۲۱ ستمبر کو چوہدری عبدالباری صاحب اور ۲۹ ستمبر کو محترم مولوی احمد خاں صاحب نسیم اور محترم مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی کو گرفتار کیا گیا تھا۔

ہمارے ان معززین نے جیل میں دوسرے مسلمانوں کی تربیت کا بہت خیال رکھا۔ ان کے نیک نمونہ کو دیکھ کر بہت سے غیر احمدی مسلمانوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ بلکہ جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے اپنی رویاء بتائی کہ آموں کے موسم میں وہ آزاد ہو جائیں گے تو غیر احمدی مسلمانوں پر خاص اثر ہوا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی کہ کس طرح ایک شخص اپنی خواب کی بناء پر یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی فلاں موسم میں رہا کر دیئے جائیں گے۔ حالانکہ حالات نہایت ہی خطرناک تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ تمام قیدیوں کو اذیتیں دے دیکر موت کے گھاٹ اتار دیا

جائے گا مگر جب اس خواب کے مطابق سارے قیدی رہا کر دیئے گئے تو ان میں سے چون اصحاب نے بیعت کر لی۔

یہ عجیب بات ہے کہ جب قیدیوں کا تبادلہ دونوں حکومتوں نے منظور کیا تو اس کے لئے کئی تاریخیں مقرر ہوئیں مگر جب تک آموں کا موسم نہ آیا وہ تاریخیں تبدیل ہوتی رہیں اور آخر ۱۷-اپریل ۱۹۴۸ء کو آٹھ بجے شب بذریعہ ٹرین جالندھر سے دوسرے زیر حراست قیدیوں کے ساتھ ہمارے معزز افراد حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ ایم۔ایل-اے، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، محترم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ، محترم مولوی احمد خاں صاحب نسیم اور محترم مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی وغیرہ بھی لاہور پہنچ گئے۔**فالحمدللّٰہ علٰی ذالک۔**

اس واقعہ سے چھ ماہ قبل ۴-اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ظہر وعصر کی نمازوں کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک رؤیاء دیکھا تھا کہ

> ''سید ولی اللہ شاہ صاحب آئے ہیں اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے ہیں۔انہوں نے صرف قمیض پہنی ہوئی ہے۔تھوڑی دیر تک انہوں نے مجھ سے باتیں کیں اور پھر یہ نظارہ غائب ہو گیا'' ۱۰۷

اس رویاء کی تعبیر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا تھا کہ ''جو شخص قید ہو اس کے رہا ہونے کی دو ہی تعبیریں ہو سکتی ہیں یا وفات یا پھر واقعہ میں رہا ہو جانا'' سو الحمد للہ کہ ہماری آنکھوں نے دوسری تعبیر پوری ہوتی دیکھی۔ان بزرگوں کی آمد کے چند دن بعد ۲۱-اپریل ۱۹۴۸ء کو رتن باغ میں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا گیا جس میں جماعت نے اپنے جذبات محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔

ہمارے تعلیمی ادارے

یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ قادیان سے لاہور پہنچ کر حضرت اقدس امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے متعلق بڑا فکر دامن گیر تھا۔سو الحمد للہ کہ تعلیم الاسلام کالج کے لئے ڈی-اے-وی کالج کی وسیع عمارت الاٹ ہوگئی اور ربوہ کی زمین کا سودا ہو جانے پر تعلیم الاسلام ہائی

سکول جلد ہی چنیوٹ میں منتقل ہو گیا۔گرلز ہائی سکول کے لئے بھی پنجاب سرسوتی کالج کی عمارت الاٹ ہو گئی تھی۔ [۱۰۸] مگر یہ سکول یہاں نہیں چل سکا۔

ہمارا نیا مرکز

اگست ۱۹۴۸ء میں حضرت نواب محمد دین صاحب مرحوم کے ذریعہ ربوہ کی زمین خریدی جا چکی تھی۔اب اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اخراجات کی فوری ضرورت تھی۔مگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ ایسے بیدار مغز خلیفہ کو پہلے سے ہی اس کی فکر تھی۔ چنانچہ حضور نے ستمبر ۱۹۴۷ء میں ایک شوریٰ طلب فرمائی تھی جس میں تحریک فرمائی تھی کہ مرکز پاکستان کی تعمیر کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کا ایک فنڈ قائم کیا جائے جس پر احباب نے بڑھ چڑھ کر وعدے کئے تھے مگر عملاً ابھی تک اس میں صرف ایک لاکھ کے قریب ہی روپیہ آیا تھا۔لیکن اب جبکہ زمین خریدی گئی تو ناظر صاحب بیت المال نے اعلان کیا کہ اب احباب کو اس رقم کی فراہمی کے لئے جلد سے جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ [۱۰۹]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوئٹہ سے تشریف آوری

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جون ۱۹۴۸ء کے شروع میں کوئٹہ تشریف لے گئے اور ۔ستمبر ۱۹۴۸ء کو واپس تشریف لے آئے۔

صیغہ امانت اور دفتر محاسب چنیوٹ میں

نئے مرکز کو آباد کرنے کے لئے اب اقدامات شروع کر دیئے گئے۔ چنانچہ ۲۸-ستمبر ۱۹۴۸ء کے پرچہ الفضل میں اعلان ہوا کہ مؤرخہ ۴-اکتوبر ۱۹۴۸ء کو صیغہ امانت اور دفتر محاسب معہ عملہ و متعلقہ ریکارڈ چنیوٹ منتقل ہو رہے ہیں اور ۶۔اکتوبر سے چندوں کی وصولی اور صیغہ امانت کے لین دین کا انتظام انشاءاللہ چنیوٹ میں شروع کر دیا جائے گا۔

چند دنوں کے بعد نظارت تعلیم و تربیت نے بھی ربوہ میں اپنا کام شروع کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ سارے دفاتر ربوہ میں منتقل ہو گئے۔

حضور کا ربوہ تشریف لے جانا

ان ایام میں حضور دو مرتبہ ربوہ تشریف لے گئے اور تعمیر ربوہ سے متعلق کارکنوں کو ضروری ہدایات دیں۔ ۱۷۔ اکتوبر کے پرچہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستری صاحبان کی مسلسل جد و جہد اور کوششوں کے باوجود ربوہ میں پانی نہیں نکلتا تھا لیکن جس وقت حضور دوسری مرتبہ ربوہ تشریف لائے اور سرزمین ربوہ میں قدم رکھا اسی وقت پانی نکل آیا۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک ۔ چنانچہ مستری فضل حق صاحب کا بیان ہے کہ

> ''جس وقت حضور کے قدم اس زمین پر داخل ہوئے...... یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے نلکا کی نالی کو کوئی طاقت خود بخود پانی کے قریب لے جا رہی ہے۔ چنانچہ جب حاضرین نے مستری صاحب کے یہ کلمات سنے کہ ''حضور! پانی آ گیا'' تو بے اختیار الحمدللہ زبان پر جاری ہو گیا۔ حضور اس کے بعد دیر تک مستری صاحب سے گفتگو فرماتے رہے اور ہر رنگ میں ان کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے''۔[۱۰۱]

خاکسار مؤلف کی لاہور سے سرگودھا تبدیلی اور محترم مولانا عبدالغفور صاحب کا تقرر

محترم مولانا عبدالغفور صاحب مرحوم کا تقرر قیام پاکستان کے بعد سرگودھا ہوا تھا اور خاکسار تقسیم برصغیر سے دو سال قبل سے لاہور میں متعین تھا۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں ہم دونوں کا باہمی تبادلہ ہو گیا۔ خاکسار نے ضلع سرگودھا میں اور محترم مولانا عبدالغفور صاحب نے لاہور میں کام شروع کر دیا۔ خاکسار نے ایک سال ضلع سرگودھا میں کام کرنے کے بعد مرکز ربوہ میں مہتمم نشر و اشاعت کا چارج لیا اور ٹریکٹ ''التبلیغ'' نکالنا شروع کیا۔ ۱۹۵۱ء میں خاکسار کا تبادلہ شیخوپورہ میں ہو گیا۔ ۱۹۵۴ء میں پھر خاکسار کا لاہور میں تقرر ہوا اور اس وقت سے لیکر آج ۱۰ مئی ۱۹۶۶ء تک خاکسار یہاں بحیثیت انچارج مربی کام کر رہا ہے۔

اخبار ''سن رائز'' کا نیا ایڈریس

اخبار ''سن رائز'' کا دفتر ایک عرصہ سے کشمیر بلڈنگس میکلوڈ روڈ میں تھا مگر اب ۳۲۔ ڈیوس روڈ میں منتقل ہو گیا۔[111] اس اخبار کے ایڈیٹر محترم جناب قاضی عبدالحمید صاحب ایل۔ایل۔بی برادر محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے تھے۔ اپنے زمانہ میں اس پرچہ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شاندار خدمات سرانجام دیں تھیں۔

حضرت امیر المومنینؓ کی طرف سے جماعت لاہور کو وسیع مسجد بنانے کی تحریک

۱۵۔اکتوبر ۱۹۴۸ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں خطبہ کے دوران جماعت احمدیہ لاہور کی جماعت کی وسعت کے پیش نظر ایک نئی اور وسیع مسجد بنانے کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا:

''بہرحال کسی سڑک پر زمین خرید کر اور خیمے لگا کر نماز شروع کر دی جائے۔ پھر مبلغ کی رہائش کا بھی وہاں انتظام ہو جائے اور ایک لائبریری بھی بنا دی جائے شہروں میں لائبریریوں کا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ مگر لائبریری اسی جگہ بن سکتی ہے جہاں لوگ کثرت سے آتے جاتے ہیں''۔

حضور نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں لٹریچر کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ بڑی آسانی سے ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ مبلغ کے ذریعہ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتی۔ پس اب لٹریچر کی اشاعت پر بھی ہمیں خاص طور پر زور دینا پڑے گا۔ جس کا ایک طریق یہ ہے کہ مختلف شہروں میں لائبریریاں قائم کی جائیں مگر لائبریری بھی اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب مبلغ ہو۔ ایک دکاندار یا تاجر یا ملازم کس طرح ہر وقت لائبریری میں بیٹھ سکتا ہے۔ اسے تو اپنے کام ہوتے ہیں۔ لیکن مبلغ بیٹھ سکتا ہے اور جو لوگ اخبار پڑھنے کے لئے آئیں یا کتابوں وغیرہ کا مطالعہ کرنے کیلئے آئیں وہ انہیں تبلیغ بھی کر سکتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں باقی جگہوں کی نسبت لاہور شہر میں اس کی زیادہ ضرورت ہے''۔[112]

محترم بابو فضل دین صاحب سابق سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ کا بیان ہے کہ جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک بڑی مسجد تعمیر کرنے کا ارشاد فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا۔ اندازاً دس ہزار روپیہ میں جگہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت نے مجھے فرمایا کہ میری کار لو اور زمین کی خرید کیلئے فوراً چندہ جمع کرو۔ میں نے محترم میاں غلام محمد صاحب اختر کو ساتھ لیا اور اللہ کا نام لے کر سب سے پہلے ہم محترم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کی کوٹھی واقعہ ڈیوس روڈ پہنچے۔ انہوں نے ایک ہزار روپیہ کا چیک عنایت کیا۔ پھر بعض اور دوستوں کے پاس گئے۔ مغرب کی نماز سے قبل محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ ہزار روپے نقد اور پانچ ہزار کے وعدے پیش کر دیئے۔ انہوں نے مغرب کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں یہ رقم اور وعدہ جات پیش کئے جن پر حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

محترم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی کا بیان ہے کہ فروری ۱۹۵۴ء میں محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کے زمانہ امارت میں موجودہ جگہ خریدی گئی اور رجسٹری کروا کر اس کا قبضہ حاصل کر لیا گیا۔ اس کارروائی پر بیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ اس جگہ کا رقبہ پانچ کنال اٹھارہ مرلے اور ایک سو چونسٹھ مربع فٹ ہے۔

مارچ ۱۹۵۴ء میں حضرت امیر المومنین المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور حضور ہی نے اس کا نام ''دارالذکر'' رکھا۔ ۲۳۔ نومبر ۱۹۵۴ء سے سفید زمین پر چھپر ڈال کر نماز جمعہ پڑھنا شروع کی گئی اور پھر ۱۹۔ دسمبر ۱۹۵۸ء سے مسجد کی تعمیر کا کام مسجد دارالذکر کمیٹی کے زیر انتظام شروع ہوا۔ تعمیر مسجد پر زمین کی قیمت کے علاوہ فروری ۱۹۶۶ء کے اخیر تک تقریباً تین لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں اور تعمیر کا کام مکمل ہونے تک اخراجات کا اندازہ پانچ لاکھ روپے کا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی تکمیل کے جلد سامان پیدا کرے۔ آمین

جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء

جلسہ سالانہ قادیان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور نے ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۴۸ء کو جلسہ سالانہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس مرتبہ جماعت احمدیہ کا مرکزی جلسہ ملتوی ہونے

کی وجہ سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں تقریر کرنا منظور فرما لیا۔ چنانچہ یہ جلسہ حسبِ پروگرام ۲۵ دسمبر کو صبح دس بجے رتن باغ کے سامنے اسی جگہ منعقد کیا گیا جہاں گذشتہ سال جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ہوا تھا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے خود بنفس نفیس اس کا افتتاح فرمایا۔ افتتاحی تقریر کے دوران حضور نے جماعت کو اپنا عملی نمونہ درست کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

''ہمارا مقصد تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرما دیا ہے کہ اسلام کو دنیا میں غالب کرنا۔ پس ہمارا مقصد ہمارے سامنے ہے' اسے حاصل کرنا ہمارا کام ہے۔ ایسا غلبہ جو دلائل اور تعلیم کے لحاظ سے ہم دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں وہ تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور اعلیٰ تعلیم جس کی وجہ سے قرآن تمام مذہبی کتب سے افضل ہے' اس میں موجود ہے۔ اور ہر شخص جو غور کرے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن جب تک ان دلائل کو عملی طور پر پیش نہ کیا جائے محض دلائل سے کوئی شخص قائل نہیں ہوسکتا۔ لوگوں کا عام طریق ہوتا ہے کہ جب وہ دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ بتاؤ تم نے اس تعلیم پر عمل کر کے کونسا تغیر اپنے اندر پیدا کر لیا ہے؟ کونسا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے؟ کونسی فضیلت حاصل کر لی ہے؟ چنانچہ آج دشمن اسی طریق سے اسلام پر طعنہ زن ہو رہا ہے۔ جب ہم اس کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کرتے ہیں تو کہتا ہے۔ بتاؤ اسلامی ممالک نے کونسی رواداری کی مثال پیش کی ہے اور کون سے فتنے فساد انہوں نے رفع کئے ہیں۔ کون سا نیا تغیر انہوں نے پیدا کیا ہے اور اگر انہوں نے اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے کچھ نہیں کیا تو اس تعلیم کو تم ہمارے سامنے کیوں پیش کرتے ہو۔ جب اس کے ماننے والے اسے ردّ کر چکے ہیں تو نہ ماننے والے کیونکر قبول کریں۔ یہ ایسا زبردست اعتراض ہے کہ اس کے سامنے ہمارے لئے بولنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پس ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر تغیر پیدا کریں اور اسلام کی تعلیم کے ساتھ عمل کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کریں کہ دشمن بھی اسلام کی علمی و عملی برتری کا اقرار کرنے لگے''۔ [۱۱۳]

دوسری خصوصیت اس جلسہ کی یہ تھی کہ مفتی اعظم فلسطین کے ذاتی نمائندوں الشیخ عبداللہ غوشیہ اور السید سلیم الحسینی اور السید عبدالحمید بک جو افغانستان میں فلسطینی سفیر مقرر ہوئے تھے' نے اس جلسہ میں

شرکت کی اور اوّل الذکر نے تو تقریر بھی کی۔ جس میں اسلامی اصول کو اپنانے اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کرنے کی اپیل کی۔[114]

اس جلسہ میں مولانا عبدالغفور صاحب فاضل، مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء، صوفی مطیع الرحمٰن صاحب ایم۔ اے، قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے، مولانا جلال الدین صاحب شمس، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور میاں عبدالمنان صاحب نے تقریریں کیں۔

جلسہ کے افسر اعلیٰ چوہدری محمود احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ لاہور تھے جو اپنے نائبین چوہدری عبدالکریم خاں صاحب اور قاضی خالد ہدایت اللہ صاحب کے ہمراہ مقامی جماعت کے امیر شیخ بشیر احمد صاحب اور ان کے نائب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کے مشورہ اور مدد سے کام کرتے رہے۔

ہر عبدالشکور کنزے کی لاہور میں تشریف آوری

۱۱۔ جنوری ۱۹۴۹ء کو ہمارے جرمن نو مسلم بھائی ہر عبدالشکور کنزے پاکستان میل کے ذریعہ کراچی سے لاہور تشریف لائے۔ اسٹیشن پر ہزاروں اصحاب نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ آپ جرمن فوج میں اعلیٰ فوجی افسر تھے۔ لیبیا میں جنرل رومیل کی قیادت میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے تھے۔ وہاں سے آپ کو امریکہ بھیج دیا گیا۔ جہاں سے انہیں ۱۹۴۶ء کے آخر میں انگلستان لایا گیا اور قید کی پابندیاں اٹھا دی گئیں۔ انگلستان پہنچ کر آپ کا رجحان مذہب کی طرف ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے جماعت احمدیہ کے تبلیغی مرکز سے رابطہ قائم کر کے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا جس کے نتیجے میں بہت جلد آپ کو حقیقی اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فالحمدللّٰہ علی ذالک[115]

محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت کی والدہ محترمہ کی وفات ۲۹۔ جون ۱۹۴۹ء

محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی والدہ محترمہ ۲۹۔ جون ۱۹۴۹ء کی صبح کو مختصر سی علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. مرحومہ بہت ہی نیک، مخلص اور مہمان نواز خاتون تھیں۔[116]

مجلس عاملہ جماعت احمدیہ لاہور کے اجلاس میں حضرت امیر المومنینؓ کی تشریف آوری ۵۔ نومبر ۱۹۴۹ء

۵۔ نومبر ۱۹۴۹ء کو (بروز اتوار) محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور کی درخواست پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مجلس عاملہ لاہور اور حلقہ جات کے عہدیداروں کے اجلاس میں شمولیت فرمائی۔ اجلاس ساڑھے گیارہ بجے محترم امیر جماعت صاحب کی کوٹھی واقعہ ۱۳ ٹمپل روڈ میں ہوا۔ اجلاس میں حضور نے کارکنان لاہور کو قیمتی ارشادات سے نوازا۔ بعد ازاں محترم شیخ صاحب کی طرف سے دی گئی دعوت طعام میں سب احباب نے شرکت کی۔[۱۱۷]

ربوہ میں مستقل رہائش کیلئے لاہور سے آخری قافلہ کی روانگی

۷۔ نومبر ۱۹۴۹ء: حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مورخہ ۷ نومبر ۱۹۴۹ء کو دو بجے بعد دوپہر بذریعہ موٹر کار ربوہ تشریف لے گئے۔ حضور کے ہمراہ سیدہ اُمّ متین صاحبہ حرم ثالث' دو صاحبزادیاں' صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی تھے۔ دیگر عملہ محترم جناب چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ قائم مقام پرائیویٹ سیکرٹری کی قیادت میں دو گھنٹہ بعد بذریعہ لاری روانہ ہوا۔ یہ گویا ربوہ میں مستقل رہائش کی تکمیل کا دن تھا۔[۱۱۸]

لاہور میں جلسہ سیرت النبیؐ ۴ دسمبر ۱۹۴۹ء

تقسیم ملک کے بعد پہلی مرتبہ لاہور میں وسیع پیمانے پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں ایک شاندار جلسہ کیا گیا۔ جلسے کی صدارت جناب مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری سینئر ایڈووکیٹ پاکستان فیڈرل کورٹ نے فرمائی ہال سامعین سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جلسہ میں جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء جناب فتح محمد انوری صاحب ایڈووکیٹ' جناب ڈاکٹر اے۔ ای میڈن صاحب' جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے تقاریر کیں۔

آخر میں صاحب صدر نے اسلام کی اس خصوصیت پر زور دیا کہ اسلام جملہ مذاہب کے بانیان کو

راست باز قرار دیتا ہے۔ آخر میں پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد ایم۔ ایس۔ سی سیکرٹری جلسہ نے مقررین کا شکریہ ادا کیا۔ [119]

ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب سرجن کی انگلستان سے کامیاب مراجعت

۹۔ دسمبر ۱۹۴۹ء: خان بہادر ڈاکٹر محمد بشیر صاحب (ماہر امراض آنکھ' کان' ناک) کے فرزند اکبر اور حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحبؓ سابق امیر جماعت احمدیہ امرتسر کے پوتے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ولایت سے سرجری کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کو لاہور واپس تشریف لائے۔ ریلوے اسٹیشن پر ایک مجمع نے آپ کا استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں امیر جماعت احمدیہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ' کرنل غلام احمد خاں و بیگم خاں' میاں تصدق حسین و بیگم سلمٰی تصدق حسین' خان بہادر و بیگم محمد لطیف قریشی' مسٹر نسیم حسن ایڈوائزر تعلیم و بحالیات مغربی پنجاب' ڈاکٹر عبدالغنی صاحب بھٹی' ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب' ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب' پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے' ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب یوسف سابق پرنسپل آرٹسٹ سکول اور میاں محمد حسن صاحب وغیرہ اصحاب شامل تھے۔ [120]

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن میں تازہ روح پھونکنے کی کوشش

مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء کے الفضل میں لاہور کے مختلف کالجوں کے طلباء کی توجہ کیلئے ایک ضروری اعلان شائع کیا گیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن لاہور میں جو سستی اور کاہلی کے آثار نظر آ رہے ہیں انہیں دور کر کے ان میں تازہ روح پھونکی جائے۔ چنانچہ اعلان کیا گیا:

> مکرم قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (نگران اعلیٰ احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن) کی زیر نگرانی ایسوسی ایشن کی عارضی کمیٹی نے دستور اساسی تیار کیا ہے۔ احمدی طلباء کی اطلاع کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ لاہور کے کالجوں کے تمام احمدی طلباء کو چاہئے کہ وہ ایسوسی ایشن کے ممبر شپ فارم مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب پروفیسر تعلیم الاسلام کالج سے حاصل کر کے اپنے اپنے کالج کے تمام احمدی طلباء سے پُر کرا کے مجھے ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں تا کہ آئندہ سال کے لئے تنظیم کی جا سکے۔

پریذیڈنٹ عارضی کمیٹی احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن

معرفت

صوفی بشارت الرحمٰن صاحب پروفیسر ٹی۔آئی کالج لاہور

دستور اساسی احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن

۱۔اغراض ومقاصد (الف) مختلف کالجوں کے احمدی طلباء کی تنظیم اور ان کی عملی زندگی کو اسلامی تعلیم کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا۔

(ب) تبلیغ اسلام کیلئے مؤثر ذرائع اختیار کرنا۔

(ج) احمدی طلباء میں علمی ذوق پیدا کرنا۔

۲۔لائحہ عمل (الف) مختلف تبلیغی، تربیتی اور علمی اجلاس کرانا اور ٹریکٹ یا رسالے چھپوانا۔ (ب) مختلف جماعتی تحریکوں میں حصہ لینا۔(ج) ایسوسی ایشن کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک فنڈ قائم کرنا۔

۳۔عہدیداران نگران اعلیٰ، پریذیڈنٹ، وائس پریذیڈنٹ، سیکرٹری، فنانشل سیکرٹری اور خزانچی۔

۴۔طریق انتخاب ونامزدگی (الف) مختلف کالجوں کے وہ احمدی دوست جو باقاعدہ طور پر ممبرشپ فارم پُر کر کے ایسوسی ایشن کے ممبر بن چکے ہوں گے۔ ہر سو یا سو کی کسر پر دو نمائندے منتخب کریں گے۔اس طور پر منتخب شدہ تمام نمائندوں کی مجلس ایگزیکٹو کمیٹی کہلائے گی۔(ب) ایگزیکٹو کمیٹی اپنے میں سے پریذیڈنٹ، وائس پریذیڈنٹ، سیکرٹری اور فنانشل سیکرٹری کا انتخاب کرے گی۔(ج) خزانچی کی نامزدگی نگران اعلیٰ کریں گے۔(د) ہر کالج کے منتخب شدہ نمائندے اپنے میں سے ایک کو نمائندہ اعلیٰ منتخب کریں گے۔

۵۔مالی فنڈ (الف) ہر ممبر تین روپے سالانہ چندہ یکمشت یا بذریعہ اقساط ادا کرے گا۔(ب) ہر کالج کے نمائندہ اعلیٰ کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے کالج کے تمام ممبران سے بروقت چندہ وصول کر کے پچیس فیصدی اپنے کالج کی مقامی تنظیم کے اخراجات کے لئے رکھ کر باقی چندہ خزانچی کے

پاس جمع کرا دیں۔ مقامی اخراجات کی تفصیلی اطلاع بھی فنانشل سیکرٹری کو کرنی ہوگی۔ (ج) فنانشل سیکرٹری کی رپورٹ اور پریذیڈنٹ کی منظوری سے اخراجات کے لئے رقم خزانچی سے لی جاسکے گی۔ [۱۲۱]

محترم چوہدری فقیر محمد صاحب کی وفات ۔۳ نومبر ۱۹۵۱ء

۳ نومبر ۱۹۵۱ء بروز ہفتہ محترم چوہدری فقیر محمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا چند ماہ لاہور میں بیمار رہنے کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

مرحوم خدمت سلسلہ کیلئے بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ دنیوی ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد زندگی وقف کر کے مرکز سلسلہ میں حاضر ہو گئے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں وکیل الدیوان تحریک جدید کے عہدہ پر فائز رہ کر کافی عرصہ کام کرتے رہے۔

محترم ملک عطاء الرحمٰن اور محترم ملک احسان اللہ صاحبان کی فرانس اور مغربی افریقہ سے واپسی ۔ ۹ نومبر ۱۹۵۱ء

محترم ملک عطاء الرحمٰن اور محترم ملک احسان اللہ صاحبان

چھ سال سے زائد عرصہ تک فرانس اور مغربی افریقہ میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد ۹ نومبر ۱۹۵۱ء کی صبح کو پاکستان ایکسپریس کے ذریعہ کراچی سے لاہور پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن پر محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک مجمع کثیر کے ساتھ ان مجاہدین کا استقبال کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بھی از راہِ نوازش اسٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ احباب نے ان مجاہد بھائیوں کو بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے۔ مصافحہ و معانقہ سے فارغ ہونے کے بعد ہر دو مجاہد بھائی احباب کی معیت میں اسٹیشن سے باہر تشریف لائے جہاں محترم شیخ صاحب نے دعا کروائی اور احباب کو رخصت ہونے کی اجازت دی۔

احباب کو رخصت کر کے دونوں مجاہد اپنے والد محترم ملک خدا بخش صاحب کی قبر پر قبرستان میانی صاحب تشریف لے گئے۔ ملک صاحب محترم کی وفات ایسے حالات میں ہوئی جب کہ یہ دونوں مجاہد اپنے وطن سے ہزاروں میل دور تھے۔ [۱۲۲]

پنجاب کے اہم تعلیمی مسائل پر محترم قاضی محمد اسلم صاحب کی تقریر۔ ۲۰ نومبر ۱۹۵۱ء

مورخہ ۲۰۔ نومبر ۱۹۵۱ء کو محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے محترم خلیفہ شجاع الدین صاحب کی زیرصدارت وائی۔ ایم۔سی۔اے ہال میں پنجاب کے تعلیمی مسائل پر ایک تقریر فرمائی۔ جناب پروفیسر صاحب نے ابتدائی ثانوی اور یونیورسٹی تعلیم کے اہم مسائل پر روشنی ڈالی۔[۱۲۳]

تعلیم الاسلام کالج لاہور میں ماہرین تعلیم کا اجلاس۔ ۲۷ جنوری ۱۹۵۲ء

''بارگاہ ادب'' لاہور کے زیر اہتمام ایک علمی اجلاس ۲۷ جنوری بروز اتوار ۳ بجے دن کو ''تعلیم الاسلام کالج لاہور'' میں مشہور ریاضی دان خواجہ دل محمد صاحب ایم۔اے کی صدارت میں ہوا۔ جس میں ''پنجاب کا موجودہ نظام تعلیم'' کے موضوع پر مختلف کالجوں کے پروفیسر صاحبان نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

لجنہ اماء اللہ لاہور کا اہم اجلاس۔ ۱۳ مئی ۱۹۵۲ء

لجنہ اماء اللہ لاہور کی عہدیدار خواتین کو جب بھی موقع ملا مرکز سے معزز ہستیوں کو دعوت دے کر اپنے ہاں تقاریر کروائیں۔ اسی سلسلہ میں سیکرٹری جنرل لجنہ اماء اللہ مرکزیہ حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ حرم حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ لجنہ لاہور کی دعوت پر تشریف لائیں اور مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۵۲ء کو لجنہ کے ایک خصوصی اجلاس میں مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں ایک اہم تقریر فرمائی۔

منٹو پارک لاہور میں آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا خطبہ عید۔ ۲۵ جون ۱۹۵۲ء

آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم امیر جماعت احمدیہ شیخ بشیر احمد صاحب کی درخواست پر عید الفطر کا خطبہ آپ نے منٹو پارک لاہور میں دیا۔ خطبہ میں آپ نے احباب کو وقت کے تقاضوں کو پہچاننے اور ان کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ حاضری دو اور تین ہزار افراد کے درمیان تھی۔[۱۲۴]

مجلس احرار کا جماعت احمدیہ کا خلاف پروپیگنڈا۔ ۱۹۵۲ء

جیسا کہ تحقیقاتی رپورٹ سے ظاہر ہے شروع شروع میں احراری لیڈر کانگرس کے ساتھ تھے مگر ۴ مئی ۱۹۳۱ء کو لاہور میں ایک جلسہ کر کے انہوں نے بعض مخصوص فوائد حاصل کرنے کیلئے ''مجلس احرار'' کی بنیاد رکھ دی اور اسی سال انہوں نے ''کشمیر کمیٹی'' کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر ۱۴۔ اگست کو ''یوم کشمیر'' منایا۔ اور اس سے دوسرے دن اعلان کر دیا کہ انہوں نے کشمیری بھائیوں کی حمایت میں تحریک کا آغاز کر دیا ہے چنانچہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مولوی مظہر علی صاحب اظہر کی سرکردگی میں ایک سو رضا کاروں کا جتھا جموں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس اقدام سے عوام میں ان کو خاص شہرت حاصل ہو گئی۔[۱۲۵]

احرار کا مطمع نظر شروع سے یہ تھا کہ اس ملک میں اگر وہ نمایاں حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر جماعت احمدیہ کی مخالفت کی جائے اور اس طرح عوام الناس کے جذبات سے کھیل کر انہیں اپنا ہمنوا بنا لیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس ملک کے طول و عرض میں جماعت احمدیہ کے خلاف جلسے کرنا شروع کر دیئے۔ ۱۹۳۴ء میں قادیان کے متصل دیانند اینگلو ویدک ہائی سکول کی گراؤنڈ میں انہوں نے ایک وسیع پیمانہ پر کانفرنس منعقد کی جس میں سید عطا اللہ شاہ بخاری نے جماعت احمدیہ کے خلاف پانچ گھنٹے کی ایک نفرت آمیز تقریر کی۔ اس تقریر کی بناء پر بخاری صاحب کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ جس کی سماعت کے دوران میں احرار پراپیگنڈا کی بناء پر عوام سادہ لوح کے جذبات اتنے برانگیختہ ہوئے کہ خود تقریر سے بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ وہ دن اور یہ دن، ہر قابل ذکر احراری مقرر احمدیوں، ان کے رہنماؤں اور ان کے عقیدوں کے خلاف ہر قسم کی باتیں کہتا رہا ہے۔[۱۲۶]

پاکستان بننے کے بعد بظاہر احراریوں کا مستقبل بالکل تاریک تھا کیونکہ متحدہ ہندوستان میں یہ کانگرس کے ہمنوا اور قیام پاکستان کے شدید مخالف تھے۔ مگر جماعت احمدیہ کی مخالفت ایک ایسا حربہ ان کے ہاتھ میں تھا جس کے استعمال سے آہستہ آہستہ پھر انہیں مقبولیت حاصل ہونا شروع ہو گئی۔ چنانچہ تقسیم ملک کے بعد احرار کا سب سے بڑا اجتماع ۱۲ جنوری سے لے کر ۱۴ جنوری ۱۹۴۹ء تک لاہور میں

''احرار ڈیفنس کانفرنس'' کے نام سے ہوا۔اس اجتماع میں انہوں نے اپنی سیاسی حیثیت کو خیر باد کہہ کر محض مذہبی حیثیت سے کام کرنے کا اعلان کیا چنانچہ اس کے بعد انہوں نے مغربی پاکستان کے تمام قابل ذکر شہروں میں ''تبلیغی کانفرنسیں'' منعقد کرنا شروع کر دیں اور آہستہ آہستہ اختلافی مسائل کے ساتھ ساتھ احمدیوں کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دینے اور آنریبل چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کو وزارتِ خارجہ کے منصب جلیلہ سے ہٹانے کے مطالبات بھی پیش کرنا شروع کر دیئے۔

میجر محمود احمد صاحب کی شہادت ۔۱۱۔اگست ۱۹۴۸ء

نوبت باینجا رسید کہ عوام میں اشتعال انگیز تقریریں کر کے احمدیوں کے خلاف جبر وتشدد پر اکسانا ان کا عام معمول ہو گیا۔ چنانچہ ۱۱۔اگست ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں ''ختم نبوت'' کے موضوع پر ریلوے کے مسلم ملازمین ایک جلسہ کروا رہے تھے جس میں علماء احرار نے اس قدر اشتعال انگیزی کی کہ ایک احمدی ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب جو ایک مریض کو دیکھنے کے بعد واپس آتے ہوئے جلسہ گاہ کے پاس سے گذرے۔اتفاق سے ان کی موٹر کار جلسہ گاہ کے قریب ٹھہر گئی۔ابھی وہ دوبارہ کار چلانے کی کوشش میں مصروف تھے کہ جلسہ گاہ سے نکل کر ایک ہجوم نے ان کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا۔میجر صاحب کو کار سے گھسیٹ کر نیچے اتارا اور پتھر اور چھرے مار مار کر انہیں شہید کر دیا۔**انا للّٰہ و انا الیہ راجعون** ۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں اس واقعہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

> ''ان کی پوری انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ان کی نعش کے پوسٹ مارٹم معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جسم پر کند اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے گئے چھبیس زخم تھے اور موت ایک تو صدمے سے اور دوسرے داخلی جریان خون سے واقع ہوئی۔ جو بائیں پھیپھڑے' بائیں گردے اور جگر کے دائیں کنارے کے زخموں سے جاری ہوا تھا۔ کوئی شخص بھی ''اسلامی شجاعت'' کے اس کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہ ہوا اور بیشمار عینی شاہدوں میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جو ان ''غازیوں'' کی نشاندہی کر سکتا یا کرنے کا خواہشمند ہوتا جن سے یہ ''بہادرانہ'' قتل صادر ہوا تھا۔لہذا اصل مجرم شناخت نہ کئے جا سکے اور مقدمہ بے سراغ ہی داخل دفتر کر دیا گیا''۔ [۱۲۷]

میاں غلام محمد صاحب مدرس کی شہادت

پھر یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو سات احمدیوں کا ایک وفد پیغام حق پہنچانے کے لئے اوکاڑہ سے چک نمبر ۵ میں گیا جہاں کے احرار نے ان پر کیچڑ پھینکی۔ ان کے چہروں پر کالک ملی اور گندے پانی سے انہیں ہنکا کر ریلوے اسٹیشن اوکاڑہ تک پہنچایا۔ اس واقعہ کی پولیس میں جب رپورٹ لکھوائی گئی تو پولیس نے ایک شخص مولوی فضل الٰہی صاحب کو جو شرارت کے سرغنہ تھے، زیر حراست لے لیا۔ اس گرفتاری کے خلاف احرار نے بے انتہا اشتعال انگیز تقریریں کر کے سخت احتجاج کیا اور نوجوان حاضرین سے اپیل کی کہ ''مرزائی فتنہ سے قوم کو نجات دلاؤ''۔ دوسرے دن ایک شخص محمد اشرف نے میاں غلام محمد صاحب احمدی مدرس کا ایک چھرے سے مسلح ہو کر تعاقب کیا اور اس زور سے چھرا مارا کہ مدرس مذکور کو جو ابھی تھانہ میں رپورٹ درج کروانے کیلئے لے جائے جا رہے تھے کہ انہوں نے رستہ ہی میں جام شہادت نوش فرما لیا۔[۱۲۸] انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

میاں بدر دین صاحب کی شہادت

اس واقعہ کے بعد اسی مہینہ میں راولپنڈی میں ایک شخص ولایت خاں نے ایک احمدی بدر دین صاحب کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اور جب اس سے بیان لیا گیا تو اس نے خود اعتراف کیا کہ ''میں نے بدر دین کو اس لئے ہلاک کیا ہے کہ وہ احمدی ہے''۔

لاہور میں یوم تشکر ۲۵، ۲۶ مئی ۱۹۵۱ء

احرار نے جب دیکھا کہ آہستہ آہستہ ان کی تحریک ترقی کر رہی ہے اور احمدیوں کے خلاف بڑھتی جا رہی ہے اور گورنمنٹ بھی ان سے کوئی باز پرس نہیں کر رہی تو انہوں نے وسیع پیمانے پر لاہور میں ''یوم تشکر'' منانے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے ۲۵، ۲۶ مئی ۱۹۵۱ء کے دو دن مقرر کئے گئے۔ ''یوم تشکر'' منانے کے سلسلہ میں پہلے دن تمام پنجاب اور صوبہ سرحد کے اضلاح پشاور و ہری پور ہزارہ کے احراری رضا کاروں کے دستے لاہور کے بازاروں سے بشکل جلوس گذرے۔ ان کے ساتھ پانچ بینڈ باجے بھی تھے۔ شام کو جلسہ ہوا جس میں بہت سے مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے اور عہدیدار بھی شامل تھے۔ احرار

لیڈروں نے تقریریں کیں۔ صاحبزادہ فیض الحسن نے اپنی تقریر میں مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے یا انہیں مجبور کیا جائے کہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور بھارت میں آباد ہو جائیں۔ مولانا محمد علی جالندھری نے جو جلسے کی صدارت کر رہے تھے ایک قرارداد پیش کی جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ احمدیوں کو ذمہ دار عہدوں سے موقوف کر دے اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے میجر جنرل نذیر احمد کی گرفتاری (راولپنڈی سازش کیس میں۔ ناقل) کا ذکر کر کے کہا کہ اس گرفتاری نے ''یوم تشکر'' کو ''یوم تفخر'' بنا دیا ہے کیونکہ مملکت ایک بہت بڑے خطرے سے بچ گئی ہے۔ بخاری نے حسبِ معمول اپنے مبتذل اور پست مزاج سے کام لیکر کہا کہ میجر جنرل نذیر احمد ننگا ہو گیا ہے۔ اب احمدی اس کو نئی پتلون پہنائیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میجر جنرل نذیر احمد کو مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اکسا کر سازش میں شامل کرایا ہے۔ بخاری نے اس جلسے کے حاضرین سے جو نعرے لگوائے وہ حسبِ ذیل تھے:

''نمک حرامان پاکستان مُردہ باد'' ''غداران پاکستان مُردہ باد'' ''پاکستان زندہ باد'' ''مرزا بشیر الدین محمود احمد مُردہ باد'' ''مرزائیت مُردہ باد''

۲۶۔ مئی کے جلسے میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے پھر مقدمہ سازش راولپنڈی کا ذکر کیا اور شیخ حسام الدین نے اعلان کیا کہ احمدی جو مسلمانوں کے قومی مفاد کیلئے ایک خطرہ ہیں کلیدی عہدوں سے موقوف کئے جانے چاہئیں۔ شیخ حسام الدین اور علامہ علاؤالدین صدیقی نے چوہدری ظفر اللہ خاں کے متعلق توہین آمیز کلمات کہے اور ان کی موقوفی کا مطالبہ کیا۔ اس دن بھی ایک جلوس نکالا گیا۔

جب حسب معمول اس جلسے کی تقریروں کی روئیداد ا چیف منسٹر کی خدمت میں پیش کی گئی تو انہوں نے اس پر ذیل کی معنی خیز رائے لکھی:

''احرار ایک ایسے مسئلے سے فائدہ اٹھا کر جس کو پاکستانی عوام میں واضح مقبولیت حاصل ہے اپنے لئے محض سیاسی موقف و مقام پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں اس امر پر گہری نظر رکھنی چاہئے کہ یہ معاملہ ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہو''۔ [۱۲۹]

چیف منسٹر کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو احمدیوں کی ذلیل مخالفت اور گورنمنٹ کے معزز احمدی عہدیداروں کی توہین و تضحیک سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ان کو اگر فکر تھی تو صرف یہ کہ ان کی

کرسیاں محفوظ رہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک اور اشتعال انگیز تقریر۔ ۲۵۔ اگست ۱۹۵۱ء

۲۵۔ اگست ۱۹۵۱ء کو سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاری نے موچی دروازہ کے باہر ایک اور اشتعال انگیز تقریر کی جس میں بیان کیا کہ

(الف) چوہدری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان مملکت کے وفادار نہیں۔

(ب) تقسیم سے قبل جماعت احمدیہ نے اپنے پیروؤں کو بتایا تھا کہ پاکستان وجود میں نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس قسم کی مملکت پیدا بھی کر لی گئی تو تقسیم شدہ ملک دوبارہ متحد ہو جائے گا۔

(ج) احمدی بھارت کی حکومت کے جاسوس ہیں۔ اگر بھارت کے ساتھ جنگ چھڑ جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر احمدیوں کی بیخ کنی کر دینی چاہئے جو مملکت کے دشمن ہیں۔

آل پارٹیز کنونشن لاہور۔ ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء

اس قسم کی بیسیوں کنونشنیں اور کانفرنسیں ملک کے طول وعرض میں احراریوں نے اس سال منعقد کیں مگر ہم اپنے مضمون کو صرف لاہور تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو لاہور میں ایک آل پاٹیز کنونشن منعقد کی گئی جس کے داعیوں میں اکثریت احراری علماء کی تھی اور دعوت نامے کوئی ساٹھ علمائے دین کے نام جاری کئے گئے تھے اور کنونشن میں دوسرے علماء کے علاوہ کراچی سے مولانا احتشام الحق تھانوی' مولانا عبدالحامد بدایونی اور سید سلمان ندوی بھی شامل ہوئے تھے۔

اس کنونشن میں تین مطالبات منظور کئے گئے۔

۱۔ چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے برطرف کیا جائے۔ ۲۔ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور ۳۔ احمدیوں کو مملکت کے کلیدی عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔

اس کنونشن میں ملک کے بیس نامور علماء کی ایک مجلس عمل مرتب کی گئی تا کہ آئندہ لائحہ عمل کا فیصلہ کیا جاوے۔

حکومت کی طرف سے شر پسند اخبارات کو عطایا

تحقیقاتی رپورٹ صفحہ ۸۴ سے ظاہر ہے کہ ڈائریکٹر تعلقات عامہ نے ۵۲-۱۹۵۱ء اور ۵۳-۱۹۵۲ء میں مجموعی حیثیت سے ایک لاکھ روپیہ ''آفاق'' کو' اٹھاون ہزار ''احسان'' کو' پندرہ ہزار ''مغربی پاکستان'' کو اور تیس ہزار روپیہ ''زمیندار'' کو دیا۔[130]

اگر حکومت چاہتی تو کیا مجال تھی کہ یہ اخبارات اس شورش میں حصہ لیتے۔ مگر ان اخبارات نے لوگوں کو مشتعل کرنے میں دوسرے اخبارات سے بھی زیادہ حصہ لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس وقت کی حکومت خود روپیہ خرچ کر کے اخبارات کے ذریعہ پبلک کو شورش پیدا کرنے کے لئے اکسا رہی تھی۔

محکمہ اسلامیات اور حکومت

پھر محکمہ اسلامیات کے نام سے جن علماء پر حکومت کی طرف سے روپیہ صرف کیا گیا ان میں سے بھی بیشتر نے اس تحریک میں پورا حصہ لیا۔ مشہور علماء کے نام یہ ہیں۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد' مولانا محمد بخش صاحب مسلم' مولوی غلام دین صاحب' صاحبزادہ فیض الحسن صاحب' علامہ علاؤالدین صاحب صدیقی' مولانا غلام محمد صاحب ترنم' قاضی مرید احمد صاحب' حافظ کفایت حسین صاحب' پروفیسر عبدالحمید صاحب' مولانا سلیم اللہ صاحب' مفتی محمد حسن صاحب۔[131]

فسادات کی انتہاء۔ مارچ ۱۹۵۳ء

حکومت کی مسلسل نرمی اور آل پارٹیز کے علماء کو ڈھیل دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء نے سارے ملک میں جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیزی کی حد کر دی۔ خاکسار راقم الحروف کو وہ زمانہ خوب یاد ہے۔ ان ایام میں احمدی بڑی ہی مظلوم حیثیت میں تھے۔ ان کا کاروبار بند ہو چکا تھا اور دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔

مارچ ۱۹۵۳ء کے پہلے ہفتہ میں تو احمدیوں کے لئے ریل گاڑی اور بسوں پر سفر کرنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ ہر سواری پر' ہر راستہ میں اور ہر گھر میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کا چرچا تھا اور شرفاء بیچارے بے بس تھے۔ بے عزتی کے ڈر سے حق و انصاف کا ساتھ دینا بھی ان کے لئے دشوار ہو رہا تھا۔ ادھر

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے اخبار الفضل بند ہونے کی وجہ سے دستی پریس پر اپنی اور ربوہ کی خبر بھیجی جاتی تھی۔ نیز جماعتوں کو تسلی دی جاتی تھی کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو، دعاؤں کرواور اپنے اپنے گھروں کومت چھوڑ و مگر شور دن بدن بڑھتا جارہا تھا کہ مخالفین نے ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کا دن اس امر کے لئے مقرر کرلیا کہ اس دن کوئی احمدی زندہ نہ رہنے دیا جائے گا اوران کا مال واسباب لوٹ لیا جائے گا۔اب پولیس بھی بے بس تھی اور شرفاء بھی۔

۴۔مارچ ۱۹۵۳ء کوساڑھے چار بجے شام دہلی دروازے کے باہر ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔جس میں حاضرین کی تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی۔اس جلسے میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ چوک دالگراں میں ایک لڑکے کو گولی ماردی ہے اورقرآن مجید کو پامال کیا ہے۔جلسے کے بعد ایک جلوس مرتب کیا گیا جو مسجد وزیر خاں کی طرف روانہ ہوا۔منظور الحق اور محمد صادق اسسٹنٹ انسپکٹران نے مسجد وزیر خاں کے قریب اس ہجوم کو روکا۔سید فردوس شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کوٹیلیفون پر اطلاع ملی کہ ان اسسٹنٹ سب انسپکٹروں کو اٹھا کر مسجد میں لے گئے ہیں اور یہ دونوں ہلاک کر دیئے گئے ہیں یا عنقریب کئے جانے والے ہیں۔ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ایک مسلح ریزرو دستہ کی زیر سرکردگی سب انسپکٹر مظفر خاں (تھانہ کوتوالی) کوساتھ لیا اور مسجد کی طرف چل دیئے۔مسجد کے عین باہر ان کا سامنا ایک غضبناک ہجوم سے ہوا۔جب ڈی۔ایس۔پی نے پوچھا کہ وہ دو پولیس افسر کہاں ہیں؟ تو ان کو بلوائیوں نے گھیر لیا اوران پر چھروں اور لاٹھیوں سے حملہ کر کے وہیں ہلاک کر دیا۔سید فردوس شاہ کے جسم پر باون زخموں کے نشان تھے۔ان کا اپنا ریوالوراوران کے ساتھی پولیس مینوں کی دو بندوقیں چھین لی گئیں اورسب انسپکٹر مظفر خاں زخمی ہوگیا۔ڈی۔ایس۔پی کی نعش کوکسی نے کوتوالی پہنچادیا۔[۱۳۲]

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی سمیت تمام سابق پنجاب کے قابل ذکر احمدیوں کے گھروں کی تلاشیاں لی گئیں اورکوشش یہ کی گئی کہ اگر کسی احمدی کے گھر سے اپنی دفاعی ضروریات کے لئے چاقو بھی برآمد ہوجائے تو اسے گرفتار کرلیا جائے۔چنانچہ ہمارے نہایت ہی محبوب اور پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمدؓ صاحب اور بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ) کو بھی اسی جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ حالانکہ اوّل الذکر بزرگ کا جرم اس قدر تھا کہ ان کی اسلحہ کی دوکان تھی اور ایک بندوق انہوں نے مرمت

کیلئے گھر رکھی ہوئی تھی ☆ اور آخرالذکر بزرگ کے سسرال کی طرف سے آپ کی بیگم صاحبہ کو نوابی طریق کے مطابق ایک مرصع خنجر جہیز میں ملا تھا جس کی برآمدی پر دونوں بزرگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ یہ گرفتاریاں یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو ظہور میں آئیں اور ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو انہیں آزاد کر دیا گیا۔[۱۳۳]

ان تلاشیوں اور گرفتاریوں سے یہ امر ظاہر ہوتا تھا کہ اس وقت کی حکومت یہ چاہتی تھی کہ احمدی اپنے ظالم اور خونخوار دشمنوں کے ہاتھوں نہتے مارے جائیں اور خود حفاظتی کے لئے اپنے گھر میں معمولی چاقو بھی نہ رکھ سکیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ اس نے احمدیوں کی اس طرح خارق عادت طور پر حفاظت کی کہ مخالف یہ سمجھتے تھے کہ گویا احمدیوں کے گھر اسلحہ سے بھرے پڑے ہیں۔ اکثر مقامات پر یہ بھی سنا گیا کہ......انہوں نے فوج منگوائی ہوئی ہے جو رات کو ان کے گھروں کا پہرہ دیتی ہے۔

میاں منظور احمد صاحب مدرس کی شہادت ۔ ۵ مارچ ۱۹۵۳ء

۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو مشتعل ہجوم ہر حصہ میں گشت لگا رہا تھا۔ سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا' لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کو بالکل معمولی چیزیں سمجھا جا رہا تھا۔ باغبانپورہ کے ایک احمدی مدرس منظور احمد صاحب کو چھرے کی ایک ضرب سے شہید کر دیا گیا۔ کئی پرائیویٹ کاروباری مرکز بھی لوٹ لئے گئے۔ غرضیکہ لاقانونی کے اتنے واقعات ہوئے کہ پولیس اور فوج کو کئی بار گولی چلانا پڑی۔[۱۳۴] رات اور دن کے اکثر حصوں میں ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ نے کرفیو لگا رکھا تھا مگر لوگ بالکل بے پرواہ ہو رہے تھے۔

۶۔ مارچ کو جو ہولناک واقعات ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے ہائیکورٹ کے فاضل جج صاحبان لکھتے ہیں:

چار اور احمدیوں کی شہادت

''اس دن کے واقعات کو دیکھ کر ''سینٹ بارتھولومیوڈے'' یاد آتا تھا۔ کہ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ایک دن قبل ایک احمدی

☆ نوٹ از ناشر: مصنف کو غلطی لگی ہے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے گھر سے بندوق نہیں بلکہ ایک سنگین نکلی تھی جو آپ کی فیکٹری میں حکومت کی طرف سے باقاعدہ آرڈر ملنے پر افواج پاکستان کو مہیا کرنے کیلئے تیار کی گئی تھی۔

مدرس قتل کر دیا گیا تھا۔ ۶ مارچ کو ایک احمدی محمد شفیع برما والا مغلپورہ میں ہلاک کر دیا گیا اور کالج کے ایک احمدی طالب علم (میاں جمال احمد ☆ صاحب ابن مستری نذر محمد صاحب) کو بھاٹی دروازہ کے اندر لوگوں نے چھرے مار مار کر قتل کر دیا۔ ایک اور احمدی (یا مفروضہ احمدی ☆) مرزا کریم بیگ کو فلیمنگ روڈ پر چھرا مار دیا گیا اور اس کی نعش ایک چتا میں پھینک دی گئی جو فرنیچر کو آگ لگا کر تیار کی گئی تھی۔ احمدیوں کی جو جائدادیں اور دکانیں اس دن لوٹی یا جلائی گئیں۔ وہ یہ تھیں۔

پاک ریز، شفا میڈیکل اور سوکو، موسیٰ اینڈ سنز کی دوکان، راجپوت سائیکل ورکس، ملک محمد طفیل اور ملک برکت علی چوب عمارتی کے احاطہ اور گودام، میسن روڈ پر ملک عبدالرحمٰن کا مکان اور مزنگ روڈ اور ٹمپل روڈ پر پانچ احمدیوں کے مکان جن میں شیخ نور احمد ایڈووکیٹ کا مکان بھی شامل تھا۔ تیسرے پہر ایک ممتاز ایڈووکیٹ مسٹر بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور کا مکان گھیر لیا گیا۔ ہجوم اس مکان میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ مسٹر بشیر احمد نے اپنے دفاع میں چند گولیاں چلائیں۔ ایک خاص فوجی عدالت نے ان کے اس فعل پر مقدمہ چلایا لیکن وہ بری کر دیئے گئے۔ ۶، ۷ مارچ کی رات کو عبدالحکیم مالک پایونیر الیکٹرک اینڈ بیٹری سٹیشن کے مکان پر چھاپا مارا گیا اور ان کی بوڑھی والدہ قتل کر دی گئی"۔ [۱۳۵]

اوپر مارشل لاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ مارشل لاء کا لگنا تھا کہ مشتعل ہجوم کے ہوش بحال ہو گئے اور ایک دن میں امن قائم ہو گیا۔ ہم ان واقعات کا مفصل ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ہاں اتنا ذکر ضروری ہے کہ امن بحال ہو جانے کے بعد حکومت پاکستان نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ عدالت عالیہ کے دو فاضل جج صاحبان سے ان سارے واقعات کی تحقیقات کروائے جائے۔ چنانچہ کئی ماہ کی محنت شاقہ کے بعد جج صاحبان نے ایک مفصل رپورٹ تیار کی جو "رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس رپورٹ کے آخری نتائج کے

☆ میاں جمال احمد لاہور میں امانتاً دفن کر دیئے گئے تھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے ۵ نومبر ۱۹۵۴ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کر دیئے گئے۔ شہادت کے وقت مرحوم کی عمر ۱۷ سال اور ۵ دن تھی اور ایف اے کا طالب علم تھا۔

☆ مفروضہ نہیں بہت مخلص احمدی تھے۔

ضمن میں لکھا ہے:

''ہمارا احساس یہ بھی ہے کہ احراریوں سے تو ایسا برتاؤ کیا گیا گویا وہ خاندان کے افراد ہیں اور احمدیوں کو اجنبی سمجھا گیا''۔[136]

ساری رپورٹ کا خلاصہ کتاب کے آخری پیرا میں یوں درج ہے کہ۔

''ہمیں یقین واثق ہے کہ اگر احرار کے مسئلے کو سیاسی مصالح سے الگ ہو کر محض قانون وانتظام کا مسئلہ قرار دیا جاتا تو صرف ایک ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ اور ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کے تدارک کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ وہ طاقت جسے انسانی ضمیر کہتے ہیں ہمیں یہ سوال کرنے کی ترغیب دیتی ہے کہ آیا ہمارے سیاسی ارتقاء کے موجودہ مرحلے پر قانون وانتظام کا مسئلہ اس جمہوری ''ہم بستر'' سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا جسے وزارتی حکومت کہتے ہیں اور جس کے سینے پر ہر وقت سیاسی کابوس سوار رہتا ہے۔ لیکن اگر جمہوریت کا یہ مطلب ہے کہ قانون و انتظام کو سیاسی اغراض کے ماتحت کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ہی علیم وخبیر ہے کہ کیا ہوگا''۔

اس عدالت میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ خود بنفس نفیس تشریف لے جاتے رہے۔ جماعت کے وکلاء جناب شیخ بشیر احمد صاحب' جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب اور جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؓ نے خاص طور پر واقعات کی تحقیقات میں جج صاحبان کی امداد کی۔ مشورہ میں جماعت کے سرکردہ علماء جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس اور جناب مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری وغیرہم کو بھی حضورؓ نے شامل کیا۔

تاریخ ادیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حواریوں کی تکالیف اور مصائب کا ذکر پڑھا کرتے تھے۔ مگر اپنے زمانہ میں خود اس قسم کے واقعات کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا اور جب خدا کی نصرت ''افواج'' کی شکل میں ظاہر ہوئی تو مومنوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔ **فالحمدللّٰہ علی ذالک**

شیخ بشیر احمد صاحب

اب شیخ بشیر احمد صاحب کا زمانہ امارت ختم ہوتا ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب

محترم پر ایک مختصر سا نوٹ درج کیا جائے۔

شیخ صاحب متوسط قد کے مضبوط جسم رکھنے والے بزرگ ہیں۔ زندہ دلی ان کا شیوہ ہے۔ تکالیف ومصائب کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور ہر حالت عسر ویسر میں اپنے خالق و مالک کے حضور جھکے رہتے ہیں۔ ۱۹ برس کا لمبا زمانہ جماعت لاہور کے امیر رہے اور سلسلہ کی قانونی خدمات بغیر معاوضہ کے بجالاتے رہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ تحقیقاتی عدالت میں ان کے کام کا معاوضہ پچپن ہزار روپیہ بنتا تھا۔ مگر آپ نے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا۔ اب بھی جماعتی مقدمات میں بغیر فیس کے عدالت عالیہ میں پیش ہوتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ آپ کے زمانہ امارت میں جب بھی لاہور میں تشریف لاتے رہے عموماً آپ ہی کے مکان پر قیام فرماتے رہے۔ خصوصاً حضرت اُمّ طاہر رضی اللہ عنہا کی طویل بیماری کے ایام میں تو کئی ماہ حضور کا آپ کے ہاں قیام رہا اور آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو حضور کی خدمت کا خاص موقعہ ملا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کو حضور رضی اللہ عنہ کا ہم زلف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب کا زمانہ امارت

مئی ۱۹۵۴ء سے امارت لاہور کا عہدہ بذریعہ انتخاب محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء کے سپرد کر دیا گیا۔ لیکن دفتر مرکزیہ جماعت احمدیہ لاہور جسے محترم شیخ بشیر احمد صاحب نے انتظامات کی سہولت کے لئے اپنی کوٹھی کے ایک کمرہ میں کھولا تھا بدستور وہیں رہا اور اب تک جو ۷ امئی ۱۹۶۶ء ہے وہیں ہے اور دفتر کے انچارج محترم جناب بابو عبد الحمید صاحب شملوی برادر حضرت مولوی فرزند علی خان صاحب بھی شروع سے اس وقت تک برابر کام کر رہے ہیں۔

حضرت امیر المومنینؓ کی لاہور میں تشریف آواری

۱۳ استمبر ۹ بجے صبح حضور رضی اللہ عنہ لاہور میں تشریف لائے [۱۳۷] اور چار روز قیام فرما کر ۱۶ استمبر کو واپس ربوہ تشریف لے گئے۔ [۱۳۸]

مکرم محمد سعید احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور ۱۲۔ستمبر ۱۹۵۴ء

۱۷۔ستمبر ۱۹۵۴ء کو بعد نماز جمعہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا ماہانہ اجلاس ہوا جس کی صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب نائب امیر نے فرمائی۔اس اجلاس میں نئے سال کے لئے قائد مجلس کا انتخاب عمل میں آیا۔کثرت رائے سے مکرم محمد سعید احمد صاحب قائد مقرر ہوئے۔

آپ کے زمانہ قیادت میں چونکہ ملک میں بکثرت سیلاب آ رہے تھے اس لئے آپ کو سیلاب زدگان کی امداد کا خوب موقعہ ملا۔نمونۃً ایک رپورٹ درج ذیل ہے:

''لاہور۔۲۷۔ستمبر مجلس خدام الاحمدیہ کے دفتر واقعہ جودھامل بلڈنگ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج مجلس خدام الاحمدیہ نے کشمیر روڈ' وارث روڈ' چوبرجی کی ملحقہ بستیوں میں ایک ہزار بے گھر اور مصیبت زدہ افراد میں مفت کھانا تقسیم کیا۔حالیہ بارش میں ان غریبوں کی جھونپڑیاں اور کچے مکانات منہدم ہو گئے تھے۔علاوہ ازیں آج کل مجلس کے کم وبیش ایک سو خدام لاہور کے نشیبی اور دیگر متاثرہ علاقوں میں ریلیف کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ان علاقوں میں مجلس کی طرف سے باقاعدہ بارہ امدادی مراکز قائم ہیں۔دس دس خدام باری باری ہر مرکز میں حاضر رہ کر باراں زدگان کو ہر ممکن امداد پہنچاتے ہیں۔کل پٹیالہ گراونڈ (میکلوڈ روڈ) اور گردونواح کے قریباً چار سو تباہ حال اور بے خانماں مہاجرین میں مفت آٹا تقسیم کیا گیا۔علاوہ ازیں گذشتہ تین روز میں قریباً ۶۵ گھروں کے افراد کو مخدوش گھروں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچایا گیا۔محمد نگر کے قریب ایک کرسچین لیڈی تیر کر گہرے پانی کو عبور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے بروقت امداد پہنچا کر ڈوبنے سے بچایا گیا۔وہ تھک کر ہمت ہار چکی تھی۔اسی طرح سنت نگر میں ایک ڈوبتی ہوئی عورت' اس کے بچے اور ایک بوڑھے مرد کی جان بچائی گئی۔مجلس نے مختلف علاقوں میں مکانوں کی چھتوں پر مٹی ڈالنے' گلیوں اور سڑکوں پر گری ہوئی دیواروں کا ملبہ اٹھانے اور بارش سے بھیگے ہوئے لوگوں میں پارچات تقسیم کرنے کے علاوہ بیماروں کو ادویات بہم پہنچائیں۔نیز بعض جگہوں میں پردہ نشین مستورات کو سودا سلف پہنچانے کا انتظام بھی کیا گیا۔''[۱۳۹]

اسی طرح ۳۰۔ستمبر ۱۹۵۴ء کے پرچہ میں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے کام کی جو رپورٹ درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس نے ریلیف کے کام میں مدد دینے کے لئے حکومت پنجاب کو اپنی خدمات پیش کر دیں۔مجلس کی امدادی پارٹیوں نے متعدد نواحی بستیوں میں کثیر مقدار میں میٹھے چنے اور دیگر خشک اشیاء تقسیم کیں۔

۲۔اکتوبر کے الفضل سے ظاہر ہے کہ مجلس نے چھ نواحی بستیوں اور دیہات میں بیماروں کے لئے مفت دوائیں تقسیم کیں اور سیلاب زدگان کی شکایات بھی متعلقہ حکام تک پہنچائیں۔مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا کام دیکھنے کے لئے محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور نے بھی سیلاب زدہ علاقے کا دورہ کیا۔

حضرت امیر المومنین ؓ کی طرف سے عطیہ اور اظہار خوشنودی

سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدام الاحمدیہ لاہور کے کام سے خوش ہو کر انہیں پانچ صد روپیہ کا عطیہ دیا۔[۱۴۰] اور پرائیویٹ سیکرٹری نے ایک خط کے ذریعہ مکرم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو حضور کی خوشنودی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا:

”ملت میں شائع شدہ دوران سیلاب میں خدام الاحمدیہ لاہور کی خدمت خلق کی رپورٹ ملاحظہ فرما کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ خدام کو شکریہ نیز فرمایا کہ اسی قسم کی خدمات اسلامی روح کو بڑھاتی ہیں۔ **جزاکم اللّٰہ واللّٰھم زد فزد**“[۱۴۱]

نیز خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء میں فرمایا:

”اس دفعہ لاہور کی جماعت نے قربانی کا اچھا نمونہ پیش کیا ہے اور وہاں کے خدام نے قابل تعریف کام کیا ہے۔ مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس دفعہ ان میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے مصیبت زدگان کی خوب مدد کی ہے اور انہوں نے ان مکانوں میں لوگوں کو پناہ دی ہے جنہیں گذشتہ فسادات میں جلانے کا پروگرام بنایا گیا تھا اور جن لوگوں کو اب پناہ دی گئی ہے وہ ان کو جلانے آئے تھے۔“[۱۴۲]

پھر حضور نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ۵۔نومبر ۱۹۵۴ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''پس اپنے پروگراموں پر ایسے رنگ میں عمل کرو جیسے اس دفعہ لاہور کے خدام نے خصوصیت سے اعلیٰ کام کیا ہے......تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ دکھاوا ہے۔تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نمائش ہے۔مگر کبھی کبھی نمائش بھی کرنی پڑتی ہے۔اگر تمہارے دلوں کی نیکی اور خوبی کا اقرار دنیا نہیں کرتی تو تم مجبور ہو کہ تم لوگوں کو دکھا کر کام کرو......

''چنانچہ اب جبکہ ہم نے اپنی خدمات ظاہر کرنی شروع کیں تو مسلمانوں کی خدمت کا دعویٰ کرنے والے اپنے بلوں میں گھس گئے اور کوٹھیوں میں بیٹھے رہے۔چنانچہ بعض لوگوں نے جو جماعت اسلامی کے دفتر کے قریب رہتے تھے اقرار کیا کہ اسلامی جماعت نے تو ہماری خبر بھی نہیں لی۔اور یہ (خدام) چار چار میل سے آئے اور ہماری مدد کی'' [۱۴۳]

پھر فرمایا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ لاہور کی نیم مردہ سی جماعت میں اس سال وہاں کی مجلس خدام الاحمدیہ نے زندگی کی روح پھونک دی ہے اور اس کا سہرا زیادہ تر وہاں کے قائد محمد سعید احمد صاحب اور ان کے چار پانچ رفقاء کے سر ہے جنہوں نے بڑی محنت سے کام کیا۔ گذشتہ سیلاب کے ایام میں نہ صرف یہ کہ غیر معمولی طور پر لاہور کی مجلس نے خدمت خلق کا کام کیا بلکہ اسے غیر معمولی طور پر پبلک میں روشناس بھی کرادیا۔اور اس لحاظ سے اس کا کام واقعی خاص طور پر تعریف کے قابل ہے......سیلاب کے ایام میں لاہور کی مجلس نے جو کام کیا ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔'' [۱۴۴]

تعلیم الاسلام کالج کی ربوہ میں منتقلی

تعلیم الاسلام کالج لاہور کو بھی ربوہ منتقل کر دیا گیا۔[۱۴۵]

پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کی گورنمنٹ کالج لاہور سے ریٹائرمنٹ اور کراچی یونیورسٹی میں تقرری

پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو کر

عازم کراچی ہوئے وہاں آپ کو یونیورسٹی میں شعبہ نفسیات کا صدر مقرر کیا گیا۔ گورنمنٹ کالج کے طلباء' ممبران سٹاف' محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران' دوست احباب اور عقیدت مند حضرات کے ایک کثیر مجمع نے لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو پُر خلوص جذبات اور دلی دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا اور بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے۔ آپ کو الوداع کہنے والوں میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب پروفیسر سراج الدین صاحب' گونمنٹ کالج کے نئے پرنسپل خواجہ منظور احمد صاحب' امیر جماعت احمدیہ لاہور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ فیڈرل کورٹ آف پاکستان کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مکرم قاضی محمد اسلم صاحب جن کی عمران ایام میں چون سال کی تھی۔ ۱۹۲۱ء سے گورنمٹ کالج لاہور کے ساتھ وابستہ چلے آتے تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم۔اے کرنے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم و تدریس کے تئیس سالہ عرصہ میں آپ کی توجہات فلسفہ اور نفسیات کے مضمون کو ترقی دینے کے لئے وقف رہیں۔ آپ ۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ کالج کے شعبہ فلسفہ و نفسیات کے صدر مقرر ہوئے۔ جہاں تک کالج اور یونیورسٹی کو فلسفہ کے میدان میں اعلیٰ بنیادوں پر قائم کرنا اور اسے ترقی دینے کا تعلق ہے۔ محترم قاضی صاحب کا اس میں بہت بڑا دخل ہے۔ شعبہ نفسیات کی وسعت اور اس کی موجودہ ترقی پذیر حالت جس پر ایک لاکھ سے زائد روپیہ صرف ہوا ہے تمام تر آپ ہی کی مساعی جمیلہ کی رہین ہے۔ پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کا پنجاب یونیورسٹی سے سینئر ترین پروفیسروں اور ماہرین تعلیم میں شمار ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں آپ ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب اور سیکرٹری حکومت پنجاب کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ پھر ملک کے تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے مرکز نے جو تعلیمی کانفرنس طلب کی آپ نے اس میں پنجاب کے ماہرین تعلیم کے وفد کی قیادت کی۔ آپ کے زمانہ تعلیم و تدریس میں جن طلباء نے فارغ التحصیل ہو کر زندگی میں قدم رکھا ہے ان میں سے اکثر کو قومی یونیورسٹیوں' افواج کے انتخابی بورڈ اور پبلک سروس کمیشن وغیرہ میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ [۱۴۶]

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کے ''خلیفۃ المسیح'' بن جانے کے بعد آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل مقرر ہوئے ہیں۔

سیدشاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی رخصت گزارنے کے بعد واپسی

۱۹اکتوبر ۱۹۵۴ء

محترم سیدشاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا جو ۱۸سال تک انڈونیشیا میں فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد ایک سال قبل پاکستان میں تشریف لائے تھے۔ ۸-اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ربوہ سے عازم لاہور ہوئے۔اور ۹-اکتوبر کو چناب ایکسپرس سے کراچی روانہ ہوگئے۔اسٹیشن لاہور پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری جنرل پریذیڈنٹ ربوہ اور وکالت تبشیر کے نمائندے مکرم مولوی محمود احمد صاحب شاہد کے علاوہ پانچ انڈونیشی طلباء بھی آپ کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے تھے۔اسی طرح لاہور کی جماعت میں سے بھی بہت سے احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔[۱۴۷]

ربوہ کے یکصد خدام کا لاہور پہنچنا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ معلوم کر کے کہ لاہور میں سینکڑوں سیلاب زدگان غربا محتاج امداد ہیں' ۱۵-اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ربوہ سے یکصد خدام کا ایک قافلہ جس میں پچپن معمار بھی تھے' حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں لاہور بھیجا۔[۱۴۸]

ان خدام نے لاہور پہنچ کر حکام شہر کے ساتھ تعاون کا ایسا بے نظیر نمونہ دکھایا کہ مدت تک اس کی یاد قائم رہے گی۔ان کے کام کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ربوہ اور لاہور کے دوصد خدام نے مل کر تین دن کے اندر لاہور کے بارش زدہ علاقوں میں ۵۷ مکان از سر نو تعمیر کر دیئے۔

خدام کے اس حیرت انگیز کارنامہ کو دیکھ کر لاہور کے لوگوں نے قائد وفد حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو راستہ روک روک کر خدام کے قابل رشک نمونہ پر مبارکباد پیش کی اور پھولوں کے ہار پہنائے۔[۱۴۹]

خدام کے اس شاندار کام پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قائد وفد کے نام ایک تار میں جو خوشنودی کا اظہار فرمایا۔اس کا متن درج ذیل ہے:

''ربوہ کے خدام تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ لوگ بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ اور زیادہ جذبہ اور

جوش کے ساتھ کام کریں گے اور جس قدر کہ انسانی طور پر ممکن ہے آپ مخلوق خدا کی بھلائی میں پوری طرح کوشاں رہیں گے۔ خدا آپ لوگوں کے ساتھ ہو'' [۱۵۰]

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ربوہ کو واپسی ۱۶-اکتوبر ۱۹۵۴ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ جو ساڑھے تین ماہ قبل علاج کی غرض سے لاہور میں تشریف لائے تھے۔ مورخہ ۱۶-اکتوبر ۱۹۵۴ء کو واپس ربوہ تشریف لے گئے۔ [۱۵۱]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لاہور میں تشریف آوری ۳۰-اکتوبر ۱۹۵۴ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۳۰-اکتوبر ۱۹۵۴ء کو بذریعہ کار علاج کی غرض سے لاہور تشریف لائے اور پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے حضور کی صحت کے بارے میں جو رپورٹ شائع ہوئی وہ یہ تھی:

''پہلے سے درد میں تو افاقہ ہے لیکن ضعف کی شکایت ہے''۔ [۱۵۲]

حضرت امیر المومنینؓ کا علالت کے باوجود دو گھنٹے تک بارش زدہ علاقوں کا دورہ فرمانا - یکم نومبر ۱۹۵۴ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یکم نومبر ۱۹۵۴ء کو علالت کے باوجود دو گھنٹے تک لاہور کے حسب ذیل بارش زدہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔

لیاقت پارک' کشمیر روڈ' وارث روڈ' کانگڑہ آبادی' فیروز پور روڈ' مہاجر آباد ملتان روڈ' ایک نئی بستی نزد مندر چونی لال ملتان روڈ۔

حضورؓ بارش زدہ علاقوں کے دورہ پر محترم امیر جماعت جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب اور مکرم قائد صاحب محمد سعید احمد صاحب کے ہمراہ ساڑھے چھ بجے رتن باغ سے روانہ ہوئے سب سے پہلے حضور لیاقت پارک تشریف لے گئے اور نئے تعمیر شدہ مکانات دیکھ کر اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ مکانات سلسلہ وار پلان کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ لیاقت پارک سے حضور کشمیر روڈ پہنچے۔ یہاں لوگوں نے بڑے شوق سے آگے بڑھ کر حضور سے مصافحہ کیا اور اپنے حالات بیان کئے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر حکومت مہاجرین کو اس جگہ آباد کرنا مناسب نہیں خیال کرتی تو پھر ان کے لئے آج سے بہت پہلے ہی کسی متبادل جگہ کا انتظام کر دیا جاتا تا کہ یہ پکے مکانوں میں آرام سے زندگی بسر کر سکتے۔ اس کے

بعد حضور وارث روڈ پہنچے اور نو تعمیر شدہ مکانات دیکھے۔ وہاں بھی لوگ استقبال کے لئے نہایت تپاک سے آگے بڑھے اور خدام کے جذبہ خدمت خلق کو سراہتے ہوئے ممنونیت کا اظہار کیا۔ وہاں ارد گرد گندہ پانی کھڑا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کی صفائی کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ مکرم قائد صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہاں کارپوریشن کی معرفت ڈی۔ڈی۔ٹی چھڑکوا دی گئی تھی۔ اس پر حضور نے مزید فرمایا کہ ایک آدھ مرتبہ دوائیں چھڑکنا بے فائدہ ہے جب تک صفائی کا مکمل انتظام نہ ہو۔ اس کے بعد حضور فیروز پور روڈ پر ذیلدار پارک کے قریب ''کانگڑہ آبادی'' نام کی بستی میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضور نے وہ آٹھ مکان دیکھے جو پچھلے دنوں خدام نے تعمیر کئے تھے۔ جب لوگوں کو حضور کی آمد کا پتہ چلا تو وہ دوڑتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔ وہ سارے کے سارے مکانات کی بسرعت تعمیر پر سرتاپا تشکر بنے ہوئے تھے۔ ملتان روڈ پر کچے مکانوں کی ''مہاجر آباد'' نام ایک کالونی ہے۔ جب حضور اس بستی میں پہنچے تو لوگ بڑے اشتیاق سے حضور کے گرد جمع ہو گئے اور خدام کی امدادی سرگرمیوں کی تعریف کرتے ہوئے حضور سے مصافحے کئے اور اپنی مشکلات بیان کیں۔ انہیں قائد صاحب خدام الاحمدیہ لاہور نے ریلیف آفس کا پتہ دیا اور ان سے کہا کہ جب بھی ضرورت ہو وہاں آ کر ملیں۔ اس کے بعد حضور ملتان روڈ پر ہی چونی لال سے ملحق ایک نئی بستی میں تشریف لے گئے۔ یہاں خدام نے ۲۶ مکان تعمیر کئے تھے جو ہر طرح مکمل حالت میں تھے۔ حضور نے مکرم امیر صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان لوگوں کو تھوڑا بہت سامان فراہم کرنے کے لئے کہیں تا ان کے مکانوں کے آگے پردے کی دیواریں کھینچ دی جائیں۔ اس ضمن میں ایک صاحب مکرم سید نیاز علی صاحب نے جو اسلامیہ کالج لاہور سے تعلق رکھتے ہیں دخل دیتے ہوئے سستے داموں مٹی فراہم کرنے کا ذمہ لیا۔ مکرم امیر صاحب نے پوچھا کیا آپ بھی یہیں رہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو نواں کوٹ میں رہتا ہوں۔ آپ لوگوں کی بروقت اور بے لوث خدمات مجھے سرکار (حضور رضی اللہ عنہ) کی زیارت کے لئے یہاں کھینچ لائی ہے۔ آپ کے خدام نے جس قدر محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے میں اس سے بے حد متاثر ہوا۔ مجھے ابھی ابھی پتہ لگا کہ آج سرکار اس علاقے میں تشریف لائے ہوئے ہیں چنانچہ میں سنتے ہی زیارت سے شرفیاب ہونے کے لئے دوڑا چلا آیا۔

ایک بوڑھی عورت کی دردبھری درخواست

حضور ان مکانوں کے معائنہ کرنے کے بعد واپس تشریف لے جا ہی رہے تھے کہ ایک بڑھیا

عورت نے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ اس کے لئے ایک کمرہ اور بنوایا جائے۔ اس نے کہا میرے لئے ایک کمرہ تو آپ کے آدمی پہلے ہی بنا چکے ہیں لیکن میری کئی جوان بیٹیاں اور بچے ہیں جن کے واسطے سر چھپانے کو جگہ نہیں ہے اس لئے میرے واسطے ایک کمرہ اور بنوا دیا جائے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے پاس نہ اینٹیں ہیں اور نہ لکڑی اور نہ ہی مٹی وغیرہ ہے۔ اس نے نہایت درد بھرے انداز میں یہ درخواست کی۔ حضور نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مکان بنوا دیا جائے گا۔ چنانچہ ساتھ ہی مکرم قائد صاحب کو حضور نے ہدایت فرمائی کہ وہ اس عورت کے مکان کا Estimate آج ہی شام تک پیش کر کے اس کی تعمیر کی منظوری لے لیں۔

اس کے بعد حضور رضیؓ اللہ عنہ دھوبی منڈی واقعہ پرانی انارکلی کی تنگ گلیوں میں خدام کے ہاتھوں تعمیر شدہ مکانات کا معائنہ فرمانے اور وہاں کے لوگوں کی شکایات سننے کے بعد ''رتن باغ'' تشریف لے آئے۔[۱۵۳]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لاہور میں تشریف آوری ۲- دسمبر ۱۹۵۴ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۲- دسمبر ۱۹۵۴ء کو ایک بجے کے قریب ربوہ سے لاہور تشریف لائے محترم چوہدری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت کی قیادت میں بہت سے مقامی دوست بھی حضور کے استقبال کے لئے رتن باغ میں جمع ہو گئے تھے صحت کے متلق حضور نے فرمایا:

''درد کمر سفر کی وجہ سے پھر تیز ہو گئی ہے۔ کل ایکسرے لیا جائے گا اور ڈاکٹری مشورہ کیا جائے گا''[۱۵۴]

حضور کی دوبارہ لاہور میں تشریف آوری ۹- مارچ ۱۹۵۵ء

مورخہ ۲۶- فروری ۱۹۵۵ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر جسم کے بائیں حصہ پر فالج کا حملہ ہوا۔ رات دو بجے کے قریب لاہور سے ڈاکٹر پیرزادہ صاحب اور ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب ربوہ تشریف لے گئے اور معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ فالج کے حملہ کا اثر بہت حد تک دور ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک فالج کے حملہ کی وجہ خون کے دباؤ کا یک دم بڑھ جانا اور دماغ کی شریانوں کا سکڑ جانا تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ جلد معمول پر آ گیا۔ **فالحمد اللّٰہ علیٰ ذالک**

جوں جوں اس حملہ کی اطلاع پاکستان اور بیرون پاکستان میں پہنچی' فدایان احمدیت نے ربوہ میں آنا شروع کر دیا۔ بیرون پاکستان سے بھی حضور کی صحت دریافت کرنے کے لئے تاریں آنا شروع ہو گئیں۔

ہفتہ عشرہ تو حضور کا علاج ربوہ ہی میں جاری رہا۔ حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کے علاوہ لاہور اور کراچی سے بھی ماہرین فن ڈاکٹر صاحبان تشریف لاتے رہے۔ مگر بعد ازاں یہ ضروری سمجھا گیا کہ حضور خود لاہور تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ۹- مارچ ۱۹۵۵ء کو حضور ایک مختصر قافلہ کے ساتھ لاہور تشریف لائے۔[۱۵۵]

۱۴- مارچ ۱۹۵۵ء کی اطلاع کے مطابق ''رات کے پہلے حصہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو قریباً اڑھائی گھنٹے اچھی نیند آ گئی۔ مگر اس کے بعد دورہ کی تکلیف کی وجہ سے نیند اچاٹ رہی البتہ رات کے ایک بجے کے بعد پھر کچھ نیند آ گئی۔ مگر یہ نیند بے چینی کی وجہ سے مسلسل نہیں تھی۔ کچھ کمزوری بھی رہی اور نقرس کی تکالیف میں بھی کسی قدر زیادتی ہوگئی۔''[۱۵۶]

۱۶- مارچ ۱۹۵۵ء کو دو بجے بعد دوپہر حضور رضی اللہ عنہ مع اہل بیت و خدام لاہور سے واپس ربوہ تشریف لے گئے۔[۱۵۷]

بغرض علاج یورپ جانے کے لئے حضور کی لاہور میں تشریف آوری

۲۳- مارچ ۱۹۵۵ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ علاج کے لئے یورپ جانے کے ارادے سے مورخہ ۲۳- مارچ ۱۹۵۵ء کو لاہور میں تشریف لائے۔ ۲۴- مارچ کو ربوہ کے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اہل ربوہ کی طرف سے خیریت دریافت کرنے کیلئے حضور کی خدمت میں تار دیا۔ اس کے جواب میں حضور نے جو تار دیا' درج ذیل ہے۔

''آپ کی تار پہنچی۔ میں خدا کے فضل سے پہلے سے بہتر ہوں۔ احباب کا شکریہ ادا کریں۔ اور انہیں میرا اسلام پہنچا دیں۔ میں نے یہاں لاہور میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا ہے اور ان کے مشورے اور بعض دوستوں کی خواہش پر دو دن کے لئے کراچی کی طرف روانگی ملتوی کر دی ہے۔ خلیفۃ المسیح''[۱۵۸]

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی کراچی کو روانگی ۲۶-مارچ ۱۹۵۵ء

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ۲۶-مارچ ۱۹۵۵ء کو عازم کراچی ہوئے اور ۲۷-مارچ کی صبح کو بخیر و عافیت کراچی پہنچ گئے۔[159]

محترم مولوی نذیر احمد علی صاحب کی وفات پر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے قرارداد تعزیت

حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ جو ۱۹-مئی ۱۹۵۵ء کو ایک لمبی بیماری کے بعد سیرالیون (مغربی افریقہ) میں فریضہ تبلیغ بجالاتے ہوئے وفات پا گئے تھے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. ان کی وفات پر ۲۷-مئی ۱۹۵۵ء کو نماز جمعہ سے قبل محترم جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کی تحریک پر جماعت احمدیہ لاہور نے قرارداد تعزیت پاس کی جس میں آپ کی وفات پر دلی رنج والم کا اظہار کیا گیا اور آپ کی شاندار اسلامی خدمات کے باعث خراج تحسین ادا کیا گیا اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر سلامتی نازل کرے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔[160]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی لاہور میں تشریف آوری ۱۰-جون ۱۹۵۵ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ جو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے بعد ربوہ کے امیر تھے علاج کی غرض سے مورخہ ۱۰-جون ۱۹۵۵ء کو لاہور تشریف لائے اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ کو اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا۔[161]

حضرت حکیم شیخ فضل حق صاحب بٹالوی کی وفات۔ ۳-جولائی ۱۹۵۵ء

حضرت حکیم شیخ فضل حق صاحب بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ والد محترم کا اسم گرامی شیخ نور احمد صاحب تھا۔ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ۲۷-دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں شریک ہونے والے احباب میں آپ کا نام ۱۴۷ نمبر پر درج ہے۔ اس جلسہ میں آپ کے والد محترم بھی ساتھ تھے۔ جلسہ سالانہ کے بعد جب یہ حضور سے رخصت ہونے لگے تو حضور نے ازراہ شفقت ایک ٹوکری خطائیوں کی

اور ایک ٹوکری جلیبیوں کی ساتھ کر دی اور فرمایا کہ بچے کے لئے ہے راستہ میں کھا لے گا۔

ایک دفعہ شیخ نور احمد صاحب بیمار ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب سے علاج کیلئے قادیان گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ اللہ نے شفا دی آپ نے اگرچہ بیعت نہ کی مگر مخالفت بھی کبھی نہیں کی۔ حضرت حکیم فضل حق صاحب کی بیعت پر بھی اعتراض نہ کیا بلکہ ہمیشہ بیٹے کی عزت کرتے رہے۔

شیخ نور احمد صاحب نے اپنی وفات سے پہلے ایک بیٹی کی نسبت بٹالہ کے ایک معزز غیر احمدی خاندان میں کی ہوئی تھی۔ ان کی وفات کے بعد حکیم فضل حق صاحب نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اب اپنی بہن کا ولی میں ہوں اس لئے اس کا رشتہ احمدیوں کے ہاں کروں گا۔ چنانچہ وہی لڑکی پھر محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے کے ساتھ بیاہی گئی۔ اسی قسم کا واقعہ حکیم صاحب کی بڑی لڑکی کے متعلق بھی ہوا۔ حکیم صاحب کے غیر احمدی خسر نے ایک معزز غیر احمدی خاندان میں اس کے رشتہ کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر رکھا تھا۔ اس کا رشتہ بھی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایماء پر آپ نے حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ مغربی افریقہ کے ساتھ کر دیا۔

مرحوم پر وفات سے ایک ہفتہ قبل یک لخت فالج کا حملہ ہوا۔ جو جان لیوا ثابت ہوا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

نعش ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئی۔ [۱۶۲]

عزیزہ عائشہ صادقہ کا اعلان نکاح ۲۹- دسمبر ۱۹۵۵ء

مورخہ ۲۹- دسمبر ۱۹۵۵ء کو خاکسار (مؤلف کتاب ہذا) کی بچی عزیزہ عائشہ صادقہ کا نکاح حضرت سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار روپیہ مہر پر عزیزم خالد ہدایت صاحب بھٹی بی۔ اے حال مینیجر نیشنل بنک گجرات ابن محترم قاضی عطاء اللہ صاحب مرحوم سکنہ لاہور کے ساتھ پڑھا۔ [۱۶۳]

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا آپریشن۔ ۱۶- مارچ ۱۹۵۶ء

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیمار تھے۔ کرنل ڈاکٹر ملک بشیر احمد صاحب ڈائریکٹر

آف پبلک ہیلتھ مغربی پاکستان نے پتہ کا آپریشن تجویز کیا۔ چنانچہ ۱۶- مارچ ۱۹۵۶ء کو میو ہسپتال لاہور کے حصہ موسومہ البرٹ وکٹر ہسپتال میں ڈاکٹر امیر الدین صاحب سینیئر سرجن نے حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے پتہ کا آپریشن کیا اور سارا پتہ معہ پتھری کے نکال دیا۔ آپریشن خدا کے فضل سے کامیاب ہوا۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹر امیر الدین صاحب نے بتایا کہ پتہ میں پیپ پڑ چکی تھی اور اگر آپریشن میں مزید تاخیر کی جاتی تو خطرہ کی صورت پیدا ہو جاتی۔ پتھری بھی کافی بڑی ہو چکی تھی۔ آپریشن کے وقت ڈاکٹر امیر الدین صاحب اور ان کے نائبین کے علاوہ ڈاکٹر غلام بھیک صاحب سول سرجن لاہور اور ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب اور ڈاکٹر ملک عبدالحق صاحب اور صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بھی موجود تھے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور، شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ، میاں غلام محمد صاحب اختر اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے افراد اور بہت سے دیگر احمدی احباب ہسپتال پہنچے ہوئے تھے۔ آپریشن کے بعد صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو بے ہوشی کی حالت میں سٹریچر پر ڈال کر ان کے کمرہ میں لایا گیا جہاں قریباً دو گھنٹہ بعد انہیں ہوش آیا۔ مگر شام تک طبیعت کافی کمزور رہی اور آپریشن کے مقام پر درد بھی محسوس ہوتی رہی اور تین چار دفعہ قے بھی ہوئی مگر عام حالت خدا کے فضل سے تسلی بخش رہی۔[۱۶۴]

حضرت اقدس کی لاہور میں تشریف آوری ۲- اپریل ۱۹۵۶ء

۲- اپریل ۱۹۵۶ء کو حضرت اقدس امیر المومنینؓ لاہور پہنچے۔ شوریٰ کے کام کی وجہ سے حضور کو کوفت تھی۔ راستہ میں بھی اور لاہور پہنچ کر بھی طبیعت مضمحل رہی۔ ظہر و عصر کی نمازیں حضور نے جمع کر کے پڑھائیں اور اس کے بعد کافی دیر تک خدام میں رونق افروز رہے۔ قریباً چھ بجے شام حضور مکرم محترم نواب محمد عبداللہ خاں صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

بعد نماز مغرب سوا سات بجے حضور محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی صاحبزادی کے رخصتانہ میں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

۳- اپریل کو ایک حکیم صاحب اور ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب نے حضور کا طبّی معائنہ کر کے مشورہ دیا کہ خدا کے فضل سے حضور کو کوئی بیماری نہیں۔ مگر کام کی زیادتی اور آرام کی کمی کی وجہ سے جسم میں کمزوری ہے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں اصرار سے عرض کیا کہ حضور جہاں تک ہو سکے بہت آرام فرمائیں۔[۱۶۵]

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کی شفایابی۔ ۱۱- مئی ۱۹۵۶ء

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ جو کئی ماہ سے میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ میں زیر علاج تھے۔ مورخہ ۱۱- مئی ۱۹۵۶ء کو شفایاب ہو کر واپس ربوہ پہنچ گئے۔ الحمدللہ[۱۶۶]

حکومت سپین کے تبلیغ اسلام کو روکنے پر قرارداد

مورخہ ۱۸- مئی ۱۹۵۶ء کو نماز جمعہ کے معاً بعد جماعت احمدیہ لاہور کا ایک اجلاس محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور کی صدارت میں ہوا۔ جس میں باتفاق رائے یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ

۱- حکومت سپین نے اسلام کی تبلیغ روکنے کیلئے جو قدم اٹھایا ہے (وہاں کے مبلغ اسلام کو اسلام کی تبلیغ کرنے سے منع کر دیا ہے اور بصورت دیگر انہیں سپین سے نکلنے کا حکم دے دیا ہے) جماعت احمدیہ کے نزدیک حکومت سپین کا یہ اقدام آزادی ضمیر کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ لاہور حکومت پاکستان کی خدمت میں پُرزور درخواست کرتی ہے کہ وہ حکومت سپین کے پاس اس کی اس حرکت کے خلاف پُرزور احتجاج کرے اور اسے اطلاع دے دے کہ اگر اس نے اس ناواجب حکم کو واپس نہ لیا تو حکومت پاکستان بھی عیسائی مبلغین کو پاکستان میں تبلیغ کرنے سے روکنے پر مجبور ہو جائے گی۔

۲- نیز حکومت پاکستان، حکومت انگلستان و امریکہ اور دوسری عیسائی حکومتوں سے بھی مطالبہ کرے کہ وہ حکومت سپین پر زور ڈال کر یہ حکم منسوخ کروائیں۔ ورنہ حکومت پاکستان بھی مسلمانوں کے جذبات کی خاطر پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ روکنے پر مجبور ہو گی۔[۱۶۷]

حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی علالت

حضرت مولوی رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا جو کئی ماہ میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ میں

زیر علاج رہے تھے اور گو گھر واپس تشریف لے گئے تھے۔ مگر ابھی مکمل شفا حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ان کے متعلق ڈاکٹر صاحبان نے بتایا کہ گردے میں پتھری ہے۔ لہذا ایک بڑا آپریشن کرانا ضروری ہے۔ [۱۶۸]

محترم مولوی صاحب کافی عرصہ بیمار رہے۔ کبھی گھر پر اور کبھی ہسپتال میں علاج ہوتا رہا۔ مگر اگست ۱۹۵۸ء میں صحت بہت گر گئی۔ حتیٰ کہ ۳۱۔ اگست ۱۹۵۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

فتنہ منافقین و مخرجین ۱۹۵۶ء

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی اولاد ایک عرصہ سے غیر مبائعین اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے غیر احمدی دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھتی تھی جس کا مفصل ذکر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر ''نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر'' میں موجود ہے۔ اس تقریر میں بعض مخلص احمدیوں کی شہادتوں سے ظاہر ہے کہ انہوں نے چند نوجوانوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ منصوبہ بنایا تھا کہ (**نعوذ باللّٰہ من ذالک**) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد وہ میاں عبدالمنان صاحب عمر کی بیعت کریں گے۔ چنانچہ محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی بیدار مغزی اور دینی غیرت کی وجہ سے فتنہ پردازوں کا یہ راز افشا ہو گیا۔ انہوں نے فوراً ضروری شہادتیں حاصل کر کے حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت میں بھجوا دیں اور جماعت احمدیہ لاہور کے ایک عام اجلاس میں منافقین کے اس گروہ سے بیزاری کا اعلان کیا اور ایک قرارداد پاس کروائی جس کی رُو سے حضرت امیر المومنینؓ کی خدمت میں یہ سفارش کی گئی کہ ان منافقین ومخرجین کو جماعت احمدیہ لاہور کے افراد تسلیم نہ کیا جائے۔ جماعت لاہور کی یہ سفارش صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے اجلاس مورخہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں منظور کی گئی۔

ان افراد نے ایک پارٹی بنائی تھی جس کا نام انہوں نے ''حقیقت پسند پارٹی'' رکھا تھا۔ اس پارٹی نے ان دنوں اپنے خبث باطنی و گند کو بہت اچھالا تھا اور جماعت کے خلاف بڑی شرارتیں کی تھیں مگر خدا تعالیٰ نے ان کو خائب و خاسر کیا۔ اب وہ گروہ کالعدم ہو چکا ہے۔

محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی وفات۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۵۷ء

محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی ایل۔ ایل۔ بی سلسلہ احمدیہ کے ایک پُر جوش اور

کامیاب مناظر ومقرر تھے۔ غیر احمدی و غیر مسلم علماء سے متعدد مناظرات کئے۔ اور اس میدان میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقام اور رعب عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے نامی مخالف مناظر میدان مناظرہ میں آپ کے مقابل پر آنے سے خم کھاتے تھے۔

محترم خادم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر کا خاص ملکہ ودیعت کیا تھا اور آپ نے عمر بھر اپنی خدا داد صلاحیتوں کو سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف رکھا۔ تبلیغی میدان میں آپ کی مرتب کردہ ''تبلیغی پاکٹ بک'' آپ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

غیر مبائعین کے لئے آپ لاریب بطل جلیل تھے۔ اور عمر بھر اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سینہ سپر رہے۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کے سلسلہ میں تحقیقاتی عدالت میں آپ نے جماعت کی خاص خدمات سرانجام دیں۔ سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور مسلسل خدمات کی بناء پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ''خالد'' کے خطاب سے نوازا تھا۔

خادم صاحب مرحوم ایک عرصہ سے بیمار تھے مگر اوائل دسمبر ۱۹۵۷ء سے طبیعت بہتر ہونا شروع ہو گئی حتیٰ کہ جلسہ سالانہ سے دو روز قبل جب خاکسار ملنے کے لئے ہسپتال میں گیا تو آپ ہشاش بشاش تھے اور امید رکھتے تھے کہ وہ جلسہ سالانہ میں بھی شمولیت اختیار کر سکیں گے۔ مگر دوسرے ہی دن بیماری نے پیچیدہ صورت اختیار کر لی اور ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو آپ اچانک دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ اسی روز اڑھائی بجے بعد دوپہر مولیٰ حقیقی سے جا ملے اور ہمارا یہ محبوب بھائی ہم سب کو سوگوار و حزیں بنا کر داغ مفارقت دے گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

آپ سالہا سال تک ضلع گجرات کی احمدی جماعتوں کے امیر رہے۔ آپ کو یکم جنوری ۱۹۵۸ء کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی روٹری کلب میں تقریر ۷- جنوری ۱۹۵۸ء

محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جب بھی مرکز ربوہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اہل لاہور کو بھی عموماً اپنے خطابات سے نوازنے کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ ۷- جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ نے روٹری کلب میں تقریر کرتے ہوئے بے غرضانہ خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر روٹری کلب کے ممبران اس مقصد کے حصول میں کامیابی حاصل کر لیں تو زندگی زیادہ

محفوظ، دلکش، پُرمسرت اور خوشگوار بن سکتی ہے۔[۱۶۹]

عالمی عدالت کا طریق کار

اسی طرح ۹- جنوری کی سہ پہر کو آپ نے لاہور کے وکلاء کے ایک اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بین الاقوامی عدالت اقوام متحدہ کا عدالتی ادارہ ہے۔اس ادارہ کو اپنے فیصلوں کی تعمیل کرانے کا اختیار نہیں۔آپ نے فرمایا تاہم اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل اس عدالت کے لئے ایگزیکٹو ادارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اس لئے متعلقہ ممالک کے بارہ میں عدالتی فیصلوں کی پابندی کرانا حفاظتی کونسل کا کام ہے۔[۱۷۰]

ربوہ کی یادگاری مسجد کے لئے جماعت لاہور کا چندہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ربوہ کی یادگاری مسجد کیلئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ یہ تحریک جب اخبار ''الفضل'' میں شائع ہوئی تو اگلے روز جمعہ کے خطبہ میں محترم چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور نے احباب جماعت کو اس چندہ میں حصہ لینے کی پُرزور تحریک فرمائی۔ الحمدللہ کہ جماعت لاہور نے دو دن کے اندر اندر پندرہ سو روپیہ ربوہ میں بھجوا دیا۔الفضل میں جماعت لاہور کی اس قربانی کو دوسری جماعتوں کیلئے قابل تقلید قرار دیا گیا۔[۱۷۱]

حضرت سیدہ اُمّ مظفر احمد کی بیماری اور لاہور میں تشریف آوری۔۱۱-اگست ۱۹۵۸ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ڈاکٹری مشورہ کے مطابق حضرت سیدہ اُمّ مظفر احمد صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کو لے کر علاج کی غرض سے ۱۱-اگست ۱۹۵۸ء کو لاہور میں تشریف لائے۔اور میو ہسپتال کے مشہور سرجن ڈاکٹر امیر الدین صاحب سے علاج شروع کروادیا۔[۱۷۲]

مجالس خدام الاحمدیہ ڈویژن کی تربیتی کلاس۔۱۴-اگست تا ۲۱-اگست ۱۹۵۸ء

لاہور ڈویژن کے خدام میں دینی شغف کام کرنے کا جذبہ اور سلسلہ کے اہم مسائل سے واقفیت پیدا کرنے کی غرض سے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام ۱۴-اگست سے لیکر ۲۱-اگست ۱۹۵۸ء تک مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں ایک تربیتی کلاس منعقد کی گئی جس میں مقامی عہدیداروں کے علاوہ مرکزی نمائندگان نے بھی خدام کو خطاب فرمایا۔

محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت لاہور کی جماعتی چندوں کے بارہ میں کوششیں

محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جماعتی چندوں کے بارہ میں اضافہ کی جو کوششیں کیں ان کا اندازہ ذیل کے چند سالوں کے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے۔

سال	چندہ عام	چندہ جلسہ سالانہ
۱۹۶۰ء-۶۱	۱,۶۴,۹۷۹	۱۶,۳۹۱
۱۹۶۱ء-۶۲	۱,۹۴,۹۲۱	۲۰,۱۶۳
۱۹۶۲ء-۶۳	۲,۲۱,۴۱۵	۲۳,۱۲۱
۱۹۶۳ء-۶۴	۲,۳۰,۴۹۳	۲۴,۵۵۲
۱۹۶۴ء-۶۵	۲,۶۷,۳۶۷	۲۷,۶۷۹

علاوہ ازیں تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں کے بارہ میں بھی آپ ہمیشہ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ قربانیوں کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وکیل المال صاحب تحریک جدید لکھتے ہیں:

''محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب وعدہ جات تحریک جدید کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

'خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹۶۰-۱۱-۱۸ میں احباب جماعت کو تاکید کر دی گئی کہ وہ تحریک جدید کے فنڈز کو مظبوط بنائیں.......... اس سال تحریک جدید کے وعدوں کو پچاس ہزار تک پہنچانے کی انتہائی جدوجہد کریں''

''گذشتہ سال اس جماعت کی طرف سے قریباً چونتیس ہزار روپیہ کے وعدے تھے۔ اس سال سولہ ہزار روپیہ کا اضافہ کرنے کا عزم کوئی معمولی امر نہیں۔ خصوصاً اس حالت میں کہ یہ جماعت ''دارالذکر'' کے نام سے ایک وسیع وعریض مسجد بنانے میں بھی مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ہر ایک نیک ارادے میں کامیاب فرمائے۔ آمین''

محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب کی علالت۔ ۱۴- دسمبر ۱۹۶۰ء

محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور جو جماعت کے ایک نہایت ہی

قیمتی وجود ہیں اور سلسلہ کی خاطر جان‘ مال اور عزت ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مورخہ ۱۴۔ دسمبر ۱۹۶۰ء کو بوقت آٹھ بجے صبح اچانک فالج کے حملہ کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ فالج کا حملہ بائیں جانب ہوا جس کا اثر آج جبکہ اس حملہ پر قریباً ساڑھے پانچ سال گذر چکے ہیں برابر چلا آ رہا ہے۔ مگر آفرین ہے اس انسان پر کہ بیماری کے ایام میں بھی خدمت دین کو ایک نعمت عظمیٰ سمجھا۔ بیماری کے کچھ عرصہ بعد جب بھی بدن میں ذرا ہمت پیدا ہوئی‘ وکالت تو چھوڑ دی مگر خدمات سلسلہ کو اپنی خوراک سمجھ کر اس میں منہمک رہے۔

اس بیماری کے حملہ کی وجہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہونے کے لئے جو قافلہ پاکستان سے قادیان جانے والا تھا آپ کو اس کا امیر مقرر کیا گیا تھا اس قافلہ کی تیاری کیلئے آپ برابر دو دن تک شب روز مصروف رہے اور درحقیقت آپ کی یہ مصروفیت صرف دو دن سے نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے ہائیکورٹ کی طرف سے مقدمات کے فیصلوں پر مشتمل جو رسالہ نکلتا ہے اس کے چونکہ آپ ایڈیٹر تھے اس لئے متواتر کئی دن اس رسالہ کے لئے محنت شاقہ کرنا پڑی۔ کچھ مقدمات بھی ان ایام میں زیادہ تھے۔ جن کی تیاری میں کافی کام کرنا پڑا۔ اس پے در پے محنت اور مشقت کو آپ کا جسم برداشت نہ کر سکا اور آپ عین قافلہ قادیان کی روانگی کے دن فالج کے حملہ کا شکار ہو گئے۔ یہ حملہ ۳۲۔ ایلگن روڈ لاہور چھاؤنی والی کوٹھی میں ہوا جو آپ نے ابھی نئی نئی خریدی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ اور آپ پہلے کی طرح مردانہ وار خدمات دینیہ میں مصروف نظر آئیں۔ آمین

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا پیغام خدام الاحمدیہ لاہور کے نام

۱۹۶۱ء میں مجلس خدام الاحمدیہ نے ایک لائحہ عمل مرتب کر کے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی خدمت میں بغرض ملاحظہ و راہنمائی پیش کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بعد ملاحظہ مجلس خدام الاحمدیہ کو جو ارشاد فرمایا وہ چونکہ زریں نصائح پر مشتمل ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کیا جاوے۔ آپ فرماتے ہیں:

”میں نے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا لائحہ عمل اور طریق کار سرسری نظر سے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے لاہور کے خدام کو اپنی رضا کے ماتحت بہترین خدمت

دین کی توفیق دے اور انہیں روح القدس کی نصرت سے نوازے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

''یادرکھنا چاہئے کہ لائحہ عمل تجویز کرنا بے شک ضروری ہے اور مفید ہے۔ اس کے ذریعہ انسان کی خدمت اور اس کی طریق کار کا دائرہ معین صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور وہ ادھر ادھر بھٹکنے سے بچ جاتا ہے اور اس کی توجہ ایک خاص نقطہ پر مرکوز ہو کر بہترین نتائج پیدا کرتی ہے۔ لیکن لائحہ عمل سے بھی زیادہ اہم کام کرنے والوں کی صلاحیت اور اہلیت کا سوال ہے۔ بہتر سے بہتر لائحہ عمل خراب کام کرنے والوں کے ذریعہ ناکام ہوسکتا ہے۔ اور یادرکھنا چاہئے کہ اچھے کارکنوں میں پانچ بنیادی اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

اوّل محنت کی عادت، دوم مستقل مزاجی، سوم اخلاص، چہارم قربانی اور پنجم دیانتداری کا جذبہ۔

''یہ پانچ باتیں تو دنیا کے میدان سے تعلق رکھتی ہیں مگر ان سے بھی بڑھ کر خدائی جماعتوں کے لئے تقویٰ اور للّٰہیت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ تقویٰ دینداری اور عمل صالح کی روح کا نام ہے اور للّٰہیت سے مراد ہے کہ ہر کام میں خدا کی رضا مقصود ہو۔ اگر اچھے لائحہ عمل کے ساتھ کام کرنے والوں میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی کامیابی اور ترقی میں روک نہیں بن سکتی۔ پس اس کی طرف خاص بلکہ خاص الخاص توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ نئی پود یعنی اطفال کی تربیت کا سوال نہایت اہم ہے کیونکہ اطفال کا وجود خدام کے لئے نرسری کی حیثیت رکھتا ہے اور اچھی نرسری کے بغیر کبھی بھی اچھا باغ تیار نہیں ہوسکتا۔ پس خدام الاحمدیہ کو چاہئے۔ کہ چھوٹی عمر کے بچوں کی تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں اور ان کے اندر محنت اور دیانت داری اور راست گفتاری اور خلیفہ وقت اور مرکز کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا کریں۔ یہ وہ اٹھتے ہوئے پودے ہیں۔ جنہوں نے کل کو ثمردار درخت بننا ہے اور قوموں کی رفتار ترقی کو بچوں کی صحیح دیکھ بھال کے بغیر برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔

''باقی رہا موجودہ لائحہ عمل کا سوال۔ سو کام شروع کرنے کی غرض سے وہ مناسب ہے۔ آگے چل کر عملی تجربہ کے نتیجہ میں اس لائحہ عمل میں مزید اصلاح اور توسیع کا رستہ کھلتا چلا

جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے اور آپ ایسی خدمت کی توفیق پائیں جو بعد میں آنے والوں کے لئے اسوہ حسنہ ہو‘‘۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ۔ یکم فروری ۱۹۶۱ء

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب جج ہائیکورٹ لاہور کی سیرالیون کے جشن آزادی میں شرکت

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ مغربی پاکستان جو کچھ عرصہ کیلئے ہائیکورٹ کے جج مقرر ہوئے تھے اس دوران میں سیرالیون مغربی افریقہ کے جشن آزادی میں شرکت کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے نمائندہ کے طور پر تشریف لے گئے۔ ۲۷-اپریل ۱۹۶۱ء کو ملک بھر میں آزادی کا جشن انتہائی خوشی اور مسرت کے عالم میں بڑے اہتمام کے ساتھ منایا گیا۔

اس موقعہ پر جشن آزادی میں شرکت کرنے والے متعدد مندوبین، اعلیٰ حکام اور مسلم زعماء تبادلہ افکار کے دوران محترم شیخ صاحب موصوف کے بلند پایہ اور عالمانہ خیالات سے بیحد متاثر ہوئے۔ چیف جسٹس سیرالیون نے محترم جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب اور بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے دیگر جج صاحبان کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ اخبارات نے محترم شیخ صاحب موصوف کی تشریف آوری اور جشن آزادی میں شرکت کے متعلق نمایاں طور پر خبریں شائع کیں۔ نیز ریڈیو پر آپ کا انٹرویو اور پیغام نشر ہوا۔

احمدیہ مشن سیرالیون نے محترم شیخ صاحب کے اعزاز میں فری ٹاؤن اور ’’بو‘‘ میں وسیع پیمانے پر استقبالیہ تقاریب کا اہتمام کیا۔[۱۷۳]

شیخ صاحب کا حج بیت اللہ

اس سفر سے واپسی پر محترم شیخ بشیر احمد صاحب نے بیت اللہ کا حج کیا۔ آپ یوم الحج سے قبل ۲۰-مئی کو جدہ پہنچ گئے تھے۔

محترم مولانا عبدالغفور صاحب فاضل کی وفات۔۴-جنوری ۱۹۶۱ء

افسوس کہ مولانا عبدالغفور صاحب فاضل مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ جنہوں نے چند سال لاہور میں رہ کر بحیثیت مبلغ سلسلہ عالیہ کی شاندار خدمات سرانجام دی تھیں ۔ مورخہ ۴-جنوری ۱۹۶۱ء بوقت پونے چار بجے سہ پہر قریباً ۶۱ سال کی عمر میں ربوہ میں وفات پا گئے ۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

مرحوم ہرسیاں ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔ والد محترم کا نام حضرت میاں فضل محمد صاحب تھا۔ باپ بیٹا دونوں صحابی تھے۔ آپ ابھی بچہ ہی تھے کہ آپ کے والد محترم نے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پائی۔ آپ حضرت حافظ روشن علی صاحب کی زیرنگرانی و زیرتربیت تیار ہونے والے مبلغین کے اوّلین گروپ میں سے تھے۔ بحیثیت مبلغ و مربی آپ نے ۳۲ سال شاندار خدمات سرانجام دیں۔ ۶۰ سال کی عمر میں صدر انجمن سے ریٹائر ہونے کے بعد تحریک جدید میں اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ مگر ابھی ایک سال ہی کام کیا تھا کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔[174]

جماعت احمدیہ کے ذریعہ تبلیغ اسلام اکناف عالم میں

۳-مارچ ۱۹۶۳ء بروز اتوار جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں ایک جلسہ کا انعقاد عمل میں آیا جس میں مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ اور ماریشس کے بعض احمدی طلباء اور علماء سلسلہ نے مشرق و مغرب میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی پر تقاریر کرتے ہوئے اس امر کو واضح کیا کہ آج حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ علم کلام کے نتیجہ میں اسلام دنیا بھر میں غالب آ رہا ہے۔ جلسہ میں صدارت کے فرائض محترم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے نے ادا فرمائے۔ مقررین میں محترم علامہ جلال الدین صاحب شمس، مکرم سید کمال یوسف صاحب مبلغ سکنڈے نیویا، مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب آف ماریشس، مکرم یوسف عثمان صاحب طالب علم افریقہ، مکرم سید داؤد احمد صاحب آف سیرالیون کے نام قابل ذکر ہیں۔[175]

محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب

محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شخصیت محتاج

تعارف نہیں۔ آپ کے والد محترم حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے مشہور رئیس، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور جانثار صحابی تھے۔ آپ کے برادران اکبر حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اور حضرت چوہدری عبداللہ خاں صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ کراچی کے کارناموں سے ساری جماعت خوب واقف ہے۔ ایک بھائی آپ کے محترم چوہدری شکراللہ خاں صاحب تھے۔ وہ بھی احمدیت کے لئے بڑی غیرت رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی صحابیہ تھیں۔ بڑی متوکلہ، غیور اور صابرہ خاتون تھیں۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ''میری والدہ'' کے نام سے ایمان افروز واقعات پر مشتمل ایک کتابچہ لکھا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

محترم چوہدری اسداللہ خاں صاحب بیمار ہونے سے قبل مضبوط جسم رکھتے تھے۔ سلسلہ کے لئے بڑی غیرت رکھتے ہیں۔ افسوس کہ کثرت کار اور تفکرات کی وجہ سے چند سال سے آپ فالج کے حملہ کی وجہ سے بیمار پڑ گئے مگر جب بھی ذرا طبیعت سنبھلی خدمت دین میں مصروف ہو گئے۔ آج کل آپ کی صحت کمزور ہے۔ گذشتہ جلسہ سالانہ پر دل کی تکلیف ہو گئی تھی۔ اس وقت سے طبیعت بحال نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے تا آپ پھر عزم و جزم کے ساتھ حسب سابق خدمات سلسلہ میں مصروف ہو جائیں۔ آمین

نظام سلسلہ کے ساتھ وابستگی

چوہدری صاحب قابل رشک خوبیوں کے حامل ہیں۔ منجملہ ان خوبیوں کے ایک وصف اطاعت امام ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کی طرف سے اگر کوئی حکم آ جائے تو آپ اس کی تعمیل کے لئے اس وقت تک بے تاب نظر آتے ہیں جب تک کہ اس پر پوری طرح عمل نہ ہو جائے۔ پھر حضور کی شان تو بہت بلند ہے اگر کسی نظارت بلکہ نظارت کے کسی کارکن کی طرف سے بھی کوئی ہدایت موصول ہو تو آپ اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ مجھے بعض مرکزی کارکنوں نے بتایا کہ اگر آپ غلط فہمی کی بنا پر کوئی بات واقعات کے خلاف کہہ دیتے ہیں تو اصل واقعہ کا علم ہونے پر اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک متعلقہ کارکن سے اس سے معاملہ میں معذرت نہ کر لیں۔

اطاعت امیر

ایک خوبی چوہدری صاحب محترم میں میں نے یہ دیکھی ہے کہ جس امیر کے ماتحت بھی آپ کو کام

کرنے کا موقعہ ملا ہے۔آپ نے اس کی کامل اطاعت کی ہے۔ چند سال کی بات ہے آپ کی کوٹھی واقعہ ۳۲ - ایلگن روڈ لاہور چھاؤنی میں کارکنان لاہور کی ایک میٹنگ تھی اس میں آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا جس کا مجھ پر اب تک گہرا اثر ہے۔آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ جبکہ قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے جماعت لاہور کے امیر تھے۔ میں کار کے لئے پٹرول لینے پٹرول پمپ پر جا رہا تھا کہ رستہ میں مجھے جماعت کا ایک کارکن ملا جس نے ہاتھ کے اشارہ سے مجھے روکا۔ میں نے کار کھڑی کر لی اور اسے کہا فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ اس نے مجھے جماعت کے بعض افراد کی ایک لسٹ دکھائی جس میں میرا نام بھی تھا۔ابتداء میں محترم امیر صاحب کا یہ ارشاد درج تھا۔

کہ کسی ضروری کام کے لئے تین صد روپیہ کی ضرورت ہے۔ذیل کے احباب دس دس روپے حامل رقعہ ہذا کو دے دیں۔آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری جیب میں صرف دس روپے کا ایک نوٹ تھا وہ میں نے فوراً نکال کر پیش کر دیا۔اب حیران تھا کہ پٹرول کے لئے تو پیسے رہے نہیں' کیا بنے گا؟ ابھی پٹرول پمپ پر پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے تین سو روپے دے کر کہا کہ آپ کی فیس میں سے یہ روپیہ باقی تھا۔آپ لے لیں۔ میں نے روپیہ لے لیا۔اس کا نام نوٹ کیا اور واپس دفتر پہنچا۔اس زمانے میں بڑے بھائی محترم چوہدری ظفراللہ خاں صاحب بھی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنے منشی سے دریافت کیا کہ اس نام کے کسی شخص کے ذمہ میری یا بڑے بھائی کی فیس کا کوئی روپیہ باقی ہے؟ اس نے رجسٹر دیکھ کر کہا کہ اس نام کا تو کوئی شخص کبھی کوئی مقدمہ ہمارے پاس لے کر آیا ہی نہیں۔اس پر میں نے سمجھا کہ یہ روپیہ ان دس روپوں کے بدلہ میں ایک انعام ہے جو جناب الٰہی کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

محترم قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ نے بیان کیا کہ محترم چوہدری صاحب کی بیماری کے بعد ایک مرتبہ قافلہ قادیان کا امیر میں تھا۔محترم چوہدری صاحب بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ جب ہم پاکستان کی سرحد عبور کر کے ہندوستان کی سرحد پر پہنچے تو ایک شخص نے ایک دکان سے چائے پی۔محترم چوہدری صاحب نے مجھے توجہ دلائی کہ امیر صاحب! دیکھئے اس شخص نے نظام کی خلاف ورزی کی ہے اس سے باز پرس کیجئے۔ میں خاموش رہا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر کسی دوسرے شخص نے مجھے توجہ دلائی مگر میں پھر بھی خاموش رہا۔میری اس خاموشی کو دیکھ کر اس دوسرے شخص نے محترم چوہدری صاحب کو کہا کہ دیکھئے چوہدری صاحب امیر صاحب نے نہ آپ کی شکایت کی پروا

کی ہے اور نہ میری شکایت پر کان دھرا ہے۔ جونہی اس نے یہ بات کہی۔ چوہدری صاحب کو جوش آ گیا اور آپ نے اسے سخت ناراضگی کے لہجہ میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو وہ امیر ہیں اور دوصد افراد کے قافلہ پر ان کی نگاہ ہے۔ میرا اور آپ کا کام صرف توجہ دلانا ہے۔ اگر وہ ہماری بات پر توجہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے تو ہمیں شکایت کا کوئی حق نہیں۔ ہمارا فرض صرف توجہ دلانا تھا جو ہم نے دلا دی۔ میں چوہدری صاحب کی یہ بات سن رہا تھا جس کا اب تک مجھ پر اثر ہے۔ حقیقت میں ایسے ہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے جماعت کا نظام مستحکم رہ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ خاکسار مؤلف کو ایک جماعت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں امارت بدل چکی تھی۔ اور سابق امیر اور اس کے ایک دو ساتھی نئے امیر کی پوری طرح اطاعت نہیں کرتے تھے۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ امارت ہمارا پیدائشی حق ہے جو کسی اور کو دے دیا گیا ہے۔ محترم چوہدری صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سابق امیر اور اسکے ساتھیوں کو کہا کہ دیکھو ایک لمبا عرصہ آپ نے یہاں امارت کی ہے اب خدا تعالیٰ تمہیں ماتحت رکھ کر آزمانا چاہتا ہے کہ تم اپنے امیر کی کیسے اطاعت کرتے ہو؟ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ جس طرح یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں لوگ آپ کی اطاعت کریں اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کا عمل اس پر شاہد ہے کہ اگر آپ پر کوئی اور امیر مقرر کیا جائے تو آپ اس کی اطاعت میں خوشی اور انبساط محسوس کرتے ہیں۔

آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ مسجد دارالذکر جیسی عظیم الشان مسجد کی تعمیر ہے۔ ’’حقیت پسند پارٹی‘‘ کے فتنہ کو کچل کر رکھ دینا بھی آپ کا ایک کارنامہ ہے۔

جناب چوہدری صاحب کا کام ’’کشمیر کمیٹی‘‘ کے ماتحت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جب ہندوستان کے مسلمان لیڈروں نے ’’کشمیر کمیٹی‘‘ کا صدر چن لیا تو ان کشمیری مظلومین کے مقدمات کی پیروی کرنے کے لئے جن پر ریاست کی طرف سے مقدمات چل رہے تھے حضور نے احمدی وکلاء کو کشمیر جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ان وکلاء میں ایک جناب چوہدری صاحب بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے پہلا کام یہ کروایا کہ ریاستی قانون کے مطابق یہ ضروری تھا کہ اگر کوئی وکیل باہر سے ریاست میں جا کر کسی مقدمہ کی پیروی کرے تو اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ پہلے ماتحت عدالت میں دو روپیہ کے کاغذ پر درخواست دے اور بیس روپیہ فیس

ادا کرے۔ پھر عدالت اپیل اوّل اور ہائی کورٹ میں بھی بائیس بائیس روپے ادا کرے۔ گویا ایک معمولی سے مقدمہ کے لئے بھی چھیاسٹھ روپے ادا کرنے پڑتے تھے۔ اس قانون کی اطلاع جب محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچائی تو حضور نے اس قانون کو منسوخ کرانے کے لئے محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کو دو مرتبہ جموں بھجوایا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چیف جسٹس کی سفارش پر اپریل ۱۹۳۲ء میں مہاراجہ کشمیر نے بیرونی وکلاء پر عائد شدہ پابندیاں دور کر دیں۔ اس عظیم الشان خدمت کے علاوہ آپ نے جموں اور میر پور میں بھی بہت سی قانونی خدمات سرانجام دیں۔ میر پور کے مقدمہ میں محترم میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ کی پیروی سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسلمان مجرموں کو بری کروایا اور جن چھ مجرموں کو سزا ہوئی جناب چوہدری صاحب موصوف کی پیروی سے پانچ کو بری قرار دیا گیا اور ایک کی سزا میں تخفیف کر دی گئی۔

ریاستی حکام نے آپ کو بھی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ریاست چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ میں نے کوئی غیر قانونی اقدام نہیں کیا۔ اس لئے اگر ریاست کے حکام مجھے نکالنا چاہتے ہیں تو مجھے زبردستی اٹھا کر ریاست سے باہر چھوڑ آئیں یا پھر مجھ پر مقدمہ چلایا جائے۔ چنانچہ ریاست کو نوٹس واپس لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ [۱۷۶]

اب میں اس سلسلہ میں ایک آخری بات لکھ کر اس حصہ مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مصلح موعودؓ کی نگاہ میں آپ کا کیا مقام ہے؟ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے بارہ میں پہلے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک رویا درج کیا جا چکا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہی رؤیا جو دوسری مرتبہ حضور نے بیان کی۔ اس کا یہاں اندراج کیا جائے۔

حضور نے کراچی میں ایک خطبہ جمعہ کے دوران میں بیان فرمایا:

''یہاں کی جماعت اپنی جدوجہد اور قربانی کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کچھ اس میں اس بات کا بھی دخل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بعض خاندانوں کو دین کی خدمت کا موقعہ عطا فرما دیتا ہے اور ان کی وجہ سے جماعت ترقی کر جاتی ہے۔ سترہ اٹھارہ سال کی بات ہے۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوں اور میرے سامنے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب لیٹے ہوئے ہیں اور گیارہ بارہ سال کی عمر کے معلوم ہوتے

ہیں۔ان کے دائیں بائیں چوہدری عبداللہ خاں صاحب اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیٹھے ہیں اور ان کی عمریں بھی آٹھ آٹھ نو نو سال کے بچوں کی سی معلوم ہوتی ہیں۔تینوں کے منہ میری طرف ہیں اور تینوں مجھ سے باتیں کر رہے ہیں اور بڑی محبت سے میری باتیں سن رہے ہیں۔اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اور جس طرح فراغت کے وقت ماں باپ اپنے بچوں سے باتیں کرتے ہیں۔اسی طرح میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔ .... چنانچہ اس رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو جماعت کا کام کرنے کا موقع دیا اور لاہور کی جماعت نے ان کی وجہ سے خوب ترقی کی۔اس کے بعد چوہدری عبداللہ خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کراچی میں کام کرنے کی توفیق دی اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب آج کل لاہور کی جماعت کے امیر ہیں'' ۱۷۷

آپ ۱۹۵۴ء سے لیکر اب تک برابر جماعت لاہور کے امیر چلے آتے ہیں۔اس عرصہ میں بہت سے احباب آپ کی مجلس عاملہ کے ممبر رہے۔ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ان کے اسماء گرامی درج کر دیئے جائیں۔

مکرم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے نائب امیر	مکرم قاضی محمود احمد صاحب
مکرم ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب نائب امیر	مکرم مولوی برکت علی صاحب لائق ؓ
مکرم حضرت خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر	مکرم ملک عبدالمالک خاں صاحب
مکرم چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہر یکے ٹرانسپورٹ	مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر
مکرم شیخ محمود الحسن صاحب	مکرم بابو انشاء اللہ خاں صاحب
مکرم شیخ نور احمد صاحب	مکرم خالد ہدایت صاحب بھٹی
مکرم ڈاکٹر عبیداللہ خاں صاحب	مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب
مکرم ملک فضل کریم صاحب	مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب
مکرم چوہدری فتح محمد صاحب	مکرم ٹھیکیدار محمد شریف صاحب
مکرم سید بہاول شاہ صاحب	مکرم مرزا محمد اسلم صاحب
مکرم ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب

مکرم قریشی محمود احمد صاحب معتبر
مکرم ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی
مکرم شیخ عبدالحق صاحب انجینئر
مکرم بابو محمد شفیع صاحب
مکرم شیخ عبدالحمید صاحب شملوی
مکرم چوہدری نور احمد خاں صاحب
مکرم بابو فضل دین صاحب
مکرم میاں محمد یحییٰ صاحب
مکرم ماسٹر محمد ابرہیم صاحب
مکرم شیخ ریاض محمود صاحب
مکرم مولوی عبدالحکیم صاحب
مکرم چوہدری محمد اشرف صاحب
مکرم شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری

مبلغین و مربیان لاہور

لاہور میں جن مبلغین و مربیان کو کام کرنے کا موقعہ ملا۔ ان میں اوّلیت کا سہرا حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے سر ہے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں ایک لمبا عرصہ کام کیا ہے۔ غیر مبائعین کے فتنہ کے ازالہ میں آپ نے دن رات انتھک محنت اور کوشش کی۔ آپ کا عالمانہ اور عارفانہ درس خاص شہرت رکھتا تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی بھی تھے اور علم لدنی سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔

آپ کے بعد محترم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا اور محترم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی حال مبلغ مغربی افریقہ کو لاہور میں اصلاح و ارشاد کے کام کی توفیق ملی۔

اوّل الذکر وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مبلغین کلاس پاس کرنے کے معاً بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر بخارا کا رخ کیا اور جاتے ہی گرفتار کر لئے گئے۔ اڑھائی سال تک قید میں روسی حکومت کے جبر و تشدد کا شکار رہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے فصل سے رہائی پا کر واپس قادیان پہنچے۔ جب ذرا صحت بحال ہوئی تو احباب اور بزرگوں کے زور دینے پر روس میں قید و بند کے حالات پر ایک کتاب ''آپ بیتی'' لکھی جو بیحد مقبول ہوئی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ کچھ عرصہ آپ نے لاہور میں بھی بحیثیت مبلغ کام کیا ہے۔ آج کل آپ مرکز میں نظارت اصلاح و ارشاد کے ماتحت شعبہ رشتہ ناطہ کے انچارج ہیں۔ **اللّٰھم متعنا بطول حیاته.**

محترم مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی بھی جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے ہیں۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس جن مبلغین نے ٹریننگ حاصل کی آپ ان میں سے ایک ہیں۔ کچھ عرصہ آپ نے بھی لاہور میں بحیثیت مبلغ گذارا ہے۔ آپ کو عربی ادب کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ آپ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں پڑھاتے بھی رہے ہیں۔ آج کل آپ تحریک جدید کی طرف سے مغربی افریقہ کے ملک گیمبیا میں تبلیغ احمدیت و اسلام کے کام پر مامور ہیں۔

ان بزرگوں کے بعد خاکسار کو تقسیم ملک سے قبل اور تقسیم ملک کے بعد تین چار سال کام کرنے کی توفیق ملی۔ ان ایام میں چونکہ دارالتبلیغ لاہور کا بجٹ آج کل سے دگنا تھا۔ اس لئے ہر ماہ کوئی نہ کوئی تبلیغی ٹریکٹ خاکسار شائع کرتا رہتا تھا۔ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ جس کے ملحقہ مکان میں اب خاکسار کی رہائش ہے جماعت کی جامع مسجد کہلاتی تھی اور یہ وہ مبارک مسجد ہے جس میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور جماعت کی دیگر بزرگ ہستیوں نے نمازیں پڑھیں' خطبات دیئے اور جلسوں سے خطاب کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں گو یہ مسجد نہیں تھی مگر چونکہ یہ جگہ اور اس کے اردگرد کی جگہ میاں فیملی کی مملکت تھی اس لئے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی کئی تقاریر ان مقامات پر ہوئیں اس لئے یہ مسجد خاص اہمیت رکھتی ہے۔

مسجد سے ملحقہ مکان جس میں خاکسار کی رہائش ہے تقسیم ملک سے قبل موجودہ شکل میں نہیں تھا۔ ایک برآمدہ اور سامنے ایک دو کمرے تھے۔ مگر ۱۹۴۶ء میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور نے اسے گرا کر نیا مکان بنانے کا فیصلہ کیا جس کی تفصیل پہلے کسی مقام میں گذر چکی ہے۔

دوسری مرتبہ ۱۹۵۴ء میں جب خاکسار کا یہاں تبادلہ ہوا' اس وقت بجٹ کی کمی کی وجہ سے باقاعدہ اور مسلسل تبلیغی ٹریکٹ تو شائع نہیں کئے جا سکے مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں سلسلہ کی تاریخ سے متعلق چند ایسی کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی جو موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ اعنی ''حیات طیبہ''۔ ''حیات نور'' اور ''حیات بشیر''۔ اس سلسلہ کی چوتھی کتاب اب دوستوں کے ہاتھ میں ہے۔

خاکسار کے عرصہ قیام میں بطور معاون محترم مولوی محمد اشرف صاحب ناصر اور محترم راجہ خورشید احمد صاحب منیر نے اور برائے ٹریننگ محترم مرزا محمد سلیم صاحب اختر' محترم سید شمس الحق صاحب اور محترم مولوی مبارک احمد صاحب جمیل نے قابل قدر کام کیا۔ آخر الذکر کو عرصہ ٹریننگ گذارنے کے بعد

یہاں ہی بطور معاون مقرر کر دیا گیا ہے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نو جوان بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ اب چونکہ جماعت بڑھ چکی ہے۔اس لئے شہر کو مندرجہ ذیل ۲۴ حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔سلطان پورہ ۲۔اسلامیہ پارک ۳۔مزنگ ۴۔نیلا گنبد ۵۔باغبانپورہ ۶۔قلعہ لچھمن سنگھ ۷۔سمن آباد ۸۔سول لائنز ۹۔سنت نگر ۱۰۔مغلپورہ گنج ۱۱۔بھاٹی گیٹ ۱۲۔ دارالذکر ۱۳۔وحدت کالونی ۱۴۔دھرم پورہ ۱۵۔مصری شاہ ۱۶۔والٹن ۱۷۔لاہور چھاؤنی ۱۸۔رحمٰن پورہ ۱۹۔راج گڑھ ۲۰۔کینال پارک ۲۱۔ماڈل ٹاؤن ۲۲۔محمد نگر ۲۳۔پرانی انارکلی اور ۲۴۔دہلی دروازہ

ان چوبیس حلقوں میں خاکسار اور محترم مبارک احمد صاحب جمیل، محترم جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے تیار کردہ پروگرام کے ماتحت دورے کرتے ہیں۔دارالتبلیغ میں جو غیراز جماعت معززین تشریف لاتے ہیں۔انہیں سلسلہ سے متعلق معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ مطالعہ کے لئے لٹریچر دیتے ہیں اور شہر کے معززین سے ملاقاتیں کر کے انہیں پیغام حق پہنچاتے ہیں۔ **فالحمدلله علیٰ ذالک.**

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اب شہر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کی آبادی بہت بڑھ چکی ہے۔جمعہ اور عیدین کے لئے بھی سب احباب ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔نماز جمعہ دارالذکر، مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ، اسلامیہ پارک، مغل پورہ گنج، ماڈل ٹاؤن اور شاہدرہ میں ہوتی ہے۔عیدین کی نماز کا بڑا اجتماع منٹو پارک میں ہوتا ہے مگر مغل پورہ گنج، شاہدرہ اور ماڈل ٹاؤن میں بھی عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں۔

آج کل خدا تعالیٰ کے فضل سے شہر میں احمدیوں کی آبادی دس ہزار سے کہیں زیادہ ہے بلکہ یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ پاکستان بھر میں ربوہ کے بعد احمدیوں کی سب سے زیادہ آبادی لاہور میں ہے۔اور لاہوری فریق جن کا مرکز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہے شہر بھر میں بمشکل چند سو افراد پر مشتمل ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا میں لاہوری فریق کی آبادی اتنی نہیں جتنی احمدیوں کی آبادی صرف لاہور شہر میں ہے۔**فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک**۔فریق لاہور کے سالانہ جلسہ کی حاضری مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں جمعہ کی حاضری سے بھی کم ہوتی ہے اور ہماری مسجد دارالذکر میں جمعہ کی حاضری تو ان کے سالانہ جلسہ کی حاضری سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کے بلند بانگ دعوے دار اس فریق کے مرکزی دفتر اور مسجد کے علاقے میں جب کوئی تحقیق کی غرض سے داخل ہوتا ہے تو روحانی

لحاظ سے ایک اجاڑ منظر اس کو بدظن کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ گذشتہ سالانہ جلسہ پر سب سے زیادہ حاضری ایک مشہور و معروف غیر احمدی مقرر کے وقت تھی جو ۳۰۰ اور ۳۵۰ کے درمیان تھی۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

فہرست مرکزی عہدیداران جماعت احمدیہ لاہور ۶۶۔۱۹۶۵ء

نوٹ: امراء کا انتخاب تین سال کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے مرکزی عہدیداران کا انتخاب گذشتہ سال ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر ہندوستان کے پاکستان پر حملہ کے باعث ملتوی ہو گیا۔ اس سال بھی ابھی تک مجلس انتخاب کی منظوری مرکز سے نہیں آئی اس لئے پرانے عہدیداران کے نام درج کئے جا رہے ہیں:

امیر: چوہدری اسداللہ خاں صاحب ۳۲۔ ایلگن روڈ لاہور چھاؤنی

نائب امیر: حضرت خان صاحب میاں محمد یوسف ۲۸۱ فیروز پور روڈ دارالبرکات نزد ماڈل ٹاؤن

نائب امیر: چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہر یکے ٹرنسپورٹ

سیکرٹری مال: بابو محمد شفیع صاحب مکان نمبر ۱۸ گلی نمبر ۶ نیا دھرم پورہ

سیکرٹری اصلاح وارشاد: ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی نمبر ۱۷۔ ارجن روڈ کرشن نگر

سیکرٹری تعلیم: ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب ۵۔ بی بہاولپور ہاؤس

سیکرٹری امور عامہ: چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہر یکے ٹرانسپورٹ دفتر سرائے سلطان لاہور

سیکرٹری وصایا: چوہدری نور احمد خاں صاحب۔ ۶۳ گوبند رام سٹریٹ گوالمنڈی لاہور

سیکریٹری ضیافت: ماسٹر محمد ابراہیم صاحب۔ چراغ سٹریٹ نمبر ۳۔ بیرون دہلی دروازہ

سیکرٹری رشتہ ناطہ: میاں عبدالحکیم صاحب ۲۴۔ میکلوڈ روڈ

سیکرٹری تحریک جدید: میاں محمد یحیٰی صاحب ایم موسیٰ اینڈ سنز نیلا گنبد

سیکرٹری وقف جدید: قریشی محمود احمد صاحب معتبر ویشنو گلی ۱۲۷۔ مکان ۸۹ نسبت روڈ لاہور

سیکرٹری تالیف وتصنیف: شیخ عبدالقادر صاحب لائکپوری حالی سٹریٹ اسلامیہ پارک

سیکرٹری زراعت: ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب ۱۔ بی بہاولپور ہاؤس

سیکرٹری امور خارجہ: چوہدری بشیر احمد صاحب ۱۳۴۔ ماڈل ٹاؤن
فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ: سید حضرت اللہ پاشا صاحب سلمان سٹریٹ ۳۔ اسلامیہ پارک لاہور
آڈیٹر: سید حضرت اللہ پاشا صاحب سلمان سٹریٹ ۳۔ اسلامیہ پارک لاہور
زعیم اعلیٰ انصار اللہ: شیخ عبد الحق صاحب انجینئر ۱۰۱۔ میو روڈ لاہور
قائد مجلس خدام الاحمدیہ: شیخ ریاض محمود صاحب ۳۵۔ ہائیڈ مارکیٹ جی۔ ٹی روڈ لاہور

شکریہ

میں اس موقعہ پر محترم جناب شیخ عبد الحمید صاحب شملوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے تعاون سے مجھے جملہ عہدیداروں کی فہرست یکجا طور پر میسر آ گئی۔ محترم شیخ صاحب موصوف جماعت لاہور کے مرکزی دفتر کے انچارج ہیں۔ یہ دفتر محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے زمانہ امارت کے آخری سالوں میں قائم کیا تھا جو ابتک ان کی کوٹھی ہی میں چلا آ رہا ہے اور نہایت مفید کام سرانجام دے رہا ہے۔ محترم شیخ عبد الحمید صاحب کے نائب محترم مولوی نذیر احمد صاحب راجوری ہیں۔ دونوں کارکن نہایت اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔

نوٹ ا: نئے سال یعنی ۶۷-۱۹۶۶ء کے لئے حلقوں کے عہدیداروں کے انتخابات ہو چکے ہیں اور محترم جناب امیر صاحب انہیں منظور بھی فرما چکے ہیں۔ یہ فہرست درج ذیل ہے:

عہدیداران برائے ۶۷-۱۹۶۶ء

حلقہ سمن آباد

صدر: چوہدری منور لطف اللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ۔ ۵۵۸۔ این نزد نیو مارکیٹ سمن آباد
سیکرٹری امور عامہ: شیخ فضل احمد صاحب ۴۸۶۔ این سمن آباد
سیکرٹری مال: ملک منظور احمد صاحب مکان ا۔ گلی ۵۵ بر سر مشرقی مین روڈ
سیکرٹری اصلاح و ارشاد: شیخ بشیر احمد صاحب ۴۸۶ این سمن آباد
سیکرٹری تعلیم: میاں عبد السلام صاحب ظافر بنک کالونی

سیکرٹری وصایا: سید اعجاز احمد صاحب اعجاز
سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: چوہدری عطاء الرحمٰن صاحب
سیکرٹری تحریک جدید: چوہدری عبدالحمید صاحب سمن آباد
سیکرٹری وقف جدید: میاں بشارت احمد صاحب بنک کالونی سمن آباد
آڈیٹر: چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔اے ۳۰۱۔این سمن آباد

۲۔حلقہ رحمان پورہ

صدر وآڈیٹر: شیخ محمد اکرم صاحب مکان ۶۔گلی ۲۶۔رحمان پورہ
سیکرٹری امور عامہ: چوہدری محمود احمد صاحب معرفت ڈاکٹر ظفر غوری صاحب سلطان احمد روڈ
سیکرٹری مال: ملک عبدالقادر صاحب مکان ۲ گلی ۲
سیکرٹری اصلاح وارشاد: چوہدری نثار احمد صاحب ورک ایڈووکیٹ مکان ا۔گلی ۲ محمد پورہ، اچھرہ لاہور
سیکرٹری تحریک جدید: چوہدری شمس الدین صاحب کچی بستی شاہ جمال۔اچھرہ لاہور
سیکرٹری وقف جدید: میاں محمد خان صاحب مکان ۴۶ ذیلدار روڈ، قمر دین کٹری اچھرہ لاہور

۳۔حلقہ بھاٹی گیٹ

صدر: میاں محمد صدیق صاحب شاکر مکان ۱۴۱/اے بازار حج محمد لطیف اندرون بھاٹی گیٹ
سیکرٹری امور عامہ: حکیم سراج الدین صاحب محلّہ پٹرنگاں۔اندرون بھاٹی گیٹ
سیکرٹری مال: مرزا اصلاح الدین صاحب مکان ۲۵۹/بی
سیکرٹری اصلاح وارشاد: میاں غلام نبی صاحب مکان ۱۴۱/اے بازار حج محمد لطیف اندرون بھاٹی گیٹ
سیکرٹری تعلیم: مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۸۷۔بی محلّہ پٹرنگاں
سیکرٹری وصایا: حکیم حفیظ الرحمٰن صاحب ۱۷۸۔نیوراوی ارک
سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: ڈاکٹر محمد اشرف صاحب ۲۵۹۔پی
سیکرٹری تحریک جدید: ماسٹر حسن دین صاحب ۲۰۷ نیوراوی پارک
سیکرٹری وقف جدید: مرزا محمد احمد صاحب ۲۵۹ بی محلّہ پٹرنگاں اندرون بھاٹی گیٹ

۴۔حلقہ دہلی دروازہ

صدر: ڈاکٹر احمد علی صاحب مکان ۱۱۵۲۔ایف محلّہ سرین۔اعظم مارکیٹ لاہور

سیکرٹری جنرل: میاں بشیر الدین صاحب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ

سیکرٹری امور عامہ: میاں غلام حسین صاحب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ

سیکرٹری مال: میاں منور احمد صاحب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروزاہ

سیکرٹری اصلاح وارشاد: میاں بشیر الدین صاحب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ

سیکرٹری تعلیم: شیخ عبدالہادی صاحب مسجد بیرون دہلی دروازہ

سیکرٹری وصایا: میاں عبدالرحمٰن صاحب راحت ۶۵۵۔ایچ کوچہ حسین شاہ چوک مسجد وزیر خاں

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: ڈاکٹر محمود احمد صاحب c/o حضرت حافظ عبدالجلیل صاحب اندرون موچی دروازہ

سیکرٹری تحریک جدید: میاں عبدالواحد صاحب

سیکرٹری وقف جدید: عبدالرشید صاحب

آڈیٹر: میاں محمد سعید صاحب

۵۔حلقہ پرانی انارکلی

صدر: میاں اکبر علی صاحب ۱۶۔نابھہ روڈ پرانی انارکلی

سیکرٹری امور عامہ: مرزا محمد شفیع صاحب مکان ۵۔مکندسٹریٹ پرانی انارکلی

سیکرٹری مال: میاں عبدالقیوم صاحب فاروقی مکان ۱۶۔بھگوان سٹریٹ پرانی انارکلی

سیکرٹری اصلاح وارشاد: میاں محمد صادق صاحب ۱۳/۳۔ لاج روڈ پرانی انارکلی

۶۔حلقہ سول لائنز

صدر: چوہدری نور احمد صاحب ۶۳۔گوبندرام سٹریٹ گوالمنڈی لاہور

جنرل سیکرٹری: قریشی محمود احمد صاحب معتبر ویشنو گلی ۱۶۷ مکان ۸۹ نسبت روڈ

سیکرٹری امور عامہ: چوہدری غلام مجتبیٰ صاحب ۴۔میکلوڈ روڈ

سیکرٹری مال: ملک عبدالمالک خان صاحب ۴۳عبدالکریم روڈ لاہور

سیکرٹری اصلاح وارشاد: شیخ شان محمد صاحب بی۔اے مہابیر سٹریٹ بیڈن روڈ

سیکرٹری تعلیم: سیدنعیم احمد شاہ صاحب شفا میڈیکو لاہور

سیکرٹری وصایا: میاں عبدالواحد خان صاحب سیمنٹ بلڈنگ لاہور

سیکرٹری ضیافت: چوہدری امیرالدین صاحب سیمنٹ بلڈنگ لاہور

سیکرٹری رشتہ ناطہ وزکوٰۃ: بابوفقیراللہ صاحب ۱۰مہابیر سٹریٹ بیڈن روڈ

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: قریشی مسعوداحمد صاحب گلی ۱۲۷مکان ۸۹نسبت روڈ

سیکرٹری تحریک جدید: سردارعبدالسمیع صاحب ۱۷میکلوڈ روڈ

سیکرٹری وقف جدید: سردارعبدالرشید صاحب ملت ہسپتال ایبٹ روڈ

آڈیٹر: چوہدری عنایت اللہ صاحب۔ملت ہسپتال ایبٹ روڈ

محاسب: عبداللطیف صاحب جودھامل بلڈنگ

۷۔حلقہ کینال پارک

صدر: قاضی عطاءالرحمٰن صاحب قریشی ۱۔کینال پارک گلبرگ کالونی لاہور

سیکرٹری امورعامہ: میاں مجیداحمد صاحب بٹ کوارٹر ۵۶مینٹل ہسپتال لاہور

سیکرٹری تعلیم: شیخ جمیل احمد رشید صاحب ۳۷۔پی گلبرگ لاہور

سیکرٹری تحریک جدید: میاں مجیداحمد صاحب بٹ کوارٹر ۵۶مینٹل ہسپتال لاہور

سیکرٹری وقف جدید: میاں مجیداحمد صاحب بٹ کوارٹر ۵۶مینٹل ہسپتال لاہور

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: شیخ غلام یزدانی صاحب ٹیکسیشن کالونی گلبرگ لاہور

۸۔حلقہ اسلامیہ پارک

صدر: چوہدری عبدالرحیم صاحب ۱۵۔انور سٹریٹ اسلامیہ پارک

سیکرٹری جنرل: سیدحضرت اللہ پاشا صاحب ۳ سلمان سٹریٹ

سیکرٹری امورعامہ: چوہدری عبدالرشید صاحب ۱۵۔انور سٹریٹ اسلامیہ پارک

سیکرٹری مال: چوہدری عبدالمالک صاحب ۱۵۔انور سٹریٹ اسلامیہ پارک

سیکرٹری اصلاح وارشاد: شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری حالی سٹریٹ

سیکرٹری تعلیم: میاں عبدالوہاب صاحب

سیکرٹری وصایا: چوہدری عبدالسمیع صاحب

سیکرٹری ضیافت: چوہدری حمد الٰہی صاحب

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: مرزا عزیز احمد صاحب

سیکرٹری تحریک جدید: ملک بشیر احمد صاحب ۳۶۔ڈی گورنمنٹ کوارٹر چوبرجی لاہور

سیکرٹری وقف جدید: چوہدری احمد حیات صاحب

محاسب: چوہدری محمد اسلم صاحب

۹۔حلقہ راج گڑھ

صدر: چوہدری محمد ابراہیم صاحب کشن سٹریٹ مکان ۱۸ پریم نگر

سیکرٹری جنرل: میاں مصباح الدین صاحب ۵۶ کوپر ہوسٹل چوبرجی لاہور

سیکرٹری امور عامہ: عبدالرشید صاحب بنگوی

سیکرٹری مال: چوہدری عبدالوہاب صاحب محلّہ رام نگر شنکر سٹریٹ مکان ۲۱ راج گڑھ

سیکرٹری اصلاح وارشاد: راجہ نذیر علی صاحب

سیکرٹری تعلیم: میاں عبداللطیف صاحب

سیکرٹری وصایا: قریشی محمد عمر صاحب مکان ۴۱ گلی ۲۰ رام نگر چوک راج گڑھ روڈ لاہور

سیکرٹری تحریک جدید: میاں منیر احمد صاحب قریشی

سیکرٹری وقف جدید: میاں منیر احمد صاحب قریشی

آڈیٹر: میاں غلام مصطفیٰ صاحب ۵۶ کوپر ہوسٹل نزد چوبرجی لاہور

۱۰۔حلقہ والٹن

صدر: سید اعزاز علی شاہ صاحب

سیکرٹری مال: سید اعزاز علی شاہ صاحب
سیکرٹری امور عامہ: ماسٹر منظور احمد صاحب
سیکرٹری تحریک جدید: مستری ولی محمد صاحب
سیکرٹری وقف جدید: مستری ولی محمد صاحب
سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: مستری ولی محمد صاحب
سیکرٹری اصلاح وارشاد: مستری صدر الدین صاحب
سیکرٹری تعلیم وتربیت: میاں عبدالرحمٰن خان صاحب

۱۱۔حلقہ سنت نگر

صدر: ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی
سیکرٹری مال: چوہدری سلیم احمد صاحب
سیکرٹری اصلاح وارشاد: ملک عبدالحمید صاحب
سیکرٹری جنرل: ملک محمد خاں صاحب
سیکرٹری امور عامہ: چوہدری محمد ابراہیم صاحب
سیکرٹری تحریک جدید: میاں تیمور احمد صاحب چغتائی
سیکرٹری وقف جدید: چوہدری الطاف حسین صاحب
سیکرٹری ضیافت: شیخ احمد حسن صاحب
سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: ملک عبدالجلیل صاحب عشرت
سیکرٹری تعلیم: میاں عبدالحق صاحب بٹ
سیکرٹری وصایا: قاضی محمد عطاء اللہ صاحب
سیکرٹری رشتہ ناطہ: ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی
آڈیٹر: میاں اسحٰق منصور صاحب

۱۲۔حلقہ سلطان پورہ

صدر: چوہدری بشیر احمد صاحب مکان ۸ گلی ۱۷ اسوامی نگر احاطہ تیزاب نزد پرانی گیس فیکٹری

سیکرٹری جنرل: میاں عبیدالرحمٰن صاحب ارشد ۱۸۔ بی شمس بلڈنگ سلطان پورہ روڈ لاہور

سیکرٹری مال: میاں سلیم اختر صاحب نزد چوہدری سوپ فیکٹری چاہ میراں خورد

سیکرٹری امور عامہ: میاں محمد رشید صاحب ایڈووکیٹ کوٹھی ۳۰۱۔اے نزد ریلوے گودام بالمقابل جی۔ٹی روڈ

سیکرٹری وصایا: صوفی محمد رفیق صاحب کوٹھی ۳۰۱۔اے نزد ریلوے گودام بالمقابل جی۔ٹی روڈ

سیکرٹری اصلاح وارشاد: شیخ ریاض محمود صاحب ۳۵۔جی۔ٹی روڈ بالمقابل مین گیٹ ریلوے گودام

سیکرٹری تحریک جدید: چوہدری خدابخش صاحب ۸ بھارت نگر

سیکرٹری وقف جدید: بابو محمد اسحاق صاحب مکان ۷۔اے ۱۰ عثمانیہ سٹریٹ نولکھا پارک فیض آباد

سیکرٹری تعلیم: چوہدری سلطان علی صاحب مکان ۱۱۔محمد یہ سٹریٹ ۷ مکھن پورہ نزد چاہ میراں

آڈیٹر: چوہدری رشید احمد صاحب مکان ۸ گلی ۷ اسوامی نگر احاطہ تیزاب

۱۳۔حلقہ محمد نگر

صدر: ملک فضل کریم صاحب

سیکرٹری مال: مرزا محمد امین صاحب

سیکرٹری اصلاح وارشاد: میاں عزیز احمد صاحب

سیکرٹری امور عامہ: چوہدری فتح محمد صاحب

سیکرٹری تعلیم: خواجہ محمد اکرم صاحب

سیکرٹری تحریک جدید: ملک عبدالمالک صاحب

سیکرٹری وقف جدید: ملک عبدالمالک صاحب

سیکرٹری وصایا: چوہدری بشیر احمد صاحب

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: چوہدری بشیر احمد صاحب

۱۴۔حلقہ باغبانپورہ

صدر: ماسٹر فیض الرحمٰن صاحب

سیکرٹری مال: میاں جلال الدین صاحب معرفت مستری محمد دین صاحب فہمی سٹریٹ ۱۰۔اے مکان ۶ شالا مارٹاؤن

سیکرٹری اصلاح وارشاد: چوہدری بشیر احمد صاحب باجوہ۔ باجوہ پلاسٹک ورکس شالا مارٹاؤن لاہور

سیکرٹری تحریک جدید: بابو عبدالرحمٰن صاحب کٹری رام لعل ۱۵۷۔ جی۔ٹی روڈ باغبانپورہ

سیکرٹری وقف جدید: بابو عبدالرحمٰن صاحب کٹری رام لعل ۱۵۷۔ جی۔ٹی روڈ باغبانپورہ

۱۵۔حلقہ مغلپورہ گنج

صدر: چوہدری غلام رسول صاحب گلی ۳ مکان ۱۶۳ افضل منزل گنج مغلپورہ

نائب صدر: میاں عبدالحکیم صاحب مکان ۱۰ گلی ۱۶ گنج مغلپورہ

سیکرٹری جنرل: مولوی نذیر احمد صاحب مکان ۱۴۱ رام گڑھ کالونی

سیکرٹری امور عامہ: خورشید احمد صاحب مکان ۲ گلی ۱۴ گنج مغلپورہ

سیکرٹری مال: چوہدری غلام محمد صاحب پرویز نزد فضل عمر لائبریری گلی ۱۴

سیکرٹری اصلاح وارشاد: چوہدری حیات محمد صاحب مکان ۴۰ گلی ۲۳

سیکرٹری تعلیم: چوہدری بشیر احمد صاحب گورائیہ معرفت مسجد احمدیہ

سیکرٹری وصایا: ملک منور احمد صاحب جاوید

سیکرٹری ضیافت: میاں محمد اسماعیل صاحب ڈار

سیکرٹری رشتہ ناطہ: چوہدری بشیر احمد صاحب مہار

سیکرٹری تحریک جدید: میاں غلام نبی صاحب قمر

سیکرٹری وقف جدید: چوہدری محمد خاں صاحب

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن: چوہدری محمود احمد صاحب ایم۔ایس۔سی معرفت مسجد احمدیہ گنج مغلپورہ

آڈیٹر: چوہدری عبدالحمید صاحب نبی پور نزد گنج مغلپورہ

۱۶۔حلقہ دارالذکر

صدر: شیخ عبدالحق صاحب انجینئر ۱۰۱ میوروڈ لاہور

سیکرٹری امور عامہ: اخوند فیاض احمد صاحب ۲۔ مفتی سٹریٹ گڑھی شاہو
سیکرٹری مال و اصلاح وارشاد: شیخ احمد علی صاحب ۱۲۔ اے دل فزا سٹریٹ ۳۹ گڑھی شاہو
سیکرٹری تعلیم و تالیف وتصنیف: ماسٹر عزیز احمد صاحب مسجد دارالذکر میو روڈ
سیکرٹری وصایا، تحریک جدید، وقف جدید: شیخ عبدالحق صاحب ۱۰۱ میو روڈ

۱۷۔ حلقہ وحدت کالونی

صدر: چوہدری ولی محمد صاحب وینس کوارٹر ۱۴۔ پی وحدت کالونی
سیکرٹری مال: رانا عبدالکریم صاحب کوارٹر ۱۸۔ آئی وحدت کالونی
سیکرٹری اصلاح وارشاد، تعلیم، وصایا: چوہدری خالد احمد صاحب کوارٹر ۱۔ کیو وحدت کالونی
سیکرٹری ضیافت، رشتہ ناطہ: چوہدری خالد احمد صاحب کوارٹر ۱۔ کیو وحدت کالونی
سیکرٹری تحریک جدید، وقف جدید: حکیم قدرت اللہ صاحب کوارٹر ۲۔ پی وحدت کالونی
آڈیٹر: چوہدری انور علی صاحب کوارٹر ۱۱۔ ڈی وحدت کالونی

۱۸۔ حلقہ نیلا گنبد لاہور

صدر: قاضی محمود احمد صاحب پروپرائیٹر راجپوت سائیکل ورکس محبوب عالم اینڈ سنز
سیکرٹری مال، وقف جدید، تحریک جدید: میاں محمد یحییٰ صاحب مالک سائیکل ہاؤس نیلا گنبد لاہور
سیکرٹری اصلاح وارشاد: ملک نصر اللہ خاں صاحب ۱۔ یونگ روڈ لاہور
سیکرٹری امور عامہ: میاں عبدالحمید صاحب۔ ایم موسیٰ اینڈ سنز نیلا گنبد لاہور
سیکرٹری تعلیم و فضل عمر فاؤنڈیشن: ڈاکٹر عمر الدین صاحب ڈی۔ ایم۔ ایس میو ہسپتال لاہور

۱۹۔ حلقہ ماڈل ٹاؤن

صدر: حضرت الحاج میاں محمد یوسف صاحب ۲۸۱ فیروز پور روڈ کوٹھی دارالبرکات نزد ماڈل ٹاؤن
سیکرٹری جنرل: مولوی عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی فلیٹ نمبر ے سی بلاک۔ مارکیٹ ماڈل ٹاؤن
سیکرٹری مال: قریشی قمر احمد صاحب ۴۹۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور
سیکرٹری اصلاح وارشاد: مولوی عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی فلیٹ نمبر ے سی بلاک۔ مارکیٹ ماڈل ٹاؤن

سیکرٹری تحریک جدید: میاں غلام بھیک خان صاحب ۹۰ ڈی ماڈل ٹاؤن

سیکرٹری وقف جدید: میاں غلام بھیک خان صاحب ۹۰ ڈی ماڈل ٹاؤن

۲۰۔ جماعت شاہدرہ

جماعت شاہدرہ گو انتظامی لحاظ سے شہر میں شامل نہیں مگر لاہور کارپوریشن میں شامل ہے۔ لہٰذا اس جماعت کے عہدیداروں کی فہرست بھی شائع کی جاتی ہے۔ مؤلف

صدر: ماسٹر غلام محمد صاحب محلّہ صرافاں مکان ۲ گلی ۴ شاہدرہ ٹاؤن

سیکرٹری جنرل: میاں محمد یعقوب صاحب

سیکرٹری مال: ماسٹر ممتاز احمد صاحب نمبر ۶۴ مین بازار شاہدرہ ٹاؤن

سیکرٹری اصلاح وارشاد: میاں الطاف احمد خاں صاحب

سیکرٹری تعلیم: میاں محمد یعقوب صاحب

سیکرٹری وصایا: بابو چراغ دین صاحب

محاسب: چوہدری علی حسن صاحب

آڈیٹر: چوہدری الطاف حسن صاحب

نوٹ ۲: لاہور شہر کے چند حلقوں کا انتخاب ابھی تک نہیں ہوا۔ اس لئے مجبوراً ان حلقوں کے عہدیداروں کی فہرست نہیں دی جارہی۔ اگر کتاب کی طباعت سے قبل انتخاب ہو گیا۔ تو انشاء اللہ شامل کتاب کر لی جائے گی۔ (مؤلف)

فہرست قائدین مجلس خدام الاحمدیہ لاہور

ذیل میں ان قائدین کرام کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ جنہیں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی قیادت کے فرائض بفضلہٖ تعالیٰ سرانجام دینے کا فخر حاصل ہوا:

مرزا رحمت اللہ صاحب

قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ .... تا ۱۹۴۷ء

قریشی محمد اکرم صاحب / میاں عبدالمنان صاحب ۱۹۴۸ء

شیخ خورشید احمد صاحب/ ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب ۵۳-۱۹۵۲ء

محمد سعید احمد صاحب ۵۴-۱۹۳۵ء

عبدالجلیل صاحب عشرت/ خالد ہدایت صاحب بھٹی ۵۵-۱۹۵۴ء

میاں محمد یحییٰ صاحب ۵۶-۱۹۵۵ء تا ۶۰-۱۹۵۹ء

قریشی محمود احمد صاحب معتبر ۵۹-۱۹۵۸ء تا ۶۰-۱۹۵۹ء

میاں محمد یحییٰ صاحب ۶۱-۱۹۶۰ء

سید حضرت اللہ صاحب پاشا ۶۲-۱۹۶۱ء تا ۶۳-۱۹۶۲ء

شیخ ریاض محمود صاحب ۶۴-۱۹۶۳ء-۶۵-۱۹۶۴ء-۶۶-۱۹۶۵ء

نوٹ: قائدین کی یہ فہرست اور سنین میاں محمد یحییٰ صاحب سابق قائد اور مکرم محمد صدیق صاحب شاکر سابق معتمد نے اپنی یادداشت کی بنا پر تیار کی ہے۔ یکجائی صورت میں مجھے کوئی ایسا ریکارڈ نہیں ملا۔ جس سے اس کی تصدیق ہو سکے۔

نوٹ۲: فہرست مندرجہ بالا کے آخری دو قائدین یعنی سید حضرت اللہ پاشا اور شیخ ریاض محمود صاحب کے علاوہ باقی قائدین کے دور قیادت کے حالات بھی یکجائی صورت میں دستیاب نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان کے ذاتی تعارف اور کسی نمایاں کام کے تذکرہ پر اکتفا کی گئی ہے۔

نوٹ۳: قائدین کا ذاتی تعارف اور دور قیادت کے حالات شیخ عبدالماجد صاحب ناظم اشاعت نے مرتب کئے ہیں اور شیخ ریاض محمود صاحب قائد مجلس کی معرفت موصول ہوئے ہیں۔

مرزا رحمت اللہ صاحب

لاہور میں قیادت کی داغ بیل رکھنے کا سہرا ان کے سر ہے۔

قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ ـــــہ تا ۱۹۴۷ء

لاہور کے ابتدائی قائدین میں سے ہیں۔ قادیان دارالامان میں قیادت کے خدوخال پر لاہور میں قیادت قائم کی۔ منصوبہ بندی، تنظیمی قابلیت اور نظم وضبط کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔ پگڑی اچکن زیب تن کرتے ہیں تو جماعت احمدیہ کے مبلغین کے گروہ کے ایک فرد معلوم ہوتے ہیں۔ اس

زمانہ میں خدام کی غفلت وکوتاہی پر انہیں بیدار رکھنے کے لئے مختلف بدنی سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔ جنہیں خدام الاحمدیہ کے دستور کی اصلاح میں ''ذریعہ اصلاح'' کہا جاتا ہے۔تبلیغ کا شوق رکھتے ہیں۔ مخالف علماء سے کامیاب مباحثوں کا موقعہ بھی ملا ہے۔ ۱۹۴۷ء کی قیامت صغریٰ میں آبادکاری اور الاٹمنٹ کے سلسلہ میں جماعت کی خدمت کی توفیق بھی پائی۔ پاکستان سے جو قافلہ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کیلئے جاتا ہے۔ایک دومرتبہ اس کے امیر بھی رہے ہیں۔قانونی موشگافیوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور لاہور کے کامیاب وکلاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔تقریر بھی اچھی کر لیتے ہیں۔لیکن انداز گفتگو سادہ ہوتا ہے۔اس دور میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بھی تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے اور مجلس خدام الاحمدیہ کے سرگرم کارکن رہ چکے ہیں۔

خواجہ محمد اکرم صاحب

مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب کو بھی کچھ عرصہ بحیثیت قائم مقام قائد کام کرنے کا موقعہ ملا۔مہاجرین کی خدمت اور جلسہ سالانہ (لاہور) کے انتظامات میں کام کرنے کی توفیق پائی۔

میاں عبدالمنان صاحب

لاہور کی میاں فیملی کے فرد ہیں۔تقسیم ملک کے بعد مجلس کی حالت منتشر تھی۔تنظیم کو ازسرنو مضبوط کرنے کا ابتدائی موقعہ ملا۔حلقہ جات میں دورے کرتے رہے۔

ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب

شمع خلافت کے پروانوں میں سے ہیں۔تہجد گزار' بےنفس کام کرنے والے' خلوص وقربانی کے پیکر بزرگ خادم ہیں۔خوش بخت ہیں کہ عرصہ تک حضرت مصلح موعودؓ کے ڈینٹل سرجن رہے ہیں۔محترم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب کو ۱۹۵۳ء میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا ہے جبکہ علماء نے عوام کو جماعت احمدیہ کے خلاف برگشتہ کر کے ظلم وستم پر آمادہ کیا تھا' حکومت کو مارشل لاء لگانا پڑا اور احمدیوں کے جان ومال خطرہ میں تھے۔اس حالت میں احمدی نوجوانوں کے فرائض اور پھر ان کے قائد کے فرائض کتنے بڑھ جاتے ہیں۔محترم ڈاکٹر صاحب ان سب مراحل سے کامیاب گزرے ہیں۔۱۹۵۳ء کی قیامت خیز بارش میں ڈاکٹر صاحب کی زیر قیادت لاہور کے خدام کو بنی نوع انسان کی خدمت کا موقعہ ملا ہے۔۶۱-۱۹۶۰ء میں

ڈویژنل قائد بنے۔ گوجرانوالہ کی تربیتی کلاس ان کی انتظامی صلاحیتوں کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کلاس کی تقاریر پر مشتمل ''خالد'' کا ایک خاص نمبر بھی شائع ہوا تھا۔ لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام ۱۹۶۳ء میں ''یوم قادیان'' منایا گیا اور ۱۹۶۴ء میں ''یوم دعائے صحت'' برائے حضرت مصلح موعودؓ منایا گیا۔

محمد سعید احمد صاحب ۵۴-۱۹۵۳ء

لاہور کے سب سے کم عمر قائدین میں سے ہیں۔ طالب علمی کے زمانے سے خدمت کا شوق رکھتے ہیں۔ اپنی محنت' خلوص اور تدبر کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں تجربہ کار قائدین میں ان کا شمار ہونے لگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء کے موقعہ پر ان کے کام پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ چونکہ ان کے دور قیادت کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے آچکا ہے (بہ سلسلہ سیلاب) اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

عبدالجلیل صاحب عشرت ۵۵-۱۹۵۴ء

اکاؤنٹس لائن سے متعلق ہیں۔ ڈھاکہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے ذمہ دار عہدوں پر کام کرتے رہے ہیں۔ لاہور تبدیل ہو کر آئے تو یہاں بھی تھوڑا عرصہ بطور قائد کام کرنے کی توفیق پائی۔ طالب علمی کے زمانہ سے دین سے شغف رکھنے والے بزرگ ہیں۔ الفضل ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء کے خاتم النبیین نمبروں میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر آپ کے مضامین موجود ہیں۔

خالد ہدایت صاحب بھٹی ۵۵-۱۹۵۴ء

لاہور کے پرانے مخلص کارکنوں میں سے ہیں۔ ۵۵-۱۹۵۴ء میں کچھ عرصہ قائد رہے ہیں۔ خوش خلق اور ملنسار ہیں۔ سیلاب کے ایام میں محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کے ہمراہ لاہور اور سیالکوٹ کے سیلاب زدہ علاقوں کا فضائی جائزہ لیا گیا اور اس کے بعد تباہ حال لوگوں کو امداد پہنچائی گئی۔

محترم خالد ہدایت صاحب آج کل گجرات کی نیشنل بنک برانچ کے مینجر ہیں۔

میاں محمد یحییٰ صاحب ۵۶-۱۹۵۵ء و ۵۸-۱۹۵۷ء اور ۶۱-۱۹۶۰ء

لاہور کے حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے نام نامی سے قریباً سبھی

احمدی واقف ہیں۔ ۱۹۰ا۱ء میں آپ نے نیلا گنبد میں موسیٰ اینڈ سنز کے نام سے سائیکلوں کا کاروبار شروع کیا۔محترم میاں محمد یحییٰ صاحب انہی کے لائق فرزندوں میں سے ہیں۔ لاہور کے قائدین میں سے غالباً سب سے کم تعلیم یافتہ ہیں مگر متین، سنجیدہ اور صائب الرائے بزرگ ہیں۔ اچھے تعلیم یافتہ حضرات مجلسی امور میں ان سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔

سید حضرت اللہ صاحب پاشا قائد مقرر ہوئے تو محترم یحییٰ صاحب کو آپ نے مشیر مقرر کیا۔ نو سال سے متواتر سیکرٹری تحریک جدید جماعت احمدیہ لاہور چلے آرہے ہیں۔ مرکز کی طرف سے مجلس کے دستور اساسی پر نظر ثانی کے لئے جو کمیٹی بنی تھی۔ محترم یحییٰ صاحب اس کے رکن بنائے گئے تھے۔ قیادت سنبھالنے سے قبل سابقہ دو قائدین کے ساتھ بطور ناظم مال کام کرنے کی توفیق ملی۔

۱۹۵۵ء کے سیلاب میں جی بھر کر بنی نوع انسان کی خدمت کا موقعہ ملا۔ آپ کے زمانہ قیادت میں مرکز کی زیر ہدایت تعمیر ہال کے لئے خاصی رقم فراہم ہوئی۔ فضل عمر ہسپتال، جامعہ احمدیہ اور یادگاری مسجد ربوہ کے لئے عطیہ جات مرکز میں بھجوائے گئے۔

وائی۔ایم۔سی۔اے ہال میں دو تبلیغی جلسے ہوئے ایک ۵-فروری ۱۹۶۱ء اور دوسرا ۱۹-جون ۱۹۶۱ء اسی ہال میں عیسائیوں کی سہ روزہ کانفرنس تھی۔ ان کی تقاریر کے جواب محترم شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری، محترم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ اور محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موگا مرحوم کے مشورہ سے تیار کر کے بروقت شائع کر کے تقسیم کئے جاتے رہے۔

شیخ محمد احمد صاحب مرحوم نے ان کی قیادت میں قابل قدر کام کیا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں خلافت کے موضوع پر مرکز میں مجلس مذاکرہ تھی۔ لاہور کے محترم قاضی برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے اوّل انعام حاصل کیا۔ محترم یحییٰ صاحب کے سپرد ایک خاص ڈیوٹی لگائی گئی تھی جسے انہوں نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ مل کر نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ حضرت اقدس امیر المومنین نے اس پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا مفہوم درج ذیل ہے۔

یہ عبارت شیخ مبارک محمود پانی پتی نے محترم یحییٰ صاحب اور محترم محمد صدیق صاحب شاکر سابق معتمد کو دکھا کر لکھی ہے:

''عزیزم میاں محمد یحییٰ!   السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مبارک محمود صاحب مجھے مل گئے ہیں۔ان کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدام الاحمدیہ لاہور نہایت اعلیٰ کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جب ہم بیماری اور بڑھاپے کا شکار ہوئے تو اس نے نوجوانوں کو ہمت بخش دی اور انہوں نے نہایت ضروری بوجھ اٹھا لیا۔ بہرحال میں خدام الاحمدیہ لاہور سے خوش ہوں۔ بہت خوش اتنا کہ آپ اس وقت اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے ...... جب میں ربوہ میں آؤں تو آپ مجھے ملیں ....

(خلیفۃ المسیح الثانی)

عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ لاہور ۵۷-۱۹۵۶ء

منظوری از مرکز بذریعہ چٹھی نمبری ۶۳۳/ ۵۶

مؤرخہ ۱۹۵۶ء-۱۱-۲۰

قائد:	مکرم محمد یحییٰ صاحب
نائب قائد اول:	مکرم قاضی برکت اللہ صاحب ایم۔اے
نائب قائد دوم:	مکرم محمد صدیق صاحب شاکر
معتمد:	مکرم شیخ مبارک محمود صاحب
نائب معتمد:	مکرم مرزا محمود احمد صاحب
ناظم مال:	مکرم عبدالقیوم صاحب ناگی
ناظم تعلیم ونشرواشاعت:	مکرم اختر صاحب گوبند پوری
ناظم تحریک جدید:	مکرم محمود احمد صاحب قریشی
ناظم وقارِ عمل:	مکرم شریف احمد صاحب ٹھیکیدار
ناظم تربیت واصلاح:	مکرم محمد احمد صاحب پانی پتی
ناظم عمومی:	مکرم خان قدرت اللہ خاں صاحب
ناظم تجنید:	مکرم محمد صدیق صاحب شاکر

ناظم ذہانت وصحت جسمانی: مکرم شریف احمد صاحب سرہندی

ناظم تنفیذ: مکرم قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم۔اے

قریشی محمود احمد صاحب معتبر ۵۹-۱۹۵۸ء و ۶۰-۱۹۵۹ء

صدر انجمن احمدیہ کے کارکنان میں ایک معروف شخصیت جناب محمد اسمٰعیل صاحب معتبرؓ (صحابی) آڈیٹر تحریک جدید کی ہے جو کچھ عرصہ ہوا وفات پاچکے ہیں۔ قریشی محمود احمد صاحب انہیں کے لائق فرزندوں میں سے ہیں۔ مولوی فاضل ہیں۔ گریجوایٹ ہیں۔ دو سال تک قیادت کی توفیق حاصل ہوئی۔ آپ نہایت نرم دل، بغیر سختی سے کام لینے والے ہیں۔ قیادت سے پہلے اور بعد بھی سالہا سال تک خدام الاحمدیہ کے ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ تین سال تک بحیثیت سیکرٹری تحریک جدید بھی کام کیا اور قریباً چار سال سے بطور سیکرٹری وقف جدید خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ درویشان قادیان جب بھی لاہور تشریف لاتے ان کی قیادت میں خدام کو درویشوں کی خدمت کی وافر توفیق ملی ہے۔ قافلہ جلسہ سالانہ قادیان کے جملہ انتظامات بطریق احسن سرانجام دیتے رہے ہیں۔ لاہور ڈویژن کے زیر اہتمام جتنی تربیتی کلاسیں ہوئیں۔ ان کی کامیابی میں قریشی صاحب کا خاص ہاتھ رہا ہے۔ جامعہ احمدیہ، فضل عمر ہسپتال کی بلڈنگ کے لئے عطیہ جات فراہم کر کے مرکز میں بھجوائے گئے۔

سید حضرت اللہ صاحب پاشا ایم۔اے

یہ ۶۲-۱۹۶۱ء، ۶۳-۱۹۶۲ء کا زمانہ ہے خدام الاحمدیہ کے ارکان میں ایک ہنس مکھ ملنسار اور پُروقار خادم۔ خدام کے ہر مسئلہ پر گہری نظر رکھنے والا خوش اخلاق اور خوش گفتار۔ یہ شخصیت قائد مجلس سید حضرت اللہ صاحب پاشا کی ہے۔ جو بہت بعد میں آئے اور بہتوں سے آگے نکل گئے۔

محترم پاشا صاحب ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک امریکہ میں رہے۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیت قبول کی ۱۹۵۴ء میں ایم۔اے پاس کیا۔ پہلی ملاقات سے ہی یہ تاثر قائم ہو جاتا ہے کہ محترم پاشا صاحب سلسلہ کی کتب اور خصوصاً تفسیر کبیر کا خاصا مطالعہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دینی و دنیاوی مسائل پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ پیچیدہ مسائل کے صحیح حل سے آگاہ ہیں۔

رنج والم اور زمانہ کی ستم ظریفیوں کی چہرہ پر کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے پر سخت

کرب واضطراب کے عالم میں دو ماہ متواتر بستر علالت سے بھی مجلسی سرگرمیوں سے متعلق ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ تقریر میں تنظیمی مسائل پر بات کرتے ہوئے بھی روحانیت کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

آپ کے دور قیادت میں لاہور کی مجلس میں تجنید کا خاصا کام ہوا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس قیادت نے قریباً تین سوا یسے خدام کو تنظیم میں منسلک کیا جو اس سے قبل تجنید میں نہیں آ سکے تھے۔ سات سو خدام کے کوائف مرتب کر کے مرکز میں بھجوائے جس کے نتیجہ میں بجٹ میں اڑھائی گنا اضافہ ہوا۔ خدام میں ڈاڑھی رکھنے کی تحریک پر زور دیا۔ خدام الاحمدیہ کا مستقل دفتر مسجد بیرون دہلی دروازہ میں قائم کروایا۔ تجنید میں اضافہ مجلس کے ہر شعبہ میں ترقی پر منتج ہوا۔ تنظیم مضبوط ہوئی۔ بجٹ میں اضافہ ہوا۔ اطفال کی موجودہ ابھرتی ہوئی تنظیم کی بنیاد آپ ہی کے دور قیادت میں رکھی گئی۔ مسجد دارالذکر میں نو روزہ تربیتی کلاس جس کی یاد تا دیر خدام کے دلوں سے محو نہیں ہوگی آپ کی مخلصانہ کاوشوں کا ثمرہ تھا۔ (یہ تربیتی کلاس ۱۸- تا ۲۶- اگست ۱۹۶۲ء منعقد ہوئی تھی)

خدام کی صلاحیتوں کو پرکھ کر اس کے مطابق کام لینے میں پاشا صاحب ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ جن نئے کارکنوں کو آپ ذمہ دار عہدوں پر لائے ان میں محترم شیخ ریاض محمود صاحب موجودہ قائد مجلس بھی شامل ہیں۔

بلڈ ڈونیشن: ۱۰۰ سے زائد خدام نے حصہ لیا۔

تبلیغ: ایک لاکھ سے زائد ٹریکٹ لاہور میں تقسیم کئے گئے۔

لائبریریاں: مرکزی لائبریری کے فرنیچر اور کتب میں اضافہ کے ساتھ حلقوں میں لائبریریوں کا اضافہ ہوا۔

احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن: اس ایسوسی ایشن کا ازسرنو قیام عمل میں لایا گیا۔ مجلس سے رابطہ گہرا ہوا۔ اور اجلاس اور دیگر سرگرمیاں تیز ہوئیں۔

اشاعت: حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی کتاب ''مذہب کے نام پر خون'' کے قریباً ۱۰۰ صفحات روزنامہ ''امروز'' میں شعبہ اشاعت نے شائع کروائے۔

مجلس لاہور نے اطفال کے لئے ایک رسالہ کا بھی اجراء کیا جس کے چند ایشو نکلے تھے۔

حلقوں کی عاملہ اور مرکزی عاملہ میں کام کرنے والے کارکنوں کا اس دور میں جائزہ لیا جائے تو 50% کے قریب نئے کارکن نظر آئیں گے۔

لاہور میں تشریف آوری سے قبل محترم پاشا صاحب حیدرآباد اور خیر پور ڈویژن میں علاقائی قائد بھی رہے ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے ریکارڈ سے نومبر ۱۹۶۱ء تا جون ۱۹۶۲ء کی ایک رپورٹ ملی ہے۔ جو درج ذیل ہے:-

نومبر ۱۹۶۱ء تا جون ۱۹۶۲ء

سات ماہانہ تربیتی اجلاس عام ہوئے۔ مندرجہ ذیل بزرگوں نے خدام سے خطاب فرمایا:

۱۔ ڈاکٹر کرنل عطا اللہ صاحب

۲۔ قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ

۳۔ ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے

۴۔ سید حضرت اللہ پاشا صاحب

۵۔ مکرم چوہدری اسداللہ خاں صاحب

۶۔ چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال

۲۲۳ چٹھیاں موصول ہوئی۔ آٹھ سرکلر جاری ہوئے۔ ۱۹۲ خطوط لکھے گئے۔

تجنید: پچھلے سال ۳۴۴ خدام تجنید میں شامل تھے جب کہ اس سال انکی تعداد ۴۵۳ ہے۔

اشاعت: خالد کے خریدار ۳۷ (یہ تعداد تمام مجالس سے بڑھ کر ہے)

تشحیذ کے خریدار ۵۲ (یہ تعداد تمام مجالس سے بڑھ کر ہے)

لائبریریاں: حلقہ جات کی مختلف لائبریریوں سے ۶۹۰۰ احباب نے استفادہ کیا۔

۳۷۲ خدام نے مختلف کتب کا مطالعہ کیا۔ ۱۱۷ کتب کا اضافہ ہوا۔

تربیت و اصلاح: حلقہ جات میں ۱۲۱ تربیتی اجلاس ہوئے ۱۰۰ خدام باقاعدہ ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ مرکزی تربیتی کلاس میں لاہور کے ۱۳ خدام شریک ہوئے۔ حاضری کے لحاظ سے ربوہ کے بعد لاہور کا دوسرا نمبر تھا۔

اصلاح وارشاد: ۵۸۱ افراد زیر تربیت رہے۔۵۰۰۰ کی تعداد میں لٹریچر بذریعہ ڈاک روانہ کیا گیا۔۹۳۰۰ کی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔۶ افراد نے بیعت کی۔لاہور کے گرجوں میں خدام کے وفود تبلیغ کے لئے جاتے رہے۔وائی۔ایم۔سی۔اے ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔۱۰۰۰ کے لگ بھگ حاضری تھی۔۲۰۰ کے قریب غیر از جماعت احباب شامل ہوئے۔

شعبہ مال: بجٹ ۶۶۶۰ روپے ہے۔مختلف مرکزی مدات میں ۵۹-۳۰۱۵ روپے چندہ بھجوایا گیا۔مجلس ۵۹-۱۶۰۴۳۔اجتماع ۰۰-۳۷۲۔تعمیر دفتر ۰۰-۱۰۰۰

وقار عمل: ۴۱ وقار عمل ہوئے۔۲۵۱ گھنٹے صرف کئے گئے۔

خدمت خلق: ۱۷ خدام نے خون کا عطیہ دیا۔۴۲۴ مریضوں کی عیادت کی گئی۔۱۵۶ ٹیکے لگائے گئے۔۱۵۶ افراد کے لئے ذریعہ معاش میں مدد دی گئی۔

شیخ ریاض محمود صاحب نومبر ۱۹۶۳ء تا.....

نوجوانوں کی تنظیم کے مسائل حل کرنے کے لئے اولوالعزمی اور خلوص کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔وقت کی قربانی بھی کرنا پڑتی ہے۔مومنانہ فراست' کشادہ دلی اور بلند نظر کا جوہر بھی چاہئے۔محترم شیخ ریاض محمود صاحب اس اسلحہ سے لیس نظر آتے ہیں۔محترم شیخ صاحب کو حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ کی رافت وشفقت سے بھی وافر حصہ میسر ہے۔

قائد صاحب مؤثر رنگ میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔نظام سلسلہ پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے رفقائے کار میں ہر دلعزیز بھی ہیں۔

اس دور میں بعض ایسے خدام جنہیں کچھ عرصہ قبل انتظامی صلاحیتوں سے محروم سمجھا جاتا تھا اب ذمہ دار عہدوں پر خلوص اور کامیابی سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔

مجالس ہائے عاملہ وعامہ باقاعدگی سے ہوتی ہیں۔اجلاس عامہ میں سلسلہ کے بزرگوں سے تقاریر کروائی جاتی ہیں۔مرکز میں کارکردگی رپورٹیں بروقت پہنچائی جاتی ہیں۔ہنگامی حالات میں خدام کی مساعی اپنوں اور غیروں کے لئے قابل رشک نمونہ ہے۔

اس قیادت کی بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے لاہور میں تعلیم القرآن کلاس کا اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے سپرد کیا ہے۔اور مجلس اس مقدس فریضہ کو

خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہے۔

ذیل میں بعض شعبوں کی مختصر رپورٹ درج کی جاتی ہے۔

اصلاح وارشاد: تبلیغ کا کام وسیع اور مستحکم بنیادوں پر کیا گیا۔اس سلسلہ میں یہ دور سابقہ ادوار پر سبقت لے گیا۔مجلس مرکزیہ کی نظر میں ۶۵-۱۹۶۴ء میں پاکستان بھر میں مجلس راولپنڈی اور مجلس لاہور کا شعبہ اصلاح وارشاد نمایاں رہا ہے۔

تقسیم لٹریچر: اس وقت تک دو لاکھ سے زائد پمفلٹ تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ان میں سے ایک لاکھ مجلس لاہور کے شائع کردہ ہیں۔

یوم التبلیغ: ۲۱ بار منایا گیا۔

جلسہ ہائے سیرت النبی صلعم: ۱۷ جلسے ہوئے۔

تبلیغی اجلاس: ۴ تبلیغی پارٹیاں ۱۲- پوسٹر ۳۰۰۰-ممبران اسمبلی کو لٹریچر ۳ بار پرائیویٹ تبادلہ خیالات ۱۵ مرتبہ۔

شعبہ تربیت و اصلاح: خدام کے دینی ذوق کو اجاگر کرنے کے لئے تربیتی کلاس ایک مؤثر ذریعہ ہے۔تربیتی کلاس پہلے بارہ دن متواتر تمام حلقہ جات میں شام کو دو گھنٹے کے لئے جاری رہتی ہے اوراس کے بعد تین دن مسجد دارالذکر میں اجتماعی تربیتی کلاس منعقد ہوتی ہے۔ربوہ کی مرکزی تربیتی کلاس میں بھی خدام نمایاں طور پر شامل ہوتے رہے۔

نماز تہجد ونفلی روزے: قائد صاحب کی توجہ خدام کے نفس کی اصلاح کی طرف بھی ہے۔عملی قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ صدر صاحبان کے مشورہ سے مختلف حلقہ جات میں نماز کے نئے سنٹر مقرر کئے گئے ہیں۔متعدد بار حلقہ جات میں ایک رات مقرر کر کے نماز تہجد ادا کی گئی۔اس طرح خدام نے متعدد بار ایک دن مقرر کر کے نفلی روزے بھی رکھے۔

داڑھی: صدر صاحب کے ارشاد کے مطابق قائد صاحب داڑھی رکھنے کی تحریک پر متواتر زور دے رہے ہیں۔اوراب ایسے نوجوانوں کی ایک معقول تعداد ہو چکی ہے۔جو سنت کے مطابق پوری داڑھی رکھے ہوئے ہیں۔

مسجد کی تعمیر: تربیت و اصلاح اور تبلیغ کے لئے اسلامی سنٹر یعنی مساجد کا قیام نہایت ضروری

ہے۔قائد صاحب کی مسلسل مساعی سے حلقہ سلطان پورہ میں خوبصورت مسجد تیار ہوئی ہے۔

شعبہ اطفال الاحمدیہ: مجلس لاہور نے اطفال کی تنظیم کو مضبوط کرنے کے سلسلہ میں قابل قدر کام کیا ہے۔اطفال میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔مجلس لاہور کے ۲۴ حلقہ جات کے تحت ۴۰۰ اطفال زیرتربیت رہے۔۱۲ مرکزی اجلاس بلائے گئے۔۱۴-اپریل ۱۹۶۶ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ کی زیرصدارت وسیع پیمانے پر ''یوم والدین'' کا اہتمام کیا گیا۔ تین دفعہ ہفتہ اطفال منایا گیا۔مرکزی سالانہ کلاس میں اطفال کو بھجوایا جاتا رہا۔ ہر جمعہ اور عیدین کے مواقع پر بچے کتابوں کا بک سٹال لگاتے ہیں۔خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے کام مثلاً راستہ بنانا۔دوا لانا' غربا کی مدد کرنا وغیرہ امور سرانجام دیئے جاتے ہیں۔یوم تبلیغ کے موقع پر اطفال نے خدام کے ساتھ مل کر شہر کے مختلف گوشوں میں ۴۰۰۰ ٹریکٹ تقسیم کئے۔

شعبہ تعلیم: خدام میں سلسلہ کے لٹریچر کو پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں امتحانات لئے گئے۔اس مقصد کے پیش نظر مرکز نے تعلیمی کارڈ شائع کروائے۔لاہور میں اس کارڈ کو بطور شناختی کارڈ خدام میں رائج کیا گیا۔

شعبہ تجنید: اس عرصہ میں ۳۰۰ سے زائد نئے خدام کو تنظیم میں منسلک کیا گیا۔

شعبہ مال: مجلس کا سالانہ بجٹ ۱۱۰۰۰ گیارہ ہزار روپے کے قریب ہے۔تعمیر ہال مرکزیہ کے لئے اس دور میں اندازاً ۳۵۰۰۰ روپے کا عطیہ فراہم کیا گیا۔

شعبہ ہائے تحریک جدید و وقف جدید: اس عرصہ میں متعدد بار ہفتہ ہائے تحریک جدید و وقف جدید منائے گئے۔تحریک جدید کے ماتحت غیر ملکی مساجد' ہسپتال' سکولوں اور دیگر عمارات اور مشہور ہستیوں کے فوٹو دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔

شعبہ خدمت خلق: (ا) ۲۵۰ بے کار افراد کو روزگار مہیا کیا گیا۔غریب طلبا کے لئے ۵۰۰ روپیہ ماہوار مستقل بنیادوں پر جاری ہے۔

(ب) شاہ جمال کالونی نزد گلبرگ میں جب شدید بارشوں کے باعث کچی آبادیاں گر گئیں تو قریباً یکصد خدام نے تباہ شدہ مکانات تعمیر کئے۔مفت ادویہ تقسیم کیں۔

جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء: جنگ کے ایام میں تنظیم کو نئے ڈھانچہ میں تقسیم کر دیا گیا۔۵۰ خدام نے

فرسٹ ایڈ کی تربیت حاصل کی ۔ ۲۵۰ کے قریب خدام نے سول ڈیفنس کی ٹریننگ لی ۔ ۱۵۰ خدام خون کا عطیہ دینے کے لئے حاضر ہو گئے ۔ مصیبت زدہ افراد میں ہزاروں کی تعداد میں کپڑے، گرم بستر اور دیگر اشیاء تقسیم کرنے کے علاوہ ہزاروں روپے دفاع فنڈ میں جمع کروائے گئے ۔

شعبہ اشاعت: مجلس لاہور کا اس دور قیادت میں اہم کام سالانہ مصور رسالہ ''فاروق'' شائع کرنا ہے ۔ قیمتی آرٹ پیپر پر اردو زبان میں باتصویر تبلیغی مجلّہ دیدہ زیب بھی ہے اور علمی حلقوں میں بڑا مقبول ہوا ہے ۔ مجلس کو اس سے نفع بھی حاصل ہوا ۔ یہ اس قیادت کا اہم کام تصور کیا جا سکتا ہے ۔

شعبہ عمومی: اس عرصہ میں پہلی بار جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر ۱۵۰ خدام نے منظّم طور پر بڑی عمدگی سے جلسہ کے انتظامات سنبھالے ۔ انتظامیہ کی طرف سے اس انتظام کو بڑا پسند کیا گیا ۔

دفتر: لاہور میں مجلس کے کاموں کو بطریق احسن سرانجام دینے کیلئے جودھامل بلڈنگ میں باقاعدہ دفتر کا قیام کیا گیا ۔ اس طرح تبلیغ کے لئے مسجد دہلی گیٹ میں دفتر مقرر کیا گیا ۔

ممبران عاملہ: مندرجہ ذیل ممبران عاملہ نے قائد صاحب کے ساتھ مختلف وقتوں میں کام کیا ہے ۔

قریشی محمود احمد صاحب	قریشی مسعود احمد صاحب	فضل الٰہی صاحب
خواجہ محمد اکرم صاحب	مظفر احمد صاحب	شیخ رحمت علی صاحب
شیخ بشیر احمد صاحب کنٹریکٹر	مجیب الرحمٰن صاحب درد	عبدالرشید صاحب بنگوی
میر مظفر اقبال	چوہدری منور لطف اللہ صاحب	شیخ عبدالماجد صاحب
چوہدری منور احمد صاحب	چوہدری ارشاد احمد صاحب ورک	چوہدری لعل خاں صاحب
ملک نور الٰہی صاحب	محمد رفیق صاحب ضیاء	شیخ مبارک محمود صاحب
شیخ حبیب الرحمٰن صاحب	خواجہ حمید اسلم صاحب	شیخ اعجاز احمد صاحب
صوفی محمد رشید احمد صاحب	سلیم احمد صاحب	چوہدری محمود احمد صاحب
سردار عبدالسمیع صاحب	ڈاکٹر لئیق احمد صاحب	چوہدری رشید محمد صاحب
بشیر الدین احمد صاحب	محمود اقبال صاحب	محمد صدیق صاحب شاکر
بشارت احمد صاحب	شیخ عبدالہادی صاحب	صوفی خلیل احمد صاحب
عبدالقیوم صاحب ناگی	عبدالوہاب صاحب	سید تبسم حسین صاحب

۴-اپریل ۱۹۶۵ء کو محترم شیخ ریاض محمود صاحب کے خطبہ نکاح کے موقعہ پر صدر مجلس محترم مرزا رفیع احمد صاحب نے قائد مجلس اور لاہور کے دیگر نوجوانوں کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا وہ درج کر کے ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں:

''شیخ صاحب سلسلہ کے خادم اور میرے نزدیک جس طرح وہ خدمت دین کر رہے ہیں واقفین زندگی ہی میں سے ایک فرد ہیں اور ان کو واقف زندگی ہی سمجھنا چاہئے جو لوگ اس طرح سے سلسلہ کا کام کرتے ہیں وہ اکیلے ہی ایسے فرد نہیں۔ قائد ہونے کے لحاظ سے ان کو ایک امتیاز حاصل ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اور بھی بہت سارے نوجوان یہاں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں جن کا اخلاص اور سلسلہ کے لئے درد اور جس طرح وہ اپنے ذاتی کاموں اور دنیاوی کاموں کو چھوڑ کر خدا کے کاموں اور دین اور عقبیٰ کے کاموں کی طرف توجہ دیتے ہیں وہ بہتوں کے لئے قابل رشک اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک نمونہ ہے''۔

حوالہ جات

۱ سالانہ رپورٹ انجمن اشاعت اسلام حصہ دوم صفحہ ۱۲

۲ ''الفضل'' ۲-مئی ۱۹۱۴ء

۳ ''الفضل'' ۸-مارچ ۱۹۱۹ء

۴ ''الفضل'' ۸-مارچ ۱۹۱۹ء

۵ ''پیغام صلح'' ۲-مارچ ۱۹۱۹ء

۶ سرورق ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' باردوم

۷ ''الفضل'' ۲۶-فروری ۱۹۲۰ء

۸ ''الفضل'' یکم مارچ ۱۹۲۰ء

۹ ''الفضل'' یکم مارچ ۱۹۲۰ء

۱۰ ''الفضل'' یکم مارچ ۱۹۲۰ء

۱۱ ''الفضل'' ۱۵-مارچ ۱۹۲۰ء

۱۲ ''الفضل'' ۲۳-فروری ۱۹۲۰ء

[13] ''الفضل'' ۳- مارچ ۱۹۲۱ء

[14] ''الفضل'' ۲۶- دسمبر ۱۹۲۱ء

[15] ''الفضل'' ۹- مارچ ۱۹۲۲ء

[16] ''الفضل'' ۲۷- فروری ۱۹۲۲ء

[17] ''الفضل'' ۶- مارچ ۱۹۲۲ء

[18] ''الفضل'' ۲۵- ۲۸- ستمبر ۱۹۲۲ء

[19] ''الفضل'' ۲۰- ۲۳- نومبر ۱۹۲۳ء

[20] ریویو آف ریلیجنز اردو دسمبر ۱۹۲۴ء

[21] ''الفضل'' ۲۰- ۲۳ نومبر ۱۹۲۳ء

[22] ''الفضل'' ۱۲- اکتوبر ۱۹۲۳ء

[23] ''الفضل'' ۲۷- نومبر ۱۹۲۳ء

[24، 25] الازہار لذوات الخمار صفحہ ۶۸ تا ۷۲

[26] سالانہ رپورٹ صفحہ ۸-۹

[27] رپورٹ صفحہ ۲۹

[28] ریویو آف ریلیجنز اردو دسمبر ۱۹۲۴ء

[29] ''الفضل'' ۲۱- اکتوبر ۱۹۲۴ء

[30] ''الفضل'' ۲۳- اکتوبر ۱۹۲۴ء

[31] ''الفضل'' ۱۱- ستمبر ۱۹۲۴ء

[32] ''الفضل'' ۸- مارچ ۱۹۲۷ء

[33] ''الفضل'' ۴- مارچ ۱۹۲۷ء

[34] ''الفضل'' ۸- مارچ ۱۹۲۷ء

[35] اخبار ''تنظیم'' امرتسر پرچہ ۱۴- مارچ ۱۹۲۷ء

[36] اخبار ''ملاپ'' پرچہ ۴- مارچ ۱۹۲۷ء

[37] ''الفضل'' ۱۵- مارچ ۱۹۲۷ء

[38] ''سرگذشت'' از مولانا عبد المجید صاحب سالک صفحہ ۲۳۶ - ۲۳۷

۳۹؎ ’’الفضل‘‘ ۲۰- مئی ۱۹۲۷ء
۴۰؎ پرچہ ۶- جون ۱۹۲۷ء
۴۱؎ ’’الفضل‘‘ ۳- جون ۱۹۲۷ء
۴۲؎ منقول از ’’الفضل‘‘ ۱۰- جون ۱۹۳۷ء
۴۳؎ ’’الفضل‘‘ ۱۰- جون ۱۹۲۷ء
۴۴؎ ’’الفضل‘‘ ۱۶- اگست ۱۹۲۷ء
۴۵؎ ’’الفضل‘‘ ۱۶- اگست ۱۹۲۷ء
۴۶؎ ’’الفضل‘‘ یکم جولائی ۱۹۲۷ء
۴۷؎ ’’انقلاب‘‘ ۲۳- جون ۱۹۲۷ء
۴۸؎ دورِجدید ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء
۴۹؎ ’’سیاست‘‘ ۲۳- جون ۱۹۲۷ء
۵۰؎ ایضاً
۵۱؎ ایضاً
۵۲؎ ’’الفضل‘‘ ۲۵- اکتوبر ۱۹۲۷ء
۵۳؎ ’’الفضل‘‘ ۳۰- اگست ۱۹۲۷ء
۵۴؎ ’’الفضل‘‘ ۴- نومبر ۱۹۲۷ء
۵۵؎ ’’الفضل‘‘ ۱۶- اکتوبر ۱۹۲۷ء
۵۶؎ بحوالہ تقریر دلپذیر ۱۹۲۷ء صفحہ ۴۳- ۴۴
۵۷؎ بحوالہ ’’تاریخ احمدیت جلد پنجم‘‘ صفحہ ۶۰۸
۵۸؎ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۸ء صفحہ ۲۱۲- ۲۱۳
۵۹؎ ’’الفضل‘‘ ۹- نومبر ۱۹۲۸ء
۶۰؎ ’’الفضل‘‘ ۱۸- جنوری ۱۹۲۹ء
۶۱؎ ’’الفضل‘‘ ۸- نومبر ۱۹۲۹ء
۶۲؎ ’’انقلاب‘‘ پرچہ ۱۳- جولائی ۱۹۴۱ء

۶۳؎ ایضاً پرچہ ۶ - جولائی ۱۹۴۱ء بحوالہ ''اصلاح'' سری نگر پرچہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۱ء

۶۴؎ ''اقبال کے آخری دو سال'' صفحہ ۱۵

۶۵؎ پرچہ جون ۱۹۵۲ء بحوالہ ''الفضل'' ۲۲ جون ۱۹۵۲ء

۶۶؎ اخبار ''منادی'' ۲۴ - اکتوبر ۱۹۳۴ء بحوالہ ''الفضل'' ۱۳ نومبر ۱۹۳۴ء

۶۷؎ پرچہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء

۶۸؎ پرچہ ۳۰ - دسمبر ۱۹۳۱ء

۶۹؎ پرچہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء

۷۰؎ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۴-۱۵

۷۱؎ ''الفضل'' ۲۹ - مئی ۱۹۵۵ء

۷۲؎ تاریخ احمدیت جلد ششم بحوالہ ''لاہور'' پرچہ ۵ - اپریل ۱۹۶۵ء

۷۳؎ ''الفضل'' ۲۴ - دسمبر ۱۹۳۱ء

۷۴؎ ''انقلاب'' ۱۱ - اکتوبر ۱۹۳۲ء

۷۵؎ ''الفضل'' ۲۰ - اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۵

۷۶؎ ''الفضل'' ۲۰ - اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸

۷۷؎ ''الفضل'' ۲۰ - اگست ۱۹۳۵ء

۷۸؎ ''الفضل'' ۲ - اگست ۱۹۳۵ء

۷۹؎ ''مجاہد'' پرچہ ۷ - اگست ۱۹۳۵ء

۸۰؎ ''الفضل'' پرچہ ۲ - اگست ۱۹۳۵ء

۸۱؎ ''الفضل'' ۱۸ - ستمبر ۱۹۳۵ء

۸۲؎ ''الفضل'' ۱۴ - جون ۱۹۳۶ء

۸۳؎ ''الفضل'' ۱۷ - اکتوبر ۱۹۳۶ء

۸۴؎ اقتباس از مضمون حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ منقول از تابعین اصحاب احمد حصہ سوم صفحہ ۳۱۴

۸۵؎ ’’الفضل‘‘ ۱۲- جولائی ۱۹۴۴ء
۸۶؎ تابعین اصحاب احمد حصہ سوم صفحہ ۲۷۲
۸۷؎ اشتہار ۲۰- فروری ۱۸۸۶ء
۸۸؎ ’’الفضل‘‘ ۱۸- فروری ۱۹۴۴ء
۸۹؎ تذکرہ صفحہ ۳۷۶
۹۰؎ ’’الفضل‘‘ ۱۶- جون ۱۹۴۴ء
۹۱؎ ’’الفضل‘‘ ۲- جنوری ۱۹۴۵ء
۹۲؎ ’’الفضل‘‘ ۵- مارچ ۱۹۴۵ء
۹۳؎ ’’الفضل‘‘ ۱۷- مارچ ۱۹۴۴ء
۹۴؎ ’’الفضل‘‘ ۷- مارچ ۱۹۴۵ء
۹۵؎ ’’الفضل‘‘ ۴- جون ۱۹۴۵ء
۹۶؎ ’’الفضل‘‘ ۱۲-۱۳- نومبر ۱۹۴۵ء
۹۷؎ ’’الفضل‘‘ ۹- مارچ ۱۹۴۶ء
۹۸؎ ’’الفضل‘‘ ۱۱- مارچ ۱۹۴۶ء
۹۹؎ ’’الفضل‘‘ ۲- ستمبر ۱۹۴۶ء
۱۰۰؎ ’’الفضل‘‘ ۱۸- اکتوبر ۱۹۴۶ء
۱۰۱؎ ’’الفضل‘‘ ۶- مارچ ۱۹۴۷ء
۱۰۲؎ ’’الفضل‘‘ ۷- مارچ ۱۹۴۷ء
۱۰۳؎ ’’الفضل‘‘ ۱۹- مارچ ۱۹۴۷ء
۱۰۴؎ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ مورخہ یکم اگست ۱۹۴۷ء
۱۰۵؎ تقریر یکم اگست ۱۹۴۷ء بمقام لاہور
۱۰۶؎ ’’الفضل‘‘ ۱۸- جنوری ۱۹۴۸ء
۱۰۷؎ ’’الفضل‘‘ پرچہ ۱۳- اپریل ۱۹۴۷ء

۱۰۸؎ ''الفضل'' یکم ستمبر ۱۹۴۸ء

۱۰۹؎ ''الفضل'' ۲۱-ستمبر ۱۹۴۸ء

۱۱۰؎ ''الفضل'' مورخہ ۱۷-اکتوبر ۱۹۴۸ء

۱۱۱؎ ''الفضل'' مورخہ یکم مئی ۱۹۴۸ء

۱۱۲؎ ''الفضل'' پرچہ ۲۶-جنوری ۱۹۴۹ء

۱۱۳؎ ''الفضل'' ۲۶-دسمبر ۱۹۴۸ء

۱۱۴؎ ایضاً

۱۱۵؎ ''الفضل'' ۱۲-جنوری ۱۹۴۹ء

۱۱۶؎ ''الفضل'' ۳۰-جون ۱۹۴۹ء

۱۱۷؎ ''الفضل'' ۶-نومبر ۱۹۴۹ء

۱۱۸؎ ''الفضل'' ۸-نومبر ۱۹۴۹ء

۱۱۹؎ ''الفضل'' ۶-دسمبر ۱۹۴۹ء

۱۲۰؎ ''الفضل'' ۹-دسمبر ۱۹۴۹ء

۱۲۱؎ ''الفضل'' ۲۸-اکتوبر ۱۹۵۱ء

۱۲۲؎ ''الفضل'' ۱۰-نومبر ۱۹۵۱ء

۱۲۳؎ ''الفضل'' ۲۲-نومبر ۱۹۵۱ء

۱۲۴؎ ''الفضل'' ۲۶-جون ۱۹۵۲ء

۱۲۵؎ رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۰

۱۲۶؎ ایضاً صفحہ ۱۱

۱۲۷؎ رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۴

۱۲۸؎ رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۵

۱۲۹؎ رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۹-۳۰

۱۳۰؎ رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۸۴

[۱۳۱] ایضاً صفحہ ۸۸

[۱۳۲] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۵۹-۱۶۰

[۱۳۳] "نوائے وقت" ۳-اپریل ۱۹۵۳ء

[۱۳۴] "المصلح" کراچی ۲۹-مئی ۱۹۵۳ء

[۱۳۵] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۶۱

[۱۳۶] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۷۱

[۱۳۷] رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۴۲۲

[۱۳۸] "الفضل" ۱۴-ستمبر ۱۹۵۴ء

[۱۳۹] "الفضل" ۱۷-ستمبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۰] "الفضل" مورخہ ۲۸-ستمبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۱] "الفضل" ۵-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۲] "الفضل" ۷-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۳] "الفضل" پرچہ ۸-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۴] تقریر فرمودہ ۵-نومبر ۱۹۵۴ء برموقعہ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ

[۱۴۵] تقریر فرمودہ ۲۸-دسمبر ۱۹۵۴ء برموقعہ جلسہ سالانہ مندرجہ "الفضل" ۶-جنوری ۱۹۵۵ء

[۱۴۶] "الفضل" پرچہ ۲۳-ستمبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۷] "الفضل" ۱۵-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۸] "الفضل" ۱۰-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۴۹] "الفضل" ۱۶-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۵۰] "الفضل" ۱۹-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۵۱] "الفضل" ۱۹-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۵۲] "الفضل" ۱۷-اکتوبر ۱۹۵۴ء

[۱۵۳] "الفضل" ۳۱-اکتوبر ۱۹۵۴ء

۱۵۴؎ ''الفضل'' ۲-نومبر۱۹۵۴ء
۱۵۵؎ ''الفضل'' ۲۱-دسمبر۱۹۵۴ء
۱۵۶؎ ''الفضل'' ۱۰-مارچ ۱۹۵۵ء
۱۵۷؎ ''الفضل'' ۱۵-مارچ ۱۹۵۵ء
۱۵۸؎ ''الفضل'' ۱۸-مارچ ۱۹۵۵ء
۱۵۹؎ ''الفضل'' ۲۵-مارچ ۱۹۵۵ء
۱۶۰؎ ''الفضل'' ۲۹-مارچ ۱۹۵۵ء
۱۶۱؎ ''الفضل'' ۳-جون ۱۹۵۵ء
۱۶۲؎ ''الفضل'' ۱۲-جون ۱۹۵۵ء
۱۶۳؎ ''الفضل'' ۱۹-مئی ۱۹۵۶ء
۱۶۴؎ ''الفضل'' ۲۶-اپریل ۱۹۵۶ء
۱۶۵؎ ''الفضل'' ۱۸-مارچ ۱۹۵۶ء
۱۶۶؎ ''الفضل'' ۵-اپریل ۱۹۵۶ء
۱۶۷؎ ''الفضل'' ۱۵-مئی ۱۹۵۶ء
۱۶۸؎ ''الفضل'' ۲۹-مئی ۱۹۵۶ء
۱۶۹؎ ''الفضل'' ۳۱-مئی ۱۹۵۶ء
۱۷۰؎ ''الفضل'' ۱۱-جنوری ۱۹۵۸ء
۱۷۱؎ ''الفضل'' ۱۱-جنوری ۱۹۵۸ء
۱۷۲؎ ''الفضل'' ۱۱-جون ۱۹۵۸ء
۱۷۳؎ ''الفضل'' ۱۴-اگست ۱۹۵۸ء
۱۷۴؎ ''الفضل'' ۲-مئی ۱۹۶۱ء
۱۷۵؎ ''الفضل'' ۶-جنوری ۱۹۶۱ء
۱۷۶؎ ''الفضل'' ۷-مارچ ۱۹۶۳ء
۱۷۷؎ ہفتہ وار ''لاہور'' پرچہ ۷-جون ۱۹۶۵ء

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

شکریہ بزرگان واحباب

مکرمی ومحترمی مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج صیغہ زودنویسی کی وفات کو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔مگر میں نے اپنی اس کتاب میں بھی آنمکرم کے فراہم کردہ مواد سے فائدہ اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اوران کی اولاد کا حافظ وناصر ہو۔آمین

مکرمی ومحترمی ڈاکٹرعبیداللہ خاں صاحب بٹالوی اورعزیزم شیخ عبدالماجد صاحب بی۔اے بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کے مسودہ میں اپنے گرانقدرمشوروں سے امداددی۔

مکرم ومحترمی جناب چوہدری محمد اسداللہ خاں صاحب آج کل صاحب فراش ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں کاملہ وعاجلہ صحت عطا فرمائے۔انہوں نے بھی ہرقسم کی امداد سے نوازا ہے۔

ضخیم کتابوں کی طباعت کیلئے سب سے زیادہ مشکل اخراجات کی ہوا کرتی ہے۔ مالی رنگ میں درج ذیل بزرگوں اوراحباب نے تعاون کیا ہے۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ا۔حضرت میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور۲۔محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر۔۳۔محترم جناب چوہدری محمد انورحسین صاحب امیر جماعت شیخوپورہ۔۴۔محترم جناب شیخ عبدالحق صاحب انجنیئر صدر حلقہ دارالذکر۔

۵۔محترم جناب چوہدری فتح محمد صاحب مالک ہری کے ٹرانسپورٹ۔ ۶۔محترم جناب چوہدری نور احمد صاحب صدر حلقہ سول لائنز۔ ۷۔محترم جناب چوہدری غلام رسول صاحب صدر حلقہ مغلپورہ گنج۔ ۸۔محترم جناب چوہدری منور لطف اللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ و صدر حلقہ سمن آباد۔ ۹۔محترم جناب چوہدری محمد نواز صاحب مینیجنگ ڈائریکٹر پرنس ٹرانسپورٹ۔۱۰۔محترم جناب شیخ بشیر احمد و جناب فضل احمد صاحبان گورنمنٹ کنٹریکٹر سمن آباد۔۱۱۔محترم جناب حافظ فضل کریم صاحب ہال روڈ۔۱۲۔محترم جناب ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی سیکرٹری اصلاح وارشاد لاہور۔۱۳۔محترم جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی ماڈل ٹاؤن ۔۱۴۔محترم جناب میاں عبدالعزیز صاحب بھٹی سمن آباد۔

ناشکرگزاری ہوگی اگر محترم جناب چوہدری شاہ محمد صاحب خوشنویس کی ان تھک محنت اور کوشش کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو آپ نے باوجود عدیم الفرصت ہونے کے اس کتاب کی کتابت میں کی۔فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔

خاکسار عبدالقادر

۲۰۔۶۔۶۶

انڈیکس

مرتبہ: سید مبشر احمد ایاز

اسماء

ب

پ

د

ڈ۔ ذ

ر

ز

س

ش

ص

غ

ن

ی

مقامات

کتابیات

د۔ ر۔ ز

س۔ ش

ص۔ ع۔ ف۔ ق

ک۔ گ۔ ل

م

ن

و

ی